تجلیاتِ صفدر

جلد اول

مناظر اسلام ترجمان اہلسنت وکیل احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

ترتیب تسہیل وتصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

مکتبہ امدادیہ

ملتان - پاکستان فون: ۵۴۴۹۶۵

تجلیاتِ صفدر

جلد اول

تالیف

مناظرِ اسلام وکیل اہل السنت والجماعت
حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

عنوانات و ترتیب و تصحیح

مولانا نعیم احمد
استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر
مکتبہ امدادیہ، ملتان پاکستان

نام کتاب: تجلیات صفدر (جلد اول)

مصنف: مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

مرتب: مولانا نعیم احمد صاحب

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

کمپوزر: حافظ محمد نعمان حامد

ناشر: مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان، پاکستان

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

مکتبۃ العلم، اردو بازار لاہور

اسلامی کتب خانہ، اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۲۳۵	☆ سوال نمبر۴، غیر مقلدین کا حدیث کی پڑتال میں اپنے مولوی پر اعتماد اور دعوئ خود تحقیق کا ہو، یہ کیسا ہے؟	
۲۳۶	☆ الجواب	
۲۳۶	☆ سوال نمبر۵، موجودہ دور کے مولویوں کی پیروی کرنی چاہئے یا سلف صالحین کی؟	
۲۳۶	☆ الجواب	
۲۳۷	☆ سوال نمبر۶، کیا قرونِ ثلثہ میں غیر مقلدین کا وجود تھا؟	
۲۳۷	☆ الجواب	
۲۳۸	☆ سوال نمبر۷، موجودہ دور سے غیر مقلدین سے اختلاف اصولی ہے یا فروعی؟	
۲۳۸	☆ الجواب	
۲۳۹	☆ سوال نمبر۸، جو صحابہؓ ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے کیا وہ دوسروں کو محروم الثواب سمجھتے تھے؟	
۲۳۹	☆ الجواب	
۲۴۰	☆ سوال نمبر۹، فاتحہ پڑھنے والے کا نہ پڑھنے والے کو گمراہ کہنا کیسا ہے؟	
۲۴۰	☆ الجواب	
۲۴۱	☆ سوال نمبر۱۰، کیا اجتہادی خطاء پر ثواب ملے گا یا سزا کا مستحق ہوگا؟	
۲۴۱	☆ الجواب	
۲۴۱	☆ سوال نمبر۱۱، صحابہ کے اجماع کے خلاف عمل کرنا اور اس اجماع کا انکار کرنا کیسا ہے؟	
۲۴۱	☆ الجواب	
۲۴۲	☆ سوال نمبر۱۲، سعودیہ والے کس کی پیروی کرتے ہیں؟	
۲۴۲	☆ الجواب	
۲۴۳	☆ سوال نمبر۱۳، خانہ کعبہ اور روضہ رسول پر بیس تراویح کب سے پڑھی جارہی ہیں؟	

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
	☆ الجواب	۳۲۴
	☆ وسوسہ نمبر۵، اللہ کی طرف سے مسلم نام کی عطا کے بعد کوئی اور نام رکھنا شریعت سازی نہیں ہے؟	۳۲۵
	☆ الجواب	۳۲۵
	☆ وسوسہ نمبر۶، ایک نبی ﷺ کی امت میں مختلف نام پر مذاہب ہوسکتے ہیں؟	۳۲۶
	☆ الجواب	۳۲۶
	☆ وسوسہ نمبر۷، کیا یہ مذاہب حضور ﷺ پر نازل کئے گئے تھے؟	۳۲۷
	☆ الجواب	۳۲۷
	☆ وسوسہ نمبر۸، کیا ہر مذہب کامل اسلام ہے یا ان سب کا مجموعہ؟	۳۲۷
	☆ الجواب	۳۲۷
	☆ وسوسہ نمبر۹، اگر تمام مذاہب کا مجموعہ اسلام ہے تو صرف ایک کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟	۳۲۷
	☆ الجواب	۳۲۸
	☆ وسوسہ نمبر۱۰، اگر یہ تمام مذاہب اسلام ہیں تو کیا یہ سب حضور ﷺ پر نازل ہوئے تھے یا ایک؟	۳۲۸
	☆ الجواب	۳۲۸
	☆ وسوسہ نمبر۱۱، غیر مسلم مسلمان ہوکر کونسا مذہب قبول کرے؟	۳۲۸
	☆ الجواب	۳۲۹
	☆ وسوسہ نمبر۱۲، جو شخص ان مذاہب کو تسلیم نہ کرے۔ کیا وہ کافر ہے؟	۳۲۹
	☆ الجواب	۳۲۹
	☆ وسوسہ نمبر۱۳، تہتر فرقوں میں سے نجات پانے والا کون ہے؟	۳۲۹
	☆ الجواب	۳۳۰
	☆ وسوسہ نمبر۱۴، کیا یہ سب فرقے حضور ﷺ کے دور میں تھے؟	۳۳۰

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۲۵	مسعودی فرقہ کے چند اعتراضات کے جوابات	۳۶۹
	☆ ابتدائیہ	۳۶۹
	☆ مثال	۳۷۰
	☆ طبیب اور پنساری	۳۷۱
	☆ تقلید کا مطلب	۳۷۱
	☆ مسلمین	۳۷۴
	☆ نتیجہ	۳۷۵
	☆ اختلافی احادیث	۳۷۸
	☆ دعوۃ المسلمین	۳۸۰
	☆ امام المسلمین	۳۸۱
	☆ امامت	۳۸۱
	☆ درمختار	۳۸۲
	☆ چھوٹے میاں	۳۸۴
	☆ ردالمحتار	۳۸۴
	☆ اِنَّ یا اَنَّ	۳۸۶
	☆ امام طحاوی رحمہ اللہ	۳۸۶
	☆ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ	۳۸۶
	☆ مسئلہ رفع یدین	۳۸۷
	☆ ترتیب	۳۸۸
	☆ حضرت وائلؓ	۳۸۸
	☆ مسند احمد	۳۸۹
	☆ خطبہ عمرؓ در مسجد نبوی ﷺ	۳۸۹
	☆ دارقطنی یا تعلیق المغنی	۳۹۰
	☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ	۳۹۰

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۵۰۶	☆ مسلک ومشرب	
۵۰۷	☆ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس اللہ سرہٗ	
۵۰۸	☆ محمد شفیع اوکاڑوی	
۵۰۹	☆ قصہ ہفت مسئلہ کا	
۵۱۰	☆ کچھ مکاشفات کے بارے میں	
	ایک یادگار ملاقات (فضائل اعمال پر ہونے والے اعتراضات	۴۴
۵۱۲	اور دیگر اعتراضات کے جوابات)	
۵۱۲	☆ زندگی میں تبدیلی	
۵۱۳	☆ نیا موڑ	
۵۱۳	☆ پہلا فرق	
۵۱۵	☆ غلط حوالے	
۵۱۶	☆ ضعیف احادیث	
۵۱۷	☆ دوسرا رُخ	
۵۱۸	☆ شرک ہی شرک	
۵۱۹	☆ کرامات	
۵۲۰	☆ یہ ہو ہی نہیں سکتا؟	
۵۲۱	☆ جھوٹ ہی جھوٹ	
۵۲۱	☆ عقل نہیں مانتی	
۵۲۲	☆ نماز	
۵۲۴	☆ دوسری مجلس	
۵۲۴	☆ سورۃ فاتحہ فرض ہے	
۵۲۵	☆ رفع یدین سنت ہے	
۵۲۵	☆ نماز نہیں ہوتی	
۵۲۷	☆ خدا جھوٹ سے بچائے	

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۵۲۸	☆ ضد ہی ضد	
۵۳۰	☆ حدیث کے خلاف	
۵۳۱	☆ ایک تضاد	
۵۳۲	☆ خون پینا	
۵۳۳	☆ فضلات	
۵۳۶	**سیدنا حسین رضی اللہ عنہ**	۳۵
۵۳۶	☆ نسب مبارک	
۵۳۷	☆ پیدائش	
۵۳۸	☆ صحابیت	
۵۳۹	☆ حلیہ مبارک	
۵۳۹	☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں	
۵۴۰	☆ جنت کی سرداری	
۵۴۰	☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں	
۵۴۱	☆ اُمت کی نظر میں	
۵۴۲	☆ حالات زندگی	
۵۴۳	☆ شہادت	
۵۴۶	☆ حالات وواقعات	
۵۴۹	**کھلا خط بنام مولوی ضیاء الرحمٰن صدیقی ہزاروی (دربارۂ یزید)**	۳۶
۵۵۳	☆ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ	
۵۵۵	☆ ایک اعجوبہ	
۵۵۶	☆ یزید کا پہلا حکم	
۵۵۶	☆ دوسرا حکم	
۵۵۶	☆ دارالامارت میں	

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۶۱۱	☆ دلیل تفصیلی	
۶۱۱	☆ ضرورت اجتہاد	
۶۱۲	☆ نقلی دلیل	
۶۱۳	☆ دوسری دلیل	
۶۱۵	☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا فرمان	
۶۱۵	☆ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید	
۶۱۵	☆ پہلی شہادت	
۶۱۶	☆ دوسری شہادت	
۶۱۶	☆ تیسری شہادت	
۶۱۷	☆ عبرت	
۶۱۷	☆ تیسری آیت	
۶۱۸	☆ مثال	
۶۱۸	☆ حدیثِ معاذ رضی اللہ عنہ	
۶۱۹	☆ فائدہ	
۶۲۱	☆ دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	
۶۲۲	☆ دور تابعین رحمہم اللہ	
۶۲۲	☆ ایک واقعہ	
۶۲۲	☆ شرائط اجتہاد	
۶۲۵	☆ پانچ لاکھ احادیث	
۶۲۶	☆ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ	
۶۲۷	☆ اجتہاد ہرکس و ناکس کا کام نہیں	
۶۲۸	☆ تدوین فقہ	
۶۲۹	☆ اجتہاد اور تقلید کا دائرہ	
۶۳۱	☆ تقلید	

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۴۱	<u>فقہ حنفی کے کرم فرما</u>	٦٣۴
	☆ نعیم بن حمادؒ	٦٣٦
	☆ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ	٦٣٧
	☆ خطیب بغدادیؒ	۴٦٠
۴۲	<u>فقہ حنفی سے غیر مقلدین کی ناراضگی کے اسباب</u>	٦۴٣
	☆ نئی فقہ کی تدوین	٦۴٧
	☆ فقہ حنفی پر حملوں کی ابتداء	٦۴٨
	☆ ایک غلط انداز	٦۴٨
	☆ طریق فیصلہ	٦۴٩
	☆ آسان طریقہ	٦۵٠
	☆ نوٹ	٦۵٠
۴٣	<u>استفتاء نمبر ۱</u>	٦۵۱
۴۴	<u>استفتاء نمبر ۲</u>	٦۵٣

تجلیاتِ صفدرؒ پر ایک نظر

از قلم: مولانا محمد ازہر صاحب (مدیر ماہنامہ ''الخیر'' ملتان)

تالیف: مناظرِ اسلام، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

حدیث شریف میں پیشینگوئی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس امت کے ہر دور میں ایسی شخصیات کو پیدا فرماتے رہیں گے جو دین کی تجدید کا گرانقدر و مقدس فریضہ انجام دیں گی۔ حضرت الامام مجدد الف ثانیؒ، حضرت الامام شاہ ولی اللہؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے اپنے وقت دین کے مختلف شعبوں میں بلاشبہ تجدیدی خدمات انجام دیں اور اپنے ادوار میں پیدا ہونے والے باطل فتنوں کا بڑی استقامت سے استیصال فرمایا۔ آج جہاں کہیں بھی سنت کی اتباع اور بدعت سے نفرت کے جذبات پائے جاتے ہیں اس کے پیچھے ان اکابر و اسلاف کی محنتیں کار فرما ہیں ہمارے اس دور میں حق تعالیٰ شانہٗ نے فخرِ احناف مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کو فکری کج روی، آزاد خیالی، لامذہبیت اور اسلام کے مقابل فرقوں کے استیصال و تعاقب کی خاص صلاحیتوں سے نوازا تھا اور مولاناؒ کی خدمات بھی اپنے شعبے میں تجدیدی رنگ رکھتی ہیں۔ مولانا مرحوم شوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے رئیس کے طور پر تشریف لائے اور شعبان ۱۴۲۱ھ یعنی اپنی رحلت تک مسلسل آٹھ سال جامعہ میں تدریسی خدمات کے علاوہ جامعہ کے ترجمان ماہنامہ ''الخیر'' کو اپنی خصوصی نگارشات سے نوازتے رہے۔ ملک کے تمام دینی جرائد میں ''الخیر'' کو یہ امتیاز و اعزاز حاصل ہے کہ اس میں مولانا مرحوم کی باطل شکن اور جرأتمندانہ تحریریں کسی ترمیم و تغییر کے بغیر چھپتی رہیں۔ مولانا صفدرؒ کی تمام تحریریں اخلاص، دلسوزی، خیر خواہی اور

مسلمانوں کی دینی ہمدردی سے بھرپور ہوتی تھیں یہی وجہ ہے کہ بشرطِ عدمِ عصبیت آپؒ کے مقالات کا مطالعہ کرنے والا راہِ حق و اعتدال پر آجاتا تھا۔ آپؒ کی عصری تعلیم کچھ زیادہ نہ تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؒ ایک صاحبِ طرزِ انشاء پرداز اور اچھوتے اندازِ تحریر کے مالک تھے۔ تقریر کی طرح آپ کی تحریر بھی ادبی چاشنی دلچسپ دلائل، نادر استدلالات اور برمحل لطائف کا مرقع ہوتی تھی خالص علمی موضوعات پر آپؒ کے طویل مقالات کے مطالعہ کے دوران بھی خوشگوار دلچسپی برقرار رہتی ہے۔

''الخیر'' میں شائع شدہ حضرت مرحوم کے مضامین کی مقبولیت اور قدرو قیمت کا تقاضا تھا کہ یہ تمام مقالات مستقل کتابی شکل میں جلوہ افروز ہوں۔ آخر حضرت مصنفؒ کی خواہش پر ہی یہ ضرورت ملک کے معروف علمی اشاعتی ادارے ''مکتبہ امدادیہ ملتان'' نے چھ جلدوں پر مشتمل ''تجلیاتِ صفدرؒ'' شائع کر کے باحسن وجوہ پوری کردی ہے۔ ہر جلد ۶۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ مولاناؒ کے یہ مضامین اگرچہ متفرق طور پر بعض دیگر ناشرین نے بھی شائع کردیئے ہیں مگر انہیں نئی ترتیب اور حتی الامکان کامل تصحیح کے ساتھ شائع کرنے کا سہرا مکتبہ امدادیہ کے سر ہے۔ نئی ترتیب میں ایک ہی موضوع سے متعلق مضامین کو ایک ہی جلد میں یکجا کیا گیا ہے۔ جس سے قارئین کو استفادہ میں سہولت ہوگئی ہے۔ تجلیاتِ صفدرؒ کے مرتب مولانا نعیم احمد صاحب (مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان) مولانا مرحوم کے تلمیذ رشید اور مزاج شناس ہیں حضرتؒ نے انہیں اپنی زندگی میں نہ صرف اپنے مقالات و مضامین کی اشاعت کی اجازت دی تھی بلکہ ہر طرح سے اعانت و رہنمائی بھی فرمائی تھی اس لئے تجلیاتِ صفدر کی اشاعت حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ ہی کی تمناؤں کی تکمیل ہے۔ ہماری ناقص رائے میں ہر صاحبِ علم کے پاس ''تجلیاتِ صفدر'' کے مجموعہ کا ہونا ضروری ہے۔ جو ان شاء اللہ العزیز بے شمار کتابوں کی ورق گردانی سے بے نیاز کر دے گا۔ مکتبہ امدادیہ نے اپنی روایات کے مطابق اس مجموعہ کو بھی قابل قدر طباعت سے مزین کیا ہے۔

محمد یوسف لدھیانوی
جامع مسجد باب الرحمت
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی ۷۴۴۰۰
فون ۷۸۰۳۳۶

نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن
مدیر ماہنامہ "بینات" کراچی
[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم و محترم جناب مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی زید مجدہٗ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آنجناب کی کتاب "تجلیات صفدر" جلد اول کافی دنوں سے آئی رکھی تھی، لیکن یہ بے توفیق اس کی رسید بھی نہ بھیج سکا۔ اس کتاب کے کچھ مضامین تو میں رسائل میں پڑھ چکا ہوں۔ اب جو کتاب آئی تو اس کو تقریباً بالاستیعاب پڑھا۔ سوائے ان مضامین کے جو مجھے پہلے سے مستحضر تھے۔

حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس محنت کو خالص اپنی رضا کے لئے بنائے۔ مضامین سارے لائق قدر ہیں، لیکن بعض مضامین بالکل اچھوتے ہیں۔ ان میں سے غیر مقلدین کا مسئلہ فرقہ، ان کے وساوس کے جوابات اور صلوٰۃ المسلمین پر تبصرہ بہت ضروری مضامین ہیں، اسی طرح تین طلاقیں اور حلالہ اور دوسرے بعض خطوط جو مختلف لوگوں کے نام آپ نے لکھے ہیں، ان سے ان کے عقائد کا لوگوں کو علم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

والسلام

محمد یوسف لدھیانوی

مکرم و محترم جناب مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی زید مجدہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آنجناب کی کتاب "تجلیات صفدر" جلد اول کافی دنوں سے آئی رکھی تھی لیکن یہ بے توفیق اس کی رسید بھی نہ بھیج سکا۔ اس کتاب کے کچھ مضامین تو میں رسائل میں پڑھ چکا ہوں۔ اب جو کتاب آئی تو اس کو قریباً بالاستیعاب پڑھا۔ سوائے ان مضامین کے جو مجھے پہلے سے مُسْتَحْضَر تھے۔

حق تعالیٰ شانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس خدمت کو خالص اپنی رضا کے لئے بنائے۔ مضامین سارے لائق قدر ہیں لیکن بعض مضامین بالکل اچھوتے ہیں۔ ان میں سے غیر مقلدین کا مسعودی فرقہ' ان کے وساوس کے جوابات اور صلوۃ المسلمین پر تبصرہ بہت ضروری مضامین ہیں۔ اسی طرح تین طلاقیں اور حلالہ اور دوسرے بعض خطوط جو مختلف لوگوں کے نام آپ نے لکھے ہیں ان سے ان کے عقائد کا لوگوں کو علم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

والسلام

محمد یوسف لدھیانوی

دفتر ختم نبوت 'کراچی

۱۸/۲/۲ھ

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد:

اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کے دین کو صحیح شکل میں قیامت تک باقی رکھنا ہے۔ اسی لئے ہر دور میں ایک پاکیزہ جماعت دین حق کی خدمت کے لئے سرشار رہتی ہے جو حفاظت دین کے علاوہ دین میں تحریف کرنے والوں کا تعاقب کرتی ہے۔ حق کو باطل سے نکھارتی ہے' باطل کی تلبیسات کو دفع کرتی ہے۔ گزشتہ صدی میں حق جل شانہ نے یہ خدمت حضرات اکابر علمائے دیوبند سے خوب لی جس کے آثار برصغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں روز روشن کی طرح واضح ہیں ہمارے حضرات اکابر نے جہاں انگریزوں کے خلاف جہاد کیا وہاں دین کے نام پر اٹھنے والی ان تحریکوں کا بھی تعاقب کیا جو راہ حق سے ہٹی ہوئی تھیں۔ ہمارے اس آخری دور میں اللہ پاک نے یہ مبارک خدمت جن افراد سے لی ان میں جامعہ خیرالمدارس کے شعبہ دعوت والارشاد کے صدر حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی سرفہرست ہیں۔ اللہ پاک نے آپ کو حکمت و دانش مندی کی نعمت سے خوب خوب نوازا ہے۔ باطل پر کاری ضرب ایسے طور پر لگاتے ہیں کہ عموماً پہلے وار کے بعد دوسرے کی حاجت نہیں رہتی۔ پورے ملک میں آپ کا فیض جاری ہے۔ آپ ایک واسطہ سے امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری

رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ عنفوان شباب سے امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت اقدس مولانا احمد علی صاحب لاہوری نوراللہ مرقدہ کے منظور نظر بن گئے۔ ان کی روحانی توجہات اور دعاؤں نے آپ کی صلاحیتوں کو جلا بخشا۔ چنانچہ اس کے بعد سے وقت کے تمام اکابر آپ کو اکرام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اطال اللہ بقاءہٗ۔ اور آجکل قائد اہل سنت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کی روحانیت کے چشمہ جہانی سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں مسلک احناف کی جو خدمت آپ نے سرانجام دی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ گزشتہ چار برس سے آپ جامعہ خیرالمدارس میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور اس دوران جامعہ کے ترجمان "ماہنامہ الخیر" میں آپ کے مفید تر مضامین کی اشاعت کا ایک سلسلہ شروع ہوا جسے عوام اور خواص نے خوب پسند کیا اور در اصل دور حاضر میں خیرالمدارس مسلک حقہ کا صحیح ترجمان ہے اس لئے اس مبارک ادارے میں آپ کی خدمات سے مسلک کو دوچند فائدہ ہوگیا۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک مولانا کی عمر میں برکت نصیب فرمائے اور ان کے اس تحریری مضامین کو قبول فرمائے۔ امید ہے کہ اہل حق خصوصاً علماء و طلباء اس مجموعہ کی قدر دانی کریں گے۔ فقیر اس مجموعہ کا نام "تجلیات صفدر" تجویز کرتا ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

محمد عابد عفی عنہ

مدرس جامعہ خیرالمدارس ملتان

یکے از خدام حضرت اقدس بہلوی نوراللہ مرقدہ

۱۴ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

خاموش ہوگیا ہے چمن بولتا ہوا

میرا بھائی میرا رہبر

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ

از پروفیسر میاں محمد افضل، ساہیوال

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.

کچھ دوستوں کا اور چند ایک علمائے کرام کا اصرار ہے کہ میں مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر بھائی ہونے کے ناطے کچھ تحریر کروں تاکہ اس نابغہ روزگار کی زندگی کے پوشیدہ گوشے عوام کے سامنے بے نقاب ہوں اور وہ ان کے حالاتِ زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنا کر دنیا و عقبیٰ میں کامرانیوں سے ہمکنار ہوں۔لیکن میں اپنی کم علمی اور نالائقی کے پیش نظر اپنے آپ کو اس کام کے قابل نہیں سمجھتا۔تاہم خطیب بے بدل مولانا عبدالکریم ندیم صاحب خان پوری کے شدید اصرار پر حسب استطاعت اس کام کو کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔اگر اس سے کسی آدمی کو فائدہ پہنچے گا تو اس کا اجر مولانا عبدالکریم ندیم کو بھی ملے گا۔بصورت دیگر تمام کوتاہیوں کا ذمہ دار یہ بندہ پُر تقصیر ہوگا۔

پیدائش:

میرے برادر بزرگ جناب مولانا محمد امین صفدر 4 اپریل 1934ء کو میاں

ولی محمد کے ہاں ریاست بیکانیر ضلع گنگا نگر میں پیدا ہوئے۔ ہمارا خاندان جالندھر شہر کی نواحی آبادی بستی غزاں کا رہائشی تھا۔ ہمارا تعلق ارائیں قوم سے ہے۔ اور ہمارا خاندانی پیشہ کئی پشتوں سے باغبانی تھا۔ ہمارے دادا جان میاں پیر محمد کی زرعی اراضی علاول پور دھوگڑی ضلع جالندھر میں تھی۔ انہوں نے اپنی محنت شاقہ سے تین مربع زمین ریاست بیکانیر کے ضلع گنگا نگر میں خریدی تھی اور اس زمین کو آباد کرنے کے لئے ہمارے والد صاحب کو وہاں بھیجا تھا۔ یہاں سکونت پذیر ہونے کے دوران برادر محترم کی پیدائش ہوئی۔ ہمارے دادا جان اور والد صاحب اُس زمانہ کے پرائمری پاس، صوم وصلوٰۃ کے پابند بزرگ تھے۔ بھائی صاحب کی پیدائش سے قبل والد صاحب کے تین بیٹے اور ایک بیٹی صغرسنی میں ذخیرہ آخرت ہوگئے تھے۔ صرف پلوٹھی کی بہن فاطمہ بی بی زندہ تھیں۔ والد صاحب ریاست بیکانیر جانے سے پہلے موجودہ ضلع فیصل آباد کے گاؤں چک نمبر 62 جھلاراں میں دادا جان کے حکم سے بسلسلۂ ملازمت باغبانی اقامت گزیں تھے کہ وہاں ایک عالم باعمل فاضل دیوبند مولانا سید شمس الحق شاہ صاحب تشریف لائے۔ وہ انگریز حکومت کے باغی تھے اور اس کے شر سے بچنے کے لئے روپوشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ والد صاحب چونکہ دین سے محبت رکھنے والے تھے، اس لئے آپ ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے اور ان کی خدمت میں شب و روز مصروف ہوگئے۔ والد صاحب نے ایک دن مناسب موقع دیکھ کر حضرت سے التماس کی کہ حضرت جی میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نرینہ اولاد سے نوازے۔ کیونکہ میرے بچے صغرسنی میں فوت ہوجاتے ہیں۔ انہوں نے دعا فرمائی اور بشارت دی کہ ولی محمد خدا تعالیٰ تمہیں سات بیٹے دے گا اور وہ سب کے سب صاحب اولاد ہوں گے۔ مزید فرمایا کہ اپنے

پہلے بیٹے کو عالمِ دین بنانا۔ والد صاحب نے ان سے وعدہ کرلیا۔ جب بھائی صاحب پیدا ہوئے تو انہی بزرگ کے حکم سے ہی بھائی صاحب کا نام محمد امین رکھا گیا۔ اس خدا رسیدہ بزرگ کی پیش گوئی پوری ہوئی اور بھائی صاحب کے بعد والد صاحب کو خدا تعالیٰ نے مزید چھ بیٹے عطا کیے اور وہ سب کے سب صاحب اولاد ہوئے۔ اس وقت ہم پانچ بھائی زندہ ہیں۔ بھائی صاحب کی وفات سے ڈیڑھ سال پہلے مجھ سے بڑے ہمارے ایک بھائی میاں محمد اسلم صاحب جو رحیم یار خان میں اقامت پذیر تھے، قضائے الٰہی سے وفات پا گئے تھے۔ دعاء ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ ہمارے ان دونوں مرحوم بھائیوں کو غریقِ رحمت فرمائے۔

خاندانی حالات:

ہمارے دادا جان میاں پیر محمد صاحب اور والد محترم میاں ولی محمد صاحب صوم وصلوٰۃ کے پابند اور دین سے محبت کرنے والے بزرگ تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ہمارے چچا جان میاں نور محمد اور میاں عبدالکریم دادا جان کے ہمراہ سابقہ ضلع لائل پور کے مختلف علاقوں میں قیام پذیر ہوگئے۔ آبائی زمین چونکہ دادا جان کے نام تھی، اس لئے انہوں نے اپنی اولاد کی خواہش کے برعکس پاکستان آکر ہندوستان کی متروکہ زرعی زمین کے بدلے زرعی اراضی لیہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں الاٹ کروالی اور خود چچا نور محمد کے پاس رجانہ کے نزدیک چک نمبر 336 گ.ب میں رہائش پذیر ہوگئے۔

ہمارے والد ماجد پاکستان بننے کے بعد چک نمبر 55/2-L ضلع منٹگمری (حال ضلع اوکاڑہ) میں رہائش پذیر ہوگئے) اور ذریعہ روزگار اپنے خاندانی پیشہ باغبانی کو بنایا اور اوکاڑہ کے نواح میں چند ایک باغات لگائے۔ بعد میں چک نمبر 55/2-L

کے چوہدری غلام قادر قادیانی کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس کی زمین میں باغ لگایا اور اس کے دیگر زرعی مربعوں کے مختار کار بنے۔

ہمارے والد صاحب کی حمیتِ دینی کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ آپ نے اٹھارہ سال تک ایک قادیانی کی ملازمت کی اور اس دوران اس کے گھر سے پانی کا گھونٹ تک پینا گوارا نہیں کیا۔ والد صاحب کو حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے والہانہ عقیدت تھی۔ اس لئے مجلس احرار اسلام سے تعلق رکھتے تھے۔ چودھری غلام قادر قادیانی کبھی کبھی والد صاحب سے کہا کرتا تھا کہ میاں ولی محمد تم میرے سب سے بڑے دشمن ہو۔ والد صاحب پوچھتے چودھری صاحب کیوں؟ تو وہ کہتا اس لئے کہ تم مجھے کافر کہتے ہو۔ والد صاحب بڑے اطمینان سے جواب دیتے کہ میں آپ کو اس لئے کافر کہتا ہوں کہ آپ واقعی کافر ہیں اور تمام مسلمان آپ لوگوں کو کافر ہی کہتے ہیں۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ تو وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو جاتا۔ بعض اوقات ترنگ میں آکر کہتا کہ میاں ولی محمد تم میرے بڑے مخلص بجن (دوست) ہو۔ والد صاحب پوچھتے کیوں؟ تو وہ جواب دیتا اس لئے کہ تم میرے کام میں کسی قسم کی کوتاہی اور بددیانتی نہیں کرتے ہو۔ والد صاحب فرماتے چودھری صاحب! یہ تو میرا فرض ہے۔ آپ پر کوئی احسان نہیں۔ ہمارے گاؤں چک نمبر 55/2L میں بڑے زمیندار زیادہ تر قادیانی تھے۔ انہیں والد صاحب اور چودھری غلام قادر کا تعلق ایک آنکھ نہ بھاتا۔ وہ وقتاً فوقتاً چودھری کے کان والد صاحب کے خلاف بھرتے رہتے اور والد صاحب کو ملازمت سے نکالنے کے لئے اس پر زور دیتے رہتے، لیکن وہ ان کی بات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتا اور ان کی خواہش پوری نہ کرتا۔

دوسری جانب والد صاحب کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی چودھری غلام قادر والد صاحب کو بلاتا (وہ اوکاڑہ شہر میں رہائش پذیر تھا) تو آپ حساب کتاب کی کاپی جیب میں ڈالتے اور چودھری سے ملنے چلے جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر مرتبہ یہ فیصلہ کر کے جاتا ہوں کہ اگر چودھری نے کوئی بدتمیزی کی تو حساب کی کاپی اس کے منہ پر دے ماروں گا اور ملازمت ترک کر دوں گا۔ الغرض یہ تعلق اسی طرح چل رہا تھا کہ بھائی صاحب نوجوان عالم بن گئے اور قادیانیوں سے مناظرے شروع کر دیئے اور قادیانی ہر مناظرہ میں شکست فاش سے دوچار ہوتے۔ اب قادیانیوں نے چودھری غلام قادر کی شکایات مرزا بشیرالدین محمود تک پہنچانی شروع کر دیں کہ چودھری غلام قادر کے مالی کا بیٹا ہم سے مناظرے کرتا ہے اور ہمیں کافر بتاتا ہے۔ اس کے باوجود چودھری اپنے مالی کو ملازمت سے برخواست نہیں کرتا۔ لیکن چودھری غلام قادر ربوے کے دباؤ کو برداشت کرتا رہا اور کہتا کہ میاں ولی محمد میرا مختار کار ملازم ہے، قادیانیوں کی مسجد کا امام نہیں کہ اسے برطرف کر دیا جائے۔

مرزا بشیرالدین محمود کی وفات کے بعد ادھر بھائی صاحب کے مناظرے تیز ہو گئے۔ اُدھر ربوے والوں کے دباؤ میں اضافہ ہوا تو ایک دن چودھری غلام قادر نے والد صاحب کو بلایا اور کہا کہ میاں ولی محمد اب میری جماعت کا دباؤ میرے لئے حدِ برداشت سے زیادہ ہو گیا ہے، اس لئے مناسب ہے کہ اپنے بیٹے محمد امین کو مناظروں سے روک دو، بصورتِ دیگر میں آپ کو ملازمت سے جواب دے دوں گا۔ والد صاحب نے یہ سن کر کہا کہ میں ابھی ملازمت سے استعفیٰ دیتا ہوں۔ لیکن اپنے بیٹے کو نیک کام سے نہیں روکوں گا اور چودھری صاحب کی ملازمت تیاگ کر واپس آ گئے۔ اب چودھری

صاحب نے باغ کی حفاظت کے لئے جو مالی رکھا وہ خوشامدی اور بزدل قسم کا تھا۔ گاؤں والوں نے دو سال کے اندر اندر باغ کو بطور ایندھن استعمال کیا اور اس کا ستیاناس کردیا۔ جو باغ چار ہزار روپے ٹھیکہ پر اٹھتا تھا، کوئی اس کا ہزار روپیہ دینے پر بھی تیار نہ ہوا۔ اتنا مالی نقصان دیکھ کر چودھری صاحب حواس باختہ ہوکر والد صاحب کے پاس آیا اور منت سماجت کر کے والد صاحب کو دوبارہ ملازمت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ والد صاحب نے جواب دیا کہ کل پھر تمہاری جماعت تمہیں تنگ کرے گی، کیونکہ میرا بیٹا تو مناظرے کرتا ہی رہے گا، اس لئے میں تمہاری پیش کش کو قبول کرنے سے قاصر ہوں۔ اس پر اس نے کہا میاں ولی محمد! اس سلسلہ میں میں جماعت کی کوئی بات نہیں مانوں گا۔ میں اتنا مالی خسارہ برداشت نہیں کرسکتا۔ مزید برآں والد صاحب کی تنخواہ اور سابقہ مراعات میں کافی اضافہ کر کے والد صاحب کو دوبارہ ملازمت قبول کرنے پر آمادہ کرلیا۔ چودھری غلام قادر کی وفات تک والد صاحب اس ملازمت پر قائم رہے۔ اس کی وفات کے بعد والد صاحب نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ چودھری صاحب کے بیٹے جو بڑی بڑی سرکاری ملازمتوں پر فائز تھے، انہوں نے والد صاحب کو بڑی منت سماجت اور ترغیب و تحریص کے ذریعے استعفیٰ واپس لینے کو کہا۔ لیکن والد صاحب نے فرمایا کہ تمہارے باپ کے ساتھ تو میری بن جاتی تھی، کیونکہ وہ میری تلخ باتوں کو برداشت کرلیتا تھا لیکن تم میں اتنا حوصلہ کہاں۔ اس لئے میں تمہاری ملازمت میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد والد صاحب لیہ والی زمین کو آباد کرنے کی نیت سے لیہ چلے گئے اور اس بنجر زمین کو چار پانچ سال میں گل وگلزار بنادیا۔

والد صاحب کافی عرصہ سے دمہ کی مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہوگئے

تھے۔اس کے باوجود اپنا رزق اپنی محنت سے ہی پیدا کرتے تھے اور کسی بیٹے کا محتاج ہونا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ ۱۹۷۶ء میں بیماری نے بہت زور پکڑا تو بیٹوں کے اصرار پر بغرض علاج اوکاڑہ آگئے اور جون ۱۹۷۶ء کے آغاز میں چک نمبر 55/2-L میں وفات پائی۔ والد صاحب کا جنازہ گاؤں کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔کسی شاعر کا یہ شعر والد صاحب کی زندگی کے حسب حال ہے:

وہ مرد خدا مست نہ دولت تھی نہ لشکر
اس پر بھی یہ طرہ تھا کہ جھکتے تھے جہاندار

مولانا مرحوم کے تعلیمی مراحل:

چونکہ مولانا مرحوم ایک عالمِ دین اور ولی اللہ کی دعاؤں کے طفیل منصۂ شہود پر آئے تھے اور ان کا نام بھی اس مرد قلندر نے ہی رکھا تھا، اس لئے مولانا بچپن سے ہی ذہین وفطین تھے۔ مولانا اپنی کلاس کے ذہین اور محنتی طلباء میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا مجھ بندہ ناچیز سے تقریباً ساڑھے نو سال بڑے تھے۔ اس لئے ان کی ابتدائی تعلیم کا کوئی نقشہ میرے ذہن میں نہیں ہے۔ اتنا یاد پڑتا ہے کہ جب میں نے سکول جانا شروع کیا تو مولانا میٹرک کا امتحان پاس کر چکے تھے۔ یہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے۔ والد صاحب نے سکول میں بھائی صاحب کو عربی کا مضمون رکھوایا تھا تا کہ دینی علوم کے حصول میں یہ مضمون ان کا ممد و معاون ثابت ہو۔ بھائی صاحب نے ناظرہ قرآن مجید حافظ محمد رمضان صاحب سے پڑھا تھا جو کہ غیر مقلد تھے۔ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے غیر مقلدیت کے جراثیم بھائی میں سرایت کر گئے تھے۔ جب نویں جماعت میں ہوئے تو عربی میں دسترس حاصل کرنے کے لئے مولانا عبدالجبار صاحب کنڈیلوی سے عربی کی

ابتدائی کتابیں پڑھنا شروع کردیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑے غیر مقلد عالم تھے۔ ان کی صحبت میں رہ کر مولانا غیر مقلد بن گئے۔ جب والد صاحب سمجھانے کی کوشش کرتے تو اکھڑ غیر مقلدین کی طرح کوئی بات نہ سنتے۔ پھر والد صاحب نے بھائی صاحب کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے دوست مولانا محمد حسین صاحب کی خدمات حاصل کیں۔ لیکن مولانا محمد حسین صاحب بھی بھائی صاحب کی ذہانت و فطانت کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور انہیں راہ راست پر نہ لا سکے۔ ۱۹۵۳ء میں مولانا ضیاء الدین صاحب اوکاڑوی کے مدرسہ جامعہ محمودیہ میں جو عیدگاہ میں واقع تھا بطور مدرس حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب فاضل دیوبند اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحب فاضل دیوبند کا تقرر ہوا۔ مولانا عبدالقدیر صاحب کی محنت اور والد صاحب کی دعاؤں کے طفیل بھائی صاحب غیر مقلدیت سے تائب ہوکر جادۂ مستقیم پر گامزن ہوگئے اور پھر اپنی تعلیم کا سلسلہ ان دو حضرات کے ساتھ جوڑ لیا۔ ان دونوں بزرگوں نے جوہرِ قابل کو پہچانا اور اس کے نکھارنے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ بھائی صاحب نے بھی ان اساتذہ کو رحمتِ خداوندی خیال کرتے ہوئے تن من دھن سے ان پر فدا ہوگئے۔ ان بزرگوں نے اس جوہر قابل کو چمکانے اور تربیت کرنے میں شب و روز صرف کردیئے۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب (دفین بقیع) آپ پر اتنے شفیق تھے کہ اپنی بیماری اور پیرانہ سالی کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ امین! اگر آدھی رات کے وقت بھی میرے پاس پڑھنے کے لئے آؤ گے تو میرا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہوگا۔ استاد کی اس حوصلہ افزائی سے بھائی صاحب نے خوب فائدہ اٹھایا اور دو سال کی قلیل مدت میں کتب حدیث تک رسائی حاصل کرلی اور اساتذہ کے لئے باعثِ فخر بن گئے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب نے فرمایا امین عجیب آدمی ہے، ہم زمین کی باتیں کرتے ہیں تو یہ آسمان کی باتیں سناتا ہے اور حضرت مولانا ضیاء الدین سیوہاروی نے ایک مرتبہ اپنے چند دوستوں سے کہا کہ امین اتنا ذہین ہے کہ بعض اوقات مجھے احساس ہوتا ہے کہ یہ انور شاہ ثانی ہے۔

چونکہ بھائی صاحب ہم سب بھائیوں سے بڑے تھے۔ میٹرک کرنے کے بعد والد صاحب کی خواہش کے مطابق علمِ دین کے حصول میں شب و روز کوشاں رہتے تھے۔ ہم سب بھائی ابھی زیرِ تعلیم تھے اور گھر میں کمانے والے صرف والد صاحب تھے۔ ہمارے گھریلو اور تعلیمی اخراجات کا بار صرف والد صاحب اٹھاتے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں بھائی صاحب نے والد صاحب کا ہاتھ بٹانے کا فیصلہ کیا اور والد صاحب کے مشورہ سے جے.وی کلاس میں داخلہ لے لیا اور چنیوٹ چلے گئے۔ اس معاملہ کو بھائی صاحب نے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب سے بھی مخفی رکھا، مبادا حضرت صاحب (مولانا عبدالحنان صاحب کو اسی نام سے پکارا جاتا تھا) داخلہ لینے سے منع فرمادیں۔ جب بھائی صاحب چند دن تک غیر حاضر رہے تو حضرت صاحب کو تشویش ہوئی اور والد صاحب کو پیغام بھیج کر بلایا اور پوچھا کہ محمد امین آج کل کہاں رہتا ہے؟ پڑھنے کیوں نہیں آتا؟ والد صاحب نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ حضرت جی میں کثیر العیال آدمی ہوں اور اکیلا کمانے والا ہوں۔ اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں، اس لئے میں نے امین کو جے.وی میں داخل کرا دیا ہے۔ جے.وی کرنے کے بعد واپس آجائے گا تو پھر آپ کے پاس ہی رہے گا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میاں ولی محمد تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ تمہارے سات بیٹے ہیں۔ یہ ایک بیٹا تم مجھے دے دیتے تو دیکھتے

میں اسے کیا بناتا۔ نیز پوچھا کہ جب محمد امین جے.وی کر کے آئے گا تو اسے گورنمنٹ کتنی تنخواہ دے گی۔ والد صاحب نے کہا کہ اسے اسی (۸۰) روپے ماہانہ تنخواہ ملے گی۔ حضرت صاحب نے فرمایا ولی محمد تم نے بڑے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔ اگر امین میرے پاس مزید دو سال پڑھ لیتا تو عربی مدارس والے اس کے پیچھے پیچھے پھرتے اور ۵۰۰ روپے سے زیادہ تنخواہ دیتے۔ لیکن والد صاحب نے بصد منت و زاری حضرت صاحب کو ناراض نہ ہونے دیا۔

ادھر چنیوٹ میں بھائی صاحب ٹریننگ سکول کے تمام ساتھیوں کی دینی تربیت کرنے لگے اور وہاں امامت و خطابت کے فرائض بھی اپنے ذمہ لے لئے۔ ان دنوں مولانا منظور احمد چنیوٹی بھرپور جوان تھے۔ بھائی صاحب فارغ وقت میں ان سے ملتے اور ان سے ہر ممکن استفادہ کی کوشش کرتے اور مولانا منظور احمد صاحب بھی بڑے بھائیوں کی طرح بھائی صاحب سے شفقت کا سلوک کرتے اور یہ تعلق تادم مرگ قائم رہا۔ بھائی صاحب جے.وی کرنے کے بعد جب واپس آئے تو ستلج کاٹن ہائی سکول سے بطور ان ٹرینڈ عربی ٹیچر اپنی ملازمت کا آغاز کیا اور ساتھ ساتھ فرق باطلہ کا تعاقب شروع کر دیا، جن میں قادیانی، عیسائی، بدعتی اور غیر مقلدین خاص طور پر شامل تھے۔ اس دوران مولانا عبدالقدیر اور حضرت صاحب جامعہ محمودیہ عیدگاہ چھوڑ کر جامعہ عثمانیہ گول چکر اوکاڑہ میں تشریف لے گئے، لیکن بھائی صاحب کا سلسلۂ تلمذ ان کے ساتھ قائم رہا۔

۱۹۵۵ء میں بندہ نے پرائمری کا امتحان پاس کیا تو والد صاحب نے مجھے جامعہ محمودیہ عیدگاہ میں داخل کرا دیا۔ ان دنوں حضرت مولانا عبدالحمید سیتاپوری اس مدرسہ میں بطور صدر المدرسین تشریف لائے تھے۔ بھائی صاحب دن کو ستلج کاٹن ہائی سکول میں

ملازمت کرتے اور عصر کے بعد حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی کتب پڑھتے، جن میں ''تحذیر الناس'' اور ''آب حیات'' بھی شامل تھیں۔ مغرب کے بعد فارسی اور ابتدائی عربی کے طلباء کو چند ایک اسباق پڑھا دیتے، تاکہ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے کام میں معاونت ہو جائے اور ان کے کام کا بوجھ کم ہو جائے۔ علی الصبح اٹھتے اور گاؤں چلے جاتے اور نماز فجر گاؤں کی مسجد میں ادا کرتے اور بعد از نماز درس قرآن کریم دیتے، جس کے ذریعے تمام فرق باطلہ کا رد فرماتے۔ خصوصاً قادیانی فتنے کا بڑے مؤثر انداز میں اور بڑی حکمت سے تعاقب کرتے۔

میرے بھائی مرحوم نے اپنے گاؤں میں فی سبیل اللہ بیس سال تک درس قرآن دیا۔ گاؤں میں قادیانیت کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ دیا۔ ہمارے گاؤں میں بچوں کے ناظرہ قرآن پاک پڑھانے کا بھی کوئی معقول بندوبست نہ تھا۔ گاؤں کے مسلمان بھی صرف دنیادار تھے۔ دین سے ان کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی۔ جو ہماری مسجد کے امام تھے وہ نابینا حافظ تھے۔ ان کی اہلیہ فوت ہو چکی تھی، اس لئے بچیوں کی تعلیم کا بھی کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں تھا۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے والد صاحب نے ہماری والدہ سے کہا کہ گاؤں کے بچوں اور بچیوں کو قرآن پاک پڑھا دیا کرو، ثواب کا کام ہے۔ والد صاحب کی اس خواہش کو والدہ صاحبہ نے باحسن وجوہ پورا کیا اور گاؤں کی تین نسلیں (بحمد اللہ) قرآن پاک پڑھنے کے سلسلہ میں والدہ صاحبہ کی شاگرد ہیں۔ پڑھنے والے بچوں کے ساتھ قادیانیوں کے بچے بھی آ جاتے تھے اور والدہ صاحبہ انہیں بھی قرآن پاک پڑھا دیتی تھیں۔ وہ قادیانی بچے بچیاں ہمارے گھر کے دینی ماحول سے بہت متاثر ہوتے تھے اور ان میں سے بہت سے بچے بچیاں بڑے ہو کر مسلمان ہو گئے۔

اور انہوں نے قادیانیوں کے رشتوں کو ٹھکرا کر مسلمانوں میں شادیاں کیں۔ اس سلسلہ میں ہمارے مرحوم بھائی کی کوششیں باعث صد فخر تھیں۔ ایسے بچے بچیاں جب مسلمان ہو جاتے تو پھر بھائی صاحب ان کی برادری کے مسلمان رشتہ داروں کو پورے پنجاب میں تلاش کر کے بڑی تگ و دو کے بعد ان کے لئے مناسب رشتے تلاش کر کے ان بچے بچیوں کی شادیوں کا مسئلہ حل فرما دیتے۔

قادیانیوں کے بااثر اور صاحبِ ثروت ہونے کے باوجود ہمارے گاؤں میں آج تک کسی غریب مسلمان کا بچہ بچی بھی قادیانی نہیں ہوا۔ ہاں قادیانیوں کے کچھ بچے بچیاں ضرور مسلمان ہوئے ہیں۔ یہ سب ہمارے مرحوم بھائی کے درسِ قرآن اور والدہ صاحبہ کی خدمتِ قرآن کی بدولت ہوا ہے۔ (فللّٰہ الحمد) ہماری والدہ صاحبہ بحمد اللہ تاحال حیات ہیں۔ ان کی عمر سو سال کے قریب ہے۔ اب نظر تقریباً ختم ہو چکی ہے اور بہت کمزور ہیں۔ اس کے باوجود ان کا کوئی روزہ اور کوئی نماز اب تک قضاء نہیں ہوئی۔ (فللّٰہ الحمد)

الغرض بھائی صاحب صبح درسِ قرآن دیتے، دن کو سکول میں پڑھاتے۔ سکول کے بعد حضرت مولانا عبدالقدیر، حضرت مولانا عبدالحنان اور حضرت مولانا عبدالحمید صاحب (حال شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور) سے تحصیلِ علم میں مصروف رہتے اور رات کے وقت چھوٹی کتابوں والے طلباء کو اسباق پڑھاتے تھے۔

اس زمانہ میں بندۂ خاکسار نے مولانا کے غیر مقلدین کے ساتھ مناظرے سنے اور انہیں کتابیں چھوڑ کر بھاگتے ہوئے بھی دیکھا۔ اوکاڑہ میں بریلوی حضرات نے جب ہمارے اکابر کے خلاف تقاریر شروع کریں تو میں نے وہ وقت بھی دیکھا جب

بھائی کے ساتھ چند ایک نوجوان ہوتے اور آپ بریلویوں کے کذب و افتراء کا جواب ان کے محلوں اور گلیوں میں تقریر کی صورت میں دیتے اور جہاں بریلویوں کے معتقدین کو بھائی صاحب کے ہاتھ پر تائب ہوتے دیکھا وہاں ان کی جانب سے بھائی صاحب اور ان کے ساتھیوں پر سنگ باری کے منظر کا بھی مشاہدہ کیا۔

الغرض مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی مدرسے میں نہیں پڑھا۔ میں ان کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی نے اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء سے درسِ نظامی کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی تھیں اور حدیث میں ان کے استاد حضرت مولانا عبدالحنان صاحب شاگرد رشید مولانا انور شاہ کاشمیری (فاضل دیوبند اور دفین بقیع) ہیں۔

مولانا محسود تھے:

یہ ایک عجیب بات کہ بڑے آدمیوں سے ہمیشہ ان کے معاصرین نے حسد کیا ہے اور جتنا بڑا آدمی ہوتا ہے اس کے حاسدین اور ناقدین بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ ان کے حاسدین آج تک موجود ہیں۔ میرے بھائی کے حاسدین میں غیر تو شامل ہی ہیں اپنے بھی اس سلسلہ میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ (فالی اللہ المشتکیٰ)

اس سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے اوکاڑہ کے ایک نوجوان عالم جن کے اوکاڑہ قدم جمانے میں میرے بھائی نے شب و روز صرف کردیئے تھے، بصورت دیگر وہ اوکاڑہ چھوڑ کر بھاگنے کو تیار تھے۔ وہ بھائی صاحب کے معتقدین سے کہا کرتے تھے: امین کو کیا آتا ہے، اُسے مرزائیت اور عیسائیت تو میں نے

پڑھائی ہے۔ وہ کوئی عالم تھوڑا ہے۔ تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ حالانکہ مجھے اب تک یاد ہے کہ ان موصوف نے بھائی صاحب کے حاشیہ والی بائبل لے کر اپنی بائبل پر نشان لگائے تھے۔ جب بھائی صاحب کو ان باتوں کی خبر ہوتی اور کوئی ذکر کرتا کہ فلاں صاحب یوں کہتے ہیں تو آپ حسب عادت مسکرا کر خاموش ہو جاتے۔

ایک مرتبہ دو نوجوان علماء جو کہ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے شاگرد بھی تھے، مولانا سے شکوہ کرنے لگے کہ حضرت ہم آپ کے شاگرد بھی ہیں اور ہم نے دورہ حدیث بھی فلاں مدرسہ سے کیا ہے اور امین نے کسی مدرسہ سے دورہ حدیث نہیں کیا، آپ اسے ہم پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس پر آپ کی شفقت ہمارے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ یہ باتیں سن کر مولانا خاموش رہے۔ جب انہوں نے پھر اپنی حق تلفی کا ذکر کیا اور اصرار کیا کہ آپ امین پر شفقت و محبت ضائع نہ کریں۔ اس کے مستحق تو ہم ہیں، تو مولانا نے جواب دیا: ٹھیک ہے کہ امین نے تمہاری طرح کسی بڑے مدرسے سے دورہ حدیث نہیں کیا لیکن اسے آب حیات (حضرت نانوتویؒ کی کتاب) آتی ہے۔ تم اس کا ایک صفحہ پڑھ کر مجھے سمجھا دو تو میں امین کو چھوڑ دوں گا۔ اس پر دونوں حضرات مبہوت ہو گئے اور مولانا سے ناراض ہو کر چلے گئے۔ یہ بندہ ناچیز آج اس بات کا برملا اعتراف کرتا ہے کہ ابتداء میں مجھے بھی مولانا مرحوم سے حسد ہو گیا تھا۔ لیکن میں اس کا برملا اظہار نہیں کرتا تھا۔ اس بات کو دل ہی میں رکھتا تھا اور مولانا کی مقبولیت عامہ کو بنظر حسد دیکھا کرتا تھا۔

میں نے دورہ حدیث ۱۹۶۳ء میں جامعہ خیر المدارس سے کیا تھا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیری صاحب اور حضرت مولانا

مفتی محمد عبداللہ صاحب مرحوم میرے دورہ حدیث کے اساتذہ میں شامل تھے۔ خاندانی ذہانت کا کچھ حصہ مجھے بھی ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ملا تھا۔ دورہ حدیث کے دوران بندہ ان طلباء میں شامل تھا جو عبارت پڑھا کرتے ہیں۔ حضرت علامہ کشمیری صاحب مجھ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت وفاق المدارس کی عمر صرف ایک سال تھی اور طلباء کے لئے وفاق کا امتحان دینا لازم نہ تھا۔ میں ان چند طلباء میں شامل تھا جنہوں نے وفاق المدارس کا امتحان دیا تھا۔ یہ امتحان بندہ نے درجہ علیاء میں پاس کیا اور خیرالمدارس کے ساتھیوں میں دوسرے نمبر پر رہا۔ ایک سال تک سید نیاز احمد شہید صاحب کے مدرسہ جامعہ قادریہ تلمبہ میں بطور صدرالمدرسین کام کیا اور حسامی تک کے اسباق پڑھائے۔ اس وقت حافظہ بھی خاصا قوی تھا۔ شیطان کے بہکاوے میں آ کر میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگا تھا۔ میں بعض اوقات سوچتا کہ لوگ خواہ مخواہ بھائی امین صاحب کو اٹھائے پھرتے ہیں، حالانکہ وہ باضابطہ عالم بھی نہیں ہے۔ میں لوگوں کی عقل پر ماتم کرتا کہ انہیں کھرے کھوٹے اور اصلی اور نقلی عالم میں تمیز ہی نہیں۔ خواہ مخواہ بھائی صاحب کو آسمان پر چڑھایا ہوا ہے۔ چار پانچ سال تک یہ کیفیت رہی۔ لیکن اس کے اظہار کی جرأت کبھی نہ ہوئی۔ اس کے بعد میں نے جب علمی زندگی چھوڑ کر سکول و کالج کی ملازمت شروع کر دی اور دیکھا کہ میں تو بھائی صاحب کی طرح کا ہو ہی نہیں سکتا تو پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے جذبات حسد ختم کر کے وہاں جذبات رشک پیدا فرما دیئے۔ میں بارگاہ ایزدی میں دعائیں کرتا کہ خدایا مجھے بھی مولانا محمد امین جیسا بنا دے اور مجھ سے بھی کچھ کام لے لے۔ لیکن اللہ کے ہاں میری یہ دعائیں بھی مستجاب نہ ہوئیں۔ بھرپور جوانی میں جب میری عمر بتیس سال تھی اور میں گورنمنٹ ڈگری کالج

بورے والا میں بطور لیکچرر کام کر رہا تھا تو مجھے شوگر جیسی نامراد بیماری نے دبوچ لیا اور آہستہ آہستہ حافظہ اور یادداشت متاثر ہوتی رہی اور مولوی امین جیسا بننے کی خواہش بھی دم توڑ گئی اور بفضلِ خدا اپنی نالائقی کا احساس بھی ہوگیا۔ پھر میں اپنے بھائی پر فخر کرنے لگا کہ میں مولانا محمد امین جیسا یگانہ روزگار کا برادر عزیز ہوں۔ الغرض بھائی صاحب کے بارہ میں مجھ پر تین دور گزرے ہیں۔ پہلا دور بھائی صاحب سے حسد کرنے کا تھا، دوسرا دور بھائی صاحب پر رشک کرنے کا تھا اور تیسرا دور بھائی پر فخر کرنے کا تھا۔ اور اب بھائی صاحب پر فخر کرنا ہی سرمایہ حیات ہے، اور ان شاء اللہ العزیز ذریعہ نجات بھی ہوگا

اصلاحی تعلق:

جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ میرے بھائی کچھ دیر غیر مقلد رہے۔ غیر مقلدیت سے تائب ہونے کے بعد بھی پیری مریدی اور بیعت مرشد کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کوئی بیعت ہونے کی ترغیب دیتا تو اس کا مذاق اڑاتے۔ ایک مرتبہ اپنی بیعت ہونے کا واقعہ خود سنایا۔ فرمایا کہ میں ان دنوں عیدگاہ میں مولانا مفتی عبدالحمید صاحب کے پاس استفادہ کے لئے جایا کرتا تھا۔ یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے۔ ایک دن ایک بزرگ حضرت مولانا بشیر احمد پسروریؒ وہاں تشریف لائے۔ سب طلباء ان سے مصافحہ کرنے کے لئے اُمڈ آئے۔ میں بھی مصافحہ کرنے والے طلباء میں شامل ہوگیا۔ تمام ساتھی مصافحہ کر کے واپس چلے گئے۔ جب میں نے حضرت سے مصافحہ کیا تو حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرما کر بائیں ہاتھ سے پکڑ کر مجھے اپنے پاس بٹھالیا۔ جب تمام طلباء مصافحہ سے فارغ ہو کر چلے گئے تو میری طرف متوجہ ہوئے، نام پوچھا اور فرمایا یہ (بھائی صاحب) شخص ایک بہت بڑے علاقے کو سنبھال سکتا ہے اور مجھے بار بار

بیعت ہونے کی ترغیب دی۔ میں جواب میں کہتا کہ بیعت کونسی ضروری چیز ہے، لیکن حضرت کا اصرار بڑھتا رہا کہ تم ضرور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت ہو جاؤ۔ مولانا کے شدید اصرار پر میں نے بیعت ہونے کا وعدہ تو کرلیا لیکن پھر اسے بھول گیا۔

ایک دن حضرت مولانا احمد علی لاہوری کا رسالہ خدام الدین پڑھ رہا تھا۔ وہاں حضرت نے اداریہ میں ظاہری اور باطنی آنکھوں کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اور لکھا تھا کہ جب آدمی کی دل کی آنکھ کھل جاتی ہے تو وہ حلال وحرام میں تمیز کرسکتا ہے۔ اور اگر کسی قبر کے پاس سے گزرے تو اس پر صاحب قبر کے احوال منکشف ہو جاتے ہیں۔ فرمایا میں ان دنوں کمیٹی کے سکول واقع کمپنی باغ اوکاڑہ میں مدرس تھا۔ ابھی میں حضرت لاہوری کے مذکورہ بالا دعویٰ پر غور ہی کر رہا تھا کہ ایک استاد جن کا نام رشید صاحب تھا تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ یہ حرام کے پیسے ہیں، اگر کسی نے لینے ہیں تو لے لے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ نوٹ مجھے دے دو۔ اس نے کہا یہ تو حرام کا مال ہے۔ تم اسے کیا کرو گے۔ میں نے بتایا کہ میں حضرت لاہوری کا امتحان لینا چاہتا ہوں کہ آیا وہ حرام وحلال میں تمیز کرتے ہیں یا صرف ذور ہی فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تین چار استاد اور بھی میرے ساتھ شامل ہو گئے۔ ہم نے ایک ایک روپیہ اپنی جیب سے نکالا۔ کچھ پھل حلال کے پیسوں کے خریدے اور کچھ حرام کے پیسوں سے اور حلال وحرام والے لفافوں پر نظر رکھی اور ساتھیوں کے ساتھ عازم لاہور ہو گیا۔ جب حضرت سے ملنے کی باری آئی تو ہم نے وہ پھلوں کے لفافے حضرت کے سامنے پیش کیے۔ حضرت نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہدیہ ہے، اسے قبول فرمالیں۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا: ہدیہ ہے یا امتحان لینے آئے ہو۔ اور

ان پھلوں میں سے حرام و حلال علیحدہ علیحدہ کر کے رکھ دیا۔ ہم سب ساتھی بہت حیران ہوئے اور حضرت لاہوری سے درخواست کی کہ ہمیں بیعت فرمالیں۔ تو آپ نے فرمایا تم امتحان لینے آئے تھے، وہ ہوگیا۔ جب بیعت کی نیت سے آؤ گے تو بیعت کر لیں گے۔ ہم سب ساتھی اسٹیشن پر پہنچے تاکہ بذریعہ ریل اوکاڑہ واپس جائیں۔ لیکن میرے دل میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ باقی ساتھی تو چلے گئے لیکن میں نے ٹکٹ واپس کر دیا اور رات گزارنے کے لئے اپنے ہم زلف کے پاس شاہدرہ چلا گیا۔ تمام رات بے چین رہا۔ علی الصبح اٹھا اور نماز فجر شیرانوالہ آکر پڑھی۔ بعد از نماز حضرت لاہوری کا درس سنا۔ جب حضرت درس سے فارغ ہوئے تو ان سے بیعت کی درخواست کی تو مسکرائے اور فرمایا اب تم بیعت کی نیت سے آئے ہو، اس لئے بیعت کر لیتا ہوں۔ بیعت کے بعد حضرت نے کچھ اوراد بتائے اور میں واپس اوکاڑہ آ گیا۔

جب میری بیعت کی خبر حضرت مولانا بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ کو ملی تو بہت خوش ہوئے اور حضرت لاہوری سے میرا تعارف اس معنی میں کرایا کہ محمد امین عیسائیت اور قادیانیت پر بہت گہری نظر رکھتا ہے۔ حضرت لاہوری کو جب اس کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور انجیل برنباس پر مقدمہ لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت کی تعمیل کرتے ہوئے میں پچاس صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ لکھا، جس میں بائبل کے حوالہ جات سے ثابت کیا کہ انجیل برنباس اناجیل اربعہ سے زیادہ صحیح ہے اور برنباس حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مخلص حواری تھا۔ اس انجیل میں اب تک حضور اکرمؐ کے ذاتی نام احمد اور محمد موجود ہیں۔ جب حضرت لاہوری نے یہ مقدمہ پڑھا تو بھائی صاحب کی قوت استدلال سے متاثر ہوئے اور بھائی صاحب پر شفقتوں اور نوازشوں کی بارش کر دی۔

بھائی صاحب پر حضرت لاہوری کی شفقت و محبت کے ایک دو واقعات نظر قارئین ہیں، جن سے اندازہ ہوگا کہ بھائی صاحب صرف خانہ پُری کرنے والے مرید نہیں تھے بلکہ حضرت لاہوریؒ کی محبت و شفقت اور توجہات خاصہ کے مہبط بھی رہے ہیں:

(۱) بھائی صاحب نے بتایا کہ میں ہر ماہ میں ایک مرتبہ حضرت لاہوری کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا تھا اور حضرت کی محبت و شفقت سے بہرہ اندوز ہوتا تھا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں لاہور گیا تو سوچا کہ اپنے لئے فتح القدیر خرید کر لاؤں۔ حضرت لاہوری سے ملاقات ہوئی تو میں نے فتح القدیر خریدنے کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا ابھی فتح القدیر نہ خریدو۔ اس کی بجائے احیاء العلوم خرید لو۔ لیکن میرا دل فتح القدیر میں اٹکا ہوا تھا۔ میں نے حضرت لاہوری سے کہا جیسا آپ کا حکم ہوگا وہی کروں گا لیکن دل میں سوچا کہ جاتا ہوا فتح القدیر ہی خریدوں گا، حضرت کو کونسا پتہ چلے گا۔ ابھی میں یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت نے فرمایا ابھی جاؤ اور اُردو بازار سے احیاء العلوم خرید کر لے آؤ۔ میں نے پھر عذر کیا کہ حضرت واپس جاتا ہوا خرید لوں گا۔ لیکن حضرت نے فرمایا نہیں، ابھی جاؤ اور کتاب خرید کر میرے پاس لاؤ، اتنے روپوں میں آئے گی اور تمہارے پاس اتنے پیسے تو موجود ہی ہیں۔ ہاں اوکاڑہ کا کرایہ میں اپنے پاس سے تمہیں دیتا ہوں۔ اور زبردستی اوکاڑہ کا کرایہ جو غالباً دو اڑھائی روپے کے قریب تھا، میرے رومال میں باندھ دیا۔ اب مجھے مجبوراً اُردو بازار جانا پڑا۔ حضرت نے احیاء العلوم کی جو قیمت بتائی اتنے میں ہی مل گئی اور میں اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ کتاب حضرت نے اپنی گود میں رکھی اور مسائل والی جلدیں اٹھا کر ایک طرف رکھ دیں کہ ان کے پڑھنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم حنفی ہیں اور مسائل میں ہمارا

امام غزالی سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ پھر تیسری چوتھی جلد اٹھائی جو فضائل پر مشتمل ہے۔ فرمایا ان جلدوں کو ضرور پڑھ لینا۔ بھائی صاحب نے فرمایا کہ گھر آ کر میں نے حضرت کے حکم کے مطابق احیاء العلوم کا مطالعہ شروع کر دیا۔ جب بات مہلکات اور منجیات تک پہنچی تو میں انہیں پڑھ کر بہت متاثر ہوا۔ مہلکات کے باب میں مناظرہ کرنے کے نقصانات کا تذکرہ بھی تھا کہ اس سے بندہ میں تکبر وغرور پیدا ہوجاتا ہے اور بعض اوقات صرف جیتنے کی غرض سے مناظر آدمی قرآن وسنت کے صحیح مطالب کی جان بوجھ کر غلط تاویلات کرتا ہے۔ اس سے سوائے ایمانی تباہی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ الغرض امام غزالیؒ نے مناظرے کے مفاسد الم نشرح کر دیئے تھے۔ فرمایا میں نے سمجھا کہ حضرت نے غالباً مجھے یہ کتاب اسی لئے پڑھنے کا حکم دیا تھا تا کہ میں مناظرے کرنا چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے اس دن سے مناظرہ نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا، بلکہ فرق باطلہ سے مناظرہ کرنے کے لئے میں نے اپنے لئے جو نوٹس تیار کئے ہوئے تھے وہ بھی سب کے سب جلا دیئے۔ ان حالات میں ایک دن کشمیر بک ڈپو کے مالک عبدالمجید بٹ صاحب تشریف لائے اور ایک قادیانی مربی سے مناظرہ کرنے کو کہا تو میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اب کبھی مناظرہ نہیں کروں گا۔ چونکہ عبدالمجید صاحب قادیانی کو چیلنج دے کر آئے تھے کہ ٹھہر ہم تمہاری خبر لیتے ہیں۔ اب بھائی صاحب کے انکار پر ان کی حوصلہ شکنی ہوئی تو انہوں نے حضرت لاہوری کو غصہ سے بھرپور ایک خط لکھا جس میں یہ تک لکھ دیا کہ اوکاڑہ میں محمد امین ہی ایک آدمی تھا جو مرزائیوں اور عیسائیوں کا منہ بند کرسکتا تھا۔ آپ نے اس کو مناظرہ سے منع کر کے ہمیں ذلیل و رسوا کرایا ہے۔ آپ کے مرید بننے سے بہتر تھا کہ وہ بے مرشد ہی رہتا۔ آپ نے اسے بگاڑ دیا ہے وغیرہ

وغیرہ۔ بھائی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے پروگرام کے مطابق حضرت لاہوری کی زیارت کے لئے حاضر خدمت ہوا تو دورانِ ملاقات حضرت لاہوریؒ نے عبدالمجید بٹ صاحب کا خط میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے پڑھنے کے بعد عرض کی کہ حضرت میں تو یہ سمجھا تھا کہ آپ نے مجھے احیاء العلوم کا مطالعہ کرنے کی ترغیب اس لئے دی تھی تا کہ میں مناظرے بازی سے باز آجاؤں۔ حضرت نے فرمایا اگر تمہیں مناظرہ سے منع کرنا ہوتا تو میں زبانی کہہ دیتا۔ میرے مشورہ کے بغیر ترک مناظرہ کا جو فیصلہ تم نے کیا ہے صحیح نہیں ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے بنایا ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تم سے کام لینا چاہتا ہے۔ میری دعائیں تیرے شامل حال ہیں۔ ان شاء اللہ مناظروں والی بیماریاں یعنی تکبر وغیرہ سے تم بچے رہو گے۔ پھر فرمایا بہت جلد باز ہو، بغیر مشورہ کے اتنے بڑے فیصلے کر لیتے ہو، آئندہ محتاط رہا کرو۔ میں نے وعدہ کیا تو فرمایا اچھا چلو مناظرہ نہ کرنے والی بات تو ٹھیک ہو سکتی تھی، لیکن تم نے اتنے قیمتی نوٹس کیوں جلا دیئے۔ میں یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ میرے نوٹس جلانے کا علم صرف مجھے ہی تھا اور خط میں بھی اس قسم کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ بھائی صاحب نے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد مجھے مناظرہ کرتے وقت کبھی بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی تھی۔ اور میں محسوس کرتا تھا کہ حضرت لاہوری کی توجہ میری پشتی بان ہے۔

(۲) ایک مرتبہ بھائی صاحب نے بتایا کہ حضرت لاہوری سے جب ملنے گیا تو آپ نے خوش ہو کر دس روپے کا نوٹ مجھے عطا کیا۔ جب میں نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا کہ پیروں کو تو ہدایا ملتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی مرشد کو بھی اچھے مرید کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہئے۔ یہ ہدیہ ہے، اس کو قبول کر لو۔ اور یہ بات اتنی لجاجت

سے کہی کہ مجھے قبول کرتے ہی بن پڑی۔

(۳) بھائی صاحب نے بتایا کہ ایک مرتبہ جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت مجھے علیحدہ کمرے میں لے گئے اور قیمتی نصائح سے مجھے نوازنے لگے۔ کچھ باتیں ایسی کیں کہ کئی مرتبہ مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں رونے لگا۔ حضرت پھر تسلی دیتے اور مزید نصیحتیں فرمانے لگتے۔ پھر فرمایا محمد امین! شاید اس کے بعد ملاقات نہ ہو، اس لئے میری باتوں کو پلے باندھ لو۔ میں رونے لگا تو حضرت نے فرمایا امین! شاید تم کو میرا جنازہ بھی نصیب نہ ہو، اس لئے اس ملاقات کو آخری سمجھو۔ میں نے عرض کی حضرت! ان شاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔ آپ اتنے زیادہ بیمار تو نہیں ہیں کہ میں مایوس ہو جاؤں، اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور شفائے کاملہ سے نوازیں گے۔ اس پر حضرت مسکرائے اور فرمایا فیصلے اللہ کے ہاں ہوتے ہیں۔ تم اور میں فیصلہ کرنے والے نہیں۔ بھائی صاحب نے فرمایا اس کے بعد میں حضرت سے اجازت لے کر بادل نخواستہ اوکاڑہ آ گیا۔ اپنے پروگرام کے مطابق جس دن مجھے لاہور جانا تھا، محکمہ تعلیم والوں نے کہا کہ اس دن تک تمام اساتذہ اپنے میڈیکل فٹ نس کے سرٹیفکیٹ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر منٹگمری (ساہیوال) سے بنوا کر دفتر میں جمع کروائیں۔ چنانچہ ان حالات میں لاہور کا پروگرام ملتوی کر کے میں چند رفقائے کار کے ساتھ عازم منٹگمری ہو گیا۔ وہاں پر مختلف ٹیسٹوں اور دفتری کارروائیوں میں کافی دیر ہو گئی۔ جب سرٹیفکیٹس ہمیں ملے تو ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ ظہر کی نماز جامعہ رشیدیہ میں جا کر پڑھتے ہیں، وہاں علمائے کرام سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ فرمایا جب میں جامعہ رشیدیہ پہنچا تو مدرسہ خالی خالی اور ویراں نظر آیا۔ چند چھوٹے چھوٹے طلباء سے ملاقات ہوئی۔ ان سے پوچھا کہ حضرات علماء

کرام کہاں ہیں؟ تو انہوں نے بڑی حیرت سے مجھے دیکھا اور کہا آپ کو اتنا علم بھی نہیں کہ حضرت لاہوری وصال فرما گئے ہیں۔ ظہر کے بعد ان کا جنازہ ہے۔ تمام حضرات علماء کرام اور بڑے طلباء ان کے جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے لاہور گئے ہوئے ہیں۔ فرمایا یہ باتیں سن کر مجھے سکتہ ہو گیا اور مجھے حضرت کی آخری ملاقات والی باتیں یاد آئیں اور میں رونے کے سوا کچھ نہ کرسکا۔ اور اس بات پر یقینِ کامل ہو گیا کہ

"قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید" ؎

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر کو یہ مقام و مرتبہ اگر ملا تو یہ ان کے اساتذہ کرام کی دعاؤں اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور دیگر بزرگانِ دین کی توجہات کا صدقہ تھا۔ بصورت دیگر اگر انہیں کامل اساتذہ اور بزرگانِ دین کی توجہ حاصل نہ ہوتی تو اتنا ذہین آدمی ہمارے لئے ایک مستقل فتنہ کا روپ دھار کر کم از کم پرویز اور مودودی جیسا ضرور بن جاتا۔ لیکن بزرگانِ دین کی توجہات کی وجہ سے تحقیقی ذہن رکھنے کے باوجود آپ نے کبھی اپنی تحقیق کی بخ نہیں لگائی۔ علمائے دیوبند کے مسلک کی وضاحت ہی فرمائی۔ اپنی تحقیق سے کوئی نئی بات پیدا کرنے کی کوشش نہ کی۔ علمائے کرام اور بزرگانِ دین کی دعاؤں اور توجہات خاصہ کے ایک دو واقعات عرض کرتا ہوں:

(۱) آج سے تقریباً بیس بائیس سال پہلے کی بات ہے، میں ان دنوں گورنمنٹ کالج بورے والا میں پڑھاتا تھا۔ کالج سے واپس آیا اور نماز ظہر پڑھنے کے لئے مدرسہ عربیہ اسلامیہ گیا تو پتہ چلا کہ میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رائے پوری شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ تشریف فرما ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ایک کمرے میں آرام کی غرض سے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ان کی

ٹانگیں دبانے لگا۔ باتوں کا سلسلہ چل نکلا تو حضرت نے اچانک پوچھا آپ کے بھائی مولوی محمد امین صاحب کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی حضرت آپ کی دعاؤں سے بخیریت ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہماری دلی دعائیں تو ہر وقت ان کے شامل حال ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم نے بھی ان غیر مقلدین سے بہت مناظرے کئے لیکن یہ مانتے نہیں تھے۔ اب تمہارے بھائی نے ان کو ماننے پر مجبور کردیا ہے۔ مجھے حضرت کی یہ باتیں سن کر شرم سی آ رہی تھی کہ اتنا بڑا آدمی کس انداز میں اپنے سے چھوٹے کو بڑا بنا رہا ہے۔ یہی ہمارے اکابر کی شان تھی۔

(۲) تقریباً بیس سال پہلے کا ایک اور واقعہ یاد آ رہا ہے۔ بندہ ایک دن مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں گیا تو پتہ چلا کہ مولانا عبدالمجید صاحب شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑپکا تشریف فرما ہیں۔ میں دفتر میں ان سے ملنے کی غرض سے حاضر ہوا تو بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور بھائی صاحب کا حال احوال پوچھنے لگے۔ پھر اچانک فرمانے لگے کہ تمہارے بھائی کو اللہ تعالیٰ نے اتنا کچھ دیا ہے کہ بعض اوقات ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا اس سال میں نے ماہ رمضان کراچی میں گزارا۔ مولانا محمد امین کراچی میں علماء وطلباء کو پڑھا رہے تھے۔ میں نے مولانا کے تمام اسباق بالاستیعاب سنے ہیں۔ اگر کسی دن کسی ناگزیر وجہ سے میں درس میں شامل نہ ہوسکتا تو میں اپنے کسی شاگرد سے کہہ دیتا کہ مولانا کا سبق نوٹ کرلے۔ واپس آ کر میں اس سبق کو پڑھ لیتا۔ ابھی میں حضرت کی یہ باتیں سن کر کچھ خجالت سی محسوس کر رہا تھا کہ حضرت مولانا نے فرمایا: ”افضل بھائی مجھے حدیث کی کتابیں پڑھاتے بیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ بعض اوقات مولانا محمد امین کسی حدیث سے جو نکات ومسائل نکال کر پیش کرتے ہیں تو

میں دنگ رہ جاتا ہوں کہ یہ بات ہماری سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ فرمایا مولانا کی بہت سی باتیں تو الہامی معلوم ہوتی ہیں۔‘‘ الغرض مولانا محمد امین صفدر کو بے استاد اور بے مرشد کہنے والوں کو جان لینا چاہئے کہ اپنے اساتذہ سے اور بزرگانِ دین سے جس طرح کا فیض انہوں نے حاصل کیا وہ ناقدین حضرات کے بس کی بات نہ تھی۔ انہیں بزرگوں کے ادب واحترام اور خدمت نے انہیں وہ بلند مقام عطا کیا جس کی طرف دیکھنے سے حاسدین کی ٹوپیاں گر جاتی تھیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشند خدائے بخشندہ

حضرت لاہوریؒ کے بعد:

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے وصال کے بعد بھائی صاحب کے قلق و اضطراب میں بہت اضافہ ہو گیا۔ تجدید بیعت کی خاطر اپنے مرشد زادے حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہوئے۔ لیکن آپ احسن طریقہ سے ٹال دیتے اور فرماتے کہ حضرت آپ کا تعلق ابا جان سے تھا، اسے قائم رکھیں۔ آپ کو تجدید بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ بھائی صاحب نے اپنا اصرار جاری رکھا تو ایک دن مولانا عبیداللہ انورؒ نے فرمایا کہ اگر آپ نے ضرور بیعت ہی کرنی ہے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال والوں کی بیعت کر لیں، کیونکہ ان کا مقام بہت بلند ہے۔ وہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مجاز ہیں اور ابا جان (حضرت لاہوری) کے بھی بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ صاحب کے اس صائب مشورہ پر آپ نے فوراً عمل کیا اور چکوال جا کر حضرت قاضی صاحب کے ہاتھ پر تجدید بیعت کر لی۔ حضرت قاضی صاحب نے بھائی صاحب کی

اصلاح باطنی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور دونوں میں پیار و محبت اور الفت کے گہرے تعلقات قائم ہو گئے جو بھائی صاحب کی وفات تک قائم رہے۔ حضرت قاضی صاحب کے ہر حکم کو بجالانا آپ باعث سعادت سمجھتے تھے۔ سال میں ایک دو مرتبہ تبلیغی جلسوں اور تربیتی اجتماعات میں حضرت قاضی صاحب بھائی صاحب کو بالالتزام بلایا کرتے تھے

تعلیمی و تبلیغی خدمات:

بھائی صاحب نے ستلج کاٹن ہائی سکول سے بطور انٹرینڈ عربی ٹیچر اپنی ملازمت کا آغاز کیا تھا۔ آپ نے او۔ٹی کا کورس نہیں کیا تھا بلکہ جے۔وی ٹیچر تھے۔ میونسپل کمیٹی اوکاڑہ میں ایک جگہ خالی ہوئی تو آپ نے بطور جے وی ٹیچر وہاں اپنی خدمات پیش کر دیں اور کمیٹی کے ملازم ہو گئے۔ آپ اپنی اس ملازمت کے دوران دینی و تعلیمی خدمات سے بھی غافل نہ ہوئے۔ گاؤں میں ہر روز صبح کے وقت درس قرآن دیتے۔ سکول سے چھٹی کے بعد مختلف دینی مدارس میں جا کر وہاں طلباء کو فرق باطلہ کی تردید اور احقاق حق کی ٹریننگ دیتے۔ وقتاً فوقتاً عوامی اجتماعات سے بھی خطاب فرماتے

بزرگوں کی دعاؤں اور شیوخ کی نظر کرم سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبولیت عامہ کی نعمت سے نوازا تھا۔ مشکل سے مشکل دینی مسائل آپ عوام کے ذہنوں میں جاگزیں کرنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ جہاں علماء کے ساتھ علمی انداز اپناتے وہاں عوام کے ساتھ سادہ طرز گفتگو کا انداز اپناتے۔ آپ کی قبولیت عامہ کا خطہ دن بدن وسیع ہوتا گیا اور پنجاب کی سرحدوں سے نکل کر پورے پاکستان میں پھیل گیا۔ آپ کا رمضان المبارک اکثر کراچی اور سندھ کے دوسرے شہروں میں گزرنے لگا۔ آپ اگر دس دن ایک مدرسہ میں علماء اور منتہی طلباء کو مناظرہ پڑھاتے تو اگلے پندرہ دن کسی اور جگہ یہ علمی

محفل جمتی۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے دیگر فرق باطلہ کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کا تعاقب کرنا شروع کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذہن میں یہ بات ڈال دی تھی کہ تمام فتنوں کی بنیاد عدم تقلید اور خود رائی ہے۔ اصل دین وہی دین ہے جو صحابہ کی وساطت سے نسلاً بعد نسلٍ ہم تک پہنچا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ غیر مقلدیت ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ باقی تمام فتنے اسی سے نکلے ہیں۔ آدمی غیر مقلد ہونے کے بعد کسی وقت بھی منکر حدیث، قادیانی، چکڑالوی، بہائی اور رافضی ہوسکتا ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں شب و روز محنت کی اور آج یہ بات دیوبندی کہلانے والے علماء وطلباء پر واضح ہوچکی ہے کہ مولانا محمد امین صفدر صحیح فرماتے تھے اور تمام فتن حاضرہ کی جڑ بزرگانِ دین اور سلف صالحین کو چھوڑ کر اپنی رائے پر اصرار کرنا ہی ہے۔ مولانا کے طرز استدلال اور قوت گرفت کے سامنے بڑے بڑے مخالفین نہیں ٹھہرتے تھے۔ آپ کی ان خوبیوں کو دیکھ کر اکثر علماء فرماتے کہ امین بھائی سکول چھوڑ کر کوئی مدرسہ قائم کرلو، کیوں اپنا وقت سکول میں ضائع کرتے ہو۔ آپ جواب میں فرماتے کہ بھائی مدرسہ تو میں بنالوں گا لیکن چندہ کون مانگے گا۔ چندہ مانگنا میرے بس کا روگ نہیں۔ ایک مرتبہ جامعہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ صاحب نے باصرار مطالبہ کیا کہ اب آپ سکول کی نوکری چھوڑ کر میرے مدرسہ میں آجائیں۔ اب میں آپ کا کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ مولانا کی آہ میں ایسا اثر تھا کہ بھائی صاحب نے نوکری چھوڑ دی اور عازم کراچی ہوگئے۔

وہاں پر بھائی صاحب کو شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد کا مدیر اعلیٰ بنا دیا گیا۔ وہاں آپ نے طلباء، علماء اور عوام میں بہت کام کیا اور نئے نئے فتنوں کا خوب مقابلہ

کیا۔ دارالعلوم بنوری ٹاؤن کی لائبریری سے آپ کو عشق تھا۔ کراچی کی آب و ہوا مزاج کے مطابق نہیں تھی۔ اکثر و بیشتر بیمار رہنے لگے۔ ایک مرتبہ جنوبی افریقہ کے دورہ پر گئے، واپسی پر عمرہ بھی کیا۔ جنوبی افریقہ کے علماء نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے پاس آ جاؤ، چھ ماہ یہاں رہنا، چھ ماہ پاکستان۔ تنخواہ سال کی ملے گی۔ دیگر مراعات بھی دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک بنوری ٹاؤن کراچی کے مدرسہ کا کتب خانہ کھنگال نہ لوں گا کہیں اور نہیں جاؤں گا۔ اور اس قسم کی تمام پیشکشوں کو مسترد کر دیا۔ اور بیماری کے باوجود دارالعلوم بنوری ٹاؤن کو نہ چھوڑا۔ جب حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ صاحب کا وصال ہو گیا تو آپ کا دل ٹوٹ گیا اور اپنی بیماری کا عذر پیش کر کے وہاں کام کرنے سے معذرت کر لی۔ گھر واپس آئے تو بہت سے مدارس کی جانب سے آپ کو پیشکشیں ہوئیں، لیکن آپ نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مرحوم کے نبیرہ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری کی دعوت قبول کر کے مدرسہ خیر المدارس ملتان میں شعبہ الدعوۃ والارشاد کی صدر نشینی قبول فرمالی۔ ماہنامہ ''الخیر'' کے ہر شمارہ میں بھائی صاحب کا کوئی نہ کوئی مضمون ضرور شائع ہوتا، جس سے علماء کے ساتھ عوام کو بہت فائدہ پہنچا اور ''الخیر'' کی اشاعت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ آپ اپنے وصال تک خیر المدارس میں ہی دینی خدمات سرانجام دیتے رہے

وفات:

علمائے حرمین شریفین کے اصرار پر اس سال رمضان المبارک میں عمرہ پر جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ پاسپورٹ بن گیا اور غالباً ویزہ بھی لگ گیا تھا۔ وفات سے ایک ماہ قبل ہلکے ہلکے بخار میں مبتلا تھے۔ لیکن آپ اس قسم کی بیماریوں کو درخور اعتنا نہ سمجھتے تھے

اور اپنے تعلیمی و تبلیغی اسفار کو ترک نہ فرماتے تھے۔ 24 اکتوبر 2000ء کو مدرسہ عزیزیہ فعلیہ چک L-181/9 ضلع ساہیوال میں حضرت مولانا سید انور حسین نفیس شاہ صاحب لاہور والے تشریف لا رہے تھے، مجھے بھی وہاں پہنچنے کی دعوت تھی۔ بندہ بھی حضرت شاہ صاحب کی زیارت کے لئے وہاں حاضر ہوا۔ وہاں پر برادر عزیز مولانا محمد انور صاحب اوکاڑوی جو کہ آج کل دارالعلوم کبیر والہ میں استاذ حدیث ہیں سے ملاقات ہوئی۔ ان سے بھائی صاحب کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہلکا ہلکا بخار رہتا ہے، لیکن آرام نہیں کرتے۔ جامعہ خیر المدارس میں تعطیلات کے بعد گھر آئے تو طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ سرگودھا میں دس دن پڑھانے کا پروگرام تھا، وہاں تشریف لے گئے۔ اور بیماری کی حالت میں بھی آٹھ آٹھ گھنٹے پڑھاتے رہے۔ جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو مدرسہ والوں سے کہنے لگے کہ مجھے بس پر بٹھا دیں تاکہ میں گھر پہنچ جاؤں۔ انہوں نے دو ساتھی ساتھ بھیجے۔ وہ آپ کو تیس اکتوبر 2000ء کی رات کے وقت گھر پہنچا گئے۔ اکتیس اکتوبر کا دن آپ نے گھر میں گزارا۔ دراصل آپ کو دل کی تکلیف ہوگئی تھی، لیکن آپ کا خیال تھا کہ مجھے سردی لگ گئی ہے۔ گھر والوں نے ہسپتال لے جانے کو کہا تو نہ مانے اور فرمایا کہ مجھے بھائی حکیم محمد سلیم صاحب سے دوا لا دیں، میں وہ کھالوں گا۔ چنانچہ بھائی محمد سلیم صاحب کی دوا سے کچھ افاقہ ہوا۔ عشاء کی نماز گھر پر پڑھی اور نو بجے کے قریب پھر دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ اکتیس اکتوبر بروز منگل مطابق چار شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ کی رات بوقت نو بجے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بروز بدھ یکم نومبر 2000ء مطابق چار شعبان المعظم بوقت پونے چار بجے قبل العصر آپ کی نماز جنازہ چک نمبر L-55/2 کے سکول کے گراؤنڈ

میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ ان کے مرشد قاضی مظہر حسین صاحب چکوال والوں کے صاحبزادہ مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب نے پڑھائی۔ تمام پاکستان سے علماء اور طلباء جنازے میں شریک ہوئے۔ شرکائے جنازہ کی تعداد محتاط اندازے کے مطابق چھ ہزار سے زائد افراد پر مشتمل تھی۔ کراچی سے شیخ الحدیث مولانا زرولی صاحب ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ سپاہ صحابہ پاکستان کے عظیم رہنما جناب علی شیر حیدری مع احباب تشریف فرما تھے۔ مجاہدین کی کثیر تعداد بھی آپ کے جنازہ میں شریک ہوئی۔ شرکاء کی آنکھیں مولانا کی وفات پر پرنم اور اشک بار تھیں۔ اس دن لوگوں کو اندازہ ہوا کہ اصل رشتہ دین کا رشتہ ہے۔

نماز جنازہ کے بعد چند ایک حضرات نے مختصراً تعزیت فرمائی۔ شیخ الحدیث مولانا زرولی صاحب نے فرمایا کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج انور شاہ کشمیری دوبارہ وفات پا گئے ہیں۔ مولانا علی شیر حیدری نے فرمایا کہ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر مجھے کوئی مسئلہ نہ آئے گا تو پاکستان میں میرے استاذ مولانا کے بعد کونسی ہستی ایسی ہے جو مجھے وہ مسئلہ بتائے گی اور سمجھائے گی۔ اس کے بعد حضرت مولانا کو قبل از مغرب گاؤں کے قبرستان میں والد ماجد میاں ولی محمد کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اخلاق و عادات:

میرے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد امین صفدر کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ جو بات کہتے تھے اس پر عمل پیرا بھی ہوتے تھے۔ جب ہمارے والد محترم کا وصال ہوا تو ان کی تدفین کے بعد ہم بھائیوں کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ کل لوگ جب افسوس

کے لئے آئیں گے تو کیا ہم اس وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں۔ مولانا اس وقت موجود نہیں تھے۔ ہم نے ان کی عدم موجودگی میں فیصلہ کیا کہ اگر کوئی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو ہم بھی اٹھالیں گے۔ اگر نہ اٹھائے گا تو ہم بھی نہیں اٹھائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد بھائی صاحب تشریف لائے تو ہم نے اپنے فیصلہ سے انہیں آگاہ کیا تو فرمایا تمہارا فیصلہ غلط ہے۔ ہمارے گاؤں میں قادیانی بھی رہتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ یہاں دیوبندی بریلوی اختلاف پیدا کیا جائے۔ لیکن ہم نے انہیں اس بات کا کبھی موقع نہیں دیا۔ ہم ہمیشہ اپنے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہے۔ گاؤں میں جب کوئی مرگ ہوجاتی تو ہم ان کے اعزہ سے صرف اظہار افسوس کرتے تھے۔ فاتحہ کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ آج اگر ہم نے کمزوری کا اظہار کیا تو قادیانی لوگوں کو اکسائیں گے کہ دیکھ لیا تم نے، جب تمہارے مریض مرتے تھے تو دعا نہیں کرتے تھے۔ آج ان کا اپنا باپ مرگیا تو دعا شروع کردی ہے۔ لہٰذا اپنے مسلک پر قائم رہو۔ اگر کوئی ہاتھ اٹھائے تو اسے بھی پیار سے مسئلہ سمجھا دو کہ بھائی آپ نے ہم سے اظہار افسوس کرکے ہمارا حق ادا کردیا ہے۔ میت کا حق اس کی قبر پر جاکر یا اپنے گھر میں رہ کر تلاوت کلام پاک سے ادا کرو۔ دونوں چیزوں کو خلط ملط نہ کرو۔ چنانچہ بھائی صاحب کی استقامت کی وجہ سے ہم سب بھائی صراطِ مستقیم کی طرف لوٹ آئے اور موت کی تمام رسومات سے بچ گئے۔

بھائی صاحب کے مزاج میں سادگی تھی۔ ریاکاری، مکاری اور شوبازی سے کوسوں دور رہتے تھے۔ کھانے پینے، پہننے اور رہنے سہنے جیسے تمام معاملات میں تکلف کو پسند نہ کرتے تھے۔ ظاہری کروفر کے قطعاً قائل نہیں تھے۔ جو مل گیا کھالیا، جو مل گیا پہن

لیا۔ ان تمام معاملات میں حتی المقدور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرتے تھے۔

ہمارے بھائی انتہائی نرم دل تھے۔ مصیبت زدہ لوگوں کی غمگساری ان کا شیوہ تھا۔ ہمارے والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ نے بڑے ہونے کے ناطے تمام بھائیوں اور بھتیجوں سے حسن سلوک کا معاملہ فرمایا۔ ہر کسی کے دکھ درد میں شرکت کرتے اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کی حتی الوسع کوشش کرتے۔

بحمداللہ میرے بھائی حب جاہ اور حب مال جیسی بیماریوں سے بچے ہوئے تھے۔ یہ ایسی مہلک بیماریاں ہیں جو آدمی کے ایمان کا ستیاناس کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اگر کوئی حسد کا مارا ہوا آدمی ان کے خلاف کوئی سازش کرتا اور آپ کو اس کا علم ہوجاتا تو آپ اس شخص سے کبھی جواب طلب نہ کرتے، بلکہ بڑی سے بڑی بات کو ہنس کر ٹال دیتے تھے۔ آپ جب سکول کی نوکری ترک کر کے بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے تو مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے آپ کا بہت اکرام کیا اور پرانے اساتذہ کے برابر آپ کی تنخواہ مقرر کردی۔ اس سے کچھ اساتذہ کو تکلیف پہنچی اور انہوں نے بنگالی طلباء کو اپنا آلہ کار بنایا اور ان کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ مولوی محمد امین کوئی باضابطہ عالم نہیں ہیں، محض ایک سکول ٹیچر ہیں اور انہیں معقولات سے کوئی مس نہیں ہے۔ نیز صرف ونحو بھی انہیں نہیں آتی۔ اس سب کے باوجود مہتمم صاحب نے ان کی تنخواہ ہمارے برابر مقرر کردی ہے۔ وہ طلباء مفتی احمد الرحمٰن صاحب کے پاس گئے اور اس ناانصافی کا ذکر کیا اور کہا کہ مولوی امین صاحب کو تو کچھ نہیں آتا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ اس پر مفتی صاحب نے ان طلباء سے کہا کہ بھائی آپ خود جا کر مولانا محمد امین صاحب سے مل کر اپنے شبہات دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور معلوم کریں کہ آپ

کے اعتراضات بجا ہیں یا بے جا۔ چنانچہ وہ طلباء بھائی صاحب کے پاس آئے اور اپنے اشکالات پیش کئے۔ آپ نے ان کے جوابات بڑے دلنشین انداز میں دیئے۔ اب وہ طلباء روز مولانا کے پاس آتے اور مختلف علوم کے بارہ میں اپنے سوالات پیش کرتے اور شافی جواب پا کر اطمینان کی نعمت حاصل کرتے۔ چند دن بعد مفتی صاحب نے ان طلباء کو بلایا اور پوچھا کہ بھائی آپ نے مولانا محمد امین صاحب کے سامنے اپنے اشکالات وغیرہ پیش کئے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان سے بہت سے سوالات کئے اور شافی جوابات پائے۔ ہمارے جس استاد نے ہمیں ان سے بدگمان کرنے کی کوشش کی تھی ہم نے دو سالوں میں ان سے اتنا علم حاصل نہیں کیا جتنا مولانا محمد امین صاحب سے چند دنوں میں حاصل کرلیا ہے۔ یہ واقعہ بعد میں مفتی صاحب نے بھائی صاحب کے گوش گزار کیا تو بھائی صاحب صرف مسکرا کر رہ گئے اور اس پر کسی قسم کا تبصرہ نہ کیا۔

الغرض بھائی صاحب رواداری، وسیع النظر ی، چشم پوشی اور درگزر کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور مخالفین کے الزامات واتہامات پر صرف مسکرا دیتے تھے۔ آپ کے اس رویہ کی وجہ سے مخالفین اکثر اوقات شرمندگی اور خجالت میں مبتلا ہو کر ایسی حرکات سے باز آجاتے۔ آپ چھپنے کی بجائے چھُپنے کو ترجیح دیتے تھے۔ ابتداء میں جب آپ نے مختلف رسائل فرق باطلہ کے رد میں تحریر کئے تو بعض علمائے کرام نے ان کو اس شرط پر شائع کیا کہ کتاب پر اُن کا نام بطور مصنف لکھا جائے۔ آپ نے اس شرط کو قبول کرلیا اور وہ رسائل کسی دوسرے کے نام سے شائع ہوگئے۔ ہمیں (مولانا کے بھائیوں) اس بات سے خاصہ دکھ پہنچا اور مولانا سے عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اپنے رسائل اپنے نام سے چھپوائیں۔ تو آپ نے جواب میں مسکرا کر فرمایا کہ میرا مقصد یہ

ہے کہ یہ رسائل عوام تک پہنچیں اور لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں، نام خواہ کسی کا ہو۔ یہ مقصد پورا ہو رہا ہے۔ ہمیں تو کام سے غرض ہے، نام سے کوئی غرض نہیں ہے۔

آپ مخالف مناظر کا جواب بھی ہمیشہ مسکرا کر دیا کرتے تھے۔ چہرے پر غصہ اور ناگواری کے آثار بہت کم ہویدا ہوتے تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی مشکلات و مصائب کے باوجود ہنس اور مسکرا کر گزار دی۔ جن حضرات نے جنازہ کے وقت مولانا کا چہرہ دیکھا ہے وہ اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ آپ مرنے کے بعد بھی ایسے ہی مسکرا رہے تھے جیسے زندگی میں مسکرایا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نیند میں مسکرا رہے ہیں اور تھوڑی دیر بعد اٹھ کر تقریر شروع کر دیں گے۔ لیکن ؎ ''خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا'' کے مصداق اب ہم ان کی آواز کو قیامت تک ترسیں گے۔ آخر میں تمام قارئین سے گزارش ہے کہ میرے بھائی میرے رہبر کو اپنی دعاؤں اور تلاوتوں میں شریک رکھیں، تاکہ ان کی قبر وسیع، کشادہ اور ٹھنڈی ہو اور ذاتِ باری تعالیٰ ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائیں۔ اے ہمارے پیارے بھائی! تیری وفات پر ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ ہمارے والد صاحب دوبارہ وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں کشادہ جگہ دے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

تصنیفات:

میرے بھائی کی تصنیفات چھوٹے چھوٹے رسائل اور مضامین کی شکل میں بے شمار ہیں، جنہیں اب ان کے شاگردوں نے ''مجموعہ رسائل'' (چار جلد) اور ''تجلیات صفدر'' (چار جلد) کی صورت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ بقیہ جلدیں زیر ترتیب ہیں۔

پس ماندگان:

حضرت مولانا نے اپنے پیچھے ایک بیوہ (ہماری بھابھی) جو انتہائی سلیقہ شعار، سگھڑ اور نیک خاتون ہیں، کو سوگوار چھوڑا ہے۔ ہماری ان بھاوجہ صاحبہ نے گھر کے تمام معاملات سنبھالے ہوئے تھے اور گھر کو احسن طریقے سے چلاتی تھیں۔ ان کے حسن انتظام کی وجہ سے بھائی صاحب کو گھریلو کاموں میں اُلجھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی، اور تمام خاندانی معاملات ہماری بھاوجہ ہی سرانجام دیتی تھیں۔ اس وجہ سے بھائی صاحب تعلیمی وتبلیغی سرگرمیوں میں دلجمعی سے حصہ لیتے تھے۔ انہیں امور خانہ کی فکر نہ ہوتی تھی۔ اس لئے بھائی صاحب کی ان تمام دینی خدمات میں بھاوجہ صاحبہ کا برابر کا حصہ تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ بھائی صاحب کے پانچ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹا اور چھ بیٹیاں صاحب اولاد ہیں۔ چار بیٹے اور دو بیٹیاں غیر شادی شدہ ہیں۔ دعا ہے کہ ذات باری تعالیٰ مولانا کے بچوں کا حامی وناصر ہو اور تمام مشکلات میں ان کی مدد فرمائے اور انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ مولانا کے بیٹوں کے نام محمد صدیق، محمد عمر، محمد عثمان، محمد علی اور محمد معاویہ ہیں۔ تین صاحبزادے حافظ قرآن ہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ مولانا کی کوششوں کے باوجود کوئی بیٹا تاحال عالم نہیں بن سکا۔

مولانا مرحوم نے اپنے پیچھے پانچ بھائیوں کو سوگوار چھوڑا۔ حکیم محمد سلیم صاحب اوکاڑہ، پروفیسر میاں محمد افضل ساہیوال، قاری محمد اشرف فاروقی صاحب لیہ، محمد اکرم ارشد صاحب کراچی، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب اوکاڑوی، دارالعلوم کبیر والہ۔ اس کے علاوہ مولانا نے بڑی تعداد میں نواسے نواسیاں، بھتیجے، بھتیجیاں، ایک عدد پوتا اور مسلکِ دیوبند کے لاکھوں علماء، طلباء اور عوام کو اپنی جدائی اور فراق کے غم میں مبتلا کر دیا، جس کا اجر خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔

(خودنوشت)

حالات مؤلف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡم

ہمارا خاندان بستی غزاں شہر جالندھر (بھارت) سے تعلق رکھتا ہے۔ قوم ارائیں ہے' والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نام ولی محمد اور دادا جی کا نام پیر محمد تھا۔ باپ بیٹے دونوں کا پیشہ باغبانی تھا' دونوں حضرات پابند صوم و صلوۃ اور بہت عابد تھے۔ کچھ زمین بیکانیر میں تھی۔ میری پیدائش بیکانیر ضلع گنگانگر کی ہے۔ پھر ضلع فیصل آباد بچیانہ اسٹیشن کے قریب چک نمبر ۶۲۲ جھبلاراں میں آباد رہے۔ یہاں ایک سیلانی بزرگ سید شمس الحق شاہ صاحب قدس سرہ جو فاضل دیوبند تھے تشریف لائے۔ والد صاحب نے ان سے عرض کیا کہ میرے بچے جو پیدا ہوتے ہیں وہ چند دن یا چند ماہ کے بعد فوت ہو جاتے ہیں' زندہ نہیں رہتے' تین لڑکے اور ایک لڑکی یکے بعد دیگر فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت سید شمس الحق صاحب رحمہ اللہ نے والد گرامی سے فرمایا ولی محمد! گھبراؤ نہیں' تم اللہ کے فضل و کرم سے سات بیٹوں کا منہ دھوؤ گے۔ ہاں یہ نیت بھی رکھو کہ مجھے اللہ بیٹا عطا کرے تو میں عالم بناؤں گا۔ اس کے بعد میں پیدا ہوا اور میرا نام انہی بزرگوں نے محمد امین رکھا۔ پھر یہ سیلانی بزرگ ہمارے علاقے سے صادق آباد تشریف لے گئے۔ میرے بعد چھ بھائی پیدا ہوئے اور والد صاحب مرحوم رحمہ اللہ نے واقعی سات بیٹوں کا منہ دھویا۔ حضرت اقدس سید شمس الحق شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بھائی سید نور الحق شاہ صاحب لاہور ٹکسالی دروازہ میں ایک مسجد کے خطیب تھے اور بہترین طبیب تھے۔ حضرت سید شمس الحق

صاحب علاج کے لئے صادق آباد سے لاہور تشریف لائے۔ اس وقت میری عمر ۱۲ یا ۱۳ سال کی تھی۔ والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ میں بھی لاہور گیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی زیارت ہوئی۔ حضرت نے والد صاحب سے پوچھا یہ محمد امین ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا یہ محمد امین ہے' دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اسے عالم بنائیں۔ حضرت اقدس چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے سر جھکا کر سلام عرض کیا۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے بڑے پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا ولی محمد! یہ لڑکا مولوی بنے گا' مناظر بنے گا۔ میں اب تک سوچا کرتا ہوں کہ حضرت اقدس کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اس جملے کو اللہ تعالیٰ نے کیسا شرف بخشا۔

میری تعلیم

والد صاحب رحمہ اللہ نے مجھے غیر مقلدین کے ہاں قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کے لئے داخل کرا دیا۔ حافظ محمد رمضان میرے استاذ تھے' ان کی تبلیغ سے میں غیر مقلد بن گیا۔ پھر مولانا عبدالجبار محدث کنڈیلوی کے پاس کچھ کتابیں پڑھیں۔ میری پیدائش ۴ اپریل ۱۹۳۴ء کی ہے۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت اقدس مولانا عبدالقدیر صاحب قدس سرہ شیخ الحدیث تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی جو اس وقت عید گاہ اوکاڑہ میں مدرس تھے کے سمجھانے سے میں حنفی بن گیا اور حضرت مولانا ضیاء الدین سیوہاروی رحمہ اللہ فاضل دیوبند' حضرت مولانا سید محمد عبدالحنان صاحب نور اللہ مرقدہ تا جک حضرو فاضل دیوبند اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب فاضل دیوبند سے تعلیم حاصل کرتا رہا اور حدیث پاک بھی میں نے آپ سے پڑھی۔ آپ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد حسین چک نمبر ۴ / ایل-۱ سے کچھ تعلیم حاصل کی اور حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالحمید صاحب سیتاپوری حال مفتی جامعہ مدنیہ لاہور سے بھی بہت استفادہ کیا۔ یہ تمام حضرات اپنے وقت کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں۔

ایک عجیب واقعہ

عید گاہ کے مدرسہ میں جب میں زیر تعلیم تھا تو حضرت مولانا بشیر احمد صاحب دہولی پسروری خلیفہ اجل حضرت اقدس شیخ التفسیر' سلطان العارفین مولانا احمد علی صاحب لاہوری تشریف لائے۔ طلباء زیارت اور مصافحہ کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت سے میری کوئی سابقہ جان پہچان نہ تھی۔ سب طلباء کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرما رہے تھے۔ میں نے مصافحہ کیا تو حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمانے کے بعد بائیں ہاتھ سے پکڑ کر مجھے اپنے بائیں طرف بٹھالیا اور باقی طلباء سے مصافحہ فرماتے رہے جب طلباء ختم ہو گئے تو میری طرف متوجہ ہوئے' نام پوچھا اور فرمایا کہ یہ (یعنی یہ عاجز) بہت بڑے علاقے کو سنبھال سکتا ہے۔ پھر حضرت نے بڑی محبت سے مجھے بیعت کی ترغیب دی۔ میں چونکہ غیر مقلدیت سے ادھر آیا تھا بیعت کو بدعت اور دنیاوی دکانداری سمجھتا تھا اس لئے میں نے بار بار انکار کیا کہ یہ کون سی ضروری چیز ہے۔ لیکن حضرت نے بڑے پیار سے مجھے سمجھایا اور اس بات پر آمادہ فرمالیا کہ بیعت حضرت شیخ التفسیر سلطان العارفین مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ سے کروں۔ میں نے ہاں تو کرلی مگر مولانا کے تشریف لے جانے کے بعد خیال بھی نہ رہا۔ ایک دن میں رسالہ خدام الدین میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا جس میں آپ کا فرمان تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہیں' آنکھیں تو اصل دل کی ہیں اگر روشن ہو جائیں تو اسے حرام حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے اور اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا' میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا وہ ہال کمرہ میں داخل ہوئے ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور کہتے آرہے تھے کسی نے حرام نوٹ لینا ہے یہ حرام ہے حرام۔ میں نے کہا مجھے دے دو۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کیا کرو گے؟ میں نے وہ مجلس ذکر کی عبارت سنائی کہ لاہور چلتے ہیں اور پتہ لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوری رحمہ

اللہ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں۔ اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا' ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک کے حرام روپے سے۔ اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لئے اور ایک ایک پھل کی کوئی نشانی ہر ایک نے ذہن میں رکھ لی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے وہ حلال روپے کا ہے' یہ کینو حرام روپے کا ہے وہ حلال کا' اور ہم لاہور پہنچ گئے۔ ضلع ساہیوال کے احباب کو آواز پڑی' ہم حاضر ہوئے' پھل حضرت رحمہ اللہ کے سامنے رکھ دیئے۔ ہماری طرف دیکھا اور فرمایا' بھئی! یہ کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے' یہ کچھ ہدیہ ہے۔ فرمایا ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو اور آپ نے سب پھل الگ الگ کر دیئے کہ یہ حلال ہیں' یہ حرام ہیں۔ اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا چلے جاؤ' تم بیعت کے لئے تھوڑے آئے تھے' تم تو امتحان کے لئے آئے تھے اور ہمیں اٹھا دیا۔ ہم واپس اسٹیشن پر آ گئے۔ گاڑی آئی' باقی چاروں ساتھی سوار ہو گئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ (لاہور) اپنے ہم زلف کے ہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالہ میں حضرت کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کے بعد درس کی جگہ پر آپ نے درس قرآن ارشاد فرمایا۔ درس کے بعد چند ساتھی بیعت کے لئے بڑھے میں بھی ساتھ بیٹھ گیا۔ دیکھ کر مسکرا کر فرمایا اچھا اب بیعت کے لئے آ گئے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت حاضر ہو گیا ہوں۔

حضرت نے بیعت فرمایا اور اسم ذات' استغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی۔ تقریباً چار سال حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کی توفیق حاصل رہی۔ حضرت نے غایت شفقت سے انجیل برناباس کا مقدمہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا۔ عاجز نے مقدمہ لکھ کر پیش کیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ حضرت سے تعلق کی برکات میں سے یہ تھا کہ اگرچہ میں بعض حالات کی وجہ سے مجبوراً پرائمری سکول میں ٹیچر لگ گیا مگر یہ میرا اصل مشغلہ نہ تھا۔ الحمدللہ سکول کے چند گھنٹوں کے

علاوہ باقی وقت عربی دینی کتب کا مطالعہ اور تبلیغ دین میں ہی خرچ ہوتا۔ اپنے گاؤں میں دو دفعہ مکمل قرآن پاک کا درس ختم کیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی دعاؤں اور توجہات نے اس عاجز کو دین کا ایک سپاہی بنا دیا۔ مرزائی' عیسائی' اہل بدعت (بریلوی) اور شیعہ کے علاوہ عموماً دور حاضر کے بدترین اہل بدعت جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور غیر مقلدین کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے ساتھ کراچی سے پشاور تک الحمدللہ ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ۱۰۰ مناظرے ہوئے جس میں اللہ پاک نے اپنے اکابر کے اس غلام کو ہر جگہ سرخرو کیا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگ اہل باطل کے دام فریب سے نکلے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ اسی ذیل میں متعدد مضامین بھی وقتاً فوقتاً لکھے جن کے چار مجموعے پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ پانچواں اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے بعد میرا روحانی تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ' امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتھم سے ہے۔ ان کی دعائیں اور توجہات میرے لئے بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ اللہ پاک آپ کی عمر میں برکت نصیب فرمائے۔ چونکہ میرا گاؤں ۵۵/ایل۔۲ ہے جو قادیانیوں کا گاؤں ہے۔ اس لئے ان سے مناظرے ہوتے رہتے۔ بزرگوں کی توجہ کی برکت سے اس موضوع پر بھی الحمدللہ کبھی بھی شکست کا منہ نہیں دیکھنا پڑا۔ پھر میں نے بائبل پر محنت کی اور عیسائیوں سے مناظرے کئے۔ میرے بہت سے دوست کہتے کہ ایف۔اے کر کے سی۔ٹی اور بی۔اے کر کے بی۔ایڈ کر لو مگر مجھے اس کا کوئی شوق نہ تھا۔ مطالعہ کی عادت تھی لیکن اللہ والوں کی دعاؤں کی برکت تھی کہ مطالعہ میں جہاں ذرا اشکال ہوا اساتذہ کرام سے اس کو حل کرتا اس میں اپنی خود رائی کو کبھی راہ نہ دیتا۔ حضرت اقدس حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی توجہ سے یہ یقین کامل ہو گیا کہ اعتماد علی السلف اور

فکر آخرت یہی دو نعمتیں ہیں جن سے اس زمانہ میں دین محفوظ رہ سکتا ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک میں بھی تھوڑی سی لغزش کے بعد ایمان کا سنبھلنا مشکل ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مہتمم قاسم العلوم فقیروالی سے تعارف ہوا تو انہوں نے اور ان کے والد گرامی حضرت مولانا فضل محمد صاحب قدس سرہ نے دور حاضر کے فتنہ غیر مقلدیت کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ حضرت مولانا علم و عمل کے ساتھ ساتھ اخلاص اور انکساری میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور ان کے اخلاص کی برکات ہیں کہ دنیا سے الگ تھلگ جگہ جنگل میں آپ نے مدرسہ بنایا اور آج اس مدرسہ کا فیض دنیا کے ہر ملک تک پہنچ چکا ہے۔ اللھم زد فزد۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ہمراہ کراچی جانا ہوا اس دور کی علم و اخلاص کی جامع شخصیت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب نور اللہ مرقدہ، مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں سکول میں اپنی زندگی برباد کر رہا ہے جو علم خدا نے تجھے دیا ہے خدا کے سامنے اس کو سکول میں رہ کر ضائع کرنے پر کیا جواب دے گا؟ ابھی استعفیٰ لکھو۔ بس اب کوئی بات سنی نہیں جائے گی۔ حضرت کے اصرار پر میں نے سکول کی ملازمت ترک کردی اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں التخصص فی الدعوۃ والارشاد کی خدمت میرے سپرد فرمائی۔ جامعہ کے ادارہ دعوۃ و تحقیق کی لائبریری میں ہی میری جماعت بیٹھتی تھی۔ یہ ایک بے مثال لائبریری ہے اور حضرت اقدس حضرت بنوری قدس سرہ کے علمی ذوق کا نشان ہے۔ یہاں مطالعہ میں کافی وسعت پیدا ہوئی۔ مدرسہ کی لائبریری، مدرسہ کا ماحول تو بہت اچھا رہا مگر کراچی کی آب و ہوا مجھے موافق نہ آئی۔ صحت بہت خراب ہو گئی۔ اس لئے مجھے کراچی چھوڑنا پڑا۔ اوکاڑہ واپسی کے بعد اوکاڑہ کے احباب کی خواہش تھی کہ میں اوکاڑہ میں کام کروں، فقیر والی والوں کا اصرار تھا کہ ہماری لائبریری کراچی کی لائبریری کا نعم البدل ہے۔ اور بھی کئی احباب نے اصرار فرمایا، لیکن حضرت مولانا محمد

حنیف صاحب جالندھری زید مجدھم مہتمم جامعہ خیرالمدارس و نبیرہ مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس اللہ سرہ کا اصرار سب پر غالب رہا اور جامعہ خیرالمدارس میں التخصص فی الدعوۃ والارشاد کی خدمت میرے سپرد فرمائی۔ اس مدرسہ میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب نوراللہ مرقدہ کے خلوص کی برکات میں ایک منفرد بات یہ نظر آئی کہ صرف علم نہیں بلکہ ادب کا بھی امتزاج ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب زید مجدھم' حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتھم' حضرت مولانا منظور احمد صاحب مدظلھم' حضرت مولانا محمد عابد صاحب زیدت عنایتھم اور دیگر احباب میں علم کے ساتھ ساتھ ادب اور تصوف کی چاشنی بہت گہری ہے اور تعمیر الظاہر والباطن ہی حضرات دیوبند کا امتیاز ہے۔ سچ یہی ہے کہ اپنا دامن تو علم و عمل سے خالی ہے۔ حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ سے جو نام کی نسبت جڑی ہوئی ہے وہ میرا سہارا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی برکات سے کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں۔ مجھے تو ایسی باتیں لکھنے کی نہ عادت نہ رغبت' عزیزی محمد الیاس (بن حضرت مولانا محمد ظریف صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد) سلمہ اللہ تعالیٰ کی پشت پر حضرت مولانا محمد عابد صاحب دام ظلہم نے ہاتھ رکھ دیا اور وہ ضد کر کے بیٹھ گیا کہ ضرور تھوڑے سے حالات لکھ دو' اس لئے چند سطریں لکھ دی ہیں ورنہ...... من آنم کہ من دانم۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سے اپنے فضل و عفو کا معاملہ فرمائیں اور ان احباب کی مخلصانہ دعاؤں سے مجھے مستفید فرماتے رہیں۔ فقط۔

محمد امین صفدر عفی عنہ

میں حنفی کیسے بنا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد

دیہات کی زندگی تھی اور میرا بچپن۔ سوال یہ تھا کہ اسے قرآن پاک کی تعلیم دلائی جائے' گاؤں میں ایک مسجد تھی جس میں تقریبا ہر جمعہ جھگڑا ہوتا۔ بریلوی حضرات چاہتے تھے کہ یہاں ہمارا امام مسجد مقرر ہو اور غیر مقلدین چاہتے تھے کہ ہمارا امام مقرر ہو' اور ہمارا دیوبندی مسلک کا ایک ہی گھر تھا نہ کسی گنتی میں نہ شمار میں۔ کئی دفعہ جھگڑا طول پکڑ جاتا تو چھ چھ ماہ مسجد میں کوئی بھی امام نہ ہوتا اور کبھی دو دو جماعتیں شروع ہو جاتیں۔ والد صاحب اس بارہ میں پریشان تھے۔ آخر انہوں نے یہی فیصلہ فرمایا کہ اہل بدعت کی نسبت غیر مقلد توحید میں اچھے ہیں ان کے پاس ہی قرآن پڑھا لیا جائے۔ چنانچہ مجھے تعلیم قرآن کے لئے ایک غیر مقلد حافظ صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔

طریقہ تعلیم

چونکہ سکول میں' میں پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ابجد شناس تو تھا ہی' اس لئے شروع سے ہی پہلے پارہ سے سبق شروع ہو گیا۔ استاد صاحب دو تین آیتیں کہلوا دیتے' ہم رٹ لیتے۔ اس کے بعد استاد صاحب ہمیں سناتے کہ میں نے فلاں حنفی مفتی صاحب کو شکست دی' فلاں حنفی عالم کو لاجواب کر دیا۔ دنیا بھر میں کوئی حنفی نہیں' نہ دیوبندی نہ بریلوی جو ہمارا سامنا کر سکے۔ پھر وہ کوئی اشتہار

لے کر بیٹھ جاتے کہ دیکھو یہ اشتہار بیس سال پرانا ہے' اس میں دنیا بھر کے حنفیوں کو چیلنج دیا گیا تھا کہ صرف ایک حدیث دکھادو کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ آج کے دن میں نے رفع یدین کو منسوخ کر دیا' ایک حدیث دکھادو کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ ایک صدی کے بعد میرا دین منسوخ ہو جائے گا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید میری امت پر فرض ہو جائے گی۔ یہ اشتہار دیوبند بھیجا گیا مگر کوئی حدیث نہ دکھا سکا' ہزار ہزار روپیہ انعام بھی رکھا گیا' ہمارے سامنے کوئی کھڑا نہ ہو سکا۔ استاد کی تعلیاں ہی ہم خالی الذہن لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے کافی تھیں لیکن جب کبھی وہ ساتھ یہ بھی فرماتے کہ میں ایک دفعہ دہلی جاتے ہوئے دیوبند اتر گیا' نماز کا وقت تھا تمام اساتذہ کرام اور طلباء مسجد میں جمع تھے' میں نے کھڑے ہو کر اشتہار دکھایا کہ یہ اشتہار بیس سال سے متواتر آپ کے مدرسہ میں بھیجا جا رہا ہے آپ کیوں احادیث نہیں سناتے؟ تو استاد صاحب بتاتے ہیں کہ وہاں کے اساتذہ نے بڑی لجاجت سے یہ بات فرمائی کہ مولانا آپ جانتے ہیں ہم حنفی ہیں' ہم تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ پڑھتے ہیں' حدیث نہ کبھی دیکھی نہ پڑھی۔ آپ ہم سے بار بار احادیث کا مطالبہ کر کے ہمیں شرمندہ کیوں کرتے ہیں۔ استاد صاحب کی ان نوازشات کے بعد ہم پر عالم یاس طاری ہو جاتا کیونکہ ہم نے گھر میں یہی سنا تھا کہ دیوبند کا مدرسہ دنیا بھر میں بہت بڑا مدرسہ ہے۔ جب ہمارے استاد جی دیوبند کے اساتذہ کو بھی لاجواب کر آئے تو اب حدیث کہاں ملے گی۔

اختلاف کیا ہے ؟

اب ظاہر ہے کہ ہم استاد جی سے پوچھتے کہ استاد جی! آپ کا اور اہل سنت والوں کا اختلاف کیا ہے؟ تو استاد جی فرماتے بیٹا! کلمہ ہم بھی نبی ﷺ کا پڑھتے ہیں اور وہ بھی کلمہ نبی پاک ﷺ کا ہی پڑھتے ہیں۔ اتنی بات پر ہمارا اور ان کا اتفاق ہے' آگے ہم کہتے ہیں جس کا کلمہ پڑھو بات بھی اسی کی مانو۔ وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم کلمہ نبی پاک ﷺ کا پڑھیں گے اور بات امام ابو حنیفہ کی مانیں گے۔ ہم

پوچھتے استاد جی! امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اگر مسلمان عالم تھے تو یقیناً نبی پاک ﷺ کی ہی باتیں لوگوں کو سمجھاتے ہوں گے کیونکہ خیرالقرون کے مسلمان عالم کے بارہ میں یہ سوچا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ نبی پاک ﷺ کے خلاف جان بوجھ کر باتیں بتائے۔ استاد جی فرماتے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت نیک آدمی تھے مگر ان کے زمانہ میں نبی پاک ﷺ کی احادیث جمع نہیں ہوئی تھیں اس لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بہت سے مسئلے قیاس سے بیان کر دیئے' لیکن ساتھ ہی یہ بھی تاکید فرما دی تھی کہ میرا جو قول حدیث کے خلاف ہو وہ چھوڑ دینا' لیکن یہ حنفی ضد کرتے ہیں۔ اس وقت ہمیں اتنا شعور نہیں تھا کہ استاد جی سے پوچھتے کہ استاد جی کیا وجہ ہے کہ امت کو فقہ کے جمع کرنے کی ضرورت پہلے پڑی اور حدیث کی بعد میں۔ اصحاب صحاح ستہ یقیناً فقہ کے ائمہ اربعہ سے بعد ہوئے مگر کسی نے بھی اپنی کتاب میں نہ فقہ حنفی کے رد کا باب باندھا نہ فقہ شافعی کے رد کا۔

علم حدیث

پھر استاد جی ہمیں بتاتے کہ جس طرح کپڑا کپڑے کی دکان سے ملتا ہے' شکر شکر کی دکان سے' اسی طرح حدیث صرف اور صرف اہل حدیث سے ملتی ہے اور کسی مدرسہ میں حدیث پڑھائی ہی نہیں جاتی۔ اگر ہمارے مدرسہ سے تم چلے گئے تو ساری عمر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاؤ گے لیکن تمہارے کان نبی پاک ﷺ کی ایک ایک حدیث کو ترس جائیں گے۔ نبی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والو! نبی ﷺ کی احادیث صرف یہاں ہی پڑھائی جاتی ہیں اور بس۔ اس وقت ہمیں بھی سمجھ نہ تھی اور نہ پتہ تھا کہ ان اہل حدیثوں کے بھائی اہل قرآن بھی ہیں لیکن یہ تو استاد کا فرض تھا کہ ہمیں کہتے کہ بیٹا قرآن صرف اہل قرآن سے پڑھنا چاہئے کیونکہ ان کا قرآن سے کیا تعلق۔ بہرحال ہمیں یہ منوا لیا گیا کہ ہم دو چار آدمی نبی ﷺ کو مانتے ہیں باقی سب نبی کے منکر ہیں۔

سو شہید کا ثواب

ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ نوافل کا ادا کرنا کیا‘ اس پر تو مذاق اڑایا کرتے تھے‘ سنتیں بھی خاص ضروری نہیں تھیں کیونکہ حنفی نفل اور سنتوں کا پورا اہتمام کرتے تھے‘ ہاں جو سنتیں مردہ ہو چکی ہیں ان کو زندہ کرنے کی بڑی تاکید کی جاتی تھی مثلاً نماز باجماعت میں ساتھی کے ٹخنے پر ٹخنہ مارنا سنت ہے جو مردہ ہو چکی ہے اس پر عمل کرنا سو شہید کا ثواب ہے‘ اسی طرح بلند آواز سے آمین کہنا سنت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ لوگ آمین سے چڑا کریں گے وہ میری امت کے یہودی ہیں اس لئے آمین اتنی بلند آواز سے کہو کہ جتنے حنفیوں کے کان تک آواز جائے گی اتنے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا اور یہودیوں کو چڑانے کا ثواب الگ۔

حقیقۃ الفقہ

اس کے ساتھ استاد جی کے پاس مولوی محمد یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ اور مولوی محمد رفیق پسروری کا رسالہ شمشیر محمدیہ بر عقائد حنفیہ اور شمع محمدی کتابیں تھیں۔ استاد جی ہمیں لے کر بیٹھ جاتے اور اس میں سے کوئی مسئلہ بتاتے پھر پانچ منٹ تک ہم اور استاد جی کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کرتے کہ ہائے ایسا گندہ مسئلہ نہ ہندوؤں کی کتابوں میں ہے نہ سکھوں کی کتابوں میں۔ ہائے اللہ: اگر ہندوؤں‘ سکھوں اور عیسائیوں کو اس مسئلے کا علم ہو گیا تو وہ مسلمانوں کو کتنا ذلیل سمجھیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں یہ بات خوب ذہن نشین کرائی جاتی تھی کہ دنیا میں مذہب حنفی اتنا گندہ مذہب ہے کہ ہندو‘ سکھ‘ مجوسی‘ یہودی سب کافر بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں۔

طریق کار :

اب جب ہمارا ذہن پختہ ہو گیا تو استاد جی فرماتے : کسی ایک دو سادہ حنفی نوجوانوں کو اکسایا کرو کہ ہمیں مولوی صاحب کے پاس لے چلو۔ اگر وہ ہمیں

حدیث دکھادیں گے تو ہم حنفی ہو جائیں گے۔ وہ بیچارے ہمیں لے جاتے ہم پوچھتے کہ مولانا یہ حدیث دکھائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے چھوڑ کر امام ابو حنیفہ کی تقلید کرنا۔ سوال کرنے کے بعد ہم اس کا جواب کبھی غور سے نہیں سنتے تھے۔ ہاں ہر دو منٹ کے بعد ان دونوں حنفیوں کو گواہ بنا کر کہتے کہ دیکھو مولوی صاحب کو ایک حدیث بھی نہیں آتی۔ جب دو چار مرتبہ ہم مولوی صاحب کو کہتے کہ آپ کو تو ایک حدیث بھی نہیں آتی تو فطری بات ہے کہ مولوی صاحب کو غصہ آجاتا تو ہم اب اٹھ کر آجاتے۔ استاد صاحب بہت خوش ہوتے کئی گاؤں میں ہماری نمائش کرائی جاتی کہ دیکھو اس لڑکے نے فلاں حنفی مفتی صاحب کو لاجواب کر دیا ہے' وہ ایک سوال کا جواب بھی نہیں دے سکا' ایک بھی حدیث اسے نہیں آتی۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کے فلک شگاف نعرے لگائے جاتے۔

چھ نمبر:

استاد جی اس فن کے ماہر تھے' فرماتے تھے کہ حنفیوں کو زچ کرنے کے لئے قرآن' حدیث یا فقہ پڑھنے کی ضرورت نہیں' ہر ان پڑھ ان کو تنگ کر کے سو شہید کا ثواب لے سکتا ہے۔

(۱) جب کسی حنفی کو ملو تو پہلے ہی اس پر سوال کر دو کہ آپ نے جو گھڑی باندھی ہے اس کا ثبوت کس حدیث میں ہے؟ اس قسم کے سوال کے لئے کسی علم کی ضرورت نہیں۔ آپ ایک چھ سالہ بچے کو میڈیکل سٹور میں بھیج دیں وہ دوائی پر ہاتھ رکھ کر یہ سوال کر سکتا ہے کہ اس دوا کا نام کس حدیث میں ہے؟ اس سوال کے بعد آکر اپنی مسجد میں بتاتا ہے کہ میں نے فلاں حنفی مولوی صاحب سے حدیث پوچھی وہ نہیں بتا سکے۔ پھر ہر غیر مقلد بچے اور بوڑھے کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر ہر گلی میں پروپیگنڈہ کرے کہ فلاں حنفی مولوی صاحب کو ایک بھی حدیث نہیں آئی۔

(۲) دوسرا نمبر یہ ہے کہ خدانخواستہ اگر تم کہیں پھنس جاؤ اور تمہیں کوئی کہے کہ تم نے جو پین جیب میں لگا رکھا ہے اس کا نام حدیث میں دکھاؤ تو گھبرانا نہیں فوراً ان سے پوچھو کہ کس حدیث میں یہ منع ہے؟ اور شور مچا دو کہ منع کی حدیث نہیں دکھا سکے نہ فلاں کام کے کرنے کی حدیث دکھا سکے نہ فلاں کام کے منع کی حدیث دکھا سکے۔ اب سب غیر مقلد یہ پروپیگنڈہ کریں گے جی کہاں سے بیچارے حدیث لائیں فقہ ہی تو ساری عمر پڑھتے پڑھاتے ہیں۔

(۳) اور اگر کسی جگہ پھنس جاؤ کہ کوئی صاحب کوئی حدیث کی کتاب لے آئیں کہ تم اہل حدیث ہو دیکھو کتنی احادیث ہیں جن پر تمہارا عمل نہیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں فوراً ایک قہقہہ لگا کر کہا کرو لو جی' یہ حدیث کی پتہ نہیں کون سی کتاب لے آئے۔ ہم تو صرف بخاری و مسلم اور زیادہ مجبوری ہو تو صحاح ستہ کو مانتے ہیں' باقی حدیث کی سب کتابوں کا پوری ڈھٹائی سے نہ صرف انکار کر دو بلکہ استہزاء بھی کرو اور اتنا مذاق اڑاؤ کہ پیش کرنے والا ہی بے چارہ شرمندہ ہو کر حدیث کی کتاب چھپا لے اور آپ کی جان چھوٹ جائے۔

(۴) اگر بالفرض کوئی ان چھ کتابوں میں سے کوئی حدیث دکھا دے جو تمہارے خلاف ہو تو فوراً کوئی شرط اپنی طرف سے لگا دو کہ فلاں لفظ دکھاؤ تو ایک لاکھ روپیہ انعام۔ جیسے مرزائی کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں حدیث دکھاؤ کہ مسیح علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے وہ حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مرجوح ہو یا غیر مقلد کہتے ہیں کہ رفع یدین کے ساتھ منسوخ کا لفظ دکھاؤ اور اس اپنے لفظ پر اتنا شور مچاؤ کہ وہ خود ہی خاموش ہو کر رہ جائے۔

(۵) اگر بالفرض وہ لفظ مل ہی جائے اور مخالف دکھا دے کہ دیکھو جس لفظ کا تم نے مطالبہ کیا تھا تو پورے زور سے تین مرتبہ اعلان کر دو کہ ضعیف ہے' ضعیف ہے' ضعیف ہے۔ اب حدیث بھی نہ ماننی پڑی اور رعب بھی قائم ہو گیا کہ دیکھو مولوی صاحبان کو تحقیق ہی نہیں تھی۔ اس ان پڑھ کو پتہ چل گیا کہ حدیث

ضعیف ہے۔

(۶) استاد جی تاکید فرماتے تھے کہ جو نماز نہیں پڑھتا اس کو نہیں کہنا کہ نماز پڑھا کرو۔ ہاں جو نماز پڑھ رہا ہو اس کو ضرور کہنا ہے کہ تیری نماز نہیں ہوئی۔

بس یہ چھ نمبر ہمارے علم کلام کا محور تھے۔ والد صاحب پابند صوم و صلوۃ' تہجد گزار اور عابد آدمی تھے۔ روز ان سے جھگڑا ہوتا کہ نہ تمہاری نماز ہے نہ تمہارا دین ہے اور نہ تمہاری تہجد مقبول ہے اور نہ کوئی اور عبادت۔ والد صاحب فرماتے لڑا نہیں کرتے' تیری نماز بھی ہو جاتی ہے اور ہماری بھی۔ میں کہتا کہ کتنا بڑا دھوکہ ہے' کیا ایک خدا نے دو نمازیں اتاری ہیں' ایک مدینہ میں' ایک کوفہ میں۔ ہماری نماز نبی ﷺ والی نماز ہے جو ہمیں جنت میں لے کر جائے گی۔ تمہاری نماز کوفے والی نماز ہے یہ تمہیں سیدھا جہنم میں لے جائے گی۔ والد صاحب فرماتے بکواس نہ کیا کرو۔ ہم اس کو اپنی بہت بڑی فتح سمجھتے تھے اور ساتھ یہ بھی رعب کہ میں تو آپ کا بہت احترام کرتا ہوں ورنہ اگر میں فقہ کا گند کھول دوں تو تعفن سے سب کے دماغ پھٹ جائیں گے۔ چند سال اسی صورت میں گزر گئے۔

نقل مکانی :

ہم وہاں سے دوسری جگہ چلے گئے وہاں نہ کوئی اکسانے والا نہ شاباش دینے والا' البتہ شہر میں میں ایک مدرسہ میں ایک وقت پڑھنے چلا جاتا وہاں میرے اسباق علم النحو' بلوغ المرام اور نسائی شریف تھے۔ مقصد تعلیم کسی کتاب کا پورا پڑھنا نہیں ہوتا تھا بس فاتحہ خلف الامام' رفع یدین' آمین' سینے پر ہاتھ باندھنا' ٹانگیں چوڑی کرنا اگر آجائیں تو فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوجانا یقینی تھا البتہ اب گاؤں میں وہ گرما گرمی باقی نہ رہی تھی۔

تحریک ختم نبوت

اسی دوران ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت چلی ہمارے لکھنوی صاحبان تحریک کے مخالف تھے کیونکہ وہ قادیانیوں کو مسلمان کہتے تھے' اس تحریک میں علاقہ چھچھ کے دو بزرگ حضرت مولانا سید محمد عبدالحنان صاحب قدس اللہ سرہ تاجک والے اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب قدس اللہ سرہ سابق شیخ الحدیث تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی اپنے علاقہ سے تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتار ہوئے ان دونوں حضرات کو ساہیوال جیل منتقل کر دیا گیا۔ اس جیل میں اوکاڑہ کے قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب سیوہاروی فاضل دیوبند بھی موجود تھے۔ اول الذکر دونوں بزرگ فاضل دیوبند اور امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری نور اللہ مرقدہ کے اخص تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت مولانا سیوہاروی نے دونوں حضرات کو راضی کر لیا کہ وہ رہائی کے بعد اوکاڑہ میں تدریس فرمائیں گے۔ چنانچہ دونوں حضرات اوکاڑہ تشریف لے آئے' احناف نے "اوکاڑہ میں علم و عرفان کی بارش" کے بہت اشتہارات شائع کئے اور ان حضرات کا شاندار استقبال کیا۔

مناظرہ کا شوق

اس وقت میرے غیر مقلد استاد جناب مولانا عبدالجبار صاحب محدث کھنڈیلوی تھے۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ سنا ہے کہ علامہ انور شاہ کے شاگرد آئے ہیں ان سے مناظرہ کرنا ہے' میں نے کہا کہ حضرت وہ کیا کریں گے خود امام ابو حنیفہ بھی قبر سے اٹھ کر آجائیں تو ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ہمارے پاس حدیث ہے ان کے پاس قیاس۔ استاد صاحب اس پر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں اور ایک اشتہار دیا جس کا عنوان تھا "دنیا بھر کے حنفیوں کو گیارہ ہزار روپے انعام کا کھلا چیلنج" فرمایا یہ اشتہار لے جاؤ فتح یقیناً تمہاری ہے۔

عید گاہ میں

ان حضرات کا قیام عید گاہ کے مدرسہ میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کے گرد بہت مخلوق ہے اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب کے گرد کچھ کم لوگ ہیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اول الذکر ان دونوں حضرات میں سے بڑے عالم ہیں۔ میں ان کے پیچھے چارپائی پر بیٹھ گیا' حضرت کے کندھے' پھر سر کو سہلانا شروع کر دیا۔ حضرت نے دو تین دفعہ میری طرف دیکھا اور خاموش رہے' چوتھی مرتبہ پوچھا کیا کام کرتے ہو' میں بھی موقع کی تلاش میں تھا جھٹ جیب سے اشتہار نکال کر حضرت کے سامنے پھیلا دیا اور عرض کیا کہ حضرت اہل حدیث حضرات نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے' وہ فی حدیث ہزار روپیہ انعام بھی دیتے ہیں لیکن ہمارے علماء کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے' آپ ضرور میری رہنمائی فرمائیں اور یہ حدیث لکھوا دیں جن میں ان گیارہ سوالوں کا جواب ہو۔ حضرت نے فرمایا میں نے پنجاب میں تدریس بہت کم کی ہے میری اردو زیادہ صاف نہیں' مولانا عبدالقدیر صاحب نے اکثر تدریس پنجاب میں کی ہے اور ان کی اردو بھی صاف ہے اور ان کو ان مسائل میں دلچسپی بھی ہے ان سے سمجھ لیں۔ میں اٹھا اور مولانا عبدالقدیر صاحب کی طرف چلا۔ ادھر حضرت نے مولانا کو آواز دی کہ مولانا! لڑکا ذہین ہے آپ اس کو سمجھائیں اللہ تعالیٰ سے بڑی امید ہے انشاء اللہ پہلے ہی جلاب سے گند نکل جائے گا۔ حضرت کے فرمانے پر مولانا نے میرے ہاتھ سے اشتہار لیا اور پڑھنے لگے۔ مولانا اشتہار پڑھ رہے تھے میں مولانا کا چہرہ پڑھ رہا تھا' کبھی تھوڑا سا زیر لب مسکرا دیتے اور کبھی پیشانی پر ناراضگی کے شکن ابھر آتے' بہرحال مولانا نے پورا اشتہار پڑھ لیا۔

نیت :

حضرت نے سب سے پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ بیٹا اپنی نیت درست کر لو اگر

کوئی شخص اس نیت سے مسئلہ پوچھتا ہے کہ دین کا مسئلہ سمجھ کر عمل کرنا ہے تو مسئلہ پوچھنے کا اجر الگ ملتا ہے اور اس پر عمل کرنے کا الگ۔ اور اگر کسی شخص کی نیت مسئلہ پوچھنے میں شرارت یا فتنے کی ہو تو مسئلہ پوچھنے کا گناہ الگ ہوگا اور شرارت کا الگ۔ فرمایا میں تو اسی نیت سے مسئلہ سمجھاؤں گا کہ خالص اللہ کی رضا مقصود ہے اور بس۔ میں نے کہا کہ میں بھی اللہ ہی کی رضا کے لئے سمجھنا چاہتا ہوں۔

دلیل کس کے ذمہ ؟

حضرت نے فرمایا کہ اس اشتہار میں بہت سے دھوکے ہیں مگر مولویوں کے دھوکے مولوی ہی سمجھ سکتے ہیں' ہر شخص کے بس کا روگ نہیں۔ فرمایا اگرچہ اشتہار والے نے اپنے آپ کو اہل حدیث لکھا ہے مگر دراصل یہ منکر حدیث ہے کیونکہ مشہور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "البینة علی المدعی" کہ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اور دنیا کی ہر عدالت بھی ہمیشہ مدعی سے ہی گواہ مانگتی ہے۔ ان گیارہ کے گیارہ مسائل میں مدعی غیر مقلد ہیں۔ دلیل ان کے ذمہ ہے مگر اس نے اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے الٹے ہم سے سوال کر ڈالے ہیں۔ فرمایا اس کو مثال سے سمجھو۔ رافضی اذان میں کچھ کلمات زیادہ کہتے ہیں مثلاً اشہد ان علیا ولی اللہ الخ اب ہمیں تو حق ہے کہ ان سے سوال کریں کہ آپ کسی آیت یا حدیث سے ثابت کریں کہ نبی اکرم ﷺ یا کم از کم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کلمات کا ثبوت ہو مگر وہ قیامت تک اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ وہ اپنے جاہل مریدوں کو دھوکا دینے کے لئے اگر یوں سوال بنائیں جس طرح اس غیر مقلد نے بنایا ہے کہ دنیا بھر کے غیر مقلد اکٹھے ہو کر ایک حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح ایسی پیش کریں کہ آنحضرت ﷺ نے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اذان میں یہ کلمات کہنے سے منع فرمایا ہو تو منع کا لفظ دکھانے پر مبلغ ایک لاکھ روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ اب آپ ایسی حدیث اپنے

استاد سے لکھوا لاؤ یا شیعہ مذہب کا سچا ہونا اور غیر مقلدوں کے مذہب کا جھوٹا ہونا مان لو کہ ساری دنیا کے غیر مقلد ایک حدیث نہیں دکھا سکے۔ میں نے کہا ہم کیوں حدیث دکھائیں جو یہ کلمات زائد کہتے ہیں وہ اس کا ثبوت پیش کریں۔ ہمیں منع کی حدیث سنانے کی کیا ضرورت ہے' یہ سوال تو محض دھوکا ہے۔ فرمایا پھر رفع یدین تم کرتے ہو اور حدیث ہم سے منع کی مانگتے ہو یہ بھی ایسا ہی دھوکا ہے۔ پھر فرمایا دیکھو قرآن پاک کی پہلی سورۃ فاتحہ ہے' اسی کا نام ام القرآن ہے اور اسی پر زیادہ جھگڑے ہیں۔ کوئی فاتحہ علی الطعام پر لڑتا ہے اور کوئی فاتحہ خلف الامام پر۔ جبکہ سورۃ فاتحہ میں بنیادی طور پر دو ہی مسئلے ہیں۔ مسئلہ توحید اور مسئلہ تقلید۔ فاتحہ علی الطعام والوں کو توحید اچھی نہیں لگتی اور فاتحہ خلف الامام والوں کو تقلید اچھی نہیں لگتی۔ یعنی فاتحہ کے ماننے کو دل کسی کا بھی نہیں چاہتا۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ اگر تمہارا مناظرہ فاتحہ علی الطعام والوں سے ہو جائے تو آپ ان سے سوال کریں گے کہ ایصال ثواب کی نیت سے کھانے پر فاتحہ پڑھنے کی حدیث لاؤ یا ان کو بھی سوال کا حق دیں گے کہ ساری دنیا کے غیر مقلدین مل کر صرف ایک حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح ایسی پیش کردیں کہ حضور اکرم ﷺ نے خاص ایصال ثواب کی نیت سے کھانا سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنے سے منع فرمایا ہو۔ خاص منع کا لفظ دکھانے پر ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ فرمایا جاؤ ایسی حدیث لے آؤ۔ میں نے کہا جب کھانے پر فاتحہ وہ پڑھتے ہیں تو وہ دلیل لائیں ہم سے منع کی دلیل کیوں مانگتے ہیں۔ فرمایا پھر امام کے پیچھے تم فاتحہ پڑھتے ہو یا ہم۔ میں نے کہا ہم۔ فرمایا پھر ہم سے منع کی حدیث کیوں مانگتے ہو۔ کیا شعیب علیہ السلام کی قوم کی طرح آپ کے لینے کے باٹ اور ہیں اور دینے کے باٹ اور ہیں؟ آپ کو آنحضرت ﷺ کا فرمان یاد نہیں کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو تمہیں اپنے لئے پسند ہو۔

دلیل خاص کا مطالبہ

فرمایا مدعی سے بھی دلیل کا مطالبہ تو کیا جا سکتا ہے مگر دلیل خاص کا مطالبہ جائز نہیں ہوتا۔ یہ تو کافروں کا طریقہ تھا کہ وہ ان معجزات کو نہیں مانتے تھے جو نبی پاک ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے بلکہ اپنی طرف سے شرطیں لگا لگا کر فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے تھے۔ پھر اگر فرمائشی معجزہ نہ دکھایا گیا تو ان کو یہ حق تو تھا کہ کہتے کہ ہمارا فرمائشی معجزہ نہیں دکھایا گیا مگر وہ یہ پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ سرے سے کوئی معجزہ دکھایا ہی نہیں گیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی آئے اور کہے کہ میں بہت گنہگار ہوں ساٹھ سال عمر ہو گئی ہے کبھی نماز نہیں پڑھی آج توبہ کرنے آیا ہوں آپ مجھے مکمل نماز کا طریقہ سکھا دیں مگر میری صرف ایک شرط ہے کہ نمازوں کی رکعتیں بھی قرآن سے دکھائیں، ثناء بھی، تشہد بھی، درود شریف کے الفاظ بھی صرف قرآن سے دکھائیں کیونکہ میں خدا کی عبادت صرف خدا کی کتاب کے مطابق کرنا چاہتا ہوں اور کسی کو نہیں مانتا تو کیا آپ اس کو یہ سب چیزیں قرآن سے دکھا دیں گے؟ اگر نہ دکھا سکیں اور وہ یہ کہے کہ قرآن سے نماز نہیں سکھا سکے تو ٹھیک ہے مگر یوں کہے کہ ان مسائل کا کوئی ثبوت نہیں دے سکے تو یہ بات غلط ہے۔ اسے کہتے ہیں دلیل کو خاص کرنا۔ اگر کسی عدالت کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے تو وہ عدالت ساری عمر میں ایک مقدمہ کا بھی فیصلہ نہ کر سکے۔ مثلاً عدالت مدعی سے گواہ مانگے گی، مدعی جو گواہ بھی پیش کرے آپ کو اس گواہ پر جرح کا پورا حق دے گی مگر آپ کو گواہ خاص پر ضد کرنے کی اجازت نہیں دے گی کہ مدعی نے زید کو گواہ بنایا۔ عدالت آپ سے کہے کہ اس پر جرح کرو آپ کہیں کہ میں اس کو گواہ ہی نہیں مانتا۔ ملک کا صدر یا وزیر اعظم گواہی دے تو میں مانوں گا تو کیا کوئی عدالت اس غلط اصول پر چل سکے گی۔

ایمان نبی پر یا شرط پر :

حضرت نے فرمایا جیسے کافر ایمان نبی پر نہیں اپنی فرمائش پر رکھتے تھے اسی طرح تم یہ بات دل سے نکال دو کہ تمہارا ایمان نبی ﷺ پر ہے۔ ہرگز نہیں۔ تمہارا ایمان صرف اپنے استاد کی شرط پر ہوتا ہے جس طرح کافر نبی پاک ﷺ سے کہتے تھے کہ جو ہم کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے کہلوا دو یا اللہ تعالیٰ سے کروا دو تو ہم مان لیں گے ورنہ نہیں۔ اسی طرح آپ کے استاد آپ کو ایک عبارت لکھ دیتے ہیں کہ بعینہ یہ الفاظ اللہ کے نبی ﷺ سے کہلوا دو تو ہم مان لیں گے ورنہ اس سے پہلے جو آپ ﷺ نے از خود فرمایا ہے وہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔ اب میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ بات تو مولانا بالکل صحیح فرما رہے ہیں ہمیں کوئی سو حدیث بھی سنا دے ہم اس پر توجہ ہی نہیں دیتے بلکہ بیکار سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ ہمارے استاد نے جو لفظ مانگا ہے وہ حضور ﷺ نے کیوں نہیں فرمایا۔ یہ تو گویا رسول پاک ﷺ کو مشورہ دینا ہے کہ حضرت آپ نے کوئی مسئلہ بتانا ہو تو فقرہ ہم سے بنوا لینا اور شرط بھی ہم سے پوچھ لینا کیونکہ اگر آپ نے ہماری شرط کے مطابق ہمارا ہی لکھا ہوا فقرہ بیان نہ فرمایا تو ہم ہرگز آپ کی بات نہیں مانیں گے۔

ایک سوال :

میں نے عرض کی کہ حضرت آپ بھی کوئی سوال ایسا بتا سکتے ہیں کہ اس میں صرف حدیث کا مطالبہ ہو اور ساتھ انعام کا بھی وعدہ ہو اور ہمارے استاد بھی اس طرح کی حدیث پیش نہ کر سکیں بلکہ اس سوال کو دھوکا کہنے پر مجبور ہوں جیسے آپ ان کے سوالات کو دھوکا فرما رہے ہیں۔ مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کیا دھوکا بھی اچھی چیز ہے کہ ہم بھی شروع کر دیں۔ میں نے کہا مجھے سمجھانے کے لئے آپ ضرور کوئی سوال لکھ دیں تو حضرت نے اسی اشتہار کے دوسری طرف سوال لکھا کہ آپ اپنی ہی شرط کے موافق ایک ہی حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح

ایسی پیش فرمائیں جس سے ثابت ہو کہ دلیل شرعی صرف حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے تو میں آپ کو پچاس ہزار روپے نقد انعام دوں گا اور مولانا نے اس پر دستخط فرمادیئے۔ ان کے دستخط فرمانے سے میں سوچنے لگا کہ ہمارے استاد صاحب تو ہمیں روز تاکید کرتے ہیں کہ چیلنج پچاس ہزار روپے سے کم کا نہیں دینا مگر دستخط کبھی پانچ پیسے پر بھی نہیں کرنے لیکن مولانا نے پچاس ہزار روپے پر بلا جھجک دستخط فرمادیئے ہیں۔

واپسی

اب میں وہ اشتہار لے کر اٹھا۔ واپس آیا تو استاد جی بڑی بے قراری سے گیٹ پر کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے۔ جب میں واپس پہنچا تو پوچھا کوئی ہمارے اشتہار کو ہاتھ لگاتا ہے۔ میں نے کہا حضرت آج تو بہت بری طرح ہاتھ لگایا اور انہوں نے بھی ایک حدیث کا مطالبہ کیا ہے اگر آپ لکھ دیں تو وہ پچاس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ انہوں نے دستخط بھی کر دیئے ہیں۔ استاد جی! آپ حدیث لکھ دیں میں انعام لے کر آتا ہوں۔ دسمبر کا سردی کا مہینہ تھا۔ استاد جی نے سوال کی ایک سطر پڑھتے ہوئے پورے زور سے تین مرتبہ پسینہ صاف فرمایا۔ استاد کو پسینہ میں غرق دیکھ کر سوال کے وزن کا اندازہ مجھے بھی ہو رہا تھا۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری ہدایت کا وقت آن پہنچا تھا۔ استاد جی کے منہ سے سوال پڑھتے ہی پہلا جملہ یہ نکلا بیٹا یہ شرطیں ﷺ کے لئے لگائی جاتی ہیں۔ یہ سنتے ہی میرے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی میں نے کہا حضرت دھوکا اور دین میں اور وہ بھی قرآن و حدیث کے نام پر۔ میں نے کہا استاد جی! یہ تو آج مولانا نے سمجھایا ہے کہ تمہارا ایمان نبی پر نہیں، تمہارا ایمان محض استاد کی جعلی شرطوں پر ہے اور آج آپ نے خود ہی ان شرطوں کو دھوکا فرمادیا تو ہم تو کہیں کے بھی نہ رہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ایک اور سوال

استاد صاحب کی درسگاہ میں تپائی پر استاد صاحب کی کتابیں کاپیاں وغیرہ میں ہی رکھا کرتا تھا۔ ان میں دو موٹی موٹی کاپیاں تھیں ایک پر لکھا تھا" تقریر صحیح بخاری شریف از علامہ انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دارالعلوم دیوبند" دوسری پر لکھا تھا" تقریر ترمذی شریف از سید حسین احمد مدنی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند" ایک دن میں نے استاد جی سے پوچھا تھا کہ استاد جی! آپ ان مشرکوں کی کاپیاں اپنے پاس کیوں رکھتے ہیں؟ اس زمانہ میں علمائے احناف کو مشرک کہنا ہمارے ہاں بہت بڑی نیکی اور استاد محترم کو خوش کرنے کا بہت بڑا ذریعہ تھا۔ استاد محترم اس پر بہت خوش ہوتے اور خوب شاباش دیتے۔ استاد جی نے فرمایا بیٹا مسائل میں ہمارا ان کے ساتھ اختلاف ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو علم سے بہت نوازا ہے، ہم ان کی کاپیاں پڑھے بغیر نہ بخاری پڑھا سکتے ہیں نہ ترمذی۔ آج وہ بات میرے ذہن میں ابھر آئی میں نے پوچھا استاد جی! آپ دھوکا ان لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں جن کی کاپیاں پڑھے بغیر آپ بخاری اور ترمذی نہیں پڑھا سکتے؟ استاد جی نے یہ بات سن کر فرمایا جاؤ دفع ہو جاؤ اب وہاں نہ جانا۔ میں نے کہا استاد جی آپ حدیث تو لکھ دیں میں انعام لے کر آتا ہوں۔ استاد جی نے ایک تھپڑ مارا کہ جاؤ بیٹھو۔

دوبارہ جانا :

اب عصر کے بعد میں دوبارہ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ بات تو کنفرم ہو گئی کہ یہ سوالات محض دھوکا ہیں لیکن یہ فرمائیے کہ آپ لوگ حدیث کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال کو کیوں ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حضرت نے مجھے مطالعہ کے لئے اعلاء السنن عنایت فرمائی جس کے ساتھ اردو ترجمہ بھی تھا۔ اب میں جب احادیث پڑھتا تھا تو حیرانی ہوتی تھی کہ یہ کتنا بڑا

جھوٹ ہے جو ہم روزانہ بولتے ہیں۔ اب میں اپنے استاد جی سے پوچھتا کہ استاد جی ان سب احادیث کو جو اعلاء السنن میں لکھی ہیں آپ کیوں نہیں مانتے اور ان پر عمل کرنے والوں کو آپ اہل الرائے کیوں کہتے ہیں؟ اور اس کتاب کا کوئی مکمل جواب کسی غیر مقلد عالم نے لکھا ہو تو مجھے بتائیں میں اُس کا بھی مطالعہ کروں مگر پورے تجسس کے بعد بھی یہی پتہ چلا کہ اس کے جواب سے ساری دنیائے غیر مقلدیت عاجز ہے۔ میں اس کتاب اعلاء السنن کا وہاں مدرسہ میں بیٹھ کر مطالعہ کرتا تو استاد جی سخت ناراض ہوتے بلکہ ایک دو دفعہ میری پٹائی بھی کی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اہلحدیث حدیث کے اتنے دشمن کیوں ہیں؟ میں کہتا آپ مجھے احادیث کیوں نہیں پڑھنے دیتے؟ وہ بس ایک ہی رٹ لگاتے کہ یہ حدیث کی کتاب تم ہمارے مدرسے میں کیوں لائے؟ میں نے ایک دن دیوار پر خوشخط یہ حدیث لکھ دی کہ آپ ﷺ سے متواتر حدیث میں ہے اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر (کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو اس میں زیادہ ثواب ہے) پوری مسجد میں شور مچ گیا یہ حدیث کس نے لکھی؟ کیوں لکھی؟ مارو نکالو اس کو۔ اگلے دن میں نے دیوار پر یہ حدیث لکھ کر لگا دی ابردوا بالصلوۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم۔ کہ ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔ اس پر میری جواب طلبی ہوئی کہ تم شرارتیں کیوں کرتے ہو۔ اگلی نماز سے پہلے میں نے دیوار پر یہ حدیث لگا دی فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔ میں یہ اندازہ لگاتا تھا کہ ان لوگوں کو جتنا بغض حدیث سے ہے کسی اور چیز سے نہیں۔

تیسری بار :

پھر میں مولانا کے پاس گیا پوچھنے لگے تقلید شخصی کو کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا شرک۔ فرمایا جتنے محدثین کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور

طبقات حنابلہ میں ہے کیا وہ سب مشرک ہیں؟ میں نے کہا بلا شک۔ فرمایا پھر تو صحاح ستہ والے بھی سب مشرک ہو گئے۔ تم بلوغ المرام پڑھتے ہو' ابن حجر شافعی بھی مشرک ہوا' تم نسائی پڑھتے ہو وہ بھی شافعی کا مقلد ہے مشرک ہوا۔ اب میں استاد صاحب کے پاس آیا میں نے پوچھا کہ کسی محدث یا مسلمہ مورخ نے محدثین کے حالات میں کوئی کتاب طبقات غیر مقلدین نامی لکھی ہو تو وہ دکھائیں۔ استاد صاحب ناراض ہو گئے کہ تم بس شرارت کرتے ہو اور طلباء کو اعلاء السنن سے حدیثیں سناتے ہو اور مسجد کی دیوار پر حدیثیں لکھ لکھ کر لگاتے ہو۔ ہم ان باتوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حدیثیں سنانے اور لکھنے سے باز آؤ ورنہ مدرسے سے نکل جاؤ' ہمارے پاس طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب نہیں۔ میں پھر حضرت کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ انگریز کے دور سے پہلے کی پاک و ہند میں غیر مقلدین کی کوئی مسجد' کوئی مدرسہ' کوئی قبر' کوئی ترجمہ قرآن' کوئی ترجمہ حدیث ہو تو دکھاؤ' کوئی نماز کی مکمل کتاب ہو تو وہ لاؤ۔ اب جب میں نے استاد جی سے یہ پوچھا تو کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ غصے میں بولے تمہیں شرارت کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔

لطیفہ :

ایک دن نسائی کا سبق تھا اور مسئلہ قراءت خلف الامام کا۔ میں بھی سبق میں بیٹھا مگر کتاب ہاتھ میں نہیں لی۔ استاد جی نے پوچھا کتاب کہاں ہے؟ میں نے کہا کمرے میں۔ فرمایا لایا کیوں نہیں؟ میں نے کہا وہ تو مشرک کی لکھی ہوئی ہے میں کیوں ہاتھ لگاؤں؟ استاد جی نے بل تو کھائے مگر خاموش رہے۔ امام نسائی نے باقاعدہ باب باندھا ہے باب تاویل قولہ تعالٰی واذا قرئَ القرآن فاستمعوالہ وانصتوا لعلکم ترحمون' اور پھر حدیث لائے ہیں اذا قرأ فانصتوا۔ گویا خدا اور رسول دونوں کا حکم ہے کہ امام جب قراءت کرے تو مقتدی خاموش رہیں۔ یہ آیت اور حدیث استاد صاحب کے خلاف تھی۔ استاد

صاحب اس حدیث کو شہید کرنے پر تل گئے۔ فرمایا! ابو خالد احمر مدلس ہے' یہ حدیث جھوٹی ہے ابو خالد احمر کا کوئی متابع دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں نہیں۔ میں نے علامہ انور شاہ کشمیری سے بات کی' وہ بھی کوئی متابع نہ دکھاسکے۔ میں نے آٹھ دس مناظرہ کئے ہیں کوئی ماں کا لعل جواب نہیں دے سکا۔ میں تو مطالعہ کر کے بیٹھا تھا دل ہی دل میں استاد جی کی اس جرات پر شرمسار ہو رہا تھا مگر زبان سے خاموش تھا کہ استاد صاحب کی نظر عنایت مجھ پر ہوئی فرمایا' او حنفی! خالد کا کوئی متابع ہے؟ حالانکہ میں ابھی حنفی نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا استاد جی! آپ اوپر کو منہ اٹھا کر بیٹھے ہیں اس طرح متابع کیسے نظر آئے گا۔ ذرا آنکھیں کتاب پر لگائیں تو اسی کتاب میں اس کا متابع محمد بن سعد انصاری موجود ہے اور میں نے اٹھ کر اس پر انگلی رکھ دی۔ اب تو استاد صاحب غصے میں گالیوں پر اتر آئے۔ میں نے آہستہ سے تسبیح نکال کر پاس رکھ دی۔ فرمایا یہ کیا؟ میں نے عرض کیا آپ نے جو گالیوں کی تسبیح پڑھنی ہو وہ پڑھ لیں پھر مجھے بتائیں کہ آخر آپ کو سامنے پڑی ہوئی کتاب میں یہ متابع نظر کیوں نہیں آیا؟ بس پھر تو لاٹھی سے پٹائی شروع ہوگئی اور مجھے مدرسے سے نکال باہر کیا گیا۔ اب میں اعلاء السنن اور حضرت مولانا محمد حسن صاحب محدث فیض پوری کی کتاب ستہ ضروریہ' الدلیل المبین وغیرہ کا مطالعہ کرتا' لیکن ابھی ذہن سے غیر مقلدیت نکل نہیں رہی تھی۔ کوئی فقہ کا مسئلہ دیکھتا تو اس کے لئے حدیث کی تلاش میں بھاگتا۔ کئی ماہ بعد پھر ذہن نے پلٹا کھایا اب اگر کوئی آیت یا حدیث پڑھتا تو ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا کہ اس کا جو مطلب ذہن میں آیا ہے وہ مرزا کادیانی کی طرح نیا ہی ہے یا اکابر اور اسلاف نے بھی یہی مطلب سمجھا ہے تو اب خود رائی اور خود بینی کی بیماری ذہن سے نکلی اور غیر مقلدیت کا روگ دل سے رخصت ہوا اور میں اہلسنت والجماعت حنفی مسلک پر جم گیا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اس مسلک حقہ پر استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اہل سنت والجماعت حنفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔ امابعد

معزز قارئین ! اس دنیا میں بہت سے دین پائے جاتے ہیں مگر ان میں سچا دین صرف اور صرف اسلام ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ (۱۹:۳) بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی "حکم برداری" ہے۔ وَمَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۸۵:۳) اور جو کوئی چاہے سوائے اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہے ..... اسی طرح مسلمانوں میں کئی فرقے ملتے ہیں مگر ان میں نجات پانے والے صرف اہل سنت والجماعت ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی یعنی نجات وہ پائیں گے جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر ہوں گے اور فرمایا میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا (ترمذی) اور فرمایا جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں (بخاری) اور ایک روایت میں تو آپ ﷺ نے تارک سنت کو ملعون فرمایا (مشکوٰۃ) اور اہل سنت والجماعت کے علاوہ باقی فرقوں کو آپ ﷺ نے دوزخی فرمایا (ابوداؤد)۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سے آیت کریمہ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا جن کے چہرے قیامت کے دن روشن ہوں گے وہ اہل سنت

والجماعت ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی ارشاد فرمایا (الدرالمنثور ص ۲/۶۳) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں (الکامل لابن اثیر ص ۶۲/ج ۴)

وضاحت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے امتیو ! میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان پر مضبوطی سے قائم رہوگے تو گمراہ نہیں ہوگے: اللہ کی کتاب اور میری سنت (موطا ص ۷۰۲)۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے اور لفظی الہام یا وحی متلو ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب پر خود اللہ تعالیٰ کے سمجھانے سے اللہ تعالیٰ ہی کی زیر نگرانی عمل کر کے جو عملی نمونہ پیش فرمایا اس کو "سنت" کہتے ہیں اس سے اہل سنت کا معنی بھی سمجھ آگیا کہ جو لوگ قرآن پاک پر اپنی خود رائی سے نہیں بلکہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونے کو سامنے رکھ کر عمل کرتے ہیں وہ "اہل سنت" کہلاتے ہیں۔ کیونکہ الفاظ قرآن کے ہوں اور نمونہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو یہی سنت ہے۔

والجماعت

جس طرح قرآن پاک کو صحیح سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان دانی کافی نہیں اس کی صحیح تفسیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والی امت کی پوری رہنمائی کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک عظیم جماعت تیار فرمائی جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کیا اور بعد میں آنے والوں کے لئے یہ حضرات سنت کے عملی نمونے قرار پائے جو نہ صرف یہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں تیار ہوئے بلکہ خداوند قدوس نے بھی مکمل نگرانی فرمائی اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے) کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیدی حکم دیا کہ علیکم بالجماعة اس

جماعت کو لازم پکڑو اور جماعت سے کٹنے والے کو شیطان کا لقمہ فرمایا اور اس بکری سے تشبیہ دی جو چرواہے کی نگرانی اور ریوڑ سے نکل کر کسی بھیڑیئے کا نوالہ بن جائے (احمد)
شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فاهل السنة والجماعة هم المتبعون للنص والاجماع (منهاج السنة ص ۲۷۲/ج ۳) یعنی اہل سنت وہ لوگ ہیں جو نص (کتاب وسنت) اور اجماع کی تابعداری کرتے ہیں۔

تکمیل دین

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری اور کامل کتاب میں دین کی تکمیل کا اعلان فرمادیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (۳:۵) آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔

تمکین دین

آپ ﷺ جو کامل دین اسلام لے کر آئے پوری دنیا کے لئے تھا۔ عرب میں تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں دین پھیل گیا۔ باقی عجم میں آپ کے صحابہ کرامؓ جو آپ ہی کی سنت کے نمونے تھے ان کے ذریعہ دین پھیلا اور اس کی پیشین گوئی خود قرآن پاک میں فرمادی گئی تھی "وعدہ کرلیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم مین ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام البتہ پیچھے حاکم کردے گا ان کو ملک میں جیسا کہ حاکم کردیا تھا ان سے اگلوں کو اور جمادے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کردیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے امن' میری بندگی کریں گے' شریک نہ کریں گے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے' سو وہی لوگ ہیں نافرمان" (النور۔۵۵)........ چنانچہ جس دین کی تکمیل آپ ﷺ پر ہوئی تھی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محنتوں اور کوششوں سے دنیا میں مضبوطی کے ساتھ جم گیا یہی وہ مقدس جماعت ہے جن کا ذکر خیر ہمارے نام میں "والجماعت" کے لفظ میں آگیا ہے۔

اہل سنت کے علاوہ کسی اہل بدعت کے نام میں نہ والجماعت ہے اور نہ اس سے مراد صحابہ کرام ہیں۔

تدوین دین

قرآن پاک کی مکمل عملی تفسیر سنت تھی۔ اس سنت کے کامل عملی نمونے صحابہ کرامؓ تھے جو خدا اور رسول ﷺ کی زیر نگرانی تیار ہوئے۔ ان کے ذریعہ آپ ﷺ کی سنت پوری دنیا میں پھیل گئی۔ آپ ﷺ آفتاب ہدایت تھے اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ستارے تھے ان کے ذریعہ دین دنیا میں پھیل گیا۔ ان مقدسین کی مبارک زندگیاں جہاد میں گزر گئیں۔ ان کو یہ فرصت نہ ملی کہ آپ ﷺ کی سنت کو مدون و مرتب فرمادیتے لیکن یہ ایک اہم ضرورت تھی کہ جو دین قیامت تک کے لئے آیا ہے اس کو آسان اور عام فہم ترتیب میں پوری تفصیل سے مدون کر دیا جائے تاکہ قیامت تک کے مسلمان اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی سنتوں پر آسانی سے عمل کریں۔ چنانچہ یہ کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہی آخری دور میں شروع ہو گیا اور تدوین کا پہلا سہرا سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کوفی رحمہ اللہ کے سر بندھا اور اس کی پیشین گوئی بھی اشارتاً کتاب و سنت میں موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ھا انتم ھٰؤلآء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللّٰہ ومنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء۔ وان تتولوا یستبدل قومًا غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ ”سنتے ہو تم لوگ! تم کو بلاتے ہیں کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں پھر تم میں کوئی ایسا ہے کہ نہیں دیتا اور جو کوئی نہ دے گا سو نہ دے گا آپ کو اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو بدل لے گا اور لوگ تمہارے سوائے پھر وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح کے۔ (محمد:۳۸) علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”یعنی اللہ تعالیٰ جس حکمت اور مصلحت سے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اس کا حاصل ہونا کچھ تم پر منحصر نہیں، فرض کیجئے تم اگر بخل کرو اور اس

کے حکم سے روگردانی کرو گے وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کھڑی کردے گا جو تمہاری طرح بخیل نہ ہوگی بلکہ نہایت فراخ دلی سے اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی راہ میں خرچ کرے گی۔ بہرکیف اللہ کی حکمت و مصلحت تو پوری ہو کر رہے گی ہاں تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔ حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دوسری قوم کون ہے جس کی طرف اشارہ ہوا ہے تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اس کی قوم" اور فرمایا "خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے" الحمدللہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بے نظیر ایثار اور جوش ایمانی کا ثبوت دیا کہ ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی۔ تاہم فارس والوں نے اسلام میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر ہر شخص کو ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بے شک حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے موافق یہی قوم تھی جو بوقت ضرورت عرب کی جگہ پر کر سکتی تھی۔ ہزارہا علماء وائمہ سے قطع نظر کر کے تنہا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا وجود ہی اس پیشین گوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے بلکہ اس بشارت عظمی کے کامل اور اولین مصداق امام صاحب ہی ہیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اُمیین (اہل عرب) کے ذکر کے بعد ارشاد فرماتے ہیں "اور اٹھایا اس رسول کو (عرب کے علاوہ) ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی جو ابھی نہیں ملے ان میں اور وہی ہے بڑا زبردست حکمت والا' یہ بڑائی اللہ کی ہے' دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے" (الجمعہ ۳'۴) علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں حق تعالیٰ نے پہلے عرب پیدا کئے' اس دین کے تھامنے والے پیچھے عجم میں ایسے کامل لوگ اٹھے حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ سے واخرین منھم لما یلحقوا بھم کی نسبت سوال کیا گیا تو حضرت سلمان فارسیؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا تو اس کی قوم فارس کا مرد وہاں سے بھی لے آئے گا۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ

نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رحمہ اللہ ہیں (تفسیر عثمانی حاشیہ ۔ ۷) چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ نے دین کی تدوین فرمائی چونکہ قرآن پاک میں اسلام کا دوسرا نام "دین حنیف" ہے جس کی تکمیل آنحضرت ﷺ پر، تمکین صحابہ کرام کے ذریعہ ہوئی اور تدوین میں اولیت کا شرف امام صاحب رحمہ اللہ کو نصیب ہوا اس لئے پوری امت میں بالاتفاق آپ کی وصفی کنیت ابو حنیفہ قرار پائی یعنی دین حنیف کے پہلے مدون۔ آپ کا اسم گرامی نعمان ہے، ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے نعمان کے تین معنی لکھے ہیں: (۱) نعمان نعمت سے اسم مبالغہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تکمیل دین کو اتمام نعمت فرمایا تو سب سے بڑی نعمت کی تدوین جس سے ہوئی وہ واقعی اسم بامسمی نعمان ہیں۔ (۲) نعمان ایک گھاس ہوتی ہے جس کی خوشبو دور دور تک پھیلتی ہے، امام عالی مقام کے ذریعے نبی ﷺ کی عالمگیر سنت کی خوشبو پوری دنیا میں پھیلی۔ کسی اور امام کا مذہب اس کا عشر عشیر بھی نہیں پھیلا، اس لئے بھی آپ اسم بامسمی نعمان ہیں۔ (۳) نعمان اس خون کو کہتے ہیں جس پر زندگی کا مدار ہے جو جسم کے ایک ایک بال تک پہنچتا ہے۔ آپؒ نے پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنت کی ایسی تفصیل فرمائی کہ انسان کی پیدائش سے موت تک زندگی کے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ کا حل سنت سے تلاش کر لیا۔ اس معنی میں بھی آپ نعمان ہیں۔ نیز آپ کی فقہ بعد والوں کے لئے قوام کا کام دیتی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سب نے اس سے استفادہ کیا، اس معنی میں بھی آپ اسم بامسمی نعمان ہیں۔ آپ کا لقب امام اعظم ہے کیونکہ رسول اقدس نے فرمایا اعظم الناس نصیبا فی الاسلام اهل فارس لو كان الاسلام فی الثريا لتناوله رجال من اهل فارس۔ (تاریخ ابو نعیم بحوالہ مقدمہ کتاب التعلیم ص۹۷) اسلام میں بڑا حصہ اہل فارس کا ہے اگر دین ثریا ستارے میں بھی ہو گا تو اہل فارس اسے لے آئیں گے۔ ظاہر ہے کہ جن کا اسلام میں نصیب اعظم ہے ان کا امام بھی

اعظم ہے۔ صحابہؓ کے بعد سب نے آپ کو اعظم مانا اور دنیا میں "سواد اعظم" آج تک آپ کے مقلدین کا ہے۔

الغرض رسول پاک آفتاب ہدایت' صحابہ نجوم ہدایت اور ثریا ستارے تک پہنچنے والے امام اعظم۔ اہل سنت میں ہماری نسبت آفتاب ہدایت کے ساتھ جڑی' والجماعت میں نجوم ہدایت کے ساتھ اور حنفی میں ستاروں تک پہنچنے والے ثریا جاہ امام کے ساتھ۔ نبی پاک ﷺ دین کے لانے والے' صحابہ رضی اللہ عنہم دین کے پھیلانے والے' ائمہ اربعہ رحمہم اللہ دین کے لکھوانے والے۔ صحابہ نے یقیناً وہی دین پھیلایا جو نبی والا تھا اور ائمہ رحمہم اللہ نے وہی دین لکھوایا جو صحابہ والا تھا۔ ہمارا یہ نام اہل سنت والجماعت حنفی ہمارے مذہب کی متصل سند ہے جو مشاہد اور متواتر تعامل پر مبنی ہے۔ نبی ﷺ کی سنت کو صحابہ نے مشاہدہ سے لیا اور اس پر تواتر سے عمل جاری ہوا۔ اور امام صاحب رحمہ اللہ نے صحابہ کا مشاہدہ فرمایا ان کے متواتر عمل کو کتابوں میں مدون کروایا اور عملاً پوری دنیا میں اس کو متواتر کردیا' ہر جگہ سنت پر عمل جاری ہوگیا' جس طرح ہمارا یہ نام رسول پاک ﷺ تک متصل سند ہے اسی طرح اس نام میں جامعیت بھی ہے۔ اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلائل شرعیہ کو مانتے ہیں۔ کتاب اللہ' سنت رسول اللہ' اجماع امت اور قیاس ..... اس نام میں چاروں دلیلوں کا ذکر ہے سنت میں الفاظ قرآن کے اور نمونہ عمل رسول خدا کا' والجماعت میں اجماع اور حنفی میں قیاس۔

فقہ حنفی کے چار اساس

کتاب' سنت' اجماع' قیاس

اب اس متصل اور مستند مسلک کے بارہ میں نام نہاد اہل حدیث کا تبصرہ بھی پڑھ لیں۔ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری اپنے کتابچہ میں لکھتے ہیں "کس قدر افسوس کی بات ہے کہ عیسائی اور مرزائی جو کافر ہیں وہ تو اپنی نسبت اپنے نبی کی طرف کرکے عیسائی اور احمدی کہلائیں اور آپ مسلمان ہوتے ہوئے اپنے نبی کو چھوڑ کر اپنی نسبت امام کی

طرف کریں اور حنفی کہلائیں۔ کیا عیسائی اور مرزائی اچھے نہ رہے جنہوں نے کم از کم اپنی نسبت تو اپنے نبی کی طرف کی" (اصلی اہل سنت ص ۳)۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"اصلی باپ کے ہوتے ہوئے پھر کسی اور کی طرف منسوب ہونا کس شریعت کا مسئلہ ہے جب حضور ﷺ ہمارے روحانی باپ ہیں تو باپ کو چھوڑ کر کسی اور طرف نسبت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے باپ کا نہیں' یا وہ غلط کار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے باپ سے نسبت توڑتا ہے وہ کفر کرتا ہے نیز اس پر جنت حرام ہے (ص ۴ ملخصا)

مکرم قارئین! آپ نے عمل بالحدیث کی تابانی دیکھی گویا تمام حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی' محدثین' فقہاء' مفسرین' اولیاء اللہ نبی ﷺ کو چھوڑ چکے ہیں وہ عیسائیوں اور مرزائیوں سے بدتر ہیں' ان میں سے کوئی بھی اپنے باپ کا نہیں وہ سب کافر ہیں' ان پر جنت حرام ہے۔ قربان جایئے اس عمل بالحدیث کے۔ تھوڑا سا ستا کر پھر فرماتے ہیں "اسلام کا کوئی ایڈیشن یا کوئی قسم از قسم سوشلزم و جمہوریت نہیں جیسا کہ شافعیت اور حنفیت بھی اسلام کی قسمیں نہیں۔ سوشلزم ہو یا جمہوریت' حنفیت ہو یا شافعیت' دیوبندیت ہو یا بریلویت' یہ سب اسلام میں اضافے ہیں جن کا اسلام بالکل متحمل نہیں" (ص ۱۳) حضرات! عمل بالحدیث کی برکات دیکھئے اب دنیا میں کہیں مسلمان نظر آتا ہے؟

اختلاف اور امتیاز

صحابہ کرامؓ میں اس پر اتفاق تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے افضل ہیں اس لئے کوئی ابوبکری نہیں کہلایا۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کے بارہ میں بھی اختلاف نہیں ہوا اس لئے کوئی عمری نہ کہلایا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے بارہ میں کچھ اختلاف ہوگیا۔ جمہور صحابہ حضرت عثمان کو حضرت علی سے افضل کہتے تھے۔ وہ امتیاز کے لئے عثمانی کہلائے۔ جو حضرت علیؓ کو افضل کہتے تھے وہ علوی کہلائے۔ بعض تابعین کا عثمانی و علوی کہلانا بخاری ص ۴۳۳/ج ۱ پر ہے۔ شاید پروفیسر صاحب ان کے بارہ میں بھی

فرمائیں گے کہ وہ نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر ان سب فتوؤں کے مستحق ہو گئے جن کا تجربہ حنفیوں پر کیا ہے۔ قرآن پاک کی قراتوں میں اختلاف ہوا تو امتیازی نام قاری عاصم رحمہ اللہ کی قراءت اور امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت رکھے گئے' اس کا کسی نے یہ مطلب نہیں لیا کہ یہ خدا کا قرآن نہیں' قاری عاصم رحمہ اللہ کا گھڑا ہوا ہے۔ احادیث میں اختلاف ہوا تو کہنے لگے یہ بخاری کی حدیث ہے وہ ابوداؤد کی۔ اس پر بھی کوئی کفر کا گولہ نہیں پھینکا گیا۔ بالکل یہی حال فقہ کے اختلاف کے وقت حنفی اور شافعی کہلانے کا ہے۔ ہم عیسائیوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مسلمان' اہل بدعت خوارج و معتزلہ کے مقابلہ میں اہل سنت اور شافعی کے مقابلہ میں حنفی کہتے ہیں۔ جیسے ہم بھارتی کے مقابلہ میں اپنے آپ کو پاکستانی' سرحدی کے مقابلہ میں پنجابی' لاہوری کے مقابلہ میں اوکاڑوی کہتے ہیں۔ اوکاڑوی پنجاب اور پاکستان کو مان کر کہا جاتا ہے نہ کہ چھوڑ کر۔ بیچارے پروفیسر صاحب کا یہ حال ہے کہ لفظ "یا" کا استعمال بھی صحیح نہیں جانتا۔ یہ لفظ ایک جنس کے درمیان آتا ہے جیسے آج نومبر ہے یا دسمبر' پیر ہے یا منگل۔ تو محمدی ہے یا موسوی' حنفی ہے یا شافعی اور یہ کہنا غلط اور مضحکہ خیز ہے کہ تو پاکستانی ہے یا پنجابی' آج نومبر ہے یا منگل' تو محمدی ہے یا حنفی۔ جو لوگ اردو کے ایک لفظ کا استعمال صحیح نہ کر سکیں وہ کتاب و سنت کو خاک سمجھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت والجماعت کو وساوس سے محفوظ فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔

تحقیق اور حق تحقیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران اسلام ! آج دنیا میں علمی پندار نے کچھ ایسی آزاد روی اختیار کرلی ہے کہ جاہلیت تو صرف ایک ہی فتنہ تھی لیکن یہ آزادی نت نئے فتنوں کو جنم دے رہی ہے۔ جس کو دیکھو وہ دین میں تحقیق کا مدعی ہے اور بلا جھجک کہتا ہے کہ میں تحقیق کر رہا ہوں' اس بات پر اسے بڑا فخر اور غرور ہے۔

تحقیق کا حکم :

اس میں شک نہیں کہ دین اسلام ہی ایک تحقیقی دین ہے اور اس نے تحقیق کا حکم دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (الحجرات/٦) ''اے ایمان والو ! اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر تو تحقیق کرلو' کہیں جانہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے' پھر کل کو اپنے کئے پر لگو پچھتانے''۔

شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اکثر نزاعات اور مناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اس لئے اول اختلاف و تفریق کے اس سرچشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی یعنی کسی خبر کو یونہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔'' معلوم ہوا کہ دین و دنیا میں سارے فسادات کی بنیاد عدم تحقیق ہے' اگر دنیا میں بے تحقیق باتوں پر عمل کرو گے

تو دنیا کا نقصان ہو گا' اگر دین میں بے تحقیق باتوں پر عمل کیا تو دین برباد ہو گا۔

تحقیق کا حق :

جس طرح دنیا میں ہر فن میں اسی کی بات تحقیقی مانی جاتی ہے جو اس فن میں کامل مہارت رکھتا ہو' نہ کہ کسی فن سے ناآشنا کی۔ مثلاً ہیرے جواہرات کے بارہ میں ماہر جوہری کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ کسی موچی کی' سونے کے بارہ میں ماہر سنار کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ کسی کمہار کی اور قانون میں تحقیقی بات ماہر قانون دان کی ہو گی نہ کہ کسی مداری کی۔ اسی طرح دین میں بھی دین کے ماہرین کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ ہر کندۂ ناتراش کی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جس طرح تحقیق کا حکم دیا یہ بات بھی واضح فرما دی کہ تحقیق کا حق کس کس کو ہے؟ فرمایا:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا (النساء/۸۳)

اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر تھوڑے۔

شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یعنی ان منافقوں اور کم سمجھ مسلمانوں کی ایک خرابی یہ ہے کہ جب کوئی خبر آتی ہے تو اس کو بلا تحقیق کئے مشہور کرنے لگتے ہیں اور اس میں اکثر نقصان اور فساد مسلمانوں کو پیش آتا ہے' منافق ضرر رسانی کی غرض سے اور کم سمجھ مسلمان کم فہمی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ کہیں سے کوئی خبر آئے تو چاہئے کہ اول پہنچائیں سردار تک اور اس کے نائبوں تک' جب وہ اس

خبر کی تحقیق اور تسلیم کرلیویں تو ان کے کہنے کے موافق اس کو کہیں نقل کریں اور اس پر عمل کریں۔" اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تحقیق کرنے کا حق رسول اقدس ﷺ اور ان کے بعد اہل استنباط کو دیا ہے جن کو اصطلاح میں "مجتہدین" کہتے ہیں۔

اہل استنباط

استنباط عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو پانی زمین کی تہ میں پیدا کر کے عوام کی نظروں سے چھپا رکھا ہے اس پانی کو کنواں وغیرہ بنا کر نکال لینا۔ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد اور فقہ کی ایسی عام فہم مثال دی کہ ہر شخص آسانی سے سمجھ جائے۔ یہ مثال دے کر پہلی بات تو یہ سمجھا دی کہ انسانی زندگی کے لئے جتنا پانی ضروری ہے کہ اس کے بغیر نہ وضو' نہ غسل' نہ کپڑے صاف' نہ کھانا پکانا۔ اسی طرح اسلامی زندگی کے لئے فقہ ضروری ہے' عبادات ہوں یا معاملات' اقتصادیات ہوں یا سیاسیات' حدود ہوں یا تعزیرات' غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں فقہ کی رہنمائی کی ضرورت نہ ہو۔ دوسری بات یہ سمجھا دی کہ فقہ اور استنباط کسی شخص کی ذاتی خواہش کا نام نہیں۔ جس طرح زمین کی تہ میں جو پانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کیا ہوا ہے نہ کہ اس انسان کا جس نے کنواں کھود کر اس کو نکال لیا۔ جب بھی کوئی آدمی کسی کنوئیں کا پانی پیتا ہے تو اس عقیدے سے کہ اس پانی کا ایک ایک قطرہ خداوند قدوس کا ہی پیدا کیا ہوا ہے۔ ایک قطرہ بھی اس مستری نے پیدا نہیں کیا۔ اس نے صرف اپنی محنت اور اوزاروں کی مدد سے اس کو ظاہر کر دیا ہے تاکہ خلق خدا مستفید ہو' اسی طرح مجتہدین کے باریک مسائل کو اصول فقہ کی مدد سے عوام کے سامنے ظاہر کرتا ہے تاکہ خدا اور رسول کے ان مسائل پر عوام کے لئے عمل کرنا آسان ہو جائے۔ اسی لئے اصول فقہ میں ہر مجتہد کا ایک ہی اعلان ہوتا ہے "القیاس مظھر لا مثبت" کہ ہم قیاس کی مدد سے کتاب و سنت کی تہ میں پوشیدہ مسئلے کو صرف ظاہر کرتے ہیں۔ حَاشَا وَ کَلَّا ہم ہرگز کوئی مسئلہ

اپنی ذات سے گھڑ کر کتاب و سنت کے ذمہ نہیں لگاتے۔ تیسری بات یہ سمجھادی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جب زمین پیدا فرمائی اسی دن سے یہ پانی اس کی تہ میں پیدا فرمادیا البتہ اس کا نکالنا ضرورت کے مطابق ہوتا رہا کسی علاقہ میں کنوئیں چار ہزار سال پہلے بن گئے' کسی ملک میں چار ہزار سال بعد لیکن جہاں بھی پانی نکالا گیا وہ خدا ہی کا پیدا کردہ پانی تھا۔ کوئی عقل مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ جن علاقوں میں پہلے پانی نکل آیا وہ تو خدا کا پیدا کردہ تھا اور جن علاقوں میں بعد میں کنوئیں بنائے گئے وہ بعد میں کسی انسان کا پیدا کردہ تھا۔ پہلی صدی میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے جو اجتہادات فرمائے وہ بھی کتاب و سنت ہی کے مسائل کا بیان اور تفصیل تھی۔ فرق صرف اس قدر رہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک زندگیاں جہاد میں گزر گئیں۔ اس لئے ان نفوس قدسیہ کو اس کی مکمل تفصیل اور تدوین کا موقعہ نہ ملا۔ یہ سعادت ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی قسمت میں تھی کہ کتاب و سنت کے ظاہر اور پوشیدہ مسائل کو پوری تشریح اور تفصیل کے ساتھ نہایت آسان اور عام فہم ترتیب سے مدون فرمادیا تاکہ قیامت تک کے مسلمانوں کو کتاب و سنت پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

خلاصہ :

جس طرح ایک شخص نے کنواں بنالیا اور ہزاروں لوگ اس میں سے پانی پی رہے ہیں' وضو اور غسل کرکے نمازیں ادا کر رہے ہیں' کھانا پکانا ہو رہا ہے۔ اب کوئی شخص یہ شور مچادے کہ اس کنوئیں کا تعارفی نام چوہدری نواب دین کا کنواں ہے اس لئے اس میں جو پانی ہے وہ خدا کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ یہ پانی چوہدری نواب دین کا پیدا کیا ہوا ہے۔ چوہدری نواب دین خدا کا شریک بنا بیٹھا ہے' جو لوگ اس کنوئیں سے پانی پیتے ہیں وہ مشرک ہیں' نہ ان کا وضو صحیح ہے نہ غسل۔ نہ نماز درست ہے نہ روزہ۔ تو کیا کوئی عقل مند آدمی اس کی خرافات پر کان دھرے گا؟ یہی حال یہاں ہے کہ ائمہ مجتہدین رحمہم

اللہ نے کتاب و سنت کے مسائل کو ظاہر کر دیا اور کنوئیں کی شکل دے دی۔ مقلدین ان مسائل کے موافق نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد وغیرہ اعمال میں مصروف ہو گئے۔ ہمارے غیر مقلد دوست کبھی تو کہتے ہیں کہ یہ پانی خدا کا پیدا کیا ہوا نہیں، ورنہ اس کے ہر ہر قطرے پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا دکھاؤ، کبھی یہ کہتے ہیں کہ ساری عمر ایک ہی کنوئیں کے پانی سے وضو کرنا یہ تو تقلید شخصی ہے، یہ شرک ہے۔ ہر نمازی کا فرض ہے کہ فجر کی نماز کا وضو اپنے گھر کے نلکے سے کرے، ظہر کا وضو دوسرے ضلع کے نلکے سے، عصر کا وضو دوسرے صوبے کے نلکے سے، مغرب کا وضو دوسرے ملک کے نلکے سے اور عشاء کا وضو دوسرے جہان کے نلکے سے ورنہ ایک ہی نلکے سے سب نمازوں کے لئے وضو کرنا گویا تقلید شخصی ہے اور شرک ہے۔ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ جب ہم کنوئیں کے محتاج ہیں تو جس کنوئیں کا پانی آسانی سے دستیاب ہو جائے ساری عمر اسی ایک کنوئیں کا پانی پینا، اسی کے پانی سے ساری عمر کھانا پکانا، اسی کے پانی سے ساری عمر وضو و غسل کرنا بالکل درست ہے، اس کو شرک کہہ کر تمام مسلمانوں کو مشرک بنانا دین کی کوئی خدمت نہیں۔

آمدم بر سر مطلب :

استنباط کا معنی واضح کرنے کے بعد پھر اصل بات کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ دین میں تحقیق کا حق صرف دو ہستیوں کو ہے: رسول اللہ ﷺ اور مجتہد۔

رسول اللہ ﷺ کا مقام

رسول دین میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں گھڑتا بلکہ وہ اللہ ہی کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچاتا ہے اور صرف پہنچاتا ہی نہیں اسے سکھاتا بھی ہے۔ اس کی حیثیت معلم کی بھی ہے وہ اپنے قول، فعل اور تقریر سے اس پیغام کی تشریح کرتا ہے۔ وہ صرف مبلغ اور معلم ہی نہیں مبین بھی ہے۔ خدا کی نگرانی میں اس کی وحی کی تشریح کرتا ہے وہ

قاضی اور حَکَمْ بھی ہے کہ احکام الٰہی کو نافذ کرتا ہے' اس کی پوری زندگی وحی کے مطابق ڈھلی ہونے کی وجہ سے پوری کائنات کے لئے اسوہ حسنہ ہے' وہ دین کے ہر فیصلے میں معصوم ہے۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور مہربانی تھی کہ اپنی پاک وحی کی تشریح اپنی نگرانی میں معصوم پیغمبر ﷺ سے کروادی تاکہ بندوں کے لئے خدا کے احکام کے سمجھنے اور عمل کرنے میں کسی پریشانی کا سامنا نہ ہو جائے' وہ حقوق بندگی پورے اطمینان کے ساتھ ادا کرسکیں لیکن شیطان جو اولاد آدم کے گمراہ کرنے کی قسم کھا کر آیا تھا اس نے کتنے لوگوں کو اپنے پیچھے لگالیا کہ خدا اور بندوں کے درمیان رسول کا واسطہ یقیناً ہے لیکن اتنا جتنا ڈاکئے اور چٹھی رساں کا ہوتا ہے۔ خدا کے کلام کو پہنچانا اس کا کام ہے' سمجھنا ہمارا اپنا کام ہے' وہ لوگ دین کے نام پر لوگوں کو بے دین کرنے لگے اور شیطان کے پیچھے لگ کر یوں کہنے لگے کہ رسول ﷺ مخلوق ہے اگر اس کے کلام کو بھی مان لیا تو گویا مخلوق کو خدا کے برابر مان لیا اور یہ شرک ہے۔ چنانچہ پیغمبر پاک ﷺ سے منہ موڑ کر اپنی ذہنی سطح کے موافق اور اپنی خواہشات نفسانی کے موافق ایک نیا اسلام گھڑلیا۔ اس نئے اسلام کو خدا کا اسلام اور اصلی اسلام کو رسول ﷺ کا گھڑا ہوا اسلام قرار دیا اور اپنا نام "اہل قرآن" رکھ لیا۔ وہ لوگ اپنی ہر خواہش کو قرآن کا نام دیتے ہیں۔ جن کا انگریز کے دور سے پہلے کوئی ترجمہ قرآن نہیں وہ قرآن کے مالک بن بیٹھے اور پوری امت کو رسول ﷺ سمیت منکر قرآن قرار دیا۔ بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ غلط ہے کہ اہل قرآن نیا فرقہ ہے بلکہ جب سے قرآن ہے اسی وقت سے اہل قرآن ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ جب قرآن سچا تو اہل قرآن بھی سچے' تم قرآن کو سچا مان کر اہل قرآن کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے' پہلے معاذاللہ قرآن کو جھوٹا کہو پھر اہل قرآن کو جھوٹا کہہ لینا۔ جب اہل قرآن کی خرافات جس کو وہ قرآن کے نام سے پیش کرتے ہیں غلط ثابت کیا جاتا ہے تو فوراً جان چھڑا جاتے ہیں ہم اس کو نہیں مانتے' ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں۔ اگر آج کے اہل قرآن کو ماننا ضروری ہوتا تو رسول پاک

ﷺ کو ہی مان لیتے ان کو کیوں چھوڑتے۔ اس طرح وہ شیطانی خرافات پھیلاتے بھی ہیں اور جان بھی بچاتے ہیں۔ قرآن پاک نے خود اس طرز کو اتباع شیطان قرار دیا ہے نہ کہ اتباع قرآن۔

مجتہد کا مقام

مجتہد شریعت ساز نہیں ہوتا' شریعت دان اور ماہر شریعت ہوتا ہے۔ وہ اگرچہ معصوم نہیں ہوتا لیکن مطعون بھی نہیں ہوتا کہ اس کے اجتہاد پر کوئی طعن کرے کیونکہ وہ اپنے ہر ہر اجتہاد میں ماجور ہوتا ہے۔ اگر وہ صواب (درستگی) کو پالے تو دو اجر کا حق دار ہے ورنہ ایک اجر کا۔ اور یہ مقام امت میں مجتہد کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں کہ اس کی خطا پر بھی اجر کا وعدہ ہو۔ مجتہد کے منصب کی وضاحت استنباط کی تشریح میں ہو چکی ہے۔ یہی دو ہستیاں دین میں تحقیق' تشریح اور تفصیل کی حق دار ہیں' یہی دو ہستیاں دین کی پہریدار ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور مہربانی ہے کہ تحقیق اور اجتہاد کا بوجھ ہم جیسے ضعیفوں کے کندھوں پر نہیں ڈالا بلکہ مجتہدین کی تحقیق پر عمل کرنے کا حکم دے کر ایک طرف دین کو نااہلوں کی تحریف سے بچالیا' دوسری طرف ہمیں اطمینان اور دلجمعی کی دولت سے نوازا کہ ہمیں پورا اطمینان ہے کہ مجتہد کی رہنمائی میں کیا ہوا عمل یقیناً بارگاہ خداوندی میں مقبول ہے اور ایک اجر کا بھی پکا یقین ہے اور دوسرے اجر کی اس کی رحمت واسعہ سے امید ہے لیکن خدا کے فضل اور مہربانی کی بھی بعض لوگوں نے قدر نہ کی اور مجتہدین سے بغاوت کر کے اپنی کم فہمی اور کج فہمی سے دین کی نئی نئی تشریحات شروع کر دیں۔ مجتہد کے بارہ میں خدا اور رسول ﷺ نے یہی بتایا تھا کہ وہ خدا اور رسول کا مسئلہ ہی بتاتا ہے لیکن ان حضرات نے اس کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مجتہد خدا اور رسول ﷺ کے خلاف مسئلے بتاتا ہے۔ مجتہد کی تقلید "شرك فی الرسالت" ہے۔ تمام حنفی' شافعی' مالکی اور حنبلی مشرک ہیں۔ ائمہ کرام نے دین کے

ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کو چھوڑ کر اپنی اپنی حدیث نفس کا اتباع شروع کر دیا اور نام "اہلحدیث" رکھ لیا اور اپنے بھائیوں کی طرح کہنے لگے کہ اہل حدیث نیا فرقہ نہیں۔ جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہل حدیث ہیں۔ جب کہا جائے کہ ملکہ وکٹوریہ کے دور سے پہلے کسی حدیث کی کتاب کا ترجمہ یا حاشیہ یا شرح ہی کسی غیر مقلد کی دکھا دیں تو نہیں دکھا سکتے۔ بس یہی کہتے ہیں کہ جب حدیث سچی تو اہل حدیث بھی سچے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جب تم قرآن کو سچا مانتے ہو لیکن ان اہل قرآن کو جھوٹا مانتے ہو تو پھر یہ کیوں درست نہیں کہ حدیث سچی ہو مگر آج کے اہل حدیث جھوٹے ہوں۔ حالانکہ حدیث کی جتنی کتابیں آج ملتی ہیں وہ یا مجتہدین کی لکھی ہوئی ہیں یا مقلدین کی' جن کا ذکر طبقات حنفیہ' طبقات مالکیہ' طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے۔ کسی محدث یا مورخ نے طبقات غیر مقلدین یا طبقات منکرین حدیث نامی کوئی کتاب لکھی ہی نہیں۔ حدیث کی ایک بھی مستند کتاب نہیں جس میں اجماع اور اجتہاد کے ماننے کو حرام یا شرک قرار دیا ہو۔ فقہ کے ماننے سے منع کیا ہو۔ اس کے مولف کے بارہ میں صرف ایک ہی مستند حوالہ پیش کیا جا سکے کہ کان لا یجتھد و لا یقلد کہ نہ اس میں اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا تھا اس لئے غیر مقلد تھا۔

نااہل کا مقام

رسول ﷺ اور مجتہد کے علاوہ کسی کو کتاب و سنت میں تحقیق کا اہل قرار نہیں دیا گیا جب وہ نااہل ہے تو اس کا کام اہل کی تقلید ہے نہ کہ نااہل ہو کر دین کی غلط تشریح کرنا۔ رسول اقدس ﷺ سے کسی سائل نے قیامت کے بارہ میں سوال کیا' فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر۔ سائل نے عرض کیا حضرت! امانت کس طرح ضائع ہوتی ہے؟ فرمایا' جب کوئی امر نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کر (بخاری ج ا' ص ۱۴)

آپ ﷺ نے کیسی عالمگیر حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ کیا جب ڈاکٹری نسخے وکیل لکھنا شروع کر دیں تو ڈاکٹری پر قیامت نہیں آجائے گی' جب سونے کی جانچ سناروں کی بجائے کمہار کرنے لگیں تو قیامت نہیں آجائے گی۔ اسی طرح جب دین کی تشریحات نااہل کریں گے تو کیا دین پر قیامت نہ آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین کا علم (کتاب و سنت کے الفاظ) نہیں اٹھایا جائے گا (بلکہ کتاب و سنت یہیں رہے گی) مگر اس کے علماء اٹھالئے جائیں گے یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہے گا تو لوگ ناواقفوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے' وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے' خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے (صحیح بخاری ص ۲۰) دین کے اصل علماء مجتہدین ہی ہوتے ہیں بعد کے علماء ناقل ہیں۔ جو نااہل ہو کر خود اجتہادی پر اتر آتے ہیں' وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اگرچہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس گمراہی کا نام خوبصورت سا رکھ لیا جائے جیسے انکار حدیث کی گمراہی کا نام اہل قرآن رکھ لیا گیا۔ صرف نام بدلنے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔ کیا تحریف القرآن کا نام تفہیم القرآن رکھنے سے حقیقت بدل گئی! تبرا بازی کا نام تنقید صالح رکھ لینے سے حقیقت بدل گئی! ہرگز نہیں۔ جس طرح اہل قرآن ہر فاسق و فاجر بے علم کو قرآن کے سمجھنے سمجھانے کا حق دیتے ہیں مگر نبی معصوم سے یہ حق چھیننا چاہتے ہیں اسی طرح اہل حدیث ہر فاسق و فاجر اور ہر جاہل کندۂ ناتراش کو اجتہاد کا حق دیتے ہیں مگر ائمہ مجتہدین جن کا مجتہد ہونا دلیل شرعی یعنی اجماع امت سے ثابت ہے اور وہ یقیناً اپنے ہر فیصلے میں ماجور رہیں ان سے یہ حق چھیننا چاہتے ہیں۔ اہل قرآن اور اہل حدیث کا ایک ہی مشن ہے کہ لوگ نبی معصوم اور مجتہد ماجور کو چھوڑ کر جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں جو خود گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں۔

تحقیق یا منازعت

عام طور پر اہل قرآن کہتے ہیں کہ محدثین معصوم نہ تھے ہم تحقیق کر کے ان کی غلطی کو غلطی اور صحیح بات کو صحیح کہتے ہیں اور اہل حدیث کہتے ہیں کہ مجتہدین معصوم تو نہیں تھے ہم تحقیق کر کے ان کے غلط اور صحیح اجتہاد کی جانچ کرتے ہیں۔ اس میں پہلی بات صحیح ہے مگر بات ادھوری ہے جیسے محدثین معصوم نہیں۔ اہل قرآن بھی معصوم نہیں اور جس طرح مجتہدین معصوم نہیں اہل حدیث بھی معصوم نہیں مگر یہاں بات معصوم اور غیر معصوم کی نہیں بات اہل اور نااہل کی ہے۔ محدثین اپنے فن میں اہل ہیں اور اہل قرآن خواہ اپنی جماعت میں کتنے بڑے مصنف ہوں جیسے محمد اسلم جیرا جپوری سابق اہلحدیث' غلام احمد پرویز سابق اہل حدیث لیکن محدثین کے سامنے فن حدیث میں نااہل ہیں' ان کی باتوں کو تحقیق نہیں کہا جائے گا بلکہ نااہل کی منازعت کہا جائے گا جو شرعاً گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح مجتہدین اور غیر مقلدین میں یہ فرق نہیں کہ مجتہدین غیر معصوم ہیں اور غیر مقلدین معصوم ہیں بلکہ فرق یہ ہے کہ وہ لوگ باجماع امت اہل اجتہاد سے ہیں اور یہ لوگ باجماع امت نااہل ہیں اسلئے ان نااہلوں کا مجتہدین سے الجھنا اگرچہ وہ اپنی جماعت کے بڑے آدمی ہوں (جیسے محمد جوناگڑھی جس کی طرف نسبت کر کے اہل حدیث اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں) لیکن اجتہاد میں وہ نااہل ہیں۔ مجتہدین کی مخالفت کا نام تحقیق نہیں بلکہ نااہل کی منازعت ہے۔ رسول اقدس ﷺ جب بیعت لیتے تو اس میں ایک یہ عہد لیتے ان لا ننازع الامر اهله کہ ہم اہل امر سے منازعت نہیں کریں گے۔ عجیب بات ہے اتنی جرات تو کھلے منکرین حدیث بھی نہیں کرتے کہ حدیث جس کو منازعت قرار دے یہ اس کا نام تحقیق رکھیں۔

ثواب یا گناہ :

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ مجتہد سے اگر خطا بھی ہو جائے تو اسے اجر ملتا ہے لیکن

نااہل کا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے اگر وہ صحیح بات بھی پالے تو اسے اجر کی بجائے گناہ ہو گا۔ رسول اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے بات کی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے (ترمذی) اور فرمایا جس نے قرآن میں اپنی رائے لگائی اور درست بات بھی پالی تو وہ بھی گنہگار ہے (ترمذی)۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مجتہد ہر اجتہاد میں اجر پاتا ہے اگر اس کا اجتہاد درست نکلا تو دو اجر کا مستحق ہے' ایک اجر اجتہاد کا دوسرا اصابت کا اور اگر اجتہاد خطا نکلا تو بھی ایک اجر اجتہاد کا ملے گا۔ ہاں جو نااہل ہو اس کو اجتہاد سے حکم کرنا کسی حال میں جائز نہیں بلکہ وہ گنہگار ہے۔ اس کا حکم نافذ بھی نہ ہو گا۔ اگرچہ حق کے موافق ہو یا مخالف کیونکہ اس کا حق کو پالینا محض اتفاقی ہے کسی اصل شرعی پر مبنی نہیں۔ پس وہ تمام احکام میں گنہگار ہے۔ حق کے موافق ہوں یا مخالف اور اس کے نکالے ہوئے تمام احکام مردود ہیں اس کا کوئی عذر شرعاً مقبول نہیں وہ دوزخی ہے (شرح مسلم ص۷۶/ج۲) افسوس ہے کہ اہل قرآن اور اہل حدیث نے اس کبیرہ گناہ جس کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا کہیں نہیں کا نام تحقیق رکھا ہوا ہے اور اس کو عمل بالقرآن اور عمل بالحدیث کہتے ہیں۔

نجات یا ہلاکت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ فرمایا: نجات دینے والی یہ ہیں "چھپے اور ظاہر ہر حال میں خدا سے ڈرنا' خوشی یا ناراضگی ہر حال میں حق بات کہنا' امیری ہو یا فقیری میانہ روی اختیار کرنا' اور ہلاک و برباد کرنے والی یہ ہیں: اپنی خواہش نفس کے پیچھے چلنا' بخل کرنا' اپنی رائے پر فخر کرنا' فرمایا تینوں میں سے یہ (آخری) سب سے بڑی مہلک ہے (مشکوۃ) بلکہ جو اپنی رائے پر اتراتے ہیں ان پر ہدایت کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے (مشکوۃ) حضرت شیخ عبدالغنی مجددی مدنی رحمہ اللہ اعجاب کل ذی

رای برایہ پر حضرت ملا علی قاری مکی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں: ای من غیر نظر الی الکتاب والسنة واجماع الامة والقیاس علی اقوی الادلة وترك الاقتداء بنحو الائمة الاربعة (حاشیہ ابن ماجہ ص۲۹۰/ج۴) یعنی ادلہ اربعہ اور ائمہ اربعہ کی اقتداء چھوڑنے والا اس حدیث کا مصداق ہے اور وہی ہلاکت میں گرنے والا ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ دین میں تحقیقی بات صرف وہی ہے جو ادلہ سے بواسطہ ائمہ ثابت ہو' جس بات پر ان کا اجماع ہو گا وہ حجت قاطعہ ہے اور جس پر ان کا اختلاف ہو گا وہ رحمت واسعہ ہے۔

اندھی تقلید

آج کل بعض لوگ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ یہ تو اندھی تقلید ہے۔ افسوس ان بے چاروں کو اندھی تقلید کا معنی بھی نہیں آتا۔ اندھی تقلید اس کو کہتے ہیں کہ اندھا اندھے کے پیچھے چلے تو دونوں کسی کھائی میں گر جائیں گے۔ یہ اندھی تقلید ہے اور اگر اندھا آنکھ والے کے پیچھے چلے تو وہ آنکھ والا اس اندھے کو بھی اپنی آنکھ کی برکت سے ہر کھائی سے بچا کر لے جائے گا اور منزل تک پہنچا دے گا۔ ائمہ مجتہدین معاذاللہ اندھے نہیں عارف بصیر ہیں' البتہ اندھی تقلید ان کے ہاں ہے کہ خود بھی اندھے ہیں اور ان کے پیشوا بھی اجتہاد کی آنکھ نہیں رکھتے اور اندھے ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا جو جاہل کو دینی پیشوا بنائے وہ جاہل خود بھی گمراہ ہے اور اپنے ماننے والے کو بھی گمراہ کرے گا یہ اندھی تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پیغمبر معصوم اور مجتہد ماجور کی تحقیق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور نئے فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔ (آمین)

پاک و ہند میں اسلام کون لائے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ سب سے پہلے نبی ابو البشر آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری نبی سید الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے صاحب شریعت پیغمبر آئے۔ ان کی شریعتوں کی مثال موسمی پھولوں کی سی تھی۔ جیسے گرمی کے موسم کا پھول گرمی میں تو خوب بہار دکھاتا ہے لیکن سردی میں کملا جاتا ہے اور ختم ہو کر سردی کے موسم کے پھول کے لئے جگہ خالی کر دیتا ہے۔ ہاں رسول اقدس ﷺ کی شریعت سدا بہار پھول کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر موسم ہر ملک اور ہر دور میں اس کی رونق بڑھتی اور چڑھتی ہی چلی آئی ہے اور قیامت تک بڑھتی اور چڑھتی چلی جائے گی۔ یہی وہ پھول ہے جس کی قسمت میں کملانا اور مرجھانا نہیں ہے۔

ندانم آں گل خنداں چہ رنگ و بو دارد
کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

اسی طرح پہلے انبیاء علیہم السلام ایک ایک قوم یا ایک ایک علاقے کے نبی تھے مگر آنحضرت ﷺ کو عالمگیر نبوت سے نواز کر رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔

گویا پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال چراغ کی سی تھی جو ایک گلی یا ایک محلے کو تو روشن کرسکتے ہیں لیکن ساری دنیا کو آفتاب عالمتاب ہی روشن کرسکتا ہے چنانچہ اس آفتاب کے طلوع کے بعد نہ تورات کے چراغ کی ضرورت باقی رہی نہ زبور کی لالٹین کی اور نہ ہی انجیل کی روشنی کی۔

رات محفل میں ہر اک ماہ پارہ گرم لاف تھا
صبح دم خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تھا

رسول اقدس ﷺ کا دین کامل عالمگیر اور تاقیامت رہنے والا ہے۔ اس لئے اس میں نئے پیش آمدہ فروعی مسائل کے لئے اجتہاد کی گنجائش رکھی گئی۔ اجتہادی مسائل میں جو شخص خود کتاب و سنت سے استنباط و اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو وہ مجتہد کی رہنمائی میں کتاب و سنت سے استنباط شدہ مسائل پر عمل کرے اسے مقلد کہتے ہیں اور اگر کوئی نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو نہ اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید کرے اس کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

دورِ نبوت

آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں فروعی مسائل کا حل دریافت کرنے کے تین طریقے تھے

(ا) جو لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوتے وہ براہ راست آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کرلیتے۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(۲ - ۳) جو لوگ حضرت محمد ﷺ سے دور ہوتے ان میں کوئی خود مجتہد ہوتا تو نئے پیش آمدہ مسئلہ میں اجتہاد کرلیتا اور اگر خود مجتہد نہ ہوتا تو اپنے علاقہ کے مجتہد کی تقلید کرلیتا جیسے یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اجتہاد کرتے اور باقی تمام

اہل یمن ان کی تقلید شخصی کرتے۔ حالانکہ وہ اہل یمن خود عربی دان تھے مگر مسائل اجتہادیہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔ پورے دور نبوت میں ایک مسلمان کا نام بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جس کے بارہ میں یہ ثابت کیا جا سکے کہ کان لا یجتہد ولا یقلد احدا (کہ نہ وہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا تھا اور نہ کسی کی تقلید کرتا تھا) اس دور میں ایک بھی غیر مقلد نہیں تھا۔

دور صحابہ

آپ ﷺ کا وصال ۱۱ھ میں ہوا تو اب لوگ پہلے طریقے سے محروم ہو گئے۔ آپ ﷺ سے براہ راست اب مسئلہ نہیں پوچھا جا سکتا تھا اس لئے اب فروعی مسائل کے حل کے لئے دو ہی طریقے رہ گئے کہ مجتہد اجتہاد کرے اور عامی تقلید۔ چنانچہ دور صحابہ میں مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی ہوتی تھی۔ ان صحابہ کے ہزارہا فتاویٰ بلا ذکر دلیل کتب حدیث میں موجود ہیں اور سب لوگ بلا مطالبہ دلیل ان فتاویٰ پر عمل کرتے تھے۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ دور صحابہ' تابعین اور تبع تابعین میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو اہل سنت ہو اور غیر مقلد ہو۔ اس کے بارہ میں یہ شہادت ہو کہ نہ مجتہد تھا نہ مقلد تھا بلکہ غیر مقلد تھا۔ جس طرح اس خیرالقرون میں کوئی شخص اہل قرآن بمعنی منکر حدیث نہیں تھا۔ اسی طرح ایک بھی شخص اہل حدیث بمعنی منکر فقہ و تقلید نہ تھا۔

عالمگیریت

چونکہ آپ ﷺ کا دین عالمگیر تھا اس لئے آپ نے قیصرو کسریٰ کو خطوط لکھے۔ روم' شام اور یمن وغیرہ کی فتح کی پیشین گوئیاں فرمائیں اور وہ پوری ہوئیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے یہ پیشین گوئی بھی فرمائی یکون ھذہ الامۃ

بعث الی السند و الهند۔ (مسند احمد ص۳۶۹/ ج ۲) یہ امت سندھ اور ہند پر حملہ کرے گی۔ چنانچہ ۹۲ھ میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ ثقفی کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور ۹۵ھ تک سندھ مفتوح ہوگیا۔ یہ بصرہ سے آئے' اس وقت وہاں امام حسن بصری رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) کی تقلید ہوتی تھی۔ بعد میں جب امام زفر رحمہ اللہ بصرہ پہنچے تو یہ سب لوگ حنفی ہو گئے۔ بہرحال ان فاتحین سندھ میں سے ایک بھی غیرمقلد نہ تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ہند کے غزوہ کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: عصابتان من امتی احرزهما الله من النار عصابة تغزو الهند و عصابة تكون مع عيسى بن مريم (مسند احمد ص۲۲۹/ ج ۲' نسائی ص ۶۳/ ج ۲)

میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ فرمایا۔ ایک گروہ جو ہند پر جہاد کرے گا دوسرا جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق ۳۹۲ھ میں سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے ہندوستان کو فتح کیا اور یہاں اسلامی سلطنت قائم فرمائی۔

یہاں جتنے بھی مسلمان خاندان حاکم رہے خاندان غلاماں ہو یا خاندان غوری' خاندان خلجی ہو یا خاندان سادات' خاندان تغلق ہو یا خاندان سوری یا خاندان مغلیہ' سب کے سب سنی حنفی تھے۔ اس ملک میں اسلام' قرآن و سنت لانے کا سہرا صرف اور صرف احناف کے سر ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے بھی یہ اعتراف کیا ہے' لکھتے ہیں "خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل' قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔" (ترجمان وہابیہ ص۱۰)

چنانچہ یہ بات ایک قطعی تاریخی حیثیت ہے کہ اس ملک میں انگریز کی حکومت سے پہلے ایک بھی غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا جو اجتہاد کو کار ابلیس اور تقلید مجتہد کو شرک کہتا ہو۔ سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ (۴۶۵ھ) اس دن لاہور پہنچے جس وقت حضرت سید حسین زنجانی رحمہ اللہ کا جنازہ تیار تھا۔ وہ اپنے لاہور تشریف لانے کی وجہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ "میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں اللہ تعالیٰ مجھے توفیق خیر دے۔ شام کے شہر دمشق میں حضور اکرم ﷺ کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کے سرہانے سو رہا تھا' خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور پیغمبر ﷺ باب بنی شیبہ سے ایک پیر مرد (بوڑھے) کو اپنی گود میں لئے اس حال میں اندر تشریف لا رہے ہیں کہ جس طرح بچوں کو پیار سے گود میں اٹھاتے ہیں' میں دوڑ کر حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے لگا اور تعجب میں تھا کہ یہ کون صاحب ہیں اور یہ کیا حالت ہے۔ آنحضرت ﷺ پر میرا اندرونی اندیشہ منکشف ہو گیا اور فرمایا یہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں جو تمہارے بھی امام ہیں اور تمہارے اہل ملک کے بھی امام ہیں' مجھے اس خواب سے اپنے بارے میں بھی بڑی امید ہے اور اپنے اہل ملک کے بارے میں بھی (چنانچہ یہ امید پوری ہوئی اور یہ ملک حنفیت کا گہوارہ بن گیا) اور مجھے اس خواب سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ امام اعظم رحمہ اللہ ان حضرات میں سے ہیں جو اپنے اوصاف طبع کے لحاظ سے فانی اور احکام شرع کے لحاظ سے باقی ہیں اور ان ہی کہ ذریعہ قائم ہیں' چنانچہ ان کو لے کر چلنے والے حضرت پیغمبر ﷺ ہیں اگر وہ اپنے آپ چلتے تو وہ باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت غلط فیصلہ بھی کر سکتا ہے اور صحیح بھی اور جب ان کو اٹھا کر چلنے والے حضرت پیغمبر ﷺ ہوئے تو وہ پیغمبر ﷺ کی بقائے صفت کی وجہ سے فانی الصفت ٹھہرے اور چونکہ پیغمبر ﷺ پر خطا کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔ یاد

رہے کہ یہ ایک لطیف رمز ہے۔" (کشف المحجوب ص۸۶)

الغرض ۵۸۹ھ میں سلطان معزالدین سام غوری آئے اور دہلی تک سلطنت پر قابض ہو گئے۔ اس وقت سے لے کر ۱۲۷۳ھ تک آپ اس ملک کے حالات پڑھ جائیے' محمود غزنوی سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ تک آپ کو کوئی غیر حنفی غازی' فاتح یا مجاہد نہیں ملے گا۔ کشمیر کے بارہ میں مورخ فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں: "رعایای آن ملک کلھم اجمعین حنفی مذہب اند (تاریخ فرشتہ ص۳۴۷) اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالے سے لکھتے ہیں: مرزا حیدر در تاریخ رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند (تاریخ فرشتہ ص۳۳۶) حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اہل الروم وماوراء النہر والھند کلھم حنفیون" (تحیصل التعرف ص۴۶)

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان (مکتوب ۵۵ دفتر دوم) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "در جمیع بلدان وجمیع اقالیم بادشاہاں حنفی اند وقضاۃ اکثر مدرساں واکثر عوام حنفی۔" (کلمات طیبات ص۱۷۷) نیز فرماتے ہیں: جمہور الملوک وعامۃ البلدان متمذھبین بمذھب ابی حنیفہ رحمہ اللہ۔ (تفہیمات الہیہ ص۲۱۲/ج۱) یعنی اکثر سلاطین اسلام اور دنیا بھر میں اکثر اہل اسلام حنفی ہیں۔ اسلامی دنیا کے غالب حصہ میں علم جہاد ان ہی کے ہاتھوں میں رہا' اسی مذہب کی بدولت کم وبیش ہزار سال تمام اسلامی دنیا میں اسلامی نظام نافذ رہا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے مذہب حق کی پہچان یہ بتائی ہے کہ دین اسلام کی اشاعت کے ساتھ دین اسلام پر حملہ آور فتنوں کا مقابلہ کرے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پاک و ہند میں اشاعت اسلام میں احناف کا کوئی شریک نہیں رہا' سارے ملک میں

اسلام احناف نے ہی پھیلایا اور کافر اسلام میں داخل ہو کر حنفی ہی بنے۔ اس ملک میں اسلام پر دو ہی سخت وقت آئے ہیں' ایک اکبر کا الحادی فتنہ' دوسرے انگریز کا تسلط۔ اکبر نے جب امام صاحب رحمہ اللہ کی تقلید سے برگشتہ کر کے لوگوں کو الحاد کی دعوت دی تو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کاوشوں سے وہ الحاد مٹ گیا اور انگریز کے خلاف بھی حنفی ہی اٹھے' نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں: "کسی نے نہ سنا ہو گا کہ آج تک کوئی موحد متبع سنت حدیث و قرآن پر چلنے والا (انگریز سے) بے وفائی اور قرار توڑنے کا مرتکب ہوا یا فتنہ ابلیسی اور بغاوت پر آمادہ ہوا۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شرو فساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے' وہ سب کے سب مقلدین مذہب حنفی تھے۔" (ترجمان وہابیہ ص ۲۵)

الغرض آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں گے تو اسلامی اقتدار کا نشان آپ کو حنفی ہی ملیں گے۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

کسی منکر حدیث یا منکر فقہ نے ایک انچ زمین بھی کافروں سے چھین کر کبھی اسلامی سلطنت میں شامل نہ کی۔ ان کا جہاد صرف یہی ہے کہ احناف کا نہ اسلام صحیح ہے نہ نماز۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت احناف کو دونوں جہاں میں سرخرو فرمائے۔

ایک غیر مقلد سے اصول حدیث اور قرأۃ خلف الامام پر گفتگو

جس میں فقہ حنفی پر اعتراضات کی حقیقت اور غیر مقلدین کے فرضی دین کی حقیقت واشگاف کی گئی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں جس نے دین کی سمجھ میں ہمیں فقہاء کی طرف رجوع کا حکم دیا (التوبہ: ۱۲۲) اور شیطان کے فریب سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کے ساتھ ساتھ اہل استنباط مجتہدین کی تقلید کا حکم دیا (النساء: ۸۳) اور لامحدود سلام و درود اس رحمتہ للعالمین پر جس نے فقہ کو "خیر" اور فقہاء کو "خیار" فرمایا (متفق علیہ) اور مجتہد کے صواب پر دو اجر اور خطاء پر بھی ایک اجر ملنے کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے اور آپ ﷺ کے اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جنہوں نے ہر قسم کی جانی' مالی' وطنی قربانیاں دے کر دین اسلام کو پھیلایا اور ان میں دو ہی جماعتیں تھیں۔ بعض مجتہد تھے اور باقی مقلد (معیار الحق میاں نذیر حسین) ایک کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا کہ نہ وہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا تھا اور نہ ہی مجتہد کی تقلید کرتا اور وہ غیر مقلد کہلاتا تھا اور ان کے بعد ائمہ دین خصوصاً ائمہ اربعہ رحمہم اللہ جن کی تدوین اور تفصیل

سے قیامت تک کے لوگوں کے لئے آنحضرت ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا آسان ہو گیا۔

امابعد

اس دنیا میں رنگ رنگ کے لوگ آباد ہیں۔ کچھ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کے لئے چن لیا۔ وہ رات دن تعلیم و تدریس کے ذریعہ وعظ و تبلیغ سے تحریر و تصنیف کے رنگ میں اشاعت دین میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو استقامت نصیب فرمائیں اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ان کی حفاظت فرمائیں۔ اس کے برعکس کچھ لوگ اسی کو کار خیر سمجھتے ہیں کہ سیدھے سادے مسلمانوں کے دلوں میں کچھ وساوس پیدا کر دیئے جائیں جس سے وہ لوگ دین سے بیزار ہو جائیں یا کم از کم شکوک و شبہات کی وجہ سے دین میں سست ہو جائیں۔ ایسے ہی ایک شخص سے میرا واسطہ بھی پڑا' ان صاحب نے ایک ہی سانس میں اپنا تعارف یوں کروایا کہ میں ایم اے عربی' ایم اے اسلامیات ہوں اور وکالت کی سند بھی ہے' ساتھ ساتھ دین میں کافی ریسرچ کی ہے' اس میں میرا بڑا وسیع نالج ہے۔

اہل حدیث

اور بتایا کہ میں اہل حدیث ہوں' میں نے کہا ابھی آپ کا بڑا بھائی یہاں سے اٹھ کر گیا ہے جو کہہ رہا تھا کہ میں اہل قرآن ہوں۔ اس پر وہ صاحب کہنے لگے کہ اہل قرآن لفظ اسلامی دور میں حافظ قرآن کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ ان کے فضائل سے ہمیں انکار نہیں مگر انگریز کے دور میں یہ نام منکرین سنت کا رکھا گیا جو ایک گمراہ فرقہ ہے اور اس مقدس نام سے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ جب قرآن سچا تو اہل قرآن بھی سچے' کبھی کہتا ہے کہ جب سے قرآن ہے اسی وقت سے اہل قرآن ہیں' سب صحابہ رضی اللہ عنہم اہل قرآن تھے۔

کبھی حفاظ قرآن کے فضائل اپنے اوپر چسپاں کر کے سادہ لوح لوگوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اسی طرح اسلامی حکومتوں میں اہل حدیث محدثین کو کہتے تھے۔ محدثین سند کی تحقیق کرتے رہے لیکن انگریز کے دور میں اہلحدیث ''منکر فقہ'' کو کہا جانے لگا اور ان لوگوں نے بھی عوام کو اس قسم کے دھوکوں میں ڈالا کہ جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہل حدیث ہیں۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم اہل حدیث یعنی فقہ کے منکر تھے اور کبھی محدثین کے فضائل اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں جو واقعہ کا نہایت بے موقع استعمال ہے۔ میں نے پوچھا جب آپ محدث نہیں' ایک حدیث کی ایک سند کی بھی محققانہ تحقیق آج تک آپ نے نہیں کی تو پھر آپ اہل حدیث کس لئے کہلاتے ہیں؟ کہنے لگا کہ صرف اور صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں' فقہ اور کسی امتی کی رائے کو نہیں مانتے۔ اس لئے ہم اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ قرآن پاک تو تقریباً ہر مسلمان کے گھر میں ہوتا ہے۔ حدیث کسے کہتے ہیں؟ کہنے لگا کہ رسول اکرم ﷺ کے قول' فعل اور تقریر یعنی جو بات یا کام آپ کے سامنے ہوا ہو اور آپ ﷺ نے انکار نہ فرمایا ہو اس کو حدیث کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ نے جو حدیث کی یہ تعریف بیان فرمائی ہے یہ قرآن پاک کی کس آیت کا ترجمہ ہے؟ کہنے لگا کسی آیت کا بھی نہیں۔ میں نے پوچھا یہ تعریف کس حدیث کا ترجمہ ہے؟ کہنے لگا کسی کا بھی نہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں آپ نے کہاں سے لی؟ کہنے لگا کہ کسی امتی محدث نے یہ تعریف بیان کی ہے مگر مجھے یاد نہیں کہ سب سے پہلے یہ تعریف کس امتی نے آپ ﷺ کے کتنے سو سال بعد فرمائی۔ میں نے کہا آپ کا دعویٰ تو یہ تھا کہ ہم اس لئے اہل حدیث ہیں کہ صرف اللہ اور رسول ﷺ کی بات مانتے ہیں' کسی امتی کی بات نہیں مانتے' آپ نے حدیث کی تعریف ہی کسی امتی سے چوری کی ہے تو اب آپ اہل حدیث تو نہ رہے۔ اس کا

جواب اس کے پاس نہ تھا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا قرآن پاک کی تمام آیات کی طرح تمام احادیث متواتر اور قطعی الصحت ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ نہ سب احادیث متواتر ہیں نہ سب صحیح، بہت سی احادیث ضعیف بلکہ من گھڑت ہیں۔ میں نے کہا آپ مجھے صرف ایک حدیث ایسی لکھوائیں جس کو اللہ یا رسول ﷺ نے صحیح فرمایا ہو اور ایک حدیث ایسی جس کو اللہ یا رسول ﷺ نے ضعیف یا من گھڑت فرمایا ہو۔ اس نے کہا ایک حدیث کو بھی اللہ یا رسول ﷺ نے نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف نہ من گھڑت۔ میں نے پوچھا کہ پھر تم کسی حدیث کو صحیح، کسی کو حسن، کسی کو ضعیف، کسی کو من گھڑت کس دلیل سے کہتے ہو؟ کہنے لگا ہم اپنی رائے یا کسی امتی محدث کی رائے سے احادیث کو صحیح و ضعیف وغیرہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا پھر آپ اہل الرائے یا اہل الرائے کے مقلد ہوئے، اہل حدیث تو نہ ہوئے۔ اب تو وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ آپ کے ہاں احادیث کے صحیح و ضعیف ہونے کا کیا پیمانہ ہے؟ میں نے کہا جس حدیث کو چاروں ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے قبول کرلیا اور سب کا اس پر متواتر عمل ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو اللہ اور رسول ﷺ نے نہ صحیح فرمایا ہے اور نہ ضعیف۔ ہاں امت کے اجماع کی وجہ سے اس کی صحت میں شک نہیں اور جن مسائل کی احادیث میں اختلاف ہے ان میں سے جس پہلو کی احادیث پر مجتہد اعظم نے عمل فرمایا اور احناف کا اس پر متواتر عمل ہے اس کو ہم صحیح مانتے ہیں کیونکہ ہمارے امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میرا مذہب صحیح حدیث پر ہے اور مجتہد کا کسی حدیث کے موافق عمل کرلینا اس مجتہد اور اس کے مقلدین کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ مثلاً اس حدیث کو اللہ و رسول ﷺ نے نہ صحیح فرمایا ہے اور نہ ضعیف۔ اور جہاں اللہ و رسول ﷺ سے رہنمائی نہ ملے وہاں اللہ و رسول ﷺ نے مجتہد کو اجتہاد کا حق دیا ہے۔ ہمارے امام صاحب

رحمہ اللہ نے اپنے اعتبار سے اس حدیث میں مذکور مسئلہ کو قبول فرمایا۔ اب اگر ان کا اجتہاد صواب ہے تو ان کو دو اجر ملے اور اگر خطا ہے تو ایک اجر ملا اور عمل یقیناً اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ ہمارے امام کے اس اجتہاد کے خلاف اگر کوئی شخص اللہ و رسول ﷺ سے صراحتاً ثابت کر دے کہ جس حدیث کو امام نے اپنے اجتہاد سے صحیح مان لیا ہے۔ اللہ یا رسول ﷺ نے اس حدیث کو من گھڑت فرمایا ہے تو ہم اپنے امام کا اجتہاد چھوڑ کر اللہ و رسول ﷺ کی بات مان لیں گے لیکن ہمارے خیرالقرون کے مجتہد اعظم نے جس کو قبول فرما لیا مابعد خیرالقرون کے کسی بھی امتی کی رائے سے ہم اپنے امام کے اجتہاد کو ترک نہیں کریں گے۔ ہمارا احادیث کے رد و قبول کے بارہ میں یہ طریق کسی قرآنی آیت یا حدیث کے خلاف ہو تو سنائیں ہم تہ دل سے آپ کے شکرگزار ہوں گے۔ رہا جناب کا یہ فرمان کہ ہم اپنی رائے یا کسی دوسرے غیر مجتہد امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو اس سے پتہ چلا کہ آپ کا یہ عمل کسی دلیل پر مبنی نہیں۔ کیونکہ آپ کے نزدیک تو صرف خدا اور رسول ﷺ کی بات دلیل ہے اور آپ یقیناً نہ خدا ہیں اور نہ رسول' نہ ہی آپ کا غیر مجتہد امتی خدا ہے نہ رسول' تو آپ کو نہ تو کسی حدیث کو صحیح کہنا چاہئے نہ ضعیف اور ہم اہل سنت والجماعت کے ہاں بھی آپ کا یہ عمل کسی دلیل پر مبنی نہیں کیونکہ آپ نہ اجماع ہیں اور نہ ہی آپ میں مجتہد کی شرائط ہیں تو آپ جس بات کو اپنی تحقیق کہتے ہیں وہ کسی دلیل پر مبنی نہیں کیونکہ نہ ہم آپ کو خدا مانتے ہیں' نہ رسول' نہ اجماع اور نہ مجتہد۔ آپ خود ہی فرمادیں آپ جو ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہماری تحقیق مانو تو آپ اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں یا رسول؟ آپ زبان سے صاف تو نہیں کہتے کہ ہم خدا یا رسول ہیں لیکن جب اجماع اور مجتہد کے مقابلہ میں ہم آپ کی تحقیق نہ مانیں تو آپ کی طرف سے شور یہی مچتا ہے کہ انہوں نے خدا اور رسول ﷺ کی بات نہیں

مانی۔ اب آپ ہی سوچیں کہ آپ کا یہ شور کس قدر خطرناک ہے۔ اب تو صاحب بہادر! نہ ہوں نہ ہاں۔ میں نے پوچھا کہ محدثین نے ایک جہت سے حدیث کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ (مرفوع --- موقوف --- مقطوع)

مرفوع

وہ حدیث ہے جس میں حضرت رسول خدا ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

موقوف : وہ حدیث جس میں صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

مقطوع وہ حدیث جس میں تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

ہم اہلسنت والجماعت اپنے مجتہد کی رہنمائی میں ان تینوں قسموں کو مانتے ہیں۔ کیا آپ بھی حدیث کی ان تینوں قسموں کو مانتے ہیں؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ ہم صرف ایک پہلی قسم کو مانتے ہیں۔ میں نے کہا' کیا آپ کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں جو حدیث کی تینوں قسموں کو مانے اس کو اہل الرائے کہنا اور جو دو تہائی احادیث کے ماننے سے انکار کرے اس کو اہل حدیث کہنا؟ وہ بہت جھلایا کہ آپ بات بات پر آیت اور حدیث پوچھتے ہیں۔ میں نے کہا اس لئے کہ آپ نے یہی دعویٰ فرمایا تھا کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں۔ اب آپ کو شدید احساس ہو رہا ہے کہ جس طرح آپ کے بھائی اہل قرآن اس دعویٰ پر پورے نہیں اتر سکتے کہ ہم ہر مسئلہ صراحتاً قرآن مجید سے دکھا سکتے ہیں اسی طرح آپ بھی اس دعویٰ پر پورے نہیں اتر سکتے کہ ہم صرف اور صرف قرآن و حدیث سے ہر ہر مسئلہ کا صراحتاً جواب دے سکتے ہیں۔ پھر میں نے کہا محدثین نے صحیح حدیث کی دس قسمیں بیان فرمائی ہیں (مقدمہ نووی) جس میں مرسل احادیث اور مدلسین کی معنعن احادیث کو بھی صحیح کی اقسام میں شامل کیا ہے۔ ہم ان

پوری دس قسم کی احادیث کو مانتے ہیں اور اپنے مجتہد کی رہنمائی میں ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں ہم تو صرف ان دس اقسام میں سے پانچ کو مانتے ہیں اور پانچ قسم کی احادیث کو من گھڑت اور بناوٹی کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ جو دس قسم کی تمام احادیث صحیحہ کو مانے۔ اس کو تو اہل الرائے کہنا اور جو پوری ڈھٹائی سے نصف احادیث کو ماننے سے انکار کرے اس کو اہل حدیث کہنا شاید "برعکس نہند نام زنگی کافور" کی مثال آپ پر ہی فٹ آجائے۔

ایک مسئلہ :

ایک شخص نے وصیت کی کہ میں اپنی اتنی جائیداد اصحاب حدیث پر وقف کرتا ہوں تو اس وقف کے حق دار کون ہوں گے؟ تو علماء نے بتایا کہ امام شافعی کا مقلد اگر حدیث کا طالب علم ہو تو وہ اس کا حقدار ہے اور اگر حدیث کا طالب علم نہ ہو تو اس کا حقدار نہیں اور حنفی اس کا حقدار ہے خواہ حدیث کا طالب علم ہو یا نہ ہو۔ اس لئے کہ حنفی مرسل احادیث اور اخبار آحاد کو قیاس پر مقدم کرتا ہے (درمختار) معلوم ہوا کہ جو غیر مقلدین خدمت حدیث کے نام پر باہر سے پیسے لیتے ہیں اور پھر سارا زور صحیح احادیث کو ضعیف اور من گھڑت کہنے پر لگاتے ہیں' یہ رقم شرعاً ان کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔

ایک اور بہانہ :

میں نے کہا کہ آپ کے مولانا محمد یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ ہے اس میں باقاعدہ ایک عنوان ہے "اہل کوفہ کی حدیث دانی" اس میں فرماتے ہیں کہ اگر اہل کوفہ ہزار حدیثیں سنائیں تو ۹۹۹ تو اٹھا کر پھینک دو اور باقی ایک میں بھی شک رکھنا' کبھی صحیح یقین نہ کرنا۔ اس نے فوراً کہا اہل کوفہ کو حدیث سے کیا تعلق؟ میں نے کہا آیئے تجربہ کر لیں' میں صحاح ستہ سے احادیث پیش کروں گا جس

کی سند میں ایک بھی کوفی آجائے تو اس کو صحاح ستہ سے نکالتے جانا تو جلدی سے بولا کہ پھر صحاح ستہ میں کیا بچے گا؟ وہاں تو خاک اڑنے لگے گی۔ میں نے کہا کوئی آیت یا حدیث ایسی ہے کہ جو اہل کوفہ کی روایت کردہ سب احادیث صحیحہ کو صرف اس لئے رد کر دے کہ اس کا راوی کوفی ہے وہ تو اہل حدیث کہلائے اور جو سب صحیح احادیث کو مانے خواہ راوی اہل کوفہ ہوں خواہ اہل حجاز' اس کو اہل الرائے کہنا۔

مولانا :

اب وہ صاحب میرے کسی ایک سوال کے جواب میں بھی نہ تو کوئی آیت پڑھ سکتے تھے نہ حدیث۔ بہت پریشان بیٹھے تھے اور نہ احادیث صحیحہ کے انکار در انکار کرنے والوں کو اہل حدیث ثابت کر سکتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو اس موضوع کو چھوڑ کر دوسری بات شروع ہو' میرے منہ سے مولانا کا لفظ نکلنا تھا اس نے شور مچا دیا توبہ کرو توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مولانا کہنا شرک ہے' کفر ہے۔ میں نے کہا یہ توضیح الکلام ہے۔ اس میں لکھا ہے مولانا ارشاد الحق اثری' پھر لکھا ہے مولانا عزیز زبیدی اور صلوۃ الرسول پر لکھا ہے مولانا محمد صادق سیالکوٹی' مولانا محمد داؤد غزنوی' مولانا محمد اسماعیل' مولانا محمد عبداللہ ثانی' مولانا نور حسین گھرجاکھی' مولانا احمد دین گگھڑوی' مولانا محمد گوندلوی۔ کیا یہ سب مشرک تھے؟ ذرا فتویٰ سوچ کر لگانا چاہئے۔ اس نے فوراً کہا' میں ان کو نہیں مانتا۔ میں نے پوچھا کیا نہیں مانتا؟ ان کو مسلمان نہیں مانتا یا اہلحدیث نہیں مانتا؟ اس نے کہا میں ان کو خدا' رسول نہیں مانتا۔ میں نے کہا کہ میں نے ان کو خدا اور رسول کہہ کر تو پیش نہیں کیا۔ یہ آپ کے غیر مقلد ہیں اور مولانا ہیں' کیا ان کو آپ نام بنام مشرک کہتے ہیں؟ ان کے ہاں مولانا کہنا جائز ہے۔ اس نے کہا وہ کوئی خدا ہیں کہ میں ان کی بات مانوں۔ میں نے کہا کیا تو خدا ہے کہ ہم تیری بات مانیں

کہ مولانا کہنا شرک ہے۔ اس نے کہا میں تو ہر اس شخص کو مشرک کہتا ہوں جو خدا کے سوا کسی کو مولانا کہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلَاهُ (۱٦:۷٦) وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آقا کو غلام کا مولا فرمایا۔ کیا اللہ تعالیٰ مشرک ہیں؟ رسول خدا ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو فرمایا: اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا (بخاری ج ۱/ ص ۵۲۸) بلکہ غلاموں کو فرمایا کہ وہ اپنے آقا کو کہیں سیدی و مولائی (بخاری ج ۱/ ص ۳۴٦) امام حسن بصری" کو لوگ مولاناالحسن کہتے ہیں (تہذیب التہذیب ج ۲/ ص ۲٦۳' البدایہ والنہایہ ج ۹/ ص ۲٦٦' سیر اعلام النبلاء ج ۴/ ص ۵۷۳) کیا اللہ تعالیٰ' رسول اللہ ﷺ اور یہ سب لوگ مشرک ہیں؟ اب خاموش ہو گیا تو پھر میں اصل بات کی طرف آیا کہ آپ کے ہاں احادیث صحیحہ کے رد کرنے کی عجیب و غریب شرائط ہیں۔ آپ کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں: "پس مداحین جو قصہ واہیہ بلا سند صحیح کے فضیلت میں امام صاحب کے نقل کرتے ہیں امام صاحب تک بسند صحیح متصل مسلسل کے نہ [illegible]" (معیار الحق ص ۱۹) جب ایک تاریخی واقعہ کے لئے آپ کے شیخ الکل نے یہ تین شرطیں لگائی ہیں تو حدیث کا معیار تو تاریخ سے بہت بلند ہے۔ پہلی قید صحیح کی لگائی جس سے حسن احادیث خارج ہو گئیں' سب کا انکار ہو گیا۔ دوسری قید متصل کی لگائی جس سے تعلیقات' منقطعات اور مراسیل سب نکل گئیں اور احادیث کی ان سب اقسام کو ماننے سے انکار کر دیا۔ تیسری قید مسلسل کی لگائی یعنی سند کے ہر ہر راوی کا جب تک مسلسل اسی پر عمل کرنا ثابت نہ ہو گا اس حدیث پر عمل جائز نہ ہو گا۔ اس شرط پر تو شاید ہزار میں سے ایک حدیث بھی قابل عمل نہ رہے۔ میں نے کہا کہ کیا آپ یہ تینوں قیدیں کسی آیت یا حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں جبکہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے (بخاری' مسلم) لیکن اس کی

قسمت میں کہاں تھا کہ یہ شرطیں کتاب و سنت سے ثابت کرتا۔ میں نے کہا آپ کی مسجد میں اختلافی مسائل پر اشتہار لگے ہوتے ہیں جن سب میں یہ شرط ہوتی ہے کہ حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح ہو۔ دیکھئے صحیح کی قید سے حسن نکل گئی، صریح کی قید سے ولالت کی باقی سب قسموں کا انکار ہو گیا۔ دیکھئے قادیانی یہی شرط لگاتے ہیں کہ صریح حدیث دکھاؤ کہ آپ ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبی نہیں آئے گا اور صریح لفظ دکھاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری چوتھے آسمان پر اٹھائے گئے۔ اس طرح انہوں نے ختم نبوت اور حیات و نزول مسیح کی متواتر احادیث کا انکار کر دیا کہ جو لفظ ہم نے مانگا ہے وہ آپ نبی سے نہیں کہلوا سکے اور جو الفاظ خود حضرت محمد ﷺ نے فرمائے ہیں ان کو ہم نہیں مانتے کہ صریح نہیں اور مرفوع کی قید سے موقوفات اور مقطوعات کا انکار ہو گیا۔ کیا آپ اسی شرط کے مطابق ایک ہی حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح سے ثابت کر سکتے ہیں کہ دلیل شرعی صرف اور صرف حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے؟ دیدہ باید۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث کے لئے ایسی ایسی شرطیں لگاتے ہیں، کہ کم از کم ۹۵ فیصد احادیث کا انکار ہو جائے۔

منسوخ احادیث

پوری امت کا اتفاق ہے کہ منسوخ احادیث پر عمل جائز نہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ لیس علی العامی العمل بالحدیث لعدم علمه بالناسخ والمنسوخ (معیار الحق ص ۳۹، بحوالہ بحر الرائق) کہ عامی کے لئے فقہاء کی رہنمائی کے بغیر حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کو ناسخ و منسوخ کا علم نہیں اس لئے فقہاء سے تحقیق کرنے کے بعد ناسخ پر عمل کرے اور منسوخ پر عمل نہ کرے، مگر آپ کے شیخ الکل فرماتے ہیں: اگر

کوئی شخص اہل علم حسب وسعت اپنی ایک حدیث تحقیق کرکے اس پر عمل کرے تو نہایت یہی ہوگا کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی تو ہم کہتے ہیں کہ وہ شخص ساتھ عمل کرنے میں ساتھ اس حدیث کے گنہگار نہ ہوگا اور وہ عمل اس کا باطل اور قابل اعادہ کے نہ ہوگا۔ (معیار الحق ص۴۱) اب دیکھئے اہلسنت کی ضد میں منسوخ احادیث پر بھی عمل کرنے کی اجازت دے دی' اس لئے آج کل ان حضرات کی اصطلاح میں منسوخ احادیث پر عمل کرنے والا اہل حدیث کہلاتا ہے اور ناسخ حدیث پر عمل کرنے والا اہل الرائے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ضد

کہنے لگا کہ اہل حدیث ضد نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ آپ کا مطالعہ بہت ناقص اور محدود ہے۔

(۱) ہمارے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ نمازی کے بدن کا پاک ہونا شرط نماز ہے۔ ناپاک آدمی نماز پڑھے تو نماز نہیں ہوتی مگر آپ کے نواب صدیق حسن خان نے محض ضد سے اس صحیح مسئلہ کا انکار کردیا اور لکھ دیا کہ بس مصلی بانجاست بدن آثم ست' نمازش باطل نیست (بدور الاہلہ ص ۳۸) یعنی جسم پر گندگی (انسان کا پیشاب پاخانہ لگا) ہو تو گناہگار نہیں ہوگا لیکن اس کی نماز باطل نہیں' وہ ہو جائے گی۔ فرمایئے اس کو ضد نہ کہیں تو کیا کہیں؟

(۲) ہمارے ہاں شرائط نماز میں سے کپڑوں کا پاک ہونا بھی ہے مگر خدا ضد کا برا کرے یہاں بھی لکھ دیا: "ہر کہ در جامہ ناپاک نماز گزارد' نمازش صحیح باشد" (عرف الجادی ص ۲۲) یعنی جو شخص گندے (مثلاً حیض کے خون سے لت پت) کپڑوں میں نماز پڑھے اس کی نماز صحیح ہے۔

(۳) ہمارے ہاں نماز کے صحیح ہونے کے لئے نماز کی جگہ کا پاک ہونا بھی شرط

ہے۔ گندی جگہ پر نماز نہ ہو گی مگر اس کا بھی محض ضد سے انکار کر دیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں: "طہارت مکان واجب ست نہ شرط صحت نماز" (عرف الجادی ص۲۱) کہ نماز کی جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں۔

(۴) اسی طرح ہمارے ہاں نماز کی حالت میں شرم گاہ کا ڈھکا رہنا شرط ہے ورنہ نماز نہیں ہو گی۔ مگر قربان جایئے ضد کے' لکھتے ہیں: ہر کہ در نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص۲۲) یعنی حالت نماز میں جس کی شرم گاہ ننگی رہے اس کی نماز بالکل صحیح ہے۔

(۵) اسی طرح نماز کے لئے شرط ہے کہ نماز کا وقت ہو' وقت ہونے سے پہلے نماز نہیں ہوتی مگر یہ لکھ دیا گیا کہ اگر عصر کے وقت فٹ بال کھیلنا ہو تو عصر کی نماز ظہر کے ساتھ پڑھ لے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج۱/ص۶۳۱)

(۶) ہمارے ہاں کفار کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں مگر نواب وحید الزمان نے صاف لکھا ہے کہ کافر کے پیچھے نماز پڑھ لی تو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ (نزل الابرار ج۱/ص۱۰۱) آپ کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب کا فتویٰ یہی تھا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے' بلکہ آپ مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھ بھی لیا کرتے تھے۔ (فیصلہ مکہ ص۳۶) اور آپ کے مناظر اسلام مولانا عنایت اللہ اثری بھی مرزائیوں کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

فقہ کی مخالفت

وہ صاحب فرمانے لگے فقہ کی مخالفت کون سا کفر ہے بلکہ فقہ کی مخالفت تو کرنی چاہئے تاکہ لوگ فقہ کو چھوڑ دیں۔ میں نے کہا فقہ کے یہ مسائل کتاب و سنت پر مبنی ہیں ان کی مخالفت کتاب و سنت کی مخالفت ہے۔ میں نے کہا آپ یہ جہاد اپنی مساجد میں شروع فرمائیں گے کہ بھئی فقہ کی مخالفت کرنی ہے اس لئے عصر کے وقت چونکہ ہاکی کھیلنی ہے عصر کی نماز پونے ایک بجے پڑھ لیں' نماز کی جگہ پر پاخانہ

لیپ لیں، جسم کو پیشاب سے غسل دے لیں، کپڑوں کو حیض کے خون سے رنگ کر پہن لیں مگر شرم گاہ ننگی رکھیں اور نماز کا امام بھی لالہ آتما رام کو بنا لیں اور نماز کے شروع اور آخر میں نعرے لگائیں کہ فقہ کی مخالفت کوئی کفر نہیں۔ قدم بڑھایئے اور فقہ کی مخالفت میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کیجئے۔

مسلک اہل حدیث زندہ باد۔

نبی کی مخالفت

وہ صاحب بڑے چمک کر بولے کہ آپ لوگ کلمہ نبی ﷺ کا پڑھتے ہیں لیکن نبی پاک ﷺ کی بات نہیں مانتے بلکہ ان کے خلاف امام ابو حنیفہ کی باتیں مانتے ہیں۔ میں نے کہا یہی کچھ آپ کے بڑے بھائی اہل قرآن آپ کے بارہ میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کے بندے ہیں مگر اس خالق کے خلاف مخلوق رسول ﷺ کی باتیں مانتے ہیں۔ قرآن پاک کی مخالفت اہل حدیث کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ یہ لوگ تلاش کر کر کے ایسی احادیث پر عمل کرتے ہیں جو قرآن پاک کے خلاف ہوں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ ہماری اصول فقہ کی کتابوں سے صرف ایک مستند حوالہ پیش کریں کہ اس میں تحریر ہو کہ نبی پاک ﷺ کے خلاف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بات ماننا یا کسی کتاب کا حوالہ دیں کہ فلاں حنفی امام نے کہا ہو کہ نبی پاک ﷺ کا حکم تو یہ ہے مگر میں نبی ﷺ کے حکم کے خلاف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی یہ بات مانتا ہوں۔ حوالہ لایئے یا جھوٹ سے باز آیئے۔ اس نے کہا دیکھئے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور تم اس حدیث کو نہیں مانتے۔ امام ابو حنیفہ کی بات مانتے ہو۔ میں نے کہا عزیزم! یہ آپ کی بات ہے۔ کسی حنفی نے یہ نہیں لکھا کہ ہم اس مسئلہ میں نبی پاک ﷺ کی بات نہیں مانتے بلکہ اس کے خلاف امام صاحب کی بات مانتے ہیں۔ آپ اپنی بات پر حوالہ پیش فرمائیں۔ اب ہماری بھی سن لیں، ہم کہتے ہیں کہ

یہاں حنفی پوری حدیث کو مانتے ہیں اور غیر مقلد ادھوری کو اور یہ کتنا ظلم ہے کہ جو پوری حدیث کو مانیں ان کو اہل الرائے کہا جاتا ہے اور جو ادھوری حدیث مانیں وہ اپنا نام اہل حدیث رکھتے ہیں۔ اب سنئے' حضور ﷺ کی پوری حدیث یوں ہے کہ نماز نہیں ہوتی اس کی جو فاتحہ اور کچھ اور حصہ قرآن کا نہ پڑھے۔

(۱) عن عبادة رضی اللہ عنہ مسلم ج۱/ص۱۶۹' عبدالرزاق ج۲/ص۹۲' نسائی ج۱/ص۱۴۵' ابوداؤد ج۱/ص۱۱۹

(۲) وعن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ج۱/ص۱۱۸' حاکم ج۱/ص۲۳۹

(۳) عن ابی سعید رضی اللہ عنہ مسند احمد ج۳/ص۳' ابوداؤد ص۱۱۸

(۴) عن عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ ابن عدی ص۱۳۰

(۵) عن ابن مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ رواہ ابو نعیم نصب الرایہ ج۱/ص۳۶۵

(۶) عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ الکامل ج۵/ص۲۹

(۷) وعن عائشہ رضی اللہ عنہا الکامل ج۴/ص۳۲

(۸) عن جابر رضی اللہ عنہ ابن ابی شیبہ ج۱/ص۳۶

یہ آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو صراحتاً روایت کرتے ہیں کہ جس نماز میں فاتحہ اور زائد قرآن نہ پڑھا جائے وہ نماز نہیں ہوتی اور احادیث میں آپ ﷺ کا نماز میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ زائد قرآن پڑھنا متواترات میں سے ہے۔ جب نماز کی قراءت کی احادیث متواترہ میں دو حصے ثابت ہوئے سورۃ فاتحہ اور ما زاد علی الفاتحہ اور ان دونوں کے نہ ہونے سے آپ ﷺ نے نماز کی نفی فرمائی۔ اب ہم ان دونوں حصوں کا ایک ہی حکم مانتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ بھی واجب ہے اور مازاد بھی واجب ہے۔ اس کے برعکس غیر مقلد کہتے ہیں کہ نماز میں فاتحہ ضروری اور فرض ہے۔ مازاد ضروری نہیں تو حدیث کا انکار غیر مقلدین نے کیا یا احناف نے؟ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان

سے جب فاتحہ اور مازاد دونوں کا واجب ہونا معلوم ہوا تو پورے یقین سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس حدیث کا مقتدی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ مقتدی پر مازاد علی الفاتحہ خود غیر مقلدین کے ہاں بھی واجب نہیں بلکہ حرام ہے۔ اب غیر مقلدین نے اس حدیث میں مقتدی کو شامل کر کے اس حدیث کا انکار کیا یا نہیں؟ کیونکہ اگر اس حدیث میں مقتدی بھی شامل ہو تو اس پر مازاد علی الفاتحہ بھی واجب ہوگی اور غیر مقلدین مقتدی پر مازاد علی الفاتحہ کو حرام کہتے ہیں۔ تو یہ بات واضح ہوگئی کہ حنفی یہ احادیث پوری کی پوری مانتے ہیں اور غیر مقلدین ان احادیث کو بھی ادھوری مانتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ جھوٹ بھی بولتے ہیں کہ ہم نے حدیث کو مانا اور احناف نے حدیث کے خلاف امام کے قول کو مانا۔ اللہ تعالیٰ جھوٹے وساوس سے محفوظ فرمائیں۔

مقتدی

اس نے کہا پھر تم کیوں کہتے ہو کہ مقتدی کی نماز بغیر فاتحہ کے ہو جاتی ہے؟ میں نے کہا آپ بھی بتائیں کہ مندرجہ بالا آٹھ احادیث کے حکم میں آپ کے نزدیک مقتدی بھی شامل ہے پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ مقتدی کی نماز بغیر مازاد کے ہو جاتی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ آپ ہمارے مسلک کو جانتے تک نہیں، جیسے خطیب خطبہ پڑھتا ہے سب خاموش رہتے ہیں تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہم نے بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھا ہے بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ ہم نے خطبے والا جمعہ پڑھا ہے کیونکہ خطیب کا خطبہ ہم سب کی طرف سے ہوگیا ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ امام کی قراءت (فاتحہ و سورۃ) سب کی طرف سے ہوگئی ہے تو مقتدی کی نماز بھی فاتحہ و سورۃ کے ساتھ ہوئی ہے۔ ہم اس لئے یہ کہتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو امام کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کی قراءت مقتدیوں کی بھی قراءت ہے۔

(۱) عن جابر رضی اللہ عنہ موطا محمد ص ۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱/ ص ۳۷۷

(۲) ابو الدرداء رضی اللہ عنہ دار قطنی ج ا/ص ۳۳۲

(۳) عبداللہ بن شداد ابن الهاد موطا محمد ص ۹۸

(۴) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (کتاب القراءۃ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بہت سے تابعین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ آپ بھی ایک حدیث پیش کریں کہ امام کی قراءت مقتدی کے لئے کافی نہیں اور کسی حنفی کتاب سے یہ دکھائیں کہ حنفی نے کہا ہو کہ مقتدی کی نماز بغیر فاتحہ و سورۃ کے ہو جاتی ہے ورنہ جھوٹ سے توبہ کیجئے۔ کہنے لگا کہ یہ احادیث صحیح ہیں؟ میں نے کہا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ان کو صحیح فرمایا ہے اور نہ ضعیف، ہمارے ائمہ ثلاثہ نے بالاتفاق ان کو تسلیم کر کے ان کے موافق فتویٰ دیا ہے تو ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ احادیث بالاتفاق صحیح ہیں۔ ہاں آپ اگر اللہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ضعیف ہونا ثابت کر دیں تو ہم اپنے ائمہ ثلاثہ کا قول چھوڑ دیں گے لیکن آپ چاہیں کہ آپ جیسے نااہلوں کے کہنے سے ہم ائمہ ثلاثہ کی تحقیق کو چھوڑ کر آپ جیسے نااہلوں کی تقلید کر لیں تو اس سے ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے ہیں: واذا وسد الامر الیٰ غیر اهله فانتظر الساعة (متفق علیہ) یعنی جب نااہل لوگ دخل اندازی کرنے لگیں تو قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ آہ! آج آپ جیسے نااہل لوگوں کی دخل اندازی سے دین اسلام پر قیامت ٹوٹی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت فرمائیں۔

مکہ مدینہ والا دین :

اب وہ صاحب بڑے پریشان ہوئے لیکن اصل موضوع سے بھاگ نکلنا اس فرقے کا کمال ہے۔ فرمانے لگے ہمارا دین مکے مدینے والا ہے اور تمہارا کوفے والا۔ میں نے کہا کہ آپ کے بڑے بھائی اہل قرآن بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمارا دین مکے مدینے والا ہے کیونکہ قرآن کی بعض سورتوں پر مکیہ لکھا ہے اور بعض پر

مَدَنِیَّه۔ اس قرآن کے مقابلہ میں صحاح ستہ میں سے کوئی کتاب بھی اہل مکہ یا اہل مدینہ کی لکھی ہوئی نہیں۔ آپ کے بڑے بھائی اہل قرآن کی بات آپ کے مقابلہ میں زیادہ وزنی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا آپ نے تو مدینہ منورہ میں خیرالقرون کے تبع تابعی مجتہد امام مالک رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی حدیث کی کتاب کو صحاح ستہ سے خارج کر دیا جبکہ اہل کوفہ نے باقاعدہ اس حدیث کی کتاب کو روایت کیا دیکھو امام محمد رحمہ اللہ کی موطا۔ یہ عجیب انصاف ہے کہ جو مدینہ کی کتاب کو روایت کریں ان کا دین مدینے والا نہ ہو اور جو مدینہ کی کتاب کو پیچھے دھکیلیں وہ مدینے والے بن جائیں۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

اہل مدینہ سے مخالفت :

(۱) آپ کے ہاں وضو میں صرف پگڑی پر مسح جائز ہے (الروضة الندیه ج۱/ ص۳۹) اور امام مدینہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف پگڑی پر مسح جائز نہیں (موطا ص ۲۳) بلکہ فرمایا جو پگڑی پر مسح کرے اس کی نماز نہیں ہوتی (المدونة الکبرٰی ج۱/ ص۱۶) دیکھئے مدینے والے نہ آپ کے وضو کو صحیح مانتے ہیں نہ آپ کی نماز کو۔

(۲) امام مالک رحمہ اللہ تیمم کا طریقہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک ضرب سے چہرہ کا مسح کرے اور دوسری ضرب سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت (موطا ص ۴۲) لیکن آپ نے اہل مدینہ کا مذہب چھوڑ کر بخارا کا مذہب قبول کیا کہ تیمم میں ہاتھوں کا مسح صرف ہتھیلیوں کا ہو (بخاری ص ۴۸) اور تیمم کی ضرب ایک ہو (بخاری ص ۵۰)

(۳) امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ نماز میں ہاتھ لٹکائے جائیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہاتھ کندھوں تک اٹھا کر پھر دائیں ہتھیلی

سے بائیں کہنی کو پکڑ کر سینہ پر رکھتے تھے۔ یہ مذہب نہ کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ ہی اہل مدینہ کا۔

(۴) آپ لوگ کہتے ہیں کہ جو مقتدی جہری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرات (فاتحہ وسورۃ) نہ کرے (موطا ص ۶۸)

(۵) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین کہیں اور امام آمین نہ کہے اور اکیلا نمازی آمین آہستہ کہہ لے تو کوئی مضائقہ نہیں (المدونۃ الکبریٰ ج۱/ص۷۱) آپ کے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ امام اور پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں (دستور المتقی ص۱۱۱) اور امام جماعت غرباء اہل حدیث مفتی عبدالستار صاحب فرماتے ہیں: ”جو ناعاقبت اندیش وفتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑے اور کہنے والوں سے حسد کرے وہ یقیناً یہودی ہے۔“ (فتویٰ آمین بالجہر ص ۳۴)

(۶) امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ عورت نماز میں سمٹ کر رہے گی اور اپنی رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی۔ پس عورت اپنے جلسہ اور سجدے دونوں میں خوب ملی ہوئی اور سمٹی ہوئی ہوگی (الرسالہ بحوالہ نصب العمود ص۵۰) لیکن آپ لوگ کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں (دستور المتقی ص۱۵۱' صلوۃ الرسول ص۱۹۰) پھر کس منہ سے کہتے ہو کہ ہمارا دین مدینے والا ہے۔

(۷) موطا امام مالک ص۷ اور ص۱۴۹ سے ظاہر ہے کہ جو شخص نماز باجماعت کے رکوع میں شامل ہو تو اس کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ وہ رکعت شمار نہیں ہوتی۔ (عرف الجادی ص۲۶' نزل الابرار ج۱/ص ۱۳۳)

(۸) موطا ص۱۱۱ سے ظاہر ہے کہ امام فجر کی جماعت کرا رہا ہو تو آنے والا پہلے

وتر پڑھ سکتا ہے مگر غیر مقلدین اہل مدینہ کے اس مسئلہ کو غلط کہتے ہیں۔ (صلوۃ الرسول ص ۳۵۱)

(۹) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں رفع یدین کرنا ضعیف ہے اور فرمایا کہ میں کسی رفع یدین کرنے والے کو پہچانتا تک نہیں (المدونۃ ج ۱/ص ۷۱) لیکن غیر مقلدین نے تقریر و تحریر اور چیلنج بازیوں سے اس مسئلہ پر کتنا اودھم مچا رکھا ہے۔

(۱۰) ابن القاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد کسی تکبیر کے ساتھ رفع یدین جائز نہیں۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱/ص ۱۷۶) مگر آپ کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں "جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲/ص ۵۰)

(۱۱) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قراءت (قرآن پڑھنا) ہمارے شہر (مدینہ طیبہ) میں اس پر عمل نہیں۔ نماز جنازہ صرف دعا ہے۔ میں نے اپنے شہر کے اہل علم کو اسی پر پایا ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱/ص ۱۷۴) مگر غیر مقلدین کا کہنا ہے اگر امام یا مقتدی نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵/ص ۱۸۵)

(۱۲) نماز جنازہ آہستہ آواز سے پڑھی جائے۔ اس میں علمائے اسلام میں کوئی اختلاف نہیں۔ (نووی شرح مسلم ص ۳۱۱، مغنی لابن قدامہ ج ۲/ص ۴۸۶) لیکن پوری امت کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲/ص ۵۶)

(۱۳) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جنازہ کے مسجد میں رکھے جانے کو مکروہ سمجھتا ہوں (المدونۃ الکبریٰ ج ۱/ص ۱۷۷) مگر غیر مقلد کہتے ہیں کہ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا سنت ہے اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے۔

(بلاغ المبین ص ۵۵۳ بحوالہ فتاوی ستاریہ ج ۱/ ص ۳۱)

(۱۴) امام مالک رحمہ اللہ ایک رکعت وتر کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں ہمارے ہاں اس پر بالکل عمل نہیں ہے کم از کم وتر تین رکعت ہیں (موطا ص ۱۱۰) جبکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تین وتر پڑھنے جائز ہی نہیں۔ (عرف الجادی ص ۳۳)

(۱۵) امام مالک رحمہ اللہ قرآن کی آیت سے ثابت کرتے ہیں کہ گھوڑا حلال نہیں (موطا ص ۴۹۳) مگر غیر مقلدین ہر سال کسی نہ کسی جگہ گھوڑے کی قربانی کا کھڑاک رچالیتے ہیں۔

(۱۶) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی کے تین دن ہیں (موطا ص ۴۹۷) مگر غیر مقلدین چوتھے دن بھی قربانی کرتے ہیں۔

(۱۷) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے بعد شوال میں چھ روزے میں نے کسی ایک بھی اہل علم و فقیہ کو رکھتے نہیں دیکھا اور اسلاف سے کسی کا یہ روزے رکھنا مجھے نہیں پہنچا ہے بلکہ اہل علم ان کو مکروہ سمجھتے ہیں اور ان کے بدعت ہونے کا خوف کرتے ہیں کہ اہل جہالت و جفا کہیں ان کو رمضان کے ساتھ نہ ملالیں۔ (موطا ص ۲۵۶) غیر مقلدین امام کے ارشاد پر بہت واویلا مچاتے ہیں۔

(۱۸) امام مالک رحمہ اللہ خیار مجلس کی حدیث میں لکھ کر فرماتے ہیں: ولیس لهذا عندنا حد معروف لا امر معمول به فيه (موطا ص ۶۰۵) کہ نہ خیار مجلس کی ہمارے ہاں کوئی حد معروف ہے اور نہ ہی ہمارے ہاں اس پر عمل ہے جبکہ غیر مقلدین اس پر بہت شور و غوغا مچاتے ہیں۔

(۱۹) موطا امام مالک ص ۵۱۰ تا ص ۵۲۱ کی روایات سے ظاہر ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ ایک کلمہ سے بھی تین طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں جبکہ غیر مقلدین بالکل نہیں مانتے۔

(۲۰) رکعات تراویح میں ۲۰ رکعت کے ترویحوں میں ۱۶ نوافل کے بھی امام مالک رحمہ اللہ قائل ہیں جبکہ غیر مقلدین اس کو بالکل نہیں مانتے۔

میں نے کہا اہل مدینہ سے نہ آپ کا وضو ملے' نہ تیمم' نہ نماز' نہ جنازہ' حلال و حرام اور نکاح و طلاق میں ان سے اختلاف کرتے ہو پھر عوام کو مغالطہ دیتے ہو کہ ہمارا دین مدینہ والا ہے۔ کیا اس جسارت سے جھوٹ بولنے پر آپ کو کبھی خیال نہیں آتا کہ ہم نے ایک دن اللہ کے ہاں ایک ایک بات کا حساب دینا ہے اور جہاں نہ زور چلے گا نہ زر۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت گنہگاروں کو آوازیں دیتی ہے کہ آؤ توبہ کرلو۔

کتاب و مدینہ

مکمل دین پر آپ کی ایک بھی کتاب نہ مکہ میں لکھی گئی اور نہ مدینہ میں اور کوفہ میں دین اسلام ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ آیا جو مکہ مدینہ سے آئے تھے۔ علامہ علاؤ الدین رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں روضہ پاک پر بیٹھ کر ایک جامع اور مکمل کتاب "در مختار" تحریر فرمائی۔ اس میں لکھتے ہیں: الحاصل قرآن پاک کے بعد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ ہیں اور اس کی یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ آپ کا ہی مذہب پھیلا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ امام نے کوئی قول ایسا نہ فرمایا جو کسی نہ کسی امام کا مذہب نہ ہو (یعنی سب ائمہ آپ ہی کے خوشہ چین ہیں) اور تیسری دلیل یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے زمانہ سے آج تک سلطنت اور قضاء کے عہدے ان کے مقلدین کے پاس رہے ہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خلافت عباسیہ جن کی مدت حکومت تقریباً پانچ سو سال ہے۔ اس میں اکثر قاضی اور مشائخ (یعنی شیخ الاسلام) حنفی تھے' جیسا کہ کتب تاریخ اس کی شاہد ہیں۔ ان کے بعد سلاطین سلجوقی اور خوارزمی سب کے سب حنفی تھے' اور خلافت عثمانیہ بھی

حنفی تھی اور ان کے قاضی بھی حنفی، یعنی شامی کے زمانہ تک نو سو سال کے سلاطین اسلام حنفی گزرے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ بھی فرماتے ہیں: در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاھاں حنفی اند و قضاۃ و اکثر مدرساں و اکثر عوام حنفی (کلمات طیبات ص ۱۷۷) یعنی تمام ملکوں اور شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں اور اکثر قاضی، اکثر مدرسین اور اکثر عوام حنفی ہیں۔ الغرض دوسری صدی سے چودھویں صدی کے وسط تک تقریباً بارہ سو سال حرمین شریفین کے خادم حنفی رہے اس کے بعد آج تک حنبلی ہیں۔ "اہل قرآن" اور "اہل حدیث" کو کبھی اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا کر کے خدمت حرمین شریفین کا موقعہ نہیں دیا۔ ان کی حکومت تو کجا ان کا وجود ہی ان مقدس شہروں میں نہیں تھا۔

مولانا ثناء اللہ کا اعتراف حق :

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو ایک اعلان اپنے فرقہ وارانہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع کیا۔ فرماتے ہیں: برادران اسلام! جماعت (غیر مقلدین) کے اکثر افراد جانتے ہیں کہ مولانا احمد صاحب دہلوی سات آٹھ سال سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ جب آپ وہاں پہنچے تو اس مقدس شہر کے ساکنین میں سے کسی کو اہل حدیث نہ پایا۔ نہ اس جماعت کا کوئی مدرسہ ہے نہ رباط نہ دیگر کسی خدمت کے آثار اس جماعت کے وہاں موجود ہیں، نہ اس جماعت کا وہاں تذکرہ ہے نہ نام و نشان۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں سے اس جماعت کے اعمال نامے مدینۃ الرسول ﷺ کی خدمت سے خالی ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر دل پر سخت چوٹ لگی اور بے حد افسوس ہوا کہ یہ مرکز اسلام، یہ دربار نبی ﷺ کا مسکن جہاں دنیا بھر کے مسلمان جمع ہوتے ہیں وہاں کوئی اہل حدیث کا نام لیوا اور مذہب اہل حدیث کا مبلغ نہ ہو؟ کتنی شرم کی بات ہے کہ دعویٰ تو سنت کا اور پھر صاحب سنت مطہرہ کے گھر مدینہ طیبہ میں اس دعویدار قوم کا کوئی حصہ بھی

نہ ہو' افسوس انا للہ۔

اسی طرح مکہ مکرمہ میں ان کا پہلا مدرسہ دارالحدیث محمدیہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ کو شروع ہوا۔ اس کا بانی عبدالحق نوناری (احمد پور شرقیہ) تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ جیسے مرزائیت' پرویزیت عرب ممالک وغیرہ میں پاک و ہند سے گئی اسی طرح غیر مقلدیت بھی پاک و ہند سے گئی' جس طرح قادیانیوں اور اہل قرآن کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ ان کا دین حجازی ہے' اسی طرح غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ہمارا دین مکے مدینے سے آیا ہے ایک زبردست تاریخی غلط بیانی ہے۔ میں نے کہا آپ کو تو مکہ مدینہ سے اتنی بھی نسبت نہیں جتنی بتوں کو مکہ مکرمہ سے ہے کہ اگر وہاں کے نہیں تو وہاں سے نکالے ہوئے تو ہیں۔ میں نے کہا: کیا آپ اسلام کی پہلی ساڑھے تیرہ صدیوں میں کسی ایک خلیفہ اسلام' کسی ایک قاضی' کسی ایک امام مسجد حرام یا امام مسجد نبوی ﷺ' حرمین شریفین کے کسی ایک خاکروب کو بھی کسی مستند تاریخی شہادت سے ثابت کرسکتے ہیں کہ نہ اس میں اجتہاد کی اہلیت تھی اور نہ وہ تقلید کرتا تھا بلکہ غیر مقلد تھا۔ اجتہاد کو کار ابلیس اور مجتہد کی تقلید کو شرک کہتا تھا۔ دیدہ باید۔ مرداں بکوشید۔

سلاطین اسلام

اس نے کہا آپ نے بڑے فخر سے کہا ہے کہ تمام سلاطین اسلام حنفی رہے ہیں۔ یہ درست ہے اور بجا ہے۔ آخر سلاطین حنفی کیوں نہ ہوتے جبکہ حنفی فقہ نے شراب اور زنا کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ امام ابو یوسف ہارون رشید کو خود شراب بنا کر پلاتے تھے۔ اس شراب کا نام ہی ابایوسفی تھا۔ میں نے کہا بہت بڑی جسارت ہے کہ تمام سلاطین اسلام کو زانی اور شرابی کہا جائے اتنا کھل کر تو شاید کسی کھلے کافر نے بھی آج تک نہ کہا ہو گا اور اس سے بڑی جسارت یہ ہے کہ تمام فقہائے اسلام کو شراب اور زنا کا جائز قرار دینے والا کہا جائے۔ نبی اقدس ﷺ

فقہ کو خیر اور فقہاء کو خیار فرمائیں اور آپ لوگ فقہ کو شر اور فقہاء کو اشرار قرار دیں:

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی
کرے ہے حضور بلبل بستان نواسنجی

آنحضرت ﷺ نے بالکل بجا فرمایا تھا کہ اس امت کے آخر میں ایسے لوگ آئیں گے جو اس امت کے اسلاف کو لعن طعن کیا کریں گے۔ اس فرمان رسول ﷺ کی صداقت کا غیر مقلدین نے آنکھوں سے مشاہدہ کروادیا۔ اس نے کہا عالمگیری میں شراب کو جائز کہا گیا ہے جو بادشاہ کے لئے لکھی گئی ہے اور شراب ابایوسفی کا ذکر بھی اسی میں ہے۔ میں نے عالمگیری کا اردو ترجمہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہاں لکھا تھا: خمر کے لئے چھ حکم ہیں: (۱) اول یہ کہ خمر کا تھوڑا پینا اور بہت پینا سب حرام ہے اور اس سے دوا کے طور پر بھی انتفاع حرام ہے۔ (۲) دوم یہ کہ اس کی حرمت کا منکر کافر ہے۔ (۳) سوم یہ کہ جس طور سے لوگ متاع (فائدہ) حاصل کرتے ہیں مثلاً بیع وہبہ وغیرہ کے طور پر خمر کا مالک ہونا یا دوسرے کو مالک کرنا حرام ہے۔ (۴) چہارم یہ کہ خمر کا تقوم باطل ہو گیا حتی کہ خمر کا تلف کرنے والا ضامن نہ ہو گا یعنی کسی نے کسی کی شراب انڈیل کر ضائع کر دی تو اس کو شراب کی قیمت نہیں دینی پڑے گی۔ (۵) پنجم یہ کہ خمر مثل پیشاب اور خون کے نجاست غلیظہ ہے۔ (۶) ششم یہ کہ اس کے تھوڑا یا بہت پینے سے حد شرعی واجب ہوتی ہے۔ (عالمگیری ج۹/ ص۸۱۲)

خدا کا خوف کرو' کیا اسی کا نام شراب کی کھلی چھٹی ہے۔

ہمارے ہاں خمر پیشاب کی طرح ناپاک اور آپ کے ہاں خمر پاک ہے (نزل الابرار ج۱/ ص۴۹) اس نے کہا پھر شراب ابایوسفی کا کیا قصہ ہے؟ میں نے کہا ابایوسفی خمر نہیں ہے اس کا نام بختنج یا مثلث "عالمگیری" نے بیان کیا ہے۔ میں

نے کہا قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کا وصال ۱۸۲ھ میں ہے۔ آپ نے عالمگیری سے حوالہ دیا جو ۱۱۱۸ھ کی کتاب ہے،جب کہ نسائی ۳۰۳ھ جو کہ صحاح ستہ میں شامل ہے اس میں ہے: "عن ابراھیم لا باس بنبیذ البختج" نیز یعنی شیرہ کے پینے میں کچھ قباحت نہیں تو اگر قاضی صاحب نے ہارون رشید کو اس شیرہ کے پینے کی اجازت دی تو یہ کس حدیث کے خلاف ہے؟ آپ کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس میں بختج کو حرام قرار دیا گیا ہو اور بخاری (۲۵۶ھ) میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے طلاء مثلث کا پینا درست رکھا ہے۔ (بخاری مترجم ج ۳/ص ۳۸۰) کیا ان حضرات کو بھی قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فتوئی دے آئے تھے؟ آپ صرف اور صرف ایک حوالہ دیں کہ فقہ حنفی میں خمر کے ایک قطرے کو بھی حلال یا پاک کہا گیا ہو ورنہ اس جھوٹ سے توبہ کریں۔

اس نے کہا لیجئے میں خمر کا لفظ دکھاتا ہوں دُرِّ مختار میں صاف ہے کہ خمر میں گندم کو جوش دیا جائے تو وہ کئی بار جوش دے کر سکھانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ میں نے درمختار دکھائی اس میں ہے کہ جو گیہوں شراب میں پکائی جائے وہ کبھی پاک نہ ہوگی اسی پر فتوئی ہے (ص ۱۷۲) آپ نے یا تو خیانت کی ہے یا جہالت سے ایسا کہا ہے۔ پھر میں نے نزل الابرار دکھائی کہ آپ کے ہاں تو خمر ہی پاک ہے۔ خمر میں پکایا ہوا گیہوں پاک ہے بلکہ خمر میں آٹا گوندھ کر روٹی پکائی جائے تو اس کا کھانا بھی حلال ہے۔ اس نے کہا آپ کی ہدایہ میں لکھا ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے۔ میں نے دکھایا کہ انہوں نے ساتھ حدیث بھی دی ہے: خیر خلکم خل خمر کم بہترین سرکہ وہ ہے جو شراب سے بنایا جائے اور آپ کے ہاں بھی یہی ہے: اما الخمر اذا صار خلا فیصیر حلالاً۔ شراب جب سرکہ بن جائے تو پینا حلال ہے۔ (نزل الابرار ج ۱/ص ۲۸۵) لیجئے بخاری میں بھی ہے کہ حضرت

ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شراب (خمر) میں مچھلی ڈال دیں اور سورج کی دھوپ میں رکھ دیں تو اب وہ شراب نہیں رہتی یعنی سرکہ بن کر حلال ہے۔ بخاری تو ہدایہ سے پہلے لکھی گئی ہے۔ پہلے اعتراض اس پر کرنا چاہئے تھا۔ آخر کہنے لگا کہ ہاں شراب کا سرکہ بن جائے تو اس کے حلال ہونے میں تو شک نہیں ہے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے ابویوسف قاضی کیسے بنا؟ اس نے ہارون رشید کو فتویٰ دیا تھا کہ اپنے باپ کی لونڈی سے تجھے صحبت کرنا حلال ہے اس کے صلہ میں اسے قاضی بنا دیا گیا۔

قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ :

میں نے کہا آپ کو یاد ہے کہ جو الفاظ بھی آپ کے منہ سے نکل رہے ہیں ایک ایک لفظ کا اللہ کے ہاں حساب ہوتا ہے۔ محدث علی بن صالح (۱۵۱ھ) جب حدیث روایت فرماتے تو فرماتے:

حدثنی افقه الفقهاء و قاضی القضاة و سید العلماء ابو یوسف۔ یعنی مجھے اپنے دور کے سب فقہاء سے بڑے فقیہ اور قاضی القضاۃ عالموں کے سردار نے حدیث سنائی اور محدث علی بن الجعد (۲۳۰ھ) جو بخاری کے استاد ہیں فرمایا کرتے جب تو ابویوسف رحمہ اللہ کا نام لینا چاہے تو پہلے اپنے منہ کو صابن اور گرم پانی سے خوب پاک صاف کر لے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم میں نے ابویوسف رحمہ اللہ جیسا محدث نہیں دیکھا۔ آپ صائم الدہر تھے اور قاضی بننے کے بعد بھی روزانہ دو سو نفل پڑھتے تھے۔ کسی مسلمان پر تہمت لگانے کے لئے ثبوت چاہئے۔ آپ نے جو واقعہ ان کی طرف منسوب کیا ہے اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

آپ کے نواب صدیق حسن خان ہی لکھتے ہیں یہ واقعہ بالکل بے اصل ہے (کشف الالتباس ص۲۶۹) اور پھر آپ نے جو اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ اس وجہ سے ہارون رشید نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کو قاضی بنایا تو یہ جہالت کا بہت بڑا کرشمہ ہے

کیونکہ قاضی صاحب کو خلیفہ مہدی نے اس عہدہ پر فائز فرمایا تھا۔ پھر خلیفہ ہادی کے زمانہ میں بھی وہ اس عہدہ پر فائز رہے۔ اس کے بعد ہارون رشید کے زمانہ میں بھی اس عہدہ پر فائز رہے (مقدمہ کتاب الخراج) حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا تو خوف خدا میں یہ حال تھا کہ آخری بیماری میں بہت پریشان تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم میں نے نہ کبھی بدکاری کی' نہ کبھی زندگی بھر ایک درہم بھی حرام کا کھایا اور نہ زندگی بھر کے فیصلوں میں کبھی ناانصافی کی۔ ہاں ایک مرتبہ ناانصافی ہوئی کہ میں ہارون رشید خلیفہ کو کچھ فیصلے سنا رہا تھا کہ ایک عیسائی آیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ فلاں باغ خلیفہ نے مجھ سے غصب کیا ہے۔ میں نے خلیفہ سے پوچھا۔ اس نے کہا وہ تو مجھے خلیفہ منصور سے میراث میں ملا ہے۔ میں نے عیسائی سے کہا کہ تیرے پاس کوئی گواہ ہیں؟ تو اس نے کہا نہیں۔ گواہ تو نہیں آپ خلیفہ سے قسم لیں۔ میں نے خلیفہ سے قسم لی۔ اس نے قسم اٹھائی اور عیسائی چلا گیا۔ اب میں اس پر ڈر رہا ہوں کہ میں نے عیسائی کو خلیفہ کے ساتھ بٹھا کر یہ مقدمہ کیوں نہ سنا۔ اس پر رو رہے تھے۔ (مناقب ذہبی ص ۴۳)

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ بیمار تھے تو ولی کامل حضرت خواجہ معروف کرخی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن القواس رحمہ اللہ سے فرمایا کہ قاضی صاحب کی وفات ہو جائے تو مجھے بھی خبر دینا۔ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں میں باہر نکلا اور قاضی صاحب رحمہ اللہ کے گھر کی طرف گیا تو قاضی صاحب کا جنازہ بالکل تیار تھا' میں نے سوچا اب حضرت خواجہ معروف کرخی کو بتانے جاؤں تو میں خود جنازے سے رہ جاؤں گا اس لئے میں نے نماز جنازہ پڑھی اور پھر آکر حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کو خبر دی' آپ کو سن کر بہت صدمہ ہوا۔ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا آج ہی رات میں نے خواب دیکھا کہ میں گویا جنت میں داخل ہوا ہوں تو ایک بہت شاندار محل دیکھا میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ قاضی ابو یوسف کا ہے۔ میں نے پوچھا ایسے عالی شان محل کے وہ حق دار کیسے بنے؟ تو بتایا گیا کہ انہوں نے لوگوں کو خوب علم سکھایا اور لوگوں نے ان پر کئی بے بنیاد الزامات لگائے۔ (مناقب ذہبی ص ۴۴) امام محمد رحمہ

اللہ کے وصال کے بعد ولی کامل' محدث اعظم' ابدال وقت نے خواب میں انہیں دیکھا اور پوچھا محمد! کیا گزری؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تجھے علم کا خزانہ بنایا تھا اس لئے کوئی عذاب نہیں جا جنت میں چلا جا اور میں اس عظیم الشان محل میں ہوں۔ میں نے پوچھا قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کہاں ہیں؟ فرمایا وہ مجھ سے بھی بلند مقامات پر ہیں۔ پھر میں نے پوچھا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہاں ہیں؟ فرمایا وہ تو کئی درجہ ہم سے بلند ہیں۔ (بغدادی ج ۲/ص ۱۸۲)

میں نے کہا جو لوگ صدیوں سے جنت نشین ہیں۔ آپ اب بھی ان کو معاف نہیں کرتے۔ وہ کہنے لگا کہ قاضی صاحب نے ایک حیلہ بتایا کہ آدھی لونڈی کی بیع کر لو آدھی ہبہ کر دو اور یہ واقعہ تو خطیب بغدادی نے سند سے لکھا ہے۔ میں نے کہا یہ خطیب نے جلد ۱۴ میں لکھا ہے جبکہ جلد سوم میں اس کی سند کے راوی محمد بن ابی الازہر کے بارہ میں خود لکھ آئے ہیں کہ: کان کذابا قبیح الکذب ظاھرۃ۔ یعنی وہ کھلم کھلا بدترین جھوٹ بیان کرتا تھا۔ پھر اس سند میں حماد بن اسحاق موصلی ہیں یہ دونوں باپ بیٹا زمانہ کے مشہور گویے تھے ایسے جھوٹوں اور گویوں کی روایت سے ان جلیل القدر ائمہ پر تہمتیں لگائی جاتی ہیں۔ اس نے کہا شاید بعض شوافع نے اس قسم کے واقعات اس لئے ذکر کئے ہوں کہ امام شافعی جب عراق میں گئے اور خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں پہنچے۔ خلیفہ کے سامنے قاضی ابویوسف نے امام شافعی کو بہت گرانا چاہا۔ آخر ہارون رشید نے ان دونوں کا مناظرہ کرایا جس میں قاضی ابویوسف کو بری طرح شکست ہوئی یہ کتنی بری بات ہے کہ قاضی صاحب نے محض حسد سے ان کو گرانے کی کوشش کی حالانکہ انہیں تو عالم کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تھی اور یہ واقعہ سند کے ساتھ مذکور ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی سند میں عبداللہ بن محمد البلوی ہے جس کے بارہ میں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا (میزان الاعتدال ج ۲/ص ۴۹۱) جب وہ رسول پاک ﷺ پر جھوٹ بولتا تھا تو قاضی صاحب پر کیوں

نہ بولے گا؟ اس سند کا دوسرا راوی احمد بن موسیٰ النجار ہے جس کو میزان میں ذہبی نے حیوان وحشی کہا ہے۔ (ج ۱/ص ۱۵۹) ایسے جھوٹوں کی روایات سے آپ ائمہ کبار پر تہمتیں لگاتے ہیں اور اس واقعہ کے جھوٹا ہونے کی سب سے بڑی تاریخی شہادت یہ بھی ہے کہ حضرت امام شافعی ۱۸۴ھ میں عراق تشریف لائے جبکہ اس سے دو سال قبل حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ وصال پا چکے تھے کیا وہ دو سال بعد قبر سے اٹھ کر امام شافعی رحمہ اللہ سے مناظرہ کرنے آئے تھے؟ آپ لوگوں کا عجب معاملہ ہے انکار پر آؤ تو بخاری کی حدیث "قرب نوافل" اور مسلم کی حدیث اذا قرا فانصتوا کا انکار کر دو اور ماننے پر آؤ تو ایسے جھوٹے قصوں کو وحی آسمانی سے بڑا درجہ دے دو۔ اس نے کہا کہ جن سلاطین اسلام پر آپ فخر کرتے ہیں یہ وہی تو ہیں کہ حرم مکہ میں ساڑھے پانچ سو سال ان کی حکومت میں چار مصلے رہے۔ اللہ بھلا کرے سعودی حکومت کا اب ایک ہی مصلی ہے۔ میں نے کہا کہ جب چار مصلے تھے تمہارا اس وقت بھی نہیں تھا اور اب ایک ہے تو تمہارا اب بھی نہیں ہے۔ ہاں اس سے اتنا پتہ چلا کہ اہلسنّت کے مذہب چار ہی ہیں۔ آپ کا اہلسنّت میں کبھی بھی شمار نہیں ہوا۔

فرضی مناظرہ

وہ کہنے لگا ہارون رشید نے مکہ مکرمہ میں امام شافعی اور امام ابو یوسف کا مناظرہ کرایا، جس میں ثالث امام مالک تھے۔ اس میں اذان، صاع اور وقف کے مسائل زیر بحث آئے جس میں ہارون رشید کے سامنے ابو یوسف کو شکست فاش ہوئی اور آپ نے امام ابو حنیفہ کے ان تین مسائل کو چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔

اس کلام کو سنتے ہی عوام میں ایک کھلبلی سی مچ گئی اور آوازیں آنے لگیں آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ تقلید کو توڑتے ہیں اور امام صاحب رحمہ اللہ کے مذہب سے منہ موڑتے ہیں۔ (طریق محمدی ص ۱۱۸) امام ابن الجوینی نے بے سند اس کا تذکرہ کیا ہے اور

لکھا کہ یہ مناظرہ ۱۸۴ھ میں ہوا۔ اب ارکان مناظرہ پر غور فرمائیں ...... ہارون رشید ۱۷۰ھ میں خلیفہ بنا اور ۱۹۳ھ میں وفات پائی اور امام مالک رحمہ اللہ جو اس مناظرہ کے ثالث بتائے جاتے ہیں وہ ۱۷۹ھ میں مناظرہ سے پانچ سال پہلے وصال فرما گئے تھے اور پہلے مناظر قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ اس مناظرہ سے دو سال قبل ۱۸۲ھ میں وصال فرما گئے اور امام شافعی رحمہ اللہ ۱۸۴ھ میں تو امام محمد رحمہ اللہ سے عراق پڑھنے گئے تھے۔ وہ طالب علم تھے، ابھی بحیثیت عالم ان کا تعارف ہی نہ تھا۔ انہوں نے ۱۹۵ھ میں اجتہاد کا آغاز کیا۔ چھ سال تقریباً مذہب قدیم فرمایا، پھر مصر تشریف لے گئے اور وہاں مذہب جدید کی تدوین شروع فرمائی۔ ۲۰۴ھ میں وصال فرمایا۔ پھر اس مناظرہ میں یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ موذن رسول تھے جس کا کوئی ثبوت کسی حدیث کی کتاب میں نہیں۔ اس مناظرہ میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کے پوتوں نے بتایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں ترجیع تھی۔ نہ ہی کسی تاریخ میں بلال رضی اللہ عنہ کے پوتوں کا ثبوت نہ ہی ان کی مدینہ میں سکونت ثابت ہے اور پھر یہ بات احادیث متواترہ کے خلاف ہے کہ کتب احادیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے عدم ترجیع والی اذان ہی متواتر ہے (طحاوی) یہ سب باتیں اس فرضی مناظرہ کے جھوٹے ہونے کے دلائل ہیں۔ ہاں جو نتیجہ ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صدی میں حرمین شریفین میں امام صاحب رحمہ اللہ کی تقلید اس قدر مضبوط تھی کہ عامی تو کیا قاضی القضاۃ کو بھی وہ امام کی تقلید سے نکلتا نہ دیکھ سکتے تھے اور اس پر بھی شور اور کھلبلی مچ جاتی تھی۔ اس کھلبلی پر نہ ہی ہارون رشید نے انکار کیا نہ امام مالک نے، نہ ہی امام شافعی اور امام ابو یوسف نے، جس سے معلوم ہوا کہ اس وقت تقلید شخصی کے وجوب پر سب کا اجماع تھا۔ جو لوگ یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ چوتھی صدی تک تقلید شخصی کا وجوب تو کجا وجود بھی نہ تھا ان کو اس جھوٹ سے توبہ کرنی چاہئے۔ اب وہ صاحب فرمانے لگے الحمدللہ میری بہت سے غلط فہمیاں دور ہو گئیں ہیں۔ میں پھر کسی وقت دوبارہ حاضر ہوں گا۔

پیر جھنڈا سے تقلید، قرأۃ خلف الامام اور آمین پر مناظرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج سے تقریباً نو سال پہلے، پہلی دفعہ سندھ میں جانا ہوا۔ ماتلی ضلع بدین میں مسئلہ قراءت خلف الامام پر درس دیا۔ علاقہ بھر کے غیر مقلدین میں کھلبلی مچ گئی کیونکہ اس فرقہ کی عجیب نفسیات ہیں کہ خود تو ساری دنیا کو بے نماز کہنا اپنا حق سمجھتے ہیں لیکن فریق ثانی کو اپنی صفائی پیش کرنے کا بھی حق نہیں دیتے۔ میں نے جب درس میں واضح کیا کہ مسئلہ قراءت خلف الامام میں اہلسنت والجماعت حنفی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر عامل ہیں ان کے بارہ میں یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ وہ قرآن اور حدیث کے خلاف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرتے ہیں یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ یہ ایک بہت بڑی جسارت بھی ہے۔ اس میں ایک طرف تو سیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق انتہائی بدگمانی ہے کہ وہ معاذاللہ قرآن و حدیث کے مخالف فتوے دیتے تھے اور دوسری جمہور اہل اسلام کے بارہ میں بدگمانی ہے کہ صدیوں سے جمہور اہل اسلام قرآن و حدیث کو چھوڑ کر امام صاحب کے فتووں پر عامل ہیں حالانکہ جس طرح نماز باجماعت میں مقتدی امام کی رہنمائی اور تابعداری میں خدا تعالیٰ کی ہی عبادت کرتا ہے بالکل اسی طرح

مقلد کہتے ہی اسے ہیں جو امام کی رہنمائی میں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔ جیسے یہ کہنا بہت بڑی حماقت ہے کہ مقتدی اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنے امام کو سجدہ کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی بڑی جہالت ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مقلدین اللہ اور رسول ﷺ کی بجائے امام کی ذاتی آراء کی اطاعت کرتے ہیں۔ چونکہ میرے درس سے ان کے جھوٹے پروپیگنڈہ کی قلعی کھل گئی اسی لئے غیر مقلدین آگئے کہ آپ کو مناظرہ کرنا ہوگا۔ میرے پاس نہ کوئی کتاب تھی نہ رسالہ۔ خیر میں نے پوچھا کہ آپ کی طرف سے مناظر کون ہوگا؟ انہوں نے کہا شیخ العرب والعجم امام المناظرین سید پیر بدیع الدین شاہ راشدی پیر جھنڈا صاحب اور ساتھ ہی کہا کہ ان سے عرب اور عجم کے علماء ڈرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اگر سندھ میں پہلا مناظرہ پیر صاحب سے ہو جائے تو یہ پہلا مناظرہ بھی ہوگا اور آخری بھی۔ کیونکہ جب اہل سندھ کو اپنے شیخ العرب والعجم کے دلائل کی کمزوری معلوم ہو جائے گی تو پھر اور کسی میں جرات نہ رہے گی۔ چنانچہ ایک گوٹھ میں مناظرہ ہوا۔ چار موضوع تھے۔

(۱) تقلید ' (۲) قراءت خلف الامام ' (۳) آمین ' (۴) رفع یدین

مناظرہ سے قبل شرائط مناظرہ پر بات ہوئی۔ پیر صاحب سے میں نے عرض کیا کہ آپ استدلال میں قرآن و حدیث سے باہر نہیں نکلیں گے کیونکہ قرآن و حدیث سے باہر نکلنے کے بعد آپ اہل الرائے بن جائیں گے کیونکہ یا تو آپ اپنی رائے پیش کریں گے یا کسی امتی کی رائے کی تقلید کریں گے جو اہل حدیث کے منشور کے خلاف ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں الزامی طور پر فقہ حنفی کی عبارات بھی پیش کروں گا۔ میں نے کہا حضرت آپ تو شیخ العرب والعجم ہیں آپ کو اتنا تو علم ہونا چاہئے کہ مناظرہ کا مقصد اظہار صواب ہوتا ہے نہ کہ الزام خصم۔ الزام خصم تو مجادلہ کا موضوع ہے اور مجادلہ اہل باطل کا شیوہ رہا ہے لیکن

پیر صاحب اپنی بات پر ضد کر بیٹھے۔ پھر میں نے لکھا کہ غیر مقلد مناظر مسئلہ کے تحقیقی دلائل تو صرف قرآن و حدیث سے پیش کرے گا۔ ہاں تحقیقی دلائل سے خالی ہونے پر بطور الزام فقہ حنفی کا معمول بہ اور مفتی بہ قول پیش کرسکے گا اور مجھے بھی حق ہو گا کہ میں غیر مقلدین کی عبارات بطور الزام پیش کروں خواہ وہ کسی قسم کا غیر مقلد ہو یعنی امام صاحب کی تقلید سے نکل کر وہ مرزائی بن گیا ہو یا منکر حدیث بن گیا ہو یا منکر فقہ بن گیا ہو' ہر غیر مقلد کا قول میں بطور الزام پیش کروں گا۔ اس پر پیر صاحب بہت سٹپٹائے۔ اس پر شور کرنے لگے کہ مفتی بہ اور معمول بہ کا لفظ کاٹو۔ میں نے کہا کہ آپ نے جو حدیث کے ساتھ صحیح کا لفظ لکھا ہے وہ کاٹ دیں۔ میں مفتی بہ کاٹ دوں گا۔ پیر صاحب نے فرمایا میں صحیح کا لفظ کیوں کاٹوں؟ میں نے کہا پھر میں مفتی بہ کا لفظ کیوں کاٹوں؟ چند پروفیسر کھڑے ہوئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ صحیح کا معنی تو ہمیں معلوم ہے مگر مفتی بہ کا معنی ہمیں معلوم نہیں آپ اس کا معنی بتائیں تاکہ ہمیں پتہ چلے کہ آپ غلط ضد کر رہے ہیں یا ہمارے پیر صاحب۔ میں نے کہا کہ "فتٰی" مضبوط جوان کو کہتے ہیں۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ فقہ کی عبارتیں مناظرہ میں پیش کروں گا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ فقہ کی مضبوط اور پکی پکی عبارتیں پیش کریں جن پر احناف کا ہر جگہ عمل ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں فقہ کی کتابوں سے بالکل کمزور اور کچی کچی عبارتیں پیش کروں گا جن پر احناف کا عمل ہی نہیں ہے تو ان لوگوں نے پیر صاحب سے کہا کہ آپ کی ضد بالکل ناجائز ہے۔ آپ کیوں متروک اور کچی باتیں پیش کریں گے؟ آپ کو مضبوط اور معمول بہا حوالے دینے ہوں گے۔ اس پر پیر صاحب بالکل خاموش ہو گے۔

پھر بالترتیب تین مسائل پر مناظرہ ہوا۔ تقلید' قراءت خلف الامام اور آمین پر۔

ہر مسئلہ کے لئے دو دو گھنٹے کا وقت مقرر تھا۔ اس مناظرہ کا کیا اثر ہوا کہ پیر صاحب نے مرتے دم تک مناظرہ کرنے سے توبہ کر لی۔ اب تو "زمین جنبد نہ

جنبد گل محمد" والا معاملہ ہے۔ مناظرہ کا سن کر ان پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اس کے دو سال بعد لاڑکانہ میں رفع یدین پر مناظرہ ہوا۔ سب غیر مقلدین علماء نے منت سماجت کی کہ پیر صاحب مناظرہ کے لئے چلیں مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا تو پیر بدیع الدین کے بڑے بھائی پیر محب اللہ شاہ صاحب آئے مگر ان میں بھی مناظرہ کی ہمت نہ ہوئی وہ بھی مسعودی فرقہ کے اللہ بخش کو مناظرہ کے لئے ساتھ لائے جو خود سب اہل حدیثوں کو غیر مسلم اور فرقہ پرست کہتا تھا۔ میرا ان سے ایک ہی مطالبہ تھا کہ آپ لوگوں کا عمل سب کے سامنے ہے کہ آپ لوگ چار رکعت میں اٹھارہ جگہ پر رفع یدین نہیں کرتے اور دس جگہ کرتے ہیں۔ یہ آپ کا ہمیشہ کا عمل ہے اور آپ کہتے ہیں کہ جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ آپ صرف ایک' صرف ایک اور صرف ایک صحیح حدیث پیش کر دیں جس میں یہ چاروں باتیں صراحتاً موجود ہوں۔ اٹھارہ جگہ رفع یدین کی نفی' دس جگہ کا اثبات' ہمیشہ کا لفظ اور جو اسی طرح رفع یدین نہ کرے اس کی نماز باطل۔ میں باوضو ہوں اسی وقت چار نفل رفع یدین سے پڑھوں گا اور ہمیشہ کے لئے زندگی بھر اس مسئلہ پر عمل کروں گا اور اس کی تبلیغ بھی کروں گا مگر وہ کوئی ایسی حدیث پیش نہ کر سکے اور الحمدللہ مناظرہ کا اثر اہل حق کے حق میں ہی رہا۔ اس مناظرہ کے بعد پیر محب اللہ شاہ نے بھی مناظرہ سے ایسی توبہ کی کہ موت تک پھر مناظرہ کا نام نہ لیا۔

اب کئی سالوں کے بعد غیر مقلدین کی باسی کڑھی میں پھر ابال اٹھا۔ لاڑکانہ میں ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب اور مشتاق احمد جتوئی صاحب سے مناظرہ طے کر لیا اور ۲۲ اکتوبر ۹۵ء کی تاریخ مقرر ہوئی۔ غیر مقلدین نے مناظرہ تو مقرر کر لیا لیکن پیر بدیع الدین نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ بیچارے بہت دوڑے بھاگے مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ آخر انہوں نے سندھ سے مایوس ہو کر پنجاب کا

رخ کیا اور طالب زیدی کو مناظرہ کے لئے رضامند کیا۔ طالب زیدی اور پیر بدیع الدین دونوں ایک دوسرے کو اہل حدیث کہتے ہیں لیکن ان کی نہ نماز آپس میں ملتی ہے نہ حرام حلال کے مسائل ملتے ہیں۔ پیر صاحب رکوع سے اٹھ کر قومہ میں بھی سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں جبکہ طالب زیدی قومہ میں ہاتھ باندھنے کو غلط کہتا ہے۔ پیر صاحب تعویز لکھنے کو شرک اور اس پر اجرت لینے کو حرام کہتے ہیں۔ اس پر ان کا مستقل رسالہ ہے جبکہ طالب زیدی نے تعویز کے جواز پر رسالہ لکھا ہے۔

طالب زیدی سے پہلے ہارون آباد میں مناظرہ ہوا۔ اس نے کہا تھا کہ اہل حدیث جو نماز پڑھتے ہیں ان کے مکمل احکام اور ترتیب احادیث صحیحہ صریحہ غیر معارضہ سے ثابت کروں گا مگر وہاں نتیجہ صفر رہا۔ اہلسنت والجماعت نے "مناظرہ ہارون آباد" کے نام سے مکمل مناظرہ شائع کر دیا۔ مناظرہ میں یہ اپنی نماز کے بارہ میں سوالات کا جواب حدیث سے نہ دے سکا۔ کتاب چھپنے کے بعد کئی جگہ پر احباب نے اس کو کتاب بھیجی کہ تم نے اپنی نماز کا ثبوت نہ دے کر سب اہل حدیثوں کی جو ناک کٹوائی ہے آپ ہی اسی کا جواب لکھ کر شائع کریں تاکہ اس عالمگیر رسوائی سے ہم بچ سکیں مگر وہ آج تک اس کا جواب شائع نہ کر سکا۔ اس مناظرہ سے یہ اتنا خائف ہوا کہ اہل بدعت کی شاگردی اختیار کر لی اور ان لوگوں نے جو اعتراضات اہلسنت پر کئے تھے ان سب کو جمع کر کے کسی سے اس کا عربی ترجمہ کروایا اور عرب میں اس کو شائع کروایا' اس کا نام "الديوبنديه" رکھا۔ وہاں سلفی کہلانے والوں نے اس کتاب کو خوب تقسیم کرایا۔ انصار السنہ اور سلفی اس کی اشاعت میں پیش پیش تھے مگر سعودی عرب کے ذمہ دار علماء نے ان کے خلاف ایک سیمینار کا اہتمام کیا۔ چنانچہ روزنامہ اردو نیوز جدہ ۱۸ ستمبر ۹۵ء میں اس سیمینار کی کاروائی شائع ہوئی۔ ریاض (نیوز ڈیسک) سعودی عرب کے ممتاز علماء دین نے انصار السنہ' سلفی کی سرگرمیوں سے خبردار کیا کیونکہ یہ امت

مسلمہ کے عقائد و فکر و عمل پر غلط اثرات ڈال رہی ہیں۔ مقامی عربی روزنامہ کے مطابق ریاض کی معروف جامع مسجد میں ہونے والے ایک مذہبی سیمینار کے شرکاء نے بتایا کہ بظاہر اسلامی نام رکھنے والی ان جماعتوں سے امت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین، شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ اور شیخ عبدالعزیز عبداللہ آل شیخ نے زور دے کر کہا کہ فرزندان اسلام اپنے عقائد اور اپنی جماعت کے پابند رہیں کہ اسی میں ان کی فلاح و بہبود مضمر ہے۔ شیخ جبرین نے مذکورہ جماعتوں کے قائدین سے کہا کہ وہ اس قسم کے نام رکھنے سے گریز کریں کیونکہ اس سے بلاوجہ یہ غلط تاثر پیدا ہوتا ہے کہ بس وہی قرآن و سنت اور توحید و دعوت کے علمبردار ہیں۔

یہ جدہ کے اردو اخبار کی عبارت ہے جس میں سعودی علماء نے سلفی اور انصار السنہ ناموں کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔ طالب زیدی کا علم یہ ہے کہ اس نے کتاب التحقیق فی مسئلہ رفع الیدین لکھی ہے اس میں قرآن کی آیت لکھتا ہے: قوموا الله کانتین ص۲۲۱ (اصل لفظ "قانتین" ہے)۔ ایک جگہ لکھتا ہے: یالیت قومی یعقلون (بجائے یعلمون کے) ص۱۵۵، ابن الھمام کو ابن حمام ص۴۱، ابوبکر بن الجصاص کو ابوبکر الحساس ص۲۳۲، امام سفیان کو امام سفوان ص۱۸۱، محمد بن حجادہ کو ھمام بن حجادہ ص۲۱۳، دوسری جگہ ہمام کو ہمامہ ص۲۱۳، فتح المغیث کے مصنف کا نام علامہ عدانی لکھتا ہے ص۲۴۳، ایسے مناظر نے مناظرہ کیا خاک کرنا تھا۔

شرائط

جب ہم نے تحریری طور پر لکھ بھیجا کہ آپ کے ہاں دلیل صرف قرآن و حدیث ہے۔ آپ پر لازم ہو گا کہ اپنے دعویٰ کی پابندی کریں کہ قرآن و حدیث کے علاوہ کوئی بات نہ کریں۔ جس وقت بھی آپ نے کسی امتی کا قول پیش کیا آپ کو مناظرہ سے روک

دیا جائے گا کیونکہ آپ اہل حدیث نہیں رہیں گے بلکہ اہل الرائے بن جائیں گے۔
چونکہ اللہ اور رسول ﷺ نے کسی ایک حدیث کو بھی صحیح یا ضعیف نہیں فرمایا اس لئے آپ کو نہ کسی حدیث کو صحیح کہنے کا حق ہوگا اور نہ ضعیف کہنے کا۔ اگر آپ اپنی رائے سے یا کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہیں گے تو آپ اہل الرائے ہوں گے۔ اس پر طالب زیدی ایسا بوکھلایا کہ تحریراً لکھ بھیجا کہ یہ بکواس ہے۔ اب غور فرمائیں قرآن و حدیث کی پابندی کو اس نے بکواس کہہ کر قرآن و حدیث کی کتنی توہین کی اور اس مطالبہ کو کہ حدیث کو صحیح یا ضعیف اپنی مسلمہ دلیل سے ثابت کرنا' اس کو بکواس کہہ کر دلیل سے انحراف اور مناظرہ سے فرار کو کیسے اختیار کیا۔ ہاں! ہمارے ہاں دلائل چار ہیں۔ اگرچہ اللہ اور رسول ﷺ نے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف نہیں فرمایا لیکن اگر ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے کسی حدیث کو قبول کرلیا تو وہ بدلیل اجماع ہمارے نزدیک صحیح ہو گی جیسے رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہو جاتی ہے' اس مسئلہ کو چاروں اماموں نے قبول فرمالیا اور اگر کسی حدیث کو چاروں اماموں نے بالاتفاق چھوڑ دیا تو یہ اجماعاً اس حدیث کے متروک و معلول ہونے کی دلیل ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ فجر کی نماز سے فراغت پر آپ ﷺ نے فرمایا جب میں جہر قراءت کروں تو میرے پیچھے کچھ نہ پڑھنا مگر فاتحہ' اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اب چاروں ائمہ نے بالاتفاق اس حدیث کو چھوڑ دیا کیونکہ کسی ایک امام نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص جہری نماز میں امام کے پیچھے قراءت نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح دو رکعتوں سے اٹھ کر تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا' اس حدیث کو چاروں اماموں نے بالاتفاق چھوڑ دیا۔ اسی طرح ترمذی شریف اور نووی شرح مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو چاروں اماموں میں سے کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ ایسی احادیث ہمارے ہاں اجماعاً متروک ہیں۔ ہاں جن احادیث میں ائمہ اربعہ میں اختلاف ہو گیا تو جس حدیث کے موافق ہمارا مفتی بہ قول ہو گا ہم اس کو صحیح کہیں گے کیونکہ

ہمارے نزدیک مجتہد کا استدلال صحت حدیث کی دلیل ہے۔ الغرض طالب زیدی اپنے دعویٰ کو ہی چھوڑ گیا اور ہم اپنے دعویٰ پر الحمدللہ قائم رہے۔

انتخاب موضوع

دن رات یہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ حنفیوں کی ساری نماز غلط ہے اور ہماری ساری نماز حدیث سے ثابت ہے تو ان کا فرض تھا کہ اپنی مکمل نماز کو حدیث سے ثابت کریں مگر یہ ان کے بس کی بات نہیں۔ آپ حضرات خود غور فرمائیں کہ اگر نماز میں صرف تین مسائل وہ حدیث سے ثابت بھی کردیں تو نماز کے بیسیوں مسائل جو ہرگز ہرگز حدیث سے ثابت نہیں تو ایسی نماز کو کون حدیث والی کہہ سکتا ہے۔ پھر یہ بھی کسی حدیث میں نہیں کہ اگر یہ تین مسائل حدیث سے ثابت ہو جائیں تو ساری نماز حدیث والی مانی جائے گی۔ ان تین کا انتخاب بھی محض رائے سے کیا گیا۔ گویا اہل حدیث تو وہ کبھی تھے ہی نہیں۔

ان کا عمل

ان سے کہا گیا کہ آپ ہر مسئلہ میں اپنا مکمل عمل لکھ دیں کیونکہ دین بھی مکمل ہے اور اللہ کے ہاں بھی مکمل عمل کا حساب دینا ہے تو ثبوت بھی مکمل عمل کا ہونا چاہئے لیکن طالب زیدی زہر کا پیالہ پی کر خودکشی کی موت تو مر سکتا تھا مگر اپنا مکمل عمل لکھ دے اور پھر اسے حدیث سے ثابت کردے یہ اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ آخر ہم نے مکمل عمل لکھ بھیجا۔

قراءت خلف الامام

غیر مقلدین (جہری) نمازوں میں امام کے پیچھے ۱۱۳ سورتیں بالکل نہیں پڑھتے' ان کو منع اور حرام کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ساری جماعت کے لئے ایک اذان' ایک اقامت' ایک سترہ کافی ہے' اسی طرح ایک سورۃ سب کی طرف سے کافی ہے مگر سورۃ

فاتحہ امام کی پڑھی ہوئی مقتدی کے لئے کافی نہیں خود ہر مقتدی کو پڑھنا فرض ہے ورنہ مقتدی کی نماز باطل اور بے کار ہو گی اور (سری) نمازوں میں مقتدی پر فاتحہ فرض اور سورۃ پڑھنا مستحب ہے۔ اس مسئلہ کو غیر مقلد مناظر پہلے قرآن پاک سے ثابت کرے گا اگر نہ کر سکا تو لکھ دے گا کہ اس مسئلہ میں قرآن پاک ہمارے سر پہ ہاتھ رکھنے کو تیار نہیں۔ دوسرے نمبر پر یہی مکمل مسئلہ حدیث کی اس کتاب سے ثابت کرے گا جس کا جمع کرنے والا نہ مجتہد ہو نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہو اور اس حدیث کا صحیح ہونا دلیل سے ثابت کرے گا اور یاد رکھے گا کہ اس کے نزدیک دلیل صرف اللہ اور رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ کسی امتی کا قول پیش کرتے ہی اسے مناظرہ سے روک دیا جائے گا۔ اس پر طالب زیدی نے یہ تو تحریری طور پر تسلیم کر لیا کہ ہم اپنا یہ مسئلہ قرآن سے ثابت نہیں کر سکتے اور حدیث کی دلیل سے صحیح ثابت کرنے اور غیر مقلد کی کتاب سے ہونے کو بکو اس قرار دے دیا۔ گویا یہ اعتراف کر لیا کہ وہ اپنے اصول پر اس حدیث کو نہ صحیح ثابت کرے گا نہ ہی وہ حدیث کسی غیر مقلد کی کتاب سے دکھلانے کا پابند ہو گا۔ پھر ہم نے لکھ کر بھیجا کہ آپ نے تو مان لیا کہ ہم یہ مسئلہ قرآن سے ثابت نہیں کر سکتے لیکن ہم الحمد للہ اپنا مکمل مسئلہ قرآن پاک سے ثابت کریں گے اور اس آیت کی تفسیر رسول پاک ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور اجماع امت سے ثابت کریں گے۔ مگر اس نے زبانی طور پر تو ہمارے قرآنی دلائل سننے سے انکار کر دیا اور اپنے عوام کو دھوکا دینے کے لئے یہ لکھ بھیجا کہ بغیر فاتحہ کے کسی کی نماز نہیں ہوتی نہ امام کی، نہ منفرد کی، نہ مقتدی کی، حالانکہ بحث اس میں ہے کہ امام کی قراءت (فاتحہ و سورۃ) سب کی طرف سے ہو جاتی ہے۔ جب امام کی سورۃ سب کی طرف سے کافی ہے تو فاتحہ بھی کافی ہے۔ اس کو یہ لکھنا چاہئے تھا کہ امام کی سورۃ تو سب کی طرف سے ہو جاتی ہے مگر فاتحہ سب کی طرف سے نہیں ہوتی۔ پھر ہم نے یہ پوچھا کہ اس میں یہ بھی ابہام ہے۔ ظہر کی نماز میں مثلاً ایک ہی فاتحہ ساری نماز کے لئے کافی ہے یا ہر رکعت میں فاتحہ فرض ہے۔ غیر مقلد کہتے

لگے کہ ہم تو ہر رکعت میں فاتحہ کو فرض کہتے ہیں۔ میں نے کہا پھر لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے کام نہیں چلے گا لا رکعۃ الا بفاتحۃ الکتاب حدیث دکھانی ہوگی۔ میں نے کہا جب تم یہ کہتے ہو تو لکھ بھی دو، مگر انہوں نے لکھنے سے بالکل انکار کر دیا۔

مسئلہ آمین :

دوسرا مسئلہ "آمین" تھا اس میں غیر مقلدین نے اپنے روزمرہ کے عمل پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

(۱) سب لوگ جانتے ہیں کہ اکثر نمازیں (یعنی سنت اور نفل) اکیلے اکیلے پڑھی جاتی ہیں، اس وقت غیر مقلدین بھی آمین آہستہ کہتے ہیں۔

(۲) پھر نماز باجماعت میں امام ایک ہوتا ہے باقی سب مقتدی ہوتے ہیں تو ان کا مسئلہ بھی پہلے حل ہونا چاہئے۔ غیر مقلد مقتدی روزانہ گیارہ سری رکعتوں میں امام کے پیچھے آہستہ آمین کہتے ہیں اور چھ رکعتوں میں اونچی، ان میں سے بھی گیارہ رکعتیں زیادہ ہیں۔ ان کا مسئلہ پہلے حل ہونا چاہئے چھ کا بعد میں۔

(۳) پھر بعض مقتدی اس وقت شریک ہوتے ہیں جب امام نصف فاتحہ پڑھ چکا ہوتا ہے اس مقتدی کو اپنی فاتحہ کے درمیان بلند آواز سے آمین کہنا پڑتی ہے۔ فاتحہ کے ختم سے پہلے آمین کہنا کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے۔

(۴) پھر ان کا امام بھی گیارہ سری رکعتوں میں ہمیشہ آہستہ آمین کہتا ہے اس کا ثبوت پہلے ہونا چاہئے اور جن چھ رکعتوں میں ہمیشہ جہراً کہتا ہے اس کا ثبوت دوام کی نص کے ساتھ بعد میں ہونا چاہئے۔ ہم نے لکھا کہ یہ مسئلہ بھی غیر مقلد مناظر پہلے قرآن سے ثابت کرے گا۔ اگر نہ کر سکا تو تحریر دے گا کہ اس مسئلہ میں قرآن ہمارے سر پر ہاتھ رکھنے کو تیار نہیں ہے۔ پھر پورا مسئلہ حدیث سے ثابت کرے گا اور حدیث اس

کتاب سے دکھائے گا جس کا جامع نہ مجتہد ہو نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہو اور اس حدیث کو دلیل صحیح سے ثابت کرے گا اور یہ ہرگز نہ بھولے گا کہ اس کے نزدیک دلیل صرف اور صرف اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اگر غیر مقلد مناظر نے کسی جگہ کسی امتی کی رائے یا اپنی کوئی رائے بیان کی تو اس کو مناظرہ سے روک دیا جائے گا کیونکہ وہ اہل حدیث نہیں رہا۔ اپنے اس عمل پر بھی طالب زیدی نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اپنے اور بیگانے سب بار بار ایک ہی رٹ لگا رہے تھے کہ جو فرقہ اپنے مکمل عمل پر دستخط نہیں کر سکتا وہ ثابت کہاں سے کرے گا؟ ان کے دستخط نہ کرنے سے سورج کی روشنی کی طرح ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ اپنے مکمل عمل کو قیامت تک قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کر سکیں گے۔

مسئلہ رفع یدین

تیسرا یہ مسئلہ مناظرہ کے لئے طے تھا۔ اس مسئلہ میں ان کا یہ عمل ہے کہ چار رکعت والی نماز میں یہ اٹھارہ جگہ کبھی رفع یدین نہیں کرتے اور دس جگہ ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز کو باطل کہتے ہیں چنانچہ طالب زیدی نے اپنے رسالہ رفع یدین میں اس کو "رکن" کہا ہے (ص ۹۰) چنانچہ طالب زیدی کو لکھا گیا کہ پہلے آپ اپنا یہ مکمل عمل قرآن پاک سے ثابت کریں گے، اگر نہ کر سکے تو تحریر دیں گے کہ ہمارا یہ مسئلہ قرآن سے ثابت نہیں۔ پھر طالب زیدی نے اپنے رسالہ رفع یدین میں اپنی رفع یدین کے بارہ میں دعویٰ کیا ہے کہ ۳۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے جن میں عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی ہے تو پہلے طالب صاحب بالترتیب عشرہ مبشرہ کی احادیث سنائیں گے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھارہ جگہ رفع یدین کی نفی، دس جگہ کا اثبات، ہمیشہ کی صراحت اور جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز کا بطلان مذکور ہو گا۔ پھر باقی ۲۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسی طرح احادیث

دکھائیں گے۔ ہاں یہ ا یث ان کتابوں سے دکھائیں گے جن کا جامع نہ مجتہد ہو نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہو اور ہر ہر حدیث کا صحیح ہونا دلیل سے ثابت کریں گے اور یہ نہیں بھولیں گے کہ ان کے ہاں دلیل صرف اور صرف اللہ اور رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ جس وقت وہ کسی امتی کی رائے یا اپنی رائے بیان کریں گے ان کو مناظرہ سے روک دیا جائے گا کیونکہ وہ اہل حدیث نہیں رہے۔

طالب زیدی نے اس پر بھی دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی اپنی پارٹی کے لوگ بھی پریشان تھے کہ جو مناظر اپنے عمل پر بھی دستخط نہیں کر سکتا وہ بلاشک وشبہ اپنا عمل کبھی قرآن و حدیث سے ثابت نہ کر سکے گا۔ اس فرقے کے جھوٹے اہل حدیث ہونے میں کوئی شک نہیں رہا۔ یہ یاد رہے کہ جتنی جگہ رفع یدین غیر مقلدین کرتے ہیں یہ نفیا و اثباتا و سنداً بھی بالکل شاذ ہے اور عملاً بھی بالکل شاذ ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے نہ تابعین سے، نہ تبع تابعین سے، نہ ائمہ اربعہ سے۔ ان کے جو لوگ اس غلط فہمی میں ہیں کہ غیر مقلدین والی رفع یدین عشرۂ مبشرہؓ اور خلفائے راشدینؓ کرتے تھے یہ بالکل بے ثبوت بات ہے۔ کبھی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ سنداً اور عملاً متواتر ہے۔ یہ بھی بالکل غلط ہے یہ سنداً اور عملاً دونوں طرح شاذ ہے۔

الغرض لاڑکانہ اور گرد و نواح کے سب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ جو فرقہ اپنا مکمل عمل لکھ کر بھی نہیں دے سکتا اور وہ اسی لئے نہیں لکھ رہا کہ اس کے پاس ثبوت نہیں۔ اب بھی کسی غیر مقلد میں دم خم ہو تو وہ اپنی مکمل نماز کی ترتیب اور احکام بشرائط بالا صرف قرآن و حدیث سے ثابت کر دے۔ یہ قیامت کی صبح تک بھی نہ کر سکیں گے۔

دیدہ باید۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

کیا فقہ کے منکر کو حضور ﷺ نے اہلِ حدیث فرمایا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

چند ماہ پہلے ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میں اہل حدیث ہوں اور آپ کے بارہ میں سنا ہے کہ آپ اہل حدیث کے بہت خلاف ہیں۔ میں نے کہا میں تو اس دور کے اہل قرآن کے بھی سخت خلاف ہوں۔ اس نے کہا کہ جی اہل قرآن کے تو میں بھی بہت خلاف ہوں۔ پھر مجھے کہنے لگا کہ حدیث کوئی بری چیز ہے کہ آپ اہل حدیث کے خلاف ہیں؟ میں نے کہا کہ قرآن کوئی بری چیز ہے کہ آپ اہل قرآن کے خلاف ہیں؟ اس نے کہا کہ اہل حدیث تو اسی دن سے ہیں جب سے حدیث ہے۔ میں نے کہا اہل قرآن بھی یہی کہتے ہیں کہ اہل قرآن اسی دن سے ہیں جب سے قرآن ہے۔ اور ان کا کہنا ہے کہ قرآن تو قدیم ہے' تو اہل قرآن قدیم ہیں بہ نسبت اہل حدیث کے۔ اس نے کہا کہ وہ تو دور برطانیہ کی پیداوار ہیں۔ میں نے پوچھا اس کی دلیل کیا ہے؟ اس نے کہا یہ تو دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے کہ انگریز سے پہلے ان اہل قرآن کا نہ کہیں ترجمہ قرآن' نہ قرآن کا حاشیہ' نہ تفسیر' نہ پورے ملک میں کوئی مسجد اہل قرآن۔ میں نے کہا کہ اسی دلیل سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ موجودہ فرقہ اہل حدیث بھی

دور برطانیہ کی یادگار ہے۔ کیونکہ انگریز کے دور سے پہلے کا نہ آپ کا ترجمہ قرآن' نہ ترجمہ حدیث' نہ کوئی تفسیر' نہ حاشیہ' نہ پورے ملک میں کوئی مسجد اہل حدیث ......۔ اہل سنت والجماعت کا فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا' اردو تراجم شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے عام طور پر دستیاب ہیں۔ مشکوۃ کا ترجمہ اردو مظاہر حق' ترجمہ فارسی اشعة اللمعات' عربی شرح لمعات التنقیح موجود ہے۔ آپ بھی انگریز کے دور سے پہلے کا اپنا ترجمہ قرآن' ترجمہ حدیث دکھائیں۔ شاہی مسجد لاہور' شاہی مسجد چنیوٹ' شاہی مسجد دیپالپور' شاہی مسجد دہلی' شاہی مسجد آگرہ' شاہی مسجد ٹھٹھہ یقیناً دور برطانیہ سے پہلے کی مساجد ہیں اور مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ یہ سب مساجد اہل سنت والجماعت احناف کی ہیں۔ نام نہاد اہل حدیث کی کوئی مسجد' کوئی مدرسہ یا مقبرہ بھی دور برطانیہ سے پہلے کا موجود نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ صحاح ستہ ہماری کتابیں ہیں' میں نے کہا اس کی دلیل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ حدیث کی کتابیں ہیں اور ہم اہل حدیث ہیں۔ اس لئے یہ ہماری ہی کتابیں ہوئیں۔ میں نے کہا کہ آپ قرآن کیوں نہیں مانتے؟ اس نے کہا ہم مانتے ہیں۔ میں نے کہا آپ کی دلیل کے مطابق تو قرآن اہل قرآن کا ہے نہ کہ آپ کا۔ وہ کہنے لگا وہ دھوکا دیتے ہیں۔ صرف اہل قرآن نام رکھ کر وہ قرآن پر کیسے غاصبانہ قبضہ کرسکتے ہیں؟ میں نے کہا: پھر آپ "اہل حدیث" نام رکھ کر کتب حدیث پر کیوں غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ سب محدثین صرف قرآن وحدیث کو مانتے تھے وہ قیاس کو کار شیطان اور تقلید کو شرک کہتے تھے۔ میں نے کہا یہ بات بالکل جھوٹ ہے اس کا حوالہ پیش کریں!۔ پہلے بات کو سمجھ لیں کہ تقلید کا تعلق اجتہادی مسائل سے ہے۔ اجتہادی مسائل میں جو خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اس کو "مجتہد" کہتے ہیں۔ اور جو خود اجتہاد نہ کرسکے اور اجتہادی مسائل میں جو مسئلہ مجتہد نے کتاب و

سنت سے استنباط کیا ہے جو شخص اس پر عمل کرے اس کو مقلد کہتے ہیں اور جو شخص نہ خود اجتہاد کر سکے نہ تقلید کرے اسے غیر مقلد کہتے ہیں۔ ہم اس تاریخی حقیقت کو مانتے ہیں کہ کتب حدیث کے جامعین یا مجتہد تھے جو آپ کے عقیدہ میں معاذ اللہ کار شیطان کرتے تھے' یا مقلد تھے جو آپ کے نزدیک مشرک تھے۔ حضرات محدثین کے حالات میں جو کتابیں محدثین یا مورخین نے لکھی ہیں ان کے نام ہی اس قسم کے ہیں۔ طبقات حنفیہ' طبقات مالکیہ' طبقات شافعیہ' طبقات حنابلہ اس کے برعکس طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب آج تک کسی مسلمہ محدث یا مورخ کی لکھی ہوئی نہیں ملتی۔ آپ کسی کتاب سے ان محدثین صحاح ستہ کے بارہ میں نہیں دکھا سکتے کہ کان لا یجتھد ولا یقلد کہ اس میں نہ اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا تھا بلکہ غیر مقلد تھا۔ حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری برداللہ مضجعہ خیرالاصول میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ مجتہد ہیں (تاقع کبیر' کشف المحجوب) یا شافعی (طبقات شافعیہ ص ۳/ج ۲' الحطه ص۱۲۱) امام مسلم شافعی ہیں (الیانع الجنی ص۴۹) امام ابوداؤد حنبلی ہیں (الحطه ص۱۲۵) یا شافعی (طبقات شافعیہ ص۴۸/ج۲) امام نسائی شافعی ہیں (الحطه ص۱۲۷) امام ترمذی اور ابن ماجہ بھی شافعی ہیں (عرف الشذی) خیرالاصول ص۹۔

اس نے کہا کہ ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے۔ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں۔ میں نے کہا چشم ما روشن دل ماشاد بسم اللہ کریں اور قرآن و حدیث سے ہی دکھا دیں کہ اصحاب صحاح ستہ نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے اور نہ ہی تقلید کرتے تھے بلکہ اجتہاد کو کار ابلیس اور تقلید کو شرک کہتے تھے اس لئے وہ غیر مقلد تھے۔ میں نے مزید کہا کہ قرآن و حدیث سے تو یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ دنیا میں پیدا بھی ہوئے تھے یا نہیں؟ وہ مسلمان بھی تھے یا نہیں؟ اس نے کہا مورخین

اور محدثین نے ان کو مقلدین میں شمار کر دیا ہے۔ یہ بے دلیل ہے ان کا اپنا اقرار دکھاؤ کہ انہوں نے کہا ہو کہ ہم مقلد ہیں۔ میں نے کہا کہ کسی چیز کا ثبوت جس طرح اقرار سے ہوتا ہے شہادت سے بھی ہوتا ہے۔ یہ محدثین اور مورخین کی متواتر شہادتوں سے ثابت ہے۔ جب ان کا ذکر طبقات مقلدین میں اہل فن نے کر دیا اور دوسرے محدثین اور مورخین نے اس پر انکار نہیں کیا تو یہ اتفاقی شہادت ہوئی۔ کیا قرآن و حدیث میں یہ اصول نہیں کہ شہادت سے بھی ثبوت ہو جاتا ہے؟ اس نے کہا کہ شہادت سے ثبوت ہو تو جاتا ہے لیکن میرا دل مطمئن نہیں ہوتا۔ آپ ان کا اقرار دکھائیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا دل اس بات پر مطمئن ہے کہ صحاح ستہ والے مسلمان تھے؟ اس نے کہا بالکل۔ میں نے کہا ان کا اقرار ملا کہ میں مسلم ہوں؟ یا شہادت؟ اس نے کہا اقرار تو نہیں ملا لیکن یقینی متواتر شہادت تو ہے۔ میں نے کہا آپ کا دل اس پر مطمئن ہے کہ صحاح ستہ والے عالم تھے اور محدث تھے' نمازی تھے' حاجی تھے' صاحب صوم تھے؟ اس نے کہا بالکل۔ میں نے کہا ان کا اقرار ہے کہ ہم عالم ہیں' ہم نمازی ہیں' ہم حاجی ہیں' ہم روزہ دار ہیں؟ یا شہادت سے؟ میں نے کہا آپ کا دل بھی عجیب ہے کہ ان کے وجود' ان کے عالم' حاجی' نمازی' محدث' روزہ دار ہونے پر تو تاریخی شہادت سے مطمئن ہے مگر ان کے مقلد ہونے پر مطمئن نہیں۔ اگر انکار کرتا ہے تو ان کے ایمان اور اسلام کا بھی انکار کردو کیونکہ یہ تاریخی شہادتیں قابل اطمینان نہیں اور اگر ان کو مسلمان مومن' حاجی' نمازی' محدث مانتے ہو تو مقلد بھی مان لو۔ مزید میں نے پوچھا کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کو مانتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا صرف اس کو صحابی مانتے ہو جس نے کہا ہو انا صحابی یا جن کا صحابی ہونا اقرار سے نہیں صرف تاریخی شہادت سے ثابت ہو' اس کو بھی صحابی مانتے ہو؟ کہنے لگا کہ سب کو مانتا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ صرف اسی راوی کو ضعیف کہتے ہیں

جس نے خود کہا ہو میں ضعیف ہوں، میں کذاب، میں دجال ہوں، میں ثقہ ہوں، میں مجہول ہوں وغیرہ۔ کہنے لگا کہ تاریخی شہادتوں کے علاوہ کوئی طریقہ ہی نہیں۔ میں نے کہا جس اصول کو آپ ہر جگہ مانتے ہیں، اسی اصول پر ان اصحاب صحاح ستہ کا مقلد ہونا ثابت ہے۔ ان کے غیر مقلد ہونے پر نہ ان کا آپ اقرار پیش کر سکتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ میں نہ مجتہد ہوں نہ مقلد ہوں بلکہ غیر مقلد ہوں اور نہ ہی کوئی تاریخی شہادت۔ اس نے کہا کہ اگر میں انگریز کے دور سے پہلے کی کتاب میں لفظ اہل حدیث دکھادوں تو پھر تو آپ مان لیں گے کہ اہل حدیث شروع سے آرہے ہیں۔ میں نے کہا اگر میں آپ کو حدیث میں اہل قرآن کا لفظ دکھادوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اے اہل قرآن! وتر پڑھو" (ابن ماجہ) اور فرمایا "اہل قرآن ہی خصوصی اہل اللہ ہیں" (ابن ماجہ) تو کیا آپ مان لیں گے کہ یہ منکرین حدیث جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں وہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ سے ہیں؟ کہنے لگا بالکل نہیں۔ میں نے کہا میں اگر قرآن و حدیث سے مسلمین اور جماعت مسلمین کا لفظ دکھادوں تو آپ مان جائیں گے کہ مسعودی فرقہ جو اہل حدیثوں کو بھی غیر مسلم کہتا ہے حضور ﷺ کے زمانے سے چلا آرہا ہے؟ کہنے لگا بالکل نہیں۔ میں نے کہا اگر قرآن پاک سے ربوہ کا لفظ دکھادوں تو آپ مان لیں گے کہ قادیانیوں کا ربوہ حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے کا بنا ہوا ہے؟ کہنے لگا بالکل نہیں۔ میں نے کہا اگر قرآن پاک اور حدیث شریف سے احمد کا لفظ دکھادوں تو آپ مان لیں گے کہ قادیانی جو احمدی کہلاتے ہیں یہ رسول اقدس ﷺ کے زمانہ سے آرہے ہیں؟ کہنے لگا نہیں لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث کا لفظ ۲۸ جگہ آتا ہے۔ میں نے کہا قرآن کا لفظ قرآن میں ۶۸ جگہ آتا ہے اور کتاب کا لفظ ۲۴۲ جگہ آتا ہے، اہل کتاب ۲۸ جگہ، اہل الانجیل ایک جگہ، اہل مدینہ ایک جگہ، اہل مدین تین جگہ اور اہل حدیث ایک جگہ بھی نہیں۔ اس نے

کہا کہ کتابوں میں جو لفظ اہل حدیث آتا ہے ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ میں نے کہا احادیث اور کتابوں میں جو لفظ اہل قرآن آتا ہے اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ کہنے لگا حفاظ القرآن مراد ہیں نہ کہ منکرین حدیث۔ میں نے کہا کہ قرآن اور حدیث میں اہل حدیث کا لفظ آتا ہی نہیں۔ عام کتابوں میں اہل حدیث یا اصحاب الحدیث محدثین اور حفاظ حدیث کو کہتے ہیں نہ کہ منکرین فقہ اور غیر مقلدین کو۔ اس نے کہا کہ خطیب بغدادیؒ نے پوری کتاب لکھی ہے "شرف اصحاب الحدیث" میں نے کہا کہ وہ حدیث اور محدثین کے فضائل میں ہے جیسے تقریباً ہر حدیث کی کتاب میں باب فضائل قرآن ہوتا ہے یا حفاظ قرآن کے فضائل میں حدیث ہوتی ہے۔ ان احادیث کا اہل قرآن' بمعنی منکرین حدیث سے کیا تعلق؟ اسی طرح حدیث اور محدثین کے فضائل برحق مگر اس سے غیر مقلدین کا کیا تعلق؟ اس نے کہا ہم حدیث کو مانتے ہیں اس لئے اہل حدیث ہیں۔ میں نے کہا کہ حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی حدیث کو مانتے ہیں اور احادیث کی سب کتابیں ان ہی کی جمع کردہ ہیں کسی غیر مقلد نے حدیث کا کچی جماعت کا قاعدہ بھی سند کے ساتھ روایت نہیں کیا بلکہ دنیا بھر کی کتابوں میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس کی سند کے راویوں کا غیر مقلد ہونا ان کے اقراریا تاریخی شہادت سے ثابت ہو۔ پھر عجب بات ہے کہ حنفی' شافعی' حنبلی' مالکی کو اہل حدیث نہ مانا جائے اور جن کا نہ جمع احادیث میں حصہ' نہ تنقید حدیث میں اور نہ اشاعت حدیث میں' ان کو اہل حدیث مانا جائے۔ اس نے کہا کہ ہم فقہ' رائے اور قیاس کے ماننے والوں کو شیطان سمجھتے ہیں اس لئے ہم اہل حدیث ہیں۔ میں نے کہا کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔ اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ فقیہ شیطان نہیں ہوتا بلکہ فقیہ کا مخالف شیطان ہوتا ہے۔ آپ بھی کوئی حدیث سنائیں کہ

رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کے منکر کو اہل حدیث کہنا؟ اس نے کہا حنفی شافعی قرآن و حدیث کے بعد قیاس اور اجماع کو بھی مانتے ہیں۔ اس لئے وہ ہرگز اہل حدیث نہیں۔ وہ اہل الرائے ہیں۔ ہم صرف اور صرف خدا اور رسول کی بات مانتے ہیں۔ کسی امتی کی بات ماننے کو شرک سمجھتے ہیں' اس لئے اہل حدیث ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ سچے اہل حدیث ہیں یا جھوٹے؟ اس نے کہا کیا مطلب؟ میں نے کہا کہ اگر آپ ہر سوال کا جواب صرف قرآن و حدیث سے دیں گے تو آپ سچے اہل حدیث ہوں گے اور اگر آپ بھی امتی کے اقوال سے جواب دیں گے تو جھوٹے اہل حدیث ہوں گے۔ اس نے کہا میں سچا اہل حدیث ہوں' ہر سوال کا جواب صرف قرآن و حدیث سے دوں گا۔ میں نے پوچھا ذرا حدیث کی تعریف بیان کریں؟ اس نے کہا کہ رسول پاک ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تعریف کسی قرآن کی آیت میں ہے؟ کہنے لگا ہاں اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا۔ میں نے کہا کیا آپ نے قول و فعل اور تقریر تینوں چھپائے تھے؟ کہنے لگا نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ یہ تعریف کسی حدیث میں ہے؟ کہنے لگا نہیں یہ تعریف تو امتیوں نے بیان کی ہے۔ میں نے کہا اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ تو جھوٹا اہل حدیث ہے' نام حدیث کا لیتا ہے اور باتیں امتیوں کی مانتا ہے اور امتیوں کی بات بھی پوری نہیں مانتا۔ اصل میں نہ تو نبی کو مانتا ہے نہ امتیوں کو' صرف اپنی حدیث نفس کو مانتا ہے۔ کہنے لگا حدیث کی تعریف میں' میں نے کیا غلطی کی ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت اقدس محدث العصر مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں

"حضرت رسول خدا ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے قول و فعل و تقریر کو حدیث کہتے ہیں اور کبھی اس کو اثر اور خبر بھی کہتے ہیں۔"

(خیر الاصول ص ۳) اس نے کہا یہ تعریف میں نے پہلی مرتبہ سنی ہے۔ اس تعریف

کے مطابق تو ہم ۱/۳ اہل حدیث رہ جائیں گے' کیا حضرت سے پہلے بھی کسی نے یہ تعریف لکھی ہے؟ میں نے کہا مقدمہ مشکوۃ میں بھی محدثین سے یہی تعریف منقول ہے۔ مقدمہ ترمذی میں بھی یہی تعریف ہے اور نواب صدیق حسن صاحب نے بھی الحطہ فی ذکر الصحاح ستہ ص۵٦ پر جمہور محدثین سے نقل کی ہے لیکن یہ محدثین آخر امتی ہی تو ہیں' ان کی بات نہ قرآن ہے اور نہ حدیث۔

اس نے کہا کیا کسی اہل حدیث نے بھی یہ تعریف لکھی ہے؟ میں نے کہا کہ آپ کو نواب صدیق حسن کے اہل حدیث ہونے میں شک ہے؟ نیز معہد الشریعہ والصناعہ کوٹ ادو والوں نے اصول حدیث پر الشیخ سیف الرحمٰن احمد استاد بدارالحدیث بالمدینۃ المنورہ نے اپنی کتاب "السھل المسھل فی مصطلح الحدیث" کے ص۱۰ پر بھی یہی تعریف لکھی ہے اور محدثین حدیث کی یہی تین قسمیں بیان کرتے ہیں مرفوع' موقوف' مقطوع۔

قرآن اور حدیث :

پھر میں نے پوچھا کہ آپ کو جو دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں تو دونوں کو ماننے کا طریقہ ایک ہی ہے یا الگ الگ؟ اس نے پوچھا کیا مطلب؟ میں نے کہا کہ آپ قرآن پاک کی کسی آیت کی سند تلاش نہیں کرتے اور ہر حدیث کی سند تلاش کرتے ہیں۔ یہ فرق قرآن پاک نے بتایا ہے یا حدیث رسول نے؟ وہ گھبرا کر کہنے لگا کہ یہ فرق نہ قرآن نے بتایا ہے نہ حدیث نے' یہ تو علمائے اصول نے بتایا ہے اور وہ امتی ہیں۔ میں نے کہا آپ کے اہل حدیث ہونے کا دعویٰ پھر جھوٹا ہو گیا۔

اقسام حدیث :

میں نے پوچھا کہ جس طرح آپ قرآن پاک کی ہر آیت کو صحیح متواتر مانتے

ہیں' کیا تمام احادیث بھی اسی درجہ میں متواتر ہیں یا بعض صحیح اور بعض ضعیف ہیں؟ اس نے کہا نہیں حدیث کی تو بہت اقسام ہیں۔ متواتر' مشہور' عزیز' غریب' مرفوع' موقوف' مقطوع' صحیح لذاتہ' صحیح لغیرہ' حسن لذاتہ' حسن لغیرہ' ضعیف' موضوع' متروک' شاذ' محفوظ' منکر' معروف' معلل' مضطرب' مقلوب' مصحف' مدرج' متصل' مسند' منقطع' معلق' مفصل' مرسل' مدلس' معنعن' مسلسل وغیرہ۔ میں نے پوچھا یہ ساری قسمیں قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے بتائی ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کسی حدیث کو صحیح' کسی کو ضعیف' کسی کو موضوع وغیرہ کہتے ہیں تو یہ آپ کو خدا تعالیٰ بتاتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ کہنے لگا نہ خدا تعالیٰ نہ رسول پاک ﷺ یہ تو امتیوں کی تحقیقات ہیں۔ میں نے کہا پھر تو آپ اہل حدیث نہ ہوئے بلکہ اپنے قول کے مطابق مشرک ہوئے۔ اب وہ بہت پریشان تھا۔ کہنے لگا آپ مجھے دو ماہ کی مہلت دیں میں دوبارہ تحقیق کر کے آؤں گا۔ میں نے کہا: آپ کی مرضی۔

دوبارہ آمد' حدیث سے ثبوت

تقریباً چار ماہ کے بعد وہ صاحب پھر آئے اور کہا کہ آپ کہتے تھے کہ کسی حدیث میں اہل حدیث کا ذکر نہیں ہے۔ میں وہ حدیث ڈھونڈ کر لایا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کو شاید میری بات یاد نہیں رہی' میں نے آپ سے ایسی حدیث مانگی تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کے منکر کو اہل حدیث کہنا۔ اس نے کہا کہ یہ حکیم محمد صادق سیالکوٹی کی کتاب سبیل الرسول ہے اس میں حدیث ہے عن انس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صل اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ جاء اصحاب الحدیث ما بین یدی اللہ و معھم المحابر فیقول

الله انتم اصحاب الحديث كنتم تصلون على النبى صلى الله عليه وسلم ادخلوا الجنة۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن محدثین خدا پاک کے سامنے حاضر ہوں گے اپنی دواتوں سمیت۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم محدث تھے اور نبی پاک ﷺ پر درود پڑھتے تھے جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (جواہر الاصول تاریخ خطیب از محدث خطیب بغدادیؒ)

میں نے پوچھا کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اس کی صحت اللہ یا رسول ﷺ سے ثابت کرو۔ تو میں تمہیں اہل حدیث مان لوں گا اور اگر نہ ثابت کر سکے تو کسی امتی سے ثابت کرو اور اعلان کرو کہ میں جھوٹا اہل حدیث تھا اب فلاں امتی کا مقلد ہوں۔ اس نے کہا خطیب نے اس کو صحیح کہا ہے اور میں بھی اس محدث کی تقلید میں اس کو صحیح کہتا ہوں۔ میں نے کہا یہ حوالہ دکھاؤ کہ خطیب نے اسے صحیح کہا ہے؟ کہنے لگا حوالہ تو مجھے معلوم نہیں۔ میں نے تو حکیم محمد صادق پر اعتماد کیا ہے۔ میں نے کہا خطیب نے تو کہا ہے هذا حديث موضوع (تاریخ خطیب ص ۱۴۰/ج ۳) یہ حدیث بناوٹی دمن گھڑت ہے اور اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا ہے۔ اس نے بڑے غور سے حوالہ پڑھا اور بہت پریشان ہوا۔ میں نے کہا علامہ سبکی شافعی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کا راوی محمد بن یوسف ہے جس کو خطیب نے کذاب کہا ہے اور ہمارے استاد امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ جھوٹی حدیثیں بناتا تھا۔ اس نے طبرانی کے ذمہ ایک جھوٹی حدیث لگائی ہے۔ میں کہتا ہوں شاید وہ یہی حدیث ہے (طبقات الشافعیہ ص ۹۳/ج ۱) عجیب بات ہے کہ چار ماہ میں آپ نے ایک جھوٹی حدیث ہی تلاش کی اس میں بھی یہ نہیں کہ وہ محدثین فقہ کے منکر تھے۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ فقہ کے منکر کو اہل حدیث کہنا کسی جھوٹی حدیث سے بھی ثابت نہ ہو سکا۔ اسی کو خسر الدنیا

والآخرۃ کہتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بول کر دین بھی برباد کرلیا اور دنیا میں بھی ذلت اٹھائی۔ میں نے کہا افسوس! آپ نام مکہ و مدینہ کا لیتے ہیں، کتاب سیالکوٹ کی پیش کر رہے ہیں، جس کا مصنف قابل اعتماد نہیں۔ اس نے اسی کتاب سبیل الرسول کے صفحہ ۲۴۶ پر ایک حدیث نقل کی ہے کہ افضل عمل نماز کو اول وقت میں پڑھنا ہے اور اس پر حوالہ بخاری کا دیا ہے۔ حالانکہ بخاری میں صرف اتنا ہے کہ افضل عمل نماز کو وقت پر پڑھنا ہے۔ حکیم صادق صاحب نے اپنا مذہب ثابت کرنے کے لئے اول کا لفظ بڑھا دیا۔ بخاری میں اس کا نشان تک نہیں۔ اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا آپ بخاری سے دکھا دیں۔

دوسری حدیث :

وہ کہنے لگا چلو صادق صاحب نے یہ جھوٹی حدیث لکھ دی مگر صفحہ ۳۲۰ پر حدیث لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دعا میں فرمایا کہ اے اللہ میرے خلیفوں پر رحم فرما۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضور آپ کے خلیفے کون ہیں؟ فرمایا جو میرے بعد آئیں گے اور میری حدیثیں روایت کریں گے اور انہیں لوگوں کو سکھائیں گے (بحوالہ شرف اصحاب الحدیث)۔ میں نے کہا کہ علامہ زیلعی رحمہ اللہ نصب الرایہ ص۳۴۸/ج۱ پر اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ میزان الاعتدال ص۷ ۱۲/ج۱ پر فرماتے ہیں: ھٰذَا بَاطِلٌ۔ یہ جھوٹی ہے اس کے راوی کے بارہ میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کذاب (میزان ص۱۲۶/ج۱) کیا صادق صاحب نے آپ کے لئے جھوٹی احادیث ہی اکٹھی کر کے نام سبیل الرسول رکھ دیا ہے۔ وہ اس پر بھی بڑا پریشان ہوا۔ میں نے کہا اس میں بھی یہ کہیں نہیں کہ وہ فقہ کے منکر ہوں گے۔

تیسری حدیث :

اس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت والجماعت کون ہیں۔ فرمایا ما انا علیہ الیوم واصحابی (سبیل الرسول ص ۱۴۰ بحوالہ ملل و نحل) میں نے کہا اس میں تو اہل سنت والجماعت کا ذکر ہے اور ملل و نحل میں اس کی کوئی سند ہی مذکور نہیں۔ ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں درج کر کے من گھڑت قرار دیا ہے۔ اس نے کہا کیا صادق صاحب جھوٹی ہی احادیث اکٹھی کر گئے ہیں!

قول صحابی :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو فرمایا فانکم خلوفنا واهل الحديث بعدنا تم ہمارے خلیفے ہو اور ہمارے بعد حفاظ ہو گے۔ میں نے کہا کہ اولاً تو اس کی سند کے راوی ابوہارون العیدی کے بارہ میں لکھا ہے اکذب من فرعون (میزان الاعتدال ص ۱۷۴/ ج ۳) کہ یہ فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا تھا۔ پھر اس میں یہ کہاں ہے کہ وہ فقہ کے منکر تھے بلکہ ترمذی کی حدیث میں تو صاف ہے کہ فقہ سیکھنے والے شاگرد تھے تو معلوم ہوا کہ خدا یا رسول ﷺ تو کجا کسی صحابی سے بھی یہ بات ثابت نہ ہوئی کہ فقہ کے منکر کو اہل حدیث کہنا۔

ایک خواب :

جناب حکیم صادق صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی محدث رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں سجستان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثیں جمع کر رہا تھا کہ مجھے ان کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے کہا مجھے آپ سے بڑی محبت ہے۔ آپ نے فرمایا میں دنیا میں اہل حدیث تھا (سبیل

الرسول ص ۳۱۴) میں نے کہا کہ خواب کے بارہ میں خود صادق صاحب نے حاشیہ پر لکھ دیا ہے کہ یہ خواب ہم نے بطور تائید بیان کیا ہے نہ کہ حُجَّتًا۔ آیئے دیکھیں یہ خواب کس کا ہے؟

خواب کس کا ہے ؟

امام ابو داوٗد رحمہ اللہ کے بیٹے کا یہ خواب ہے اس میں شک نہیں کہ اس کا حافظہ بہت اچھا تھا' حدیثیں خوب یاد تھیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت بڑا جھوٹا بھی تھا۔ خود اس کے باپ امام ابو داوٗد رحمہ اللہ اور محدث ابراہیم اصبانی رحمہ اللہ نے اسے کذاب کہا ہے (میزان الاعتدال ص ۴۲۳/ج ۲) اور شیخ کوثری فرماتے ہیں ھو ناصبی مجسم خبیث (تانیب الخطیب ص ۶۸) یعنی وہ ناصبی تھا' مجسمہ فرقہ کا آدمی تھا اور خبیث تھا۔

خواب کیا تھا ؟

یہ خواب "الاصابہ" ص ۲۰۴/ج ۴' تاریخ ص ۴۶۷/ج ۹ اور تذکرۃ الحفاظ ص ۴۹/ج ۱ پر ہے عربی الفاظ یہ ہیں۔ انا اول اصحاب الحدیث کان فی الدنیا۔ اس کا ترجمہ غیر مقلد نے تذکرۃ الحفاظ میں یوں کیا ہے "میں دنیا میں پہلا شخص ہوں جس نے احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ کیا ہے۔" دیکھئے صادق صاحب کو جب ضرورت پڑی تو حدیث میں اول کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا لیا اور یہاں اول کا لفظ موجود تھا وہ اپنے خلاف نظر آیا تو اسے اڑا دیا اور مقصد پھر بھی پورا نہیں ہوا۔ احادیث کے جمع کرنے والے کو محدث یا صاحب حدیث یا اہل حدیث کہنا درست ہے۔ مگر کیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میں پہلا فقہ کا منکر تھا اس لئے اہل حدیث تھا؟ حضرات یہ لوگ اہل حدیث کہلا کر کیسے کیسے کرتب کھیلتے ہیں۔

آخری بات :

آخر وہ شخص کہنے لگا کہ امتیوں کو ماننے بغیر چارہ کار نہیں۔ اس لئے ہم اہل حدیث بھی چار دلائل مانتے ہیں۔ میں نے کہا بہت خوب! مجھے آپ پر اعتماد نہیں۔ آپ میرے چھ سوالات کا جواب تحریری طور پر دیں اور اس پر اپنے دس ذمہ دار آدمیوں کے دستخط کروا کر چھپوا دیں۔

سوال نمبر ۱: آپ کس دلیل شرعی سے اجماع، قیاس اور فقہ کو حجت ماننے لگے ہیں؟ وہ دلائل بالتفصیل تحریر فرمادیں؟

سوال نمبر ۲: اہل سنت والجماعت حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی بالترتیب ان چار دلائل کو مانتے ہیں۔ قرآن، سنت، اجماع، قیاس تو ان کو آپ اہل حدیث نہیں کہتے بلکہ اہل الرائے اور اہل قیاس کہتے ہو، اب تم بھی یہ اعلانِ شائع کرو کہ ہم پکے اہل الرائے اور اہل قیاس ہیں اور آج تک جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے رہے یہ بالکل جھوٹ تھا۔

سوال نمبر ۳: یہ اعلان بھی کرو کہ جہاں احناف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قیاس کو مانتے ہیں۔ ہم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقابلہ میں خود قیاس کرتے ہیں یا اپنی مسجد کے امام کے قیاس کو مانتے ہیں۔ آج تک ہم جھوٹ بولتے رہے کہ جہاں حنفی امام صاحبؒ کا اجتہاد مانتے ہیں ہم وہاں حدیث رسول مانتے ہیں، اب اس جھوٹ سے پختہ توبہ کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۴: آپ جب قیاس کرتے ہیں تو اہل سنت والجماعت کی طرح آپ کا کوئی اصول فقہ ہے یا مرزائی قادیانی کی طرح بے اصولے قیاس کرتے ہو۔ ہم لوگ چونکہ بااصول ہیں۔ ہمارے ہاں اصول شاشی (۳۲۵ھ)، اصول کرخی (۳۴۰ھ)، الفصول فی الاصول ابوبکر رازی (۳۷۰ھ)، اصول بزدوی

(۴۸۲ھ)' اصول سرخسی (۴۸۳ھ)' الحسامی (۶۴۲ھ)' المغنی فی الاصول (۶۹۱ھ)' المنار (۷۱۰ھ)' التنقیح (۷۴۷ھ)' تحریر الاصول (۸۶۱ھ)' مسلم الثبوت (۱۱۱۹ھ) متداول کتابیں ہیں۔ آپ بھی اپنے اصول کی کتابوں کی سن وار فہرست دیں۔

سوال نمبر۵: اہل سنت والجماعت حنفیوں' مالکیوں' شافعیوں اور حنبلیوں کی فقہ کی کتابیں متداول اور داخل نصاب ہیں۔ قادیانیوں کی اپنی کوئی کتاب نہیں' وہ فقہی مسائل ادھر ادھر سے چوری کر کے گزارہ کرتے ہیں۔ آپ کی جماعت کی فقہ کی معتمد کتابیں کون کون سی ہیں جو آپ کے مدارس میں داخل نصاب ہوں؟ سن وار ان کی فہرست دیں یا اقرار شائع کریں کہ ہمارا گزر بسر بھی ادھر ادھر سے مسائل چوری کرنے پر ہی ہے۔

سوال نمبر۶: آپ اپنے دس اجماعی مسائل اور دس قیاسی مسائل لکھ دیں جو کتب اہل سنت سے سرقہ نہ کئے ہوں۔

وہ کہنے لگا ہم ایک مصیبت سے نکلنے کے لئے چار دلائل کا نام لینے لگے تھے مگر آپ کے چھ سوالات نے ہمیں دوہری مصیبت میں ڈال دیا ہے۔

عظمت قرآن اور غیر مقلدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمانہ جوں جوں دور نبوت سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ لوگوں میں ذہنی آوارگی اور بن سے بیزاری بڑھتی جا رہی ہے۔ خود اجتہادی کے شوق میں خیر القرون کے مجتہدین سے بغاوت اور عداوت کو ہی دین کی سب سے بڑی خدمت اور وقت کا اہم ترین جہاد ور کرایا جا رہا ہے۔ موقع بموقع تقلید کو گالیاں دینا فیشن بن گیا ہے۔ ایک دن ایک صاحب آئے نہ سلام نہ دعا' نہ شکل اسلامی نہ لباس۔ فوراً کہنے لگے یہ تقلید جس نے اتنا اختلاف ڈال دیا ہے اور لوگوں کو قرآن و حدیث سے ہٹا دیا ہے' یہی جو چوتھی صدی کی بدعت ہے۔ میں نے مجبوراً بات کاٹتے ہوئے کہا۔ جناب جھوٹ بولنے میں کچھ وقفہ فرما لیا کریں۔ آدھے سانس میں تین جھوٹ بول دینا یہ نیا ہی ریکارڈ ہے جس کی مثال پہلے شاید بالکل نہ مل سکے۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ آپ میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی کتاب معیار الحق پڑھیں۔ کس طرح تقلید کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ میں نے کہا آپ نے تو بات آسان کر دی۔ آیئے میاں صاحب سے ہی سن لیں کہ تقلید کس لئے کی جاتی ہے۔ وہ مقلد کا بیان یوں نقل کرتے ہیں: "حدیث و قرآن ایک دریا ہے ناپید اکنار۔ اس کو سمجھنا اور اس پر براہ راست عمل کرنا مجتہد مطلق کا ہی کام ہے اور ہماری شان نہیں کہ حدیث و قرآن کو (اس طرح) سمجھیں (کہ ہر مسئلہ کو استنباط کر سکیں) اور اگر کچھ ظاہری ترجمہ سمجھتے بھی ہیں تو پھر ہم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ فلانی حدیث منسوخ ہے یا

نہیں یا معنی ظاہر پر محمول ہے یا کوئی اور حدیث اس کے معارض ہے یا نہیں" اس لئے ہمیں تقلید کی ضرورت ہے مجتہد کی رہنمائی میں کتاب وسنت پر صحیح صحیح عمل کر کے اللہ اور رسول ﷺ کی جناب میں سرخرو ہو سکیں۔

اتفاق

میاں صاحب ہی شاہ ولی اللہ سے واجب تقلید کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ باعتبار دلالت کے روایت کا اتباع کرنا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو شخص قرآن وحدیث کا پورا علم نہیں رکھتا اور خود مسائل کے استنباط کی طاقت نہیں رکھتا۔ سو اس کا یہی وظیفہ ہے کہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ آنحضرت ﷺ نے فلاں فلاں مسئلے میں کیا حکم فرمایا ہے' جب فقیہ بتادے تو اس کی پیروی کرے۔ برابر ہے کہ صریح نص سے لیا ہوا ہو یا اس نے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو۔ یہ سب صورتیں حضرت محمد ﷺ کی روایت کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ اگرچہ بطور دلالت کے ہی ہوں اور ایسی تقلید کی صحت پر تمام امت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے بلکہ اور امتیں بھی اپنی اپنی شریعتوں میں ایسی صورت پر متفق ہیں (معیار الحق ص ۴۶) اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ "تقلید مجتہد" اتباع رسول ہے اور فقہ پر ہر عمل عین کتاب وسنت پر عمل ہے اور ایسی تقلید کے واجب ہونے پر نہ صرف اس امت کا ہر طبقہ (صحابہ' تابعین' تبع تابعین' آج تک) متفق ہے' بلکہ پہلی تمام امتوں میں بھی اس تقلید کے واجب ہونے پر اتفاق رہا ہے۔ دیکھئے میاں صاحب اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے بھی ایک ہی سانس میں آپ کے تینوں جھوٹوں کی قلعی کھول دی ہے۔

فقہ پر عمل :

وہ صاحب کہنے لگے کہ آپ فقہ کے ہر ہر مسئلے پر عمل کرتے ہیں؟ میں نے پوچھا کیا آپ ہر ہر حدیث پر عمل کرتے ہیں؟ کہنے لگا کہ ہم تو صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے

ہیں۔ ضعیف، شاذ اور موضوع احادیث پر عمل نہیں کرتے۔ چنانچہ میاں صاحب لکھتے ہیں کہ سند صحیح متصل مسلسل ہی قابل اعتماد ہے (معیار الحق ص ۱۹) اور ہمارے علماء اپنے اپنے اشتہارات میں لکھتے ہیں کہ حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح مانیں گے۔ اس لئے ہم ہر ہر حدیث پر تو عمل نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ آپ کے ہاں دلیل شرعی تو صرف اللہ و رسول ﷺ کا فرمان ہے اور اللہ و رسول ﷺ نے کسی ایک بھی حدیث کو نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف۔ اس لئے آپ کو تو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہیں۔ کہنے لگا کہ یہ بات تو درست ہے مگر ہم یہاں محدثین کی تقلید پر مجبور ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تو آپ اہل حدیث نہ رہے۔ میں نے کہا آپ بھی عجیب ہیں کہ فقہاء کی طرف رجوع اور تقلید کا قرآن و حدیث میں صریح حکم تھا۔ ان کی تقلید تو آپ نے نہ کی اور محدثین کی تقلید بھی نہیں کرتے۔ صرف اور صرف اپنے نفس کی تقلید کرتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح قرآن و حدیث میں یہ کہیں نہیں کہ دلیل شرعی صرف اور صرف سند صحیح متصل اور مسلسل میں یا صرف اور صرف حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے۔ اسی طرح محدثین نے بھی یہ شرط نہیں لگائی کہ دلیل شرعی صرف اور صرف سند صحیح متصل اور مسلسل یا حرف حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے۔ آپ کی قید صحیح سے تمام حسن احادیث کا بھی انکار ہو گیا جبکہ حسن حدیث کے حجت ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔ ایسی ضعیف حدیث جس کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو اس کے حجت ہونے پر بھی محدثین کا اتفاق ہے۔ اسی طرح متصل کی قید سے تمام مراسیل کا انکار ہو گیا حالانکہ مراسیل معتضدہ (جن کی دوسری سند یا تعامل سے تائید ہو جائے) باجماع امت حجت ہیں اور مراسیل مجردہ (جن کی دوسری چیز سے تائید نہ ہو) ائمہ ثلاثہ حضرت امام اعظم، حضرت امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک حجت ہیں۔ موطا کی بلاغات بھی مردود ہو گئیں اور بخاری کی تعلیقات بھی۔ اور میاں صاحب نے مسلسل قید لگا کر تو ۹۹ فیصد احادیث کو ناقابل اعتماد قرار دے دیا

کیونکہ مسلسل ایسی احادیث کو کہتے ہیں کہ مثلاً اخبرنا سے شروع ہوئی تو پوری سند میں اخبرنا ہی آئے' حدثنا سے شروع ہوئی تو پوری سند میں حدثنا ہی ہو وغیرہ۔ اور ایسی احادیث بہت کم ہیں۔

میرے خیال میں اتنی احادیث کا انکار وہ بھی اس دھڑلے سے تو شاید کھلے منکرین حدیث نے بھی نہیں کیا ہوگا۔ آپ لوگ ان احادیث کی ان اقسام کا بھی انکار کردیں جن کے حجت ہونے پر فقہاء اور محدثین کا اجماع ہے تو بھی آپ کے اہل حدیث ہونے میں فرق نہ آئے۔ اور ہم فقہ کے کسی ایسے مسئلے پر عمل نہ کریں جس پر فقہاء فتویٰ نہ دیں اور احناف میں عملاً وہ بالکل متروک ہو تو آپ شور مچادیں کہ فقہ کا انکار کردیا۔ جس طرح متواتر قرآن کے مقابلہ میں شاذ و متروک قراتیں نہ قرآن کہلاتیں ہیں نہ کوئی ان کی تلاوت کرتا ہے اور متواتر سنت کے مقابلہ میں شاذ و متروک روایات نہ سنت کہلاتی ہیں نہ ہی ان پر کسی سنی کا عمل ہوتا ہے۔ اسی طرح فقہ کے وہ مسائل جو مفتی بہا ہوں اور ہر جگہ ان پر عمل جاری ہو وہ مذہب حنفی کہلاتے ہیں۔ اس کے خلاف شاذ و متروک روایات نہ ہی مذہب حنفی ہیں اور نہ ہی ان پر عمل درست ہے۔ وہ تڑاک سے بولا مذہب حنفی میں خون سے بلکہ پیشاب سے بھی قرآن پاک کا لکھنا جائز ہے۔ کیا یہی مذہب حنفی ہے جس پر آپ کو بڑا ناز ہے۔

قرآن اور مذہب حنفی :

میں نے کہا کہ یہ مذہب حنفی پر اس سے بھی بڑا جھوٹ ہے کہ کوئی یوں کہہ دے قرآن میں مردار' خون اور خنزیر کے گوشت کو بالکل حلال لکھا ہے۔ جس طرح یہ قرآن پر جھوٹ ہے وہ بات مذہب حنفی پر اس سے بھی بڑا جھوٹ ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کسی بڑے سے بڑے کافر نے بھی اس سے قبل ایسا جھوٹ نہیں بولا۔

اس بارہ میں ہمارا مذہب جس پر ہر جگہ احناف کا عمل ہے وہ یہ ہے کہ قرآن پاک

ایک پاکیزہ ترین کتاب ہے۔ اس کو ناپاک آدمی نہیں چھو سکتا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ بے وضو آدمی کو "قرآن مجید اور پاروں کے پورے کاغذ کو چھونا مکروہ تحریمی ہے خواہ اس موقع کو چھوئے جس میں آیت لکھی ہے یا اس موقع کو جو سادہ ہے" (بحرالرائق ص ۲۰۱، بہشتی گوہر ص ۱۴) جب کہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ یہ ہے کہ بے وضو آدمی قرآن مجید کو ہاتھ لگا سکتا ہے (فتاویٰ ثنائیہ جلد ا/ص ۵۱۹) جس مرد یا عورت پر غسل فرض ہو وہ زبانی بھی قرآن پاک کی تلاوت نہیں کر سکتے۔ اسی پر احناف کا ہر جگہ فتویٰ اور عمل ہے جبکہ غیر مقلدین کے ہاں جنبی اور حائضہ بھی قرآن پاک کی تلاوت کر سکتے ہیں (فتاویٰ ثنائیہ جلد ا/ص ۵۳۵) قرآن مجید اور سپارے جب ایسے بوسیدہ ہو جائیں کہ انہیں پڑھا نہ جا سکے یا اس قدر زیادہ غلط لکھے ہوئے ہوں کہ ان کا صحیح کرنا مشکل ہو تو ان کو ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر ایسی جگہ دفن کر دے جو پیروں تلے نہ آئے اور اس طرح دفن کرے کہ اس کے اوپر مٹی نہ پڑے یعنی یا تو بغلی قبر کی طرح کھود کر بغل میں دفن کر دے یا اس پر کوئی تختہ وغیرہ رکھ کر مٹی ڈال دے (بہشتی زیور جلد ا/ص ۵۸) یہ ہے مذہب حنفی جس پر سب کا عمل ہے اور سنئے! مذہب حنفی میں نجاست سے قرآن پاک کے لکھنے کا تصور بھی ممکن نہیں جب کہ اس مذہب میں قرآن پاک کو گندی جگہ پر رکھ دینا استخفاف ہے اور یہ ایسا کفر ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا یا معاذ اللہ کسی نبی کو شہید کرنا۔ یہ ایسے کفر ہیں کہ ان کے ساتھ اقرار ایمان کا کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ شامی باب المرتد جلد ۳ صفحہ ۲۸۴ پر مرقوم ہے۔ تو جیسے قرآن پاک نے مردار، خون اور خنزیر کے گوشت اور خمر کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی حرمت ایسی قطعی ہے کہ ان کی حلت کا قائل کافر ہے۔ ایسے ہی قرآن پاک کو نجس جگہ پر رکھ دینا قطعی حرام ہے اور اس کا یہ استخفاف قطعی کفر ہے۔ میں نے اس سے کہا میں نے اپنا مذہب بیان کر دیا آپ بھی اپنے مذہب کی کسی مسلمہ کتاب سے دکھائیں کہ قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کو کیا کیا جائے اور قرآن پاک کے استخفاف کرنے والے کو آپ فاسق کہتے

میں ہاں کافر۔ اس نے صاف اعتراف کرلیا کہ آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں مسائل کی کوئی مکمل کتاب ہی نہیں۔ اس لئے ان مسائل میں ہم بھی فقہاء کرام کی ان مسائل جمیلہ کو ہی تسلیم کرتے ہیں۔

حالت اضطرار کا بیان

میں نے اس سے پوچھا کہ قرآن پاک میں مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کو حرام فرمایا ہے اس کے بعد ہے فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۲۔۱۷۳) پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "یعنی اشیائے مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو اس کو لاچاری کی حالت میں کھالینے کی اجازت ہے بشرطیکہ نافرمانی اور زیادتی نہ کرے۔ نافرمانی یہ کہ مثلاً نوبت اضطراری کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور زیادتی یہ کہ قدر ضرورت سے زائد خوب پیٹ بھر کر کھالے۔ بس اتنا ہی کھائے جس سے مرے نہیں۔"

اب اگر کوئی شخص بھوک سے مر رہا ہے اور سوائے مردار کے جو قطعی حرام ہے جس کو حلال جاننا کفر ہے اور کچھ بھی جان بچانے کے لئے نہیں ہے تو کیا وہ بوقت ضرورت بقدر ضرورت مردار کھا کر جان بچالے تو اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ وہ کہنے لگا بالکل ہے۔ میں نے کہا کہ کیا اب یہ کہا جائے گا کہ قرآن نے مردار کو حلال قرار دے دیا یا یہ کہا جائے گا کہ سب مسلمان مردار کو حلال مانتے ہیں؟ کہنے لگا کہ یہ تو بالکل جھوٹ ہے۔ میں نے کہا کہ ایک آدمی پیاسا مر رہا ہے اور شراب کے علاوہ کوئی چیز نہیں جس کو پی کر وہ جان بچاسکے تو کیا اسے اجازت ہے کہ وہ بوقت ضرورت بقدر ضرورت شراب پی کر جان بچالے۔ اس نے کہا کہ بالکل اجازت ہے۔ میں نے کہا کہ اس لاچار کے اس فعل سے کہا جائے گا کہ قرآن نے شراب پینے کی کھلی چھٹی دے دی ہے یا سب مسلمان

شراب کو حلال جانتے ہیں؟ اس نے کہا یہ تو بالکل جھوٹ ہے۔ میں نے کہا اب یہ جھوٹ بولنے والا مثلاً سکھ ہو جو ہر وقت مردار جھٹکا کھاتا ہے' شراب پیتا ہے اور وہ اضطرار کے مسئلہ پر شور مچادے کہ قرآن میں مردار' خنزیر اور شراب کو حلال لکھا ہے تو کیا یہ اس کی انتہائی بے شرمی' بے غیرتی نہیں کہ خود تو ان سب کو حالت اختیار میں بھی حلال کہتا ہے اور قرآن پاک پر جھوٹ باندھ رہا ہے۔ یہاں پر یہ بات بھی یاد رہے کہ جو جانور بندوق سے مرجائے وہ ہمارے ہاں مردار حرام ہے اور غیر مقلد کے ہاں حلال ہے۔ (بدور الاھلہ ص ۳۳۵' فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱/ص ۱۵۰) اسی طرح کافر غیر کتابی یعنی ہندو' سکھ مرزائی کا ذبح کیا ہوا جانور ہمارے ہاں مردار اور حرام ہے جب کہ غیر مقلدین کے ہاں حلال ہے (عرف الجادی ص ۱۰) اس طرح کچھوا' کوکرا اور گوہ ان کے ہاں حلال ہے (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲/ص ۷۰' جلد ۲/ص ۱۰۹' عرف الجادی ص ۲۳۶) اب یہ لوگ تو بلا اضطرار یہ کھاتے پیتے ہیں اور اگر کوئی حنفی حالت اضطرار میں جان بچانے کے لئے بوقت ضرورت بقدر ضرورت کھالے تو یہ جھوٹا شور مچادیں کہ وہ حلال کہتے ہیں۔

دوا اور اضطرار :

اوپر اضطرار کی وہ مثالیں گزریں جو غذا سے متعلق تھیں کہ جان بچانے کے لئے مردار اور شراب کی اس مجبور کو بوقت ضرورت بقدر ضرورت اجازت ہے مگر یہ کہنا کہ قرآن تو مردار اور شراب کو حلال کہتا ہے جھوٹ ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ بھوکے کے پیٹ میں اگر کوئی غذا چلی جائے تو عموماً اس کی جان بچ جاتی ہے' پیاسے کو کوئی مشروب مل جائے تو یقین ہے کہ پیاس بجھ جائے گی مگر دوا کے ساتھ صحت اتنی یقینی نہیں جتنا پانی پینے سے پیاس کا بجھ جانا بلکہ دوا سے شفاء کا گمان ہوتا ہے۔ اب کوئی مریض ایسا ہو کہ کوئی حلال دوا اس کو فائدہ نہیں دے رہی اور کوئی تجربہ کار دیندار طبیب یہ کہتا ہے کہ فلاں حرام دوا سے اس کو شفاء ہونے کا غالب گمان ہے تو اس کو جان بچانے کے لئے بوقت ضرورت بقدر ضرورت حرام دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ صاحب در مختار

فرماتے ہیں کہ ہمارا ظاہر مذہب یہی ہے کہ حرام دوا کا استعمال حالت اضطرار میں بھی منع ہے جب کہ غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہر حلال جانور (ان کے ہاں گھوڑا اور ایک قول میں ہاتھی بھی حلال ہے۔ کنز الحقائق) کا پاخانہ اور پیشاب پاک ہے۔ جس کپڑے میں لگا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔ نیز بطور ادویات کے استعمال کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ جلد ۱/ص ۵۳) الحاوی القدسی میں اس کے جواز پر فتویٰ ہے گویا تقویٰ تو یہی ہے کہ حرام دوا استعمال نہ کرے مگر اضطرار میں فتویٰ میں گنجائش ہے تاکہ یقین اور گمان کا فرق واضح رہے۔ مگر یہ کہنا کہ ان کے مذہب میں حرام دوا حلال ہو گئی ہے یہ اس سے بھی بڑا جھوٹ ہے کہ قرآن نے مردار کو حلال کہا ہے کیونکہ مضطر کے لئے مردار کھالینا تو بالاتفاق جائز ہے لیکن مضطر کے لئے حرام دوا کے استعمال میں اختلاف ہے۔

دم اور عملیات :

پانی پینے کے بعد پیاس کا بجھ جانا اور کھانے کے بعد بھوک کا مٹ جانا عموماً یقینی ہوتا ہے لیکن دوا کے بعد شفاء مظنون ہے اور دم تعویذ اور عملیات کے بعد شفاء موہوم ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ موہوم کو مظنون پر قیاس کیا جائے گا یا نہیں۔

اس بارہ میں امام جماعت غرباء اہل حدیث کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال : شرکیہ الفاظ سے سانپ و کتے وغیرہ کے کاٹے ہوئے پر دم کرنا جائز ہے : نہیں؟

الجواب بہتر تو نہیں، ہاں اگر کسی مسلمان کی خیر خواہی کے لئے بوقت ضرورت و مجبوری کر بھی دے تو کوئی مضائقہ نہیں (صحیفہ اہل حدیث رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ) اس پر ابو محمد عبدالستار کے دستخط ہیں۔ پھر ان کے والد صاحب مولانا عبدالوہاب دہلوی مزید لکھتے ہیں "سانپ، بچھو، کتے وغیرہ زہریلے جانوروں کے کاٹے ہوئے پر شرکیہ الفاظ سے غیر مسلم یا مسلم دم جھاڑا کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں (صحیفہ اہل حدیث جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ بحوالہ ظل محمدی عرف امامت محمدی محمد جوناگڑھی)۔ اب صورت سوال

ملاحظہ ہو۔

سوال کسی انسان کی ناک سے خون جاری ہے اور کسی جائز دوا سے رک نہیں رہا۔ اب وہ بالکل موت کے دروازے پر ہے اگر کسی کے علم میں ہو کہ اسی خون سے اگر فاتحہ اس کی پیشانی پر لکھ دی جائے تو خون بند ہو جائے گا اور اس کی جان بچ جائے گی تو کیا اس اضطرار میں یہ جائز ہے؟

جواب منجانب غیر مقلد : غیر مقلدین کے ہاں خون بھی پاک ہے ہر حلال جانور کا پیشاب پاخانہ بھی پاک ہے' منی بھی پاک ہے اور پاک چیز سے قرآن لکھنا کسی آیت یا حدیث میں منع نہیں۔ اس لئے اضطرار ہو یا اختیار ہر ہر حالت میں جائز ہے۔ جب بخاری شریف میں اونٹوں کا پیشاب پینے کا حکم ہے تو قرآن پاک کا لکھنا کیسے ناجائز ہو سکتا ہے اور بت سے غیر مقلدین تو فاتحہ کو قرآن ہی نہیں مانتے تو اس پر کیا اعتراض۔

جواب منجانب حنفی خون' منی اور پیشاب نجس ہیں۔ اور نجس جگہ پر قرآن پاک رکھنا مردار' خنزیر' خمر کی طرح حرام قطعی کفر ہے اور اس سے شفاء نہ یقینی ہے اور نہ مظنون ہے بلکہ موہوم ہے۔ اس لئے موہوم کو مظنون اور متیقن پر قیاس کر کے ایسی حالت اضطرار میں بھی اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی جس حالت اضطرار میں شریعت ارتکاب حرام یا ارتکاب کفر تک کی اجازت دیتی ہے اور ظاہر مذہب حنفی یہی ہے۔ البتہ بعض نے اس موہوم کو مظنون اور متیقن پر قیاس کر کے ایسے اضطرار میں ارتکاب حرام کی اجازت دی ہے تو وہ ظاہر مذہب کے خلاف ہے۔ البتہ غیر مقلدین کے ہاں بلا اضطرار حالت اختیار میں بھی خون اور حلال جانوروں کے پیشاب پاخانے سے قرآن پاک لکھنا ہرگز ہرگز منع نہیں۔ اس لئے غیر مقلدوں کا احناف کے خلاف شور مچانا اس سے بھی بدتر جھوٹ ہے کہ کوئی سکھ جس کے ہاں حالت اختیار میں بھی خنزیر کھانا حلال ہے مسلمانوں پر اعتراض کرے کہ تمہارا مذہب غلط ہے تمہارے قرآن میں خنزیر کھانا حلال لکھا

ہے۔ بہرحال جس طرح ہم مردار' خون' خنزیر اور خمر کو حرام قطعی کہتے ہیں۔ قرآن پاک تو نجس جگہ پر بااختیار رکھنے کو بھی حرام بلکہ ایسا کفر جانتے ہیں جیسے بت کو سجدہ کرنا یا خانہ کعبہ شریف کو اِهَانَۃً گرانا یا کسی نبی کو شہید کرنا۔ اس کے خلاف جو اہل سنت پر بہتان طرازی کر رہے ہیں اور خود اپنے مذہب نامہذب کو چھپاتے ہیں کہ ان کے ہاں خون بھی پاک ہے' مردار بھی پاک ہے' ہر حلال اور حرام جانور کا پیشاب بھی پاک ہے' منی بھی پاک ہے اور بار بار مطالبہ کرنے پر وہ ایک بھی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکے کہ پاک چیزوں سے قرآن پاک کا لکھنا حرام یا کفر ہے اور ہمارے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ' حضرت امام ابو یوسف' حضرت امام محمد اور حضرت امام زفر رحمہم اللہ سے تاقیام قیامت بھی کوئی ماں کا لعل حالت اضطرار میں بھی اس حرام و کفر کے ارتکاب کا جواز ثابت نہیں کر سکتا۔ فهل من مبارز یبارزنی

نہ خنجر اٹھے گا' نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

چنانچہ وہ شخص وعدہ کر کے گیا کہ میں دونوں باتوں کا ثبوت لاؤں گا کہ جب ہمارے ہاں خون' منی' خمر' خنزیر' مردار اور ہر حلال حرام جانور کا پیشاب پاک ہے تو کس آیت یا حدیث میں ہے کہ پاک چیزوں سے قرآن کا لکھنا حرام اور کفر ہے اور دوسرے یہ کہ میں آپ کے پانچوں اماموں سے بسند صحیح یہ ثابت کروں گا کہ انہوں نے حالت اضطرار میں اس حرام اور کفر کے ارتکاب کی اجازت دی ہے لیکن وہ آج تک ان دو باتوں کا ثبوت نہ لا سکا۔ غیر مقلدین سے آخر میں یہی درخواست ہے کہ آپ نے پہلے ہی لوگوں میں دین بیزاری اور اسلاف سے بغاوت بہت پیدا کر لی ہے اب ایسے بہتان باندھنا دین کی بھی کوئی خدمت نہیں۔ اس وقت نہ مسلم قوم اس بغاوت کی متحمل ہے اور نہ ہمارا ملک۔ اللہ تعالیٰ سب کو جھوٹ سے توبہ کی توفیق دیں۔ (آمین)

مصافحہ کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید :

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام دنیا میں محبت و آشتی کا پیغام لے کر آیا اور دنیا میں اسی پیغام کو پھیلایا۔ رسول اللہ ﷺ کا کیا ہی پیارا ارشاد ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ (الحدیث) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان مامون رہیں۔ قرآن پاک نے مسلمانوں کو خیر امت کا لقب دیا کہ یہ معروف کو پھیلاتے اور منکر سے روکتے ہیں اور منافقین کی پہچان بتائی کہ معروف سے روکتے اور منکر کا حکم دیتے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ (الحدیث) اور حقیقت یہی ہے کہ امت کو افتراق اور شقاق سے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کتاب و سنت کے تاکیدی حکم کے مطابق ان کو معروف کی ہی دعوت دی جائے اور معروف کو مٹانا کوئی دین کی خدمت نہیں بلکہ دین میں فتنہ ڈالنا ہے۔ والفتنة اشد من القتل۔

مثال

قرآن پاک خداوند قدوس کی آخری اور سچی کتاب ہے مگر اس میں بھی اختلاف قرات موجود ہے۔ سات متواتر قراتیں ہیں جن میں باہمی اختلاف ہے مگر

ہمارے ہاں چونکہ تلاوۃ صرف قاری عاصم کوفی رحمہ اللہ کی قرات اور قاری حفص رحمہ اللہ کوفی کی روایت ہی معروف اور متواتر ہے۔ سب لوگ اسی قرات پر قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں۔ حتی کہ ہمارے غیر مقلد دوست بھی اسی قرات پر تلاوت کرتے ہیں اور شاہ فہد کی طرف سے جو قرآن پاک حجاج کرام کو تحفتاً دیا جاتا ہے اس کے آخر میں باقاعدہ قاری عاصم کوفی رحمہ اللہ اور قاری حفص کوفی رحمہ اللہ کے اسماء گرامی کی صراحت ہے۔ اس قرات پر سب کے تلاوت کرنے سے مسلمانوں میں قرآن پاک کے بارہ میں اتفاق و اتحاد ہے لیکن اگر کوئی شخص اب دین کے نام سے اٹھے اور امت کو یوں دعوت دے کہ یہ کوفی قرآن ہے یہ مکی مدنی قرآن نہیں یہ عاصمی قرآن ہے محمدی قرآن نہیں۔ اس قرآن کے پڑھنے والوں کا نہ مکہ سے تعلق ہے' نہ مدینہ سے اور نہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ سے' اس قرآن کی تلاوت بند کرو۔ مکی' مدنی' اور محمدی قرآن پڑھو۔ تو ہر درد دل رکھنے والا مسلمان یہی کہے گا کہ یہ دین کی خدمت نہیں امت میں فتنہ ہے۔

ایک دن دو تین دوست مجھے کہنے لگے کہ ہم بہت پریشان ہیں۔ چاروں اماموں میں اختلاف ہے' کدھر جائیں؟ میں نے کہا: قرآن پاک میں سات قاریوں کا اختلاف قرات ہے' تو چار کا اختلاف زیادہ ہے یا سات کا۔ آپ نے کس آیت یا حدیث کے حکم سے سات قراتوں میں سے صرف قاری عاصم کوفی رحمہ اللہ کی قرات کو اختیار کیا ہے اور باقی چھ قراتوں کو چھوڑا ہے؟ اور کس آیت یا حدیث میں یہ صراحت ہے کہ اگرچہ سات قاریوں میں مکی قاری بھی ہوں' مدنی بھی' لیکن تم نہ مکی قاری کی قرات پر تلاوت کرنا نہ مدنی قاری کی قرات پر بلکہ ساری عمر صرف ایک قاری عاصم کوفی رحمہ اللہ کی قرات پر تلاوت کرنا اور یہ فرق کس آیت یا حدیث میں ہے کہ اہل کوفہ کے ذریعہ جو قرآن تمہیں تواتر کے ساتھ پہنچے

اس کو قبول کر لینا لیکن اہل کوفہ کے واسطہ سے نبی اکرم ﷺ کی نماز میں جو تمہیں تواتر سے پہنچے اس کو کوفی نماز کہہ کر چھوڑ دینا اور اپنی پوری زندگی نبی اکرم ﷺ کی اس متواتر نماز کو مٹانے کے لئے وقف کر دینا۔ انصاف کا تقاضا تو یہی ہے کہ اگر لینا ہے تو اس قرآن اور نماز دونوں کو قبول کر لو اور اگر چھوڑنا ہے تو اس قرآن اور نماز دونوں کو چھوڑ دو افتومنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض والا معاملہ اور نیمے دروں نیمے بروں والی پالیسی چھوڑ دو یا اس فرق کے بارہ میں مندرجہ بالا سوالات کا جواب قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح صریح حدیث سے دو۔ اہل سنت والجماعت کا ایک ہی پیمانہ ہے کہ اختلاف قرات کے وقت اسی قرات پر تلاوت کرو جس پر یہاں تلاوت معروف اور متواتر ہے۔ اختلافی احادیث میں بھی یہاں چونکہ صرف فقہ حنفی ہی عملاً متواتر اور معروف ہے اس لئے اسی پر عمل کرو۔ جب تک مسلمان کتاب و سنت کے سنہری اصول پر عامل رہے مسلمان سنت اور فقہ پر عمل کرنے میں بھی اسی طرح اتفاق اور اتحاد سے رہے جس طرح اب تک تلاوت قرآن کے سلسلہ میں ان میں اتحاد و اتفاق ہے۔ جب تک مسلمانوں کا سیاسی غلبہ رہا یہی اتفاق قائم رہا۔ جب انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آئے تو دین بیزاری اور ذہنی آوارگی کو بھی ساتھ لائے جس نے مسلمانوں کے اتفاق کو شقاق اور افتراق سے بدل ڈالا۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی وکیل اہل حدیث ہند کو بھی اس کا اعتراف ہے۔

وہ تحریر فرماتے ہیں: اے حضرات یہ مذہب سے آزادی اور خود سری اور خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا' حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا (اشاعۃ السنۃ ص ۲۵۵/ ج ۱۹) حضرات! اسی خود اجتہادی کا نتیجہ تھا کہ ملک میں نئے نئے فرقے پیدا ہو گئے۔ کسی

نے اہل قرآن نام رکھ لیا کسی نے اہل حدیث اور قرآن و حدیث کے نام پر امت کو لڑانا شروع کر دیا۔ نماز' جمعہ' عید' جنازہ' جن میں کبھی مسلمانوں میں لڑائی نہیں ہوئی تھی ان عبادات کو بھی لڑائی کا ذریعہ بنا لیا گیا۔

فالی اللہ المشتکی۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ کی ابتداء :

جب دو مسلمان ملتے' وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے جو بذات خود محبت' اتفاق' امن اور آشتی کا پیغام تھا اور سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرتے اور اہل اسلام میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ متوارث تھا۔ انگریز کے دور سے پہلے کسی اسلامی کتاب میں دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو بدعت اور خلاف سنت نہیں کہا گیا۔ اس دور میں یہ عجیب واقعہ ہوا کہ مسلمان جب آپس میں ملتے تو دو ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے لیکن انگریز جب ایک دوسرے سے ملتے تو ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے ان کی اس سنت کو پہلے نیچریوں نے اپنایا اور کالجوں وغیرہ میں ایک ہاتھ کے مصافحہ کا رواج شروع ہو گیا۔ البتہ وہ لوگ اس کو حاکم قوم کا طریقہ ہی سمجھتے تھے۔ پھر نیچری حضرات کی تقلید میں اہل حدیث حضرات میں بھی صرف ایک دائیں ہاتھ سے مصافحہ کا رواج چل نکلا۔ البتہ فرق یہ ہو گیا کہ ان دوستوں نے مسلمانوں میں متوارث دو ہاتھ سے مصافحہ کو بدعت اور خلاف سنت قرار دے دیا اور انگریز بہادر اور نیچریوں کے طریق مصافحہ کو سنت نبوی قرار دے دیا گیا۔ اس طریقہ کو زندہ کرنے پر سو شہید ثواب کے وعدے سنائے گئے اور اہل اسلام کو نبی ﷺ کے مخالف' نبی پاک ﷺ کی سنتوں کو مٹانے والے قرار دے دیا گیا اور معروف اسلامی طریقہ کو مٹانے کا نام احیاء سنت رکھا گیا۔ اس طرح سلام اور مصافحہ جو آج تک مسلمانوں میں محبت اور مغفرت کا ذریعہ تھا وہ بھی اختلاف' شقاق' اور لڑائی کا ذریعہ بن گیا۔ اب کوئی اسلامی حکومت تو یہاں موجود نہیں تھی جو ان

حضرات کو مسلمانوں میں سر پھٹول کرانے سے روکتی بلکہ انگریز حکومت کی تو پالیسی ہی یہ تھی کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔ اس لئے وہ حکومت درہے' قدمے' سخنے ہر طرح ان کی پشت پناہ بنی ہوئی تھی۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ کے دلائل :

اہل سنت والجماعت نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ جو صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ کو سنت اور دوسرا ہاتھ لگانے کو بدعت اور گمراہی قرار دیتے ہیں تو کیا آپ کے پاس کوئی قولی حدیث موجود ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ ایسے ہی حکم دیا ہو کہ دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرو اور جس طرح استنجاء میں دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع فرما دیا تھا اسی طرح آپ ﷺ نے مصافحہ میں بایاں ہاتھ لگانے سے منع فرما دیا ہو۔ ایسی کوئی حدیث بخاری و مسلم سے پیش فرمائیں۔ ان میں نہ ہو تو سنن اربعہ سے پیش فرمائیں۔ ان سے بھی نہ ملے تو دیگر کتب سے۔ اگر ایسا حکم حدیث صحیح سے نہ ملے تو یہ اقرار کرنے کے بعد کہ دائیں ہاتھ کے لئے صحیح صریح حدیث ہمارے پاس نہیں تو حسن درجہ کی حدیث ہی پیش فرمادیں اور اگر حسن حدیث بھی نہ ملے تو یہ حکم کسی ضعیف میں ہی دکھا دیں لیکن نام نہاد اہل حدیث ایسی قولی حدیث پیش کرنے سے اس دن سے آج تک عاجز ہیں اور انشاء اللہ عاجز رہیں گے۔ جب وہ حکم رسول ﷺ پیش نہ کر سکے تو اہل سنت والجماعت نے مطالبہ کیا کہ کوئی فعلی مرفوع حدیث کہ آنحضرت ﷺ صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے بایاں ہاتھ بالکل الگ رکھتے تھے اگر صحیح ہو تو صحیح' اگر صحیح نہ ہو تو حسن' اگر حسن بھی نہ ملے تو ضعیف ہی پیش کر دیں لیکن وہ اس سے بھی عاجز ہیں اور عاجز رہیں گے۔ آخر یہ مطالبہ کیا گیا کہ آپ کوئی تقریری حدیث ہی پیش کر دیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے سامنے صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے اور آپ

ﷺ اس پر سکوت فرماتے' اس کی کوئی صحیح یا حسن نہ ہو تو ضعیف سند ہی پیش فرما دیں لیکن وہ اس سے بھی عاجز رہے' عاجز ہیں اور انشاء اللہ العزیز عاجز رہیں گے۔ اہل سنت والجماعت نے کہا کہ جب صرف دائیں ہاتھ کے مصافحہ کے لئے کوئی حدیث ہی نہیں تو اس کو سنت کیسے کہا جا رہا ہے کیونکہ بعض اوقات ایک بات حدیث سے ثابت ہوتی ہے مگر سنت نہیں ہوتی جیسے ایک کپڑے میں نماز پڑھنا' جوتے پہن کر نماز پڑھنا' بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا متفق علیہ احادیث سے ثابت ہیں مگر سنت نہیں کیونکہ سنت کے ثبوت کے لئے مواظبت شرط ہے جو یہاں نہیں پائی گئی تو صرف دائیں ہاتھ کے مصافحہ کے لئے تو حدیث بھی نہیں مواظبت کجا اور اس کو سنت کہنا محض جھوٹ ہوا۔

دلیل مل گئی :

آخر جب اہل سنت کی طرف سے بار بار مطالبے ہوئے کہ مسلمانوں کے متوارث عمل کو بدعت اور انگریز اور نیچریوں کے عمل کو سنت نبوی ﷺ کا نام کیوں دیا جا رہا ہے تو بلی تھیلے سے باہر آگئی' کہنے لگے کہ بعض احادیث سلام میں اخذ بالید' اخذ بیدہ وغیرہ الفاظ ملتے ہیں اور ید واحد ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ سے سلام کرنا چاہئے۔ اہل سنت والجماعت یہ سن کر ان کی حدیث دانی پر سخت حیران ہوئے کیونکہ انسان کے جسم میں جو ایک سے زائد اعضاء ہیں ان کے لئے بھی بطور جنس ہر زبان میں واحد کا صیغہ بولا جاتا ہے جیسے کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے تجھے وہاں کھڑے دیکھا تھا تو کیا اس فقرہ سے کوئی بے عقل یہ سمجھے گا کہ یہ آدمی کانا ہے اس لئے واحد کا صیغہ بول رہا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اپنے کان سے تیری بات سنی تھی تو کیا سمجھا جائے گا کہ دوسرا کان بات سنتے وقت اس نے بند کر لیا تھا۔ ایک آدمی دوسرے کو کہتا ہے کہ میں اپنا پاؤں بھی نہیں رکھوں گا' کیا سمجھا جائے گا کہ متکلم کا ایک ہی پاؤں ہے۔ اللہ تعالیٰ

قرآن پاک میں فرماتے ہیں ولا تجعل یدك مغلولةً الی عنقك۔ کیا یہاں ایک ہی اور وہ بھی دایاں ہاتھ ہی مراد ہے۔ آنحضرت ﷺ خود بھی دعا مانگتے اور امت کو بھی تعلیم فرماتے تھے اللھم اجعل فی بصری نورا واجعل فی سمعی نورا (الحدیث) تو کیا یہاں بھی "بصر" اور "سمع" واحد کے صیغے ہیں تو ایک آنکھ اور ایک کان اور وہ بھی صرف دایاں ہی مراد ہے؟ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ (الحدیث) من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ (الحدیث) ان دونوں حدیثوں میں بھی ید واحد ہے تو کیا یہاں بھی دوسرا ہاتھ لگانا خلاف سنت ہو گا۔ اگر بفرض محال یہاں حدیث سلام میں ید سے جنس مراد نہ لیں ایک ہاتھ ہی مراد لیں، تو عربی میں ید کا لفظ انگلیوں سے لے کر کندھوں تک بولا جاتا ہے تو اگر دو آدمی بوقت سلام دونوں بائیں کہنیاں یا دونوں بائیں کندھے ملا لیں تو اس حدیث پر عمل ہو جائے گا یا نہیں؟ کیونکہ بایاں ہاتھ بھی تو ید ہی ہے پاؤں تو نہیں۔ اگر یہ مان ہی لیں کہ یہاں ید سے ایک ہی ہاتھ مراد ہے تو بھی امت کے متوارث عمل کو بدعت اور خلاف حدیث کیسے کہا جائے گا۔ دیکھئے آنحضرت ﷺ کا ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے لیکن امت کا متوارث عمل تین کپڑوں میں نماز پڑھنے کا ہے۔ امت کے اس متوارث عمل میں ایک کپڑے والی احادیث پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور دوسری حدیثوں پر بھی۔ آج تک کسی نے امت کے اس متوارث عمل کو خلاف سنت نہیں کہا۔ اسی طرح امت میں جو متوارث عمل دو ہاتھ سے مصافحہ کا چلا آ رہا ہے تو اس میں ایک ہاتھ والی حدیث پر بھی عمل کیا گیا اور دو ہاتھ والی پر بھی، تو اہل سنت والجماعت کو کسی حدیث کی مخالفت کا خطرہ نہ رہا۔ جیسے احادیث میں ایک ایک دفعہ اعضائے وضو کے دھونے کا بھی ذکر ہے، دو دو دفعہ دھونے کا بھی ذکر ہے اور تین تین دفعہ دھونے کا بھی۔ اب جس نے تین تین دفعہ اعضائے وضو کو دھو لیا اس

نے تینوں حدیثوں پر عمل کر لیا لیکن جس نے ایک ایک دفعہ اعضائے وضو کو دھویا اس نے یقیناً دو حدیثوں پر عمل نہیں کیا اور اگر وہ یہ بھی کہنے لگے کہ ایک ایک دفعہ اعضائے وضو کا دھونا ہی سنت ہے' تین تین دفعہ دھونا بدعت اور خلاف سنت ہے تو اس فہم پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔

الغرض نام نہاد اہل حدیث نے پوری امت کے خلاف محض اپنی رائے سے ید سے ایک ہاتھ مراد لیا جبکہ پوری امت ید سے جنس مراد لے کر دونوں ہاتھ مراد لیتی ہے۔ پھر محض اپنی رائے سے ید سے یمین کو متعین کر لیا اور محض اپنی رائے سے دو ہاتھ والی متفق علیہ حدیث پر عمل کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اس کو خلاف سنت بھی قرار دیا۔ جب صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرنا نہ کسی حدیث قولی' نہ فعلی' نہ تقریری سے' نہ حسن سے' نہ صحیح سے' نہ ضعیف سے ثابت کر سکے تو لغت کی طرف دوڑے' حدیث سے دستبردار ہو گئے کہ لغت میں مصافحہ ہاتھ کی ہتھیلی ملانے کو کہتے ہیں حالانکہ یہاں بھی ہاتھ جنس کے طور پر استعمال ہوا ہے پھر اگر دونوں آدمی بائیں ہتھیلی سے مصافحہ کریں تو اسے لغۃً مصافحہ کہیں گے۔ لیکن آپ اس پر ہرگز عامل نہیں ہیں۔ افسوس کہ نہ حدیث نے تمہارے سر پر ہاتھ رکھا نہ لغت نے تمہارا ساتھ دیا البتہ تشبہ بالکفار جو حدیث سے ممنوع ہے وہ آپ کو حاصل ہو گیا۔

نظر اپنی اپنی' پسند اپنی اپنی

دو ہاتھ سے مصافحہ

اب دیکھیں کہ امت کا متوارث عمل دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا جس کو یہ حضرات بدعت اور خلاف سنت کہتے ہیں کیا واقعی یہ بے ثبوت ہے تو ہرگز نہیں' امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں (ص ۹۲۶/ ج ۲) پر باب المصافحہ کا عنوان باندھا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تعلیقاً یہ روایت لائے

ہیں: علمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم التشہد و کفی بین کفیہ۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی ایسی حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ بعد ازاں امام بخاری رحمہ اللہ نے باب الاخذ بالیدین باندھا ہے اور اس میں حضرت حماد بن زید رحمہ اللہ اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے مصافحہ کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد دو ہاتھ سے مصافحہ کی دلیل میں پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مندرجہ بالا حدیث پوری سند سے لائے ہیں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ (صحیح بخاری ص ۹۲۶/ ج ۲' صحیح مسلم ص ۱۷۳/ ج ۱' نسائی ص ۱۷۵/ ج ۱)

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی دو ہاتھوں سے مصافحہ فرماتے تھے اور بعد میں بھی اسی پر عمل جاری رہا۔ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں: حدثنی اصحابنا یحییٰ وغیرہ عن اسماعیل بن ابراہیم قال رایت حماد بن زید و جاءہ ابن المبارک بمکۃ فصافحہ بکلتا یدیہ (حاشیہ بخاری ص ۹۲۶/ ج ۲)

(ترجمہ): "اسماعیل بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید رحمہ اللہ کو دیکھا کہ ان کے پاس عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔" یاد رہے یہ دونوں بزرگ اپنے زمانے میں امام المحدثین تھے۔ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: الائمۃ اربعۃ: مالک و سفیان الثوری و حماد بن زید و ابن المبارک یعنی امام چار ہیں۔ مالک' سفیان ثوری' حماد بن زید اور ابن المبارک رحمہم اللہ (تذکرۃ الحفاظ) دیگر محدثین بھی دو ہاتھ سے مصافحہ کا

ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے فرمایا: قد بایعتك۔ میں نے تجھے بیعت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کلامًا صرف کلام سے بیعت فرمایا' ہاتھ پکڑ کر بیعت نہ فرمایا۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور علامہ عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس کی شرح میں فرماتے ہیں ای لا بالید کما کان یبایع الرجال بالمصافحة بالیدین یعنی ہاتھ سے بیعت نہ فرمایا جس طرح مردوں کو بیعت کرتے وقت دونوں ہاتھ سے مصافحہ فرمایا کرتے تھے۔ اس کی تائید شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی حدیث رؤیا سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے' میں قریب ہوا فاخذ صلی اللہ علیہ وسلم یدی بین یدیه فصافح تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان پکڑا اور مصافحہ فرمایا (الدر الثمین) اور شاہ صاحب رحمہ اللہ "القول الجمیل" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمایا۔ محدثین کے علاوہ فقہاء کرام جن کی تقلید کا حکم کتاب و سنت میں دیا گیا ہے وہ بھی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو سنت فرماتے ہیں۔ چنانچہ "مجالس الابرار" میں ہے والسنة فیها ان تکون بکلتا الیدین۔ سنت یہ ہے کہ دو ہاتھ سے ہو۔ اسی طرح شامی میں اور اشعۃ اللمعات میں بھی ہے اور جبکہ حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ جھڑتے ہیں (احمد' ترمذی' ابن ماجہ) اور ظاہر ہے کہ انسان دونوں ہاتھوں سے گناہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑنے چاہئیں مگر ہمارے دوستوں نے ایک ہاتھ شاید ابھی سے جنہم کے لئے ریزرو (Reserve) کروا لیا ہے کہ اس کے گناہ جھاڑنا نہیں چاہتے۔ ایک دفعہ عجیب لطیفہ بنا' میں نے ایک غیر مقلد دوست کو بخاری شریف

سے دو ہاتھ کے مصافحہ والی حدیث دکھائی تو تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا: اگرچہ آنحضرت ﷺ کے مصافحہ میں دو ہاتھ تھے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تو ایک ہی ہاتھ تھا' میں نبی تو نہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کروں' میں یہاں نبی کی بجائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اتباع کروں گا۔ میں نے کہا: جس طرح تم نبی نہیں' تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح صحابی بھی نہیں ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرو' اس لئے صرف انگوٹھے سے انگوٹھا ملا کر مصافحہ کر لیا کرو تاکہ نہ تمہارے نبی ہونے کا شبہ ہو نہ صحابی ہونے کا۔ میں نے کہا: کسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں ہے اور یہ کس کا دل مانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دونوں مبارک ہاتھ بڑھائے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف ایک۔

اصل بات یہ ہے کہ جب آدمی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتا ہے تو ایک ہاتھ کے دونوں طرف دوسرے کی ہتھیلیاں لگتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک ہاتھ کی یہ خوبیاں بیان فرما رہے کہ میرے اس ہاتھ کے دونوں طرف حضرت پاک ﷺ کی ہتھیلیاں مبارک لگی تھیں' اپنے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں فرما رہے' اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور غیر مقلدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ غیر مقلدین کی دونوں قسمیں اہل قرآن اور اہل حدیث بحیثیت فرقہ پہلے کسی حکومت میں نہیں پائی گئیں بلکہ یہ ماضی قریب کی پیداوار ہیں۔ اسی لئے اسلاف کے ساتھ ان کا کوئی سلسلہ سند نہیں ملتا۔ تاہم جیسا کہ رافضی جس صحابی کو چاہیں رافضی کہہ دیتے ہیں مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ ' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وغیرہم ' مگر یہ سب کے سب پکے اور سچے اہل سنت تھے۔ اسی طرح بے چارے غیر مقلدین کبھی تو محدثین کو غیر مقلد کہتے ہیں جبکہ محدثین کے حالات طبقات کی کتابوں میں چار ہی طبقات میں ملتے ہیں: طبقات حنفیہ ' طبقات مالکیہ ' طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی محدث یا مورخ کی لکھی ہوئی دنیا میں موجود نہیں ہے اور کسی ایک بھی مسلمہ محدث کے بارے میں یہ شہادت کسی تاریخ یا حدیث کی کتاب میں نہیں ملتی کہ کان لا یجتھد و لا یقلد کہ نہ اس میں اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا تھا بلکہ غیر مقلد تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بڑے پیر صاحب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جن کی

عظمت کی دنیا بھر میں دھوم مچی ہوئی ہے وہ غیر مقلد تھے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے' کسی ایک بھی مسلمہ تاریخ میں یہ بات نہیں ملتی کہ وہ نہ تو اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے نہ مقلد تھے بلکہ حضرت رحمہ اللہ کاذکر مبارک طبقات حنابلہ میں موجود ہے جو سورج سے بھی زیادہ واضح حقیقت ہے کہ آپ حنبلی تھے۔ مشہور غیر مقلد جناب فیض عالم صدیقی نے موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ مصنف کتاب المغنی' شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ مصنف غنیۃ الطالبین' شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور شیخ ابن قیم رحمہ اللہ کو حنابلہ میں شمار کیا ہے (اختلاف امت کاالمیہ ص۲۹) نیز لکھتا ہے :

غنیۃ الطالبین پر تبصرہ :

تاریخی طور پر سب سے پہلے سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ حنبلی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف غنیۃ الطالبین میں شیعوں کاذکر کیا۔ غنیۃ الطالبین حنبلی مذہب کی ایک انسائیکلوپیڈیا ہے مگر اس کتاب میں بھی یاران طریقت نے تصوف کے باب کے عنوان سے ایسی پیوند کاری کی ہے جس کا جواب نہیں' ایک معمولی سی دینی سوجھ بوجھ رکھنے والا اور معمولی سی علمی مہارت رکھنے والا آدمی بیک نظر اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ اصل غنیۃ الطالبین کا مصنف کوئی پرہیزگار' متبع سنت' زاہد اور عالم محض ہے اور اس تصوف کے باب کا مصنف کوئی کودن طبع' حواس باختہ' ذہنی آوارگی کا مریض اور کم علم آدمی ہے۔ فقروں کی بندش' الفاظ کی نشست اور مفہوم کی ادائیگی میں بیّن فرق کے علاوہ نفس مضمون میں ہزاروں فرسنگ کا فرق۔ کہاں کتاب وسنت کی شمیم آمیز معطر اور نکہت بار خوشبوؤں کی مہک اور کہاں پراگندہ ذہنی کے سنڈاس سے اٹھنے والے بدبو کے بھبکے۔ (اختلاف امت کاالمیہ ص۱۳۱)

دیکھئے اس تبرائی غیر مقلد نے ایک ہی سانس میں حضرت شیخ قدس سرہ کو کتاب و سنت سے ہزاروں فرسنگ دور' کودن طبع' حواس باختہ اور ذہنی اوارگی کا مریض اور غنیۃ الطالبین کو پراگندہ ذہنی کے سنڈاس سے اٹھنے والے بدبو کے بھبکے قرار دے دیا۔

ہاں' عوام کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ گویا غنیۃ الطالبین کے فقہی مسائل کا مصنف اور ہے اور تصوف کے باب کا اور کوئی فرضی شخص' یہ ایسا ہی کارنامہ ہے جیسا کہ مرزا قادیانی عیسیٰ علیہ السلام کو خوب گالیاں بکتا' بعد میں کہہ دیتا کہ وہ عیسیٰ اور ہے اور یہ اور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے زبان و قلم بے لگام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہی جناب فیض عالم صاحب صدیقی تحریر کرتے ہیں۔

بخاری شریف پر تبصرہ :

"ان محدثین' ان شارحین حدیث' ان سیرت نویس اور مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ اور تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے لیکن اس دینی و تحقیقی جرات کے فقدان نے ہزاروں ایسے پیدا کئے اور ہوتے رہیں گے۔ ہمارے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرمادیا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ کی الوہیت' انبیاء کرام کی عصمت اور ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں۔ (صدیقہ کائنات ص ۱۰۶ فیض عالم صدیقی) کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح تقلید جامد نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں"۔

دیکھئے تمام محدثین' تمام شارحین حدیث' تمام سیرت نویسوں اور تمام مفسرین کو تحقیق سے عاری اور دینی جرات سے کورے قرار دے کر صحیح بخاری کے بارہ میں تو وہ تبصرہ لکھا کہ پادری فانڈر' پنڈت شردھانند اور سوامی دیانند بھی اس سے شرما گئے ہوں گے۔

شیخ جیلانی رحمہ اللہ اور مسئلہ وحدۃ الوجود :

آج کل غیر مقلدین نے وحدۃ الوجود کا غلط مطلب لے کر (جو اتحاد اور حلول ہے) صوفیاء کرام رحمہم اللہ پر تبرا بازی کا بازار گرم کر رکھا ہے جبکہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ اتحاد و حلول کو الحاد' زندقہ اور گمراہی قرار دیتے ہیں (مقالات سواتی ص ۳۷۷/ ج ۱)

تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جو وحدت الوجود کے قائل ہیں (مقالات سواتی ص۷۷، ۳/ ج۱) غیر مقلدین کے نزدیک معاذاللہ گمراہ اور زندیق ہیں۔ پھر ان سے ان کا کیا تعلق؟

صوفیاء کرام کے بارہ میں نواب صدیق حسن کی نصیحت :

نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے حالات میں چار امر قابل بحث ہیں

(امر اول) مجاہدات' ان کا تعلق ازواق و مواجید اور محاسبہ نفس و اعمال کے ساتھ ہے۔ انہی ازواق کی منتہٰی اور غایات کو مقامات کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

(امر دوم) کشف و ادراک حقائق عالم غیب جس کا تعلق صفات ربانیہ' عرش و کرسی و ملائکہ و وحی و نبوت و روح و حقائق موجودات غائب و شاہد و ترکیب اکوان وغیرہ سے ہے۔

(امر سوم) تصرفات انواع کرامات کے ساتھ اکوان و عوالم میں۔

(امر چہارم) الفاظ موہومہ یعنی شطحیات۔

بعض لوگ ان امور چہارگانہ کے منکر ہیں' بعض محسن ہیں اور بعض تاویلات کے قائل ہیں۔ بہرحال امر اول میں کوئی کلام و انکار نہیں ہو سکتا۔ صوفیاء کرام کے ازواق بالکل صحیح ہیں اور ان کا تحقق عین سعادت ہے' اسی طرح امر دوم صحیح ناقابل انکار ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے مگر یہ انکار حق کے مقابل کوئی چیز نہیں۔ امر سوم یہ انواع متشابہات میں سے ہے۔ اس لئے اس کا تعلق وجدان قلبی سے ہے۔ محض الفاظ و لغت سے ان کی مرادات پر اطلاع نہیں ہو سکتی۔ الفاظ تو محض محسوسات متعارفہ کی تعبیر کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ امر چہارم شطحیات' اس کا تعلق غلبہ حال اور واردات سے ہے۔ محسوسات سے بیگانہ وار رہتے ہیں اسی سبب سے بعض اوقات ان کی زبان سے ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں جو ان کے قصد و ارادہ سے نہیں

ہوتے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص مغلوب الحال ہو وہ ہر طرح معذور اور مجبور ہے۔ اس قسم کے لوگوں میں سے جو شخص صاحب فضل ولائق اقتدا ہو اس کے کلمات موہومہ کو مقصد جمیل پر محمول کرنا چاہئے (ماثر صدیقی ص ۵۱/ ج ۴)

ایک کالج کے لیکچرار غیر مقلد نے "الدیوبندیہ" یعنی علمائے دیوبند کے عقائد' "دیوبندیت" "بریلوی + دیوبندی ایک ہیں" اور "تبلیغی جماعت کا اسلام" نامی رسائل لکھے ہیں جن میں صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی متشابہات یا شطحیات جمع کردی ہیں' لیکن ان میں سے کسی رسالہ میں یہ نہیں بتایا کہ متشابہات اور شطحیات کا شرعی حکم کیا ہے؟ حالانکہ امت کا اجماع ہے کہ کرامات اور شطحیات میں چونکہ ان لوگوں کے اختیار و ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں جیسے خواب میں کلمہ کفر کسی کی زبان سے جاری ہوجائے تو اسے کافر نہیں کہا جاتا' خواب میں کوئی گناہ کا کام کرے تو اسے ہرگز گناہ گار نہیں کہا جاتا لیکن غیر مقلدین کی بدنصیبی ہے کہ ان کے حصہ میں قرآن پاک میں سے متشابہات' احادیث میں سے متعارضات' فقہ سے شواذ اور تصوف سے شطحیات آئی ہیں یہی ان کا علمی حدود اربعہ ہے۔

وحدۃ الوجود

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے بارہ میں نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔ ہم پر اعتقاداً لازم ہے کہ ہم کسی جانب بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دل میں نہ لائیں کیونکہ اس میں بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تضلیل و تکفیر لازم آتی ہے۔ وحدت وجود کے اثبات و ابطال میں لب کشائی نہ کرنی چاہئے۔ اگر خود ذی فہم ہے تو اپنے فہم پر قناعت کرے اگر وہ نہیں سمجھتا تو ان اقوال کو ان کے قائلین پر چھوڑ دے (ماثر صدیقی ص ۳۹ ج ۴)

حضرت شیخ رحمہ اللہ اور سماع موتٰی

حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مردہ کو دفن کرنے کے بعد جب تم اس کی قبر کو

برابر کر چکو تو ایک آدمی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے اے فلاں بن فلاں.....اس آواز کو مردہ سنتا ہے مگر جواب نہیں دیتا پھر دوبارہ پکارے اے فلاں بن فلاں.....تو مردہ یہ آواز سن کر قبر میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے پھر تیسری مرتبہ آواز دے تو مردہ کہتا ہے تو نے مجھے سیدھی راہ دکھائی اللہ تجھ پر رحمت کرے مگر اے لوگو میرا یہ کہنا تمہیں سنائی نہیں دیتا (غنیۃ الطالبین مصری ص ۱۲۱ ج ۲)

حضرت شیخ رحمہ اللہ اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب روضہ اطہر پر حاضری کی سعادت نصیب ہو تو قبلہ کی طرف پشت کر کے روضہ پاک کی طرف منہ کر کے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ آپ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم (گناہ) کر کے اللہ سے بخشش مانگیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس گنہگار کے لئے بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ اے اللہ میں بھی اسی طرح تیرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دعائے بخشش کرانے آیا ہوں' جیسے حیات ظاہری میں لوگ آتے تھے پھر کہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ رہا ہوں (غنیۃ الطالبین ص ۱۱ ج ۱) غیر مقلدین حضرات مردہ کے سننے اور پہچاننے کو آج کل شرکیہ عقیدہ کہتے ہیں اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شرک کہتے ہیں۔ جب حضرت شیخ رحمہ اللہ ان کے عقائد کی وجہ سے غیر مقلدین کے نزدیک مشرک ہیں پھر عوام کو دھوکا کیوں دیتے ہیں کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ غیر مقلد تھے معاذ اللہ۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی نماز

حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز میں ۱۵- ارکان' ۹ واجبات' ۱۴ سنتیں اور ۲۵ ہیئات (آداب) ہیں۔ رکن کے نہ رہنے سے نماز باطل' ترک واجب سے سجدہ سہو لازم اور سنت اور ہیئت کے ترک سے نماز نہ باطل ہوتی ہے اور نہ سجدہ سہو لازم آتا

ہے (غنیۃ الطالبین ص ۵/ ج ۱) اور فرماتے ہیں نماز کی نیت زبان سے کرنا افضل ہے (ص ۱۰۲/ ج ۱) اور مقتدی کے لئے امام کی تابعداری کی نیت ضروری ہے (ص ۱۰۴/ ج ۲) اور فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اللہ اکبر کہے تم اللہ اکبر کہو، امام قرات (فاتحہ) پڑھے تم خاموش رہو اور جب امام غیرالمغضوب علیہم والضالین کہے تو آمین کہو (ص ۱۰۵/ ج ۲)

حضرت شیخ رحمہ اللہ یہ دعا مانگا کرتے تھے "اللہ تعالیٰ مجھے اصول اور فروع میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر موت دے اور امام احمد رحمہ اللہ کے مقلدین میں میرا حشر فرمائے (غنیۃ الطالبین ص ۱۰۵، ج ۲) حضرت شیخؒ نے نماز کی جو ۲۵ ھیئات بیان فرمائی ہیں وہی مسائل ہیں جن میں شیخ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقلید کرتے تھے تو گویا غیر مقلدین کے عقیدہ کے مطابق حضرت شیخ کی نماز میں ۲۵ تقلیدی شرک ہیں۔ اس پر بدعات مزید ہیں اور امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی وجہ سے ان کی نماز بھی باطل ہے۔

تین طلاق

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے کئی امور میں روافض کی یہود سے مشابہت بیان فرمائی ہے، جس میں ایک یہ بات بھی تحریر فرمائی ہے کہ یہود تین طلاق کو کچھ نہیں سمجھتے یہی حال روافض کا ہے، میں کہتا ہوں غیر مقلدین بھی تین طلاق کے بعد رجوع کرا دیتے ہیں۔

ذریت ابلیس

حضرت شیخ رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ لوگوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پسینہ موتیوں کی طرح تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار لعنت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضرت! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کس کو پھٹکار رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ کے دشمن ابلیس خبیث نے اپنی دم اپنی دبر میں داخل کی اور سات انڈے دیئے۔ ان سے سات بچے پیدا ہوئے جو اولاد آدم کو گمراہ کرنے پر متعین کئے گئے۔ ان میں سے شیطان کا جو بچہ دوسرے انڈے سے پیدا ہوا اس کا نام "حدیث" ہے اور وہ نمازیوں پر مسلط کیا گیا (غنیۃ الطالبین ص۸۸/ج۱) حضرات! کھوج آپ کو دکھایا گیا آپ اس بچے کو تلاش کریں جس کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہے کہ نمازیوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ نمازیوں کو پریشان کرتا ہے کہ تیری نماز غلط ہے' تیری نماز نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ' وہ یقیناً اسی "حدیث" سے تعلق رکھتا ہے بلکہ "حدیث" کا ہی اہل ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل حدیث کے وسوسوں سے بچائیں۔ الغرض غیر مقلدین کے نزدیک جب حضرت پیران پیر معاذ اللہ مشرک اور بدعتی ہیں۔ اور مشرک اور بدعتی کی کوئی عبادت قبول نہیں تو غیر مقلدین لوگوں کو دھوکہ کیوں دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے رسالہ "غیر مقلدین کی غیر مستند نماز" میں ثابت کردیا ہے کہ غیر مقلدین کی نماز نہ قرآن سے ثابت ہے' نہ حدیث سے' لیکن اس کا جواب آج تک نہیں لکھ سکے۔ کیا آپ حضرات کے نزدیک رفع یدین ہی ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جو شخص صاف طور پر رفع یدین کے سنت ہونے کا انکار کرے صرف اپنے امام کی تقلید میں رفع یدین کرے اس کے ساتھ شرک وبدعت کا نہ صرف عامل بلکہ زبردست داعی بھی ہو تو وہ صرف رفع یدین تقلیداً کرنے سے اہلحدیث بن جاتا ہے' تو پھر شیعوں نے کیا قصور کیا؟ وہ تو رفع یدین آپ سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ کیا آپ ان کو اپنے سے بڑے اہل حدیث مانتے ہیں؟ اور کیا واقعتاً امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقلید شخصی کرنے والے آپ کے نزدیک آپ کی طرح اہل حدیث ہیں؟ پھر اہل سنت والجماعت احناف کو تقلید کی وجہ سے مشرک اور بدعتی کیوں کہا جاتا ہے؟

امام اعظم رحمہ اللہ

غیروں کی نظر میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں ایک عجیب بات ہے کہ اہل حدیث عموماً نہایت متشدد ہوتے ہیں۔ تھوڑی سی بات پر سخت سے سخت نکتہ چینی کے خوگر ہوتے ہیں۔ (داؤد غزنوی ص ۱۸) یہی وہ نفسیات ہے جس پر قرآن پاک نے وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ فرمایا ہے اور وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ (الایۃ)

(۱) ...... مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں "ائمہ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے امت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی، ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لئے جو شخص سوء ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوت قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوء خاتمہ کا خوف ہے ہمارے نزدیک ائمہ دین کی ہدایت و درایت پر امت کا اجماع ہے۔" (داؤد غزنوی ص ۳۷۳)

(۲) ...... ائمہ کرام کا ان (مولانا داؤد غزنوی) کے دل میں انتہائی احترام تھا حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن میں مولانا محمد اسحٰق) ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ جماعت اہل حدیث کی تنظیم کے

متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے ہر شخص ابو حنیفہ، ابو حنیفہ کہہ رہا ہے کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارہ میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارہ میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یک جہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ یاغربۃ العلم انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ (داؤد غزنوی: ص ۱۲۷)

(۳)....... حضرت مفتی محمد حسن نے ایک بار مولانا عبدالجبار غزنوی کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا۔ وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا جس میں اہل حدیث حضرات کی اکثریت تھی۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابو حنیفہ سے تو میں اچھا ہوں اور بڑا ہوں کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب واحترام کیا کرتے تھے انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا انہوں نے حکم دیا کہ اس نالائق (عبدالعلی) کو مدرسے نکال دو وہ طالب علم جب مدرسے سے نکالا گیا تو مولانا عبدالجبار غزنوی نے فرمایا: مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا۔ مفتی محمد حسن راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا۔ اس واقعہ کے بعد کسی نے مولانا عبدالجبار غزنوی سے سوال کیا حضرت! آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائے گا۔ فرمانے لگے کہ جس وقت مجھے اس کی

گستاخی کی اطلاع ملی اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آئی کہ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (حدیث قدسی) جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ میری نظر میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ولی اللہ تھے۔ جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے اس لئے ایسے شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا۔ (داؤد غزنوی ص ۱۹۱، ۱۹۲)

(۴) ...... نوٹ : اسی طرح امرتسر میں سب سے پہلے عمل بالحدیث شروع کرنے والے حافظ محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر مرزا غلام احمد قادیانی کے موید و حامی بن گئے۔ (اشاعۃ السنۃ ص ۱۱۴/ ج ۲۱)

(۵) ...... مولانا محبوب احمد صاحب امرتسری لکھتے ہیں : ”جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہ ہے کہ امرتسر و گرد و نواح میں جس قدر مرتد عیسائی ہیں یہ پہلے غیر مقلد ہی تھے“۔ (الکتاب المجید ص ۸)

(۶) .... مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے دل میں بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے بارہ میں ایک دفعہ کچھ غبار آگیا تھا، خود لکھتے ہیں: (میں نے) حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق تحقیقات شروع کیں تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آگیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا۔ گویا ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا نظارہ ہو گیا۔ معاً خداتعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو میں نے کلمات دہرانے شروع کیئے وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے حسن عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور آپ کی مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارج قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے۔ اَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰی مَایَرٰی۔ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے۔ هٰذَا وَاللّٰهِ وَلِیُّ الهدایة خاتمة الکلام۔ اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگان دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین سے حسن ظن رکھیں اور گستاخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں موجب خسران و نقصان ہے۔ نسئل الله الكريم حسن الظن والتادب مع الصالحين ونعوذ بالله العظيم من سوء الظن بهم فانه عرق الرفض و الخروج وعلامة المعاقين ولنعم ماقيل۔

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم شد از لطف رب

(تاریخ اہل حدیث ص ۷۹)

(۷) ...... مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے فرمایا: مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری نے مجھ سے بیان کیا کہ جن ایام میں' میں کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا اختلاف مذاق و مشرب کے سبب سے احناف سے میری گفتگو رہتی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ پر یہ الزام تھوپا تھا کہ تم اہل حدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں' علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم معیار الحق میں امام صاحب رحمہ اللہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

امامنا وسیدنا ابوحنیفة النعمان افاض الله علیه بشابیب العفو والغفران۔ نیز فرماتے ہیں: ان (امام صاحب) کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے۔ ان کے فضائل میں آیت کریمہ ان اکرمکم عندالله اتقاکم زینت بخش مراتب ان کے لئے ہیں۔ (حاشیہ تاریخ اہل حدیث ص۸۰)

(۸)...... مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی فرماتے ہیں' ہرچند کہ میں سخت گنہگار ہوں' لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابو عبداللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیر آباد کی صحبت و تلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگان دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین سے حسن عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے۔ (تاریخ اہل حدیث ص۷۹)

(۹)...... مولانا محمد ابراہیم صاحب حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی کے متعلق لکھتے ہیں: "آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بے ادبی کرتا ہے' اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا" (تاریخ اہل حدیث ص۴۲۸)

(۱۰)...... نعیم بن حماد خزاعی امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ میں ہیں۔ وضع کتبًا فی الرد علی الحنفیه۔ جس نے حنفیوں کے رد میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ یہ شخص امام صاحب کے حسد میں یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ جھوٹی حدیثیں بھی گھڑلیا کرتا تھا اور امام صاحب کی عیب گوئی میں جھوٹی حکایتیں بھی گھڑلیتا جو سب کی سب جھوٹ ہیں۔ (میزان الاعتدال ص۵۳۶/ج۲' تہذیب التہذیب ص۴۶۳/ج۱' نہایة السئول فی رواة السنة الاصول بحوالہ تاریخ اہل حدیث ص۷۰' داؤد غزنوی ص۳۷۸) مولانا سیالکوٹی نے مکمل بحث کے بعد لکھا

ہے خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں کہ اس کی روایت کی بناء پر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں جن کو حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ جیسے ناقد الرجال امام اعظم کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر "البدایہ" میں آپ کی نہایت تعریف کرتے ہیں' آپ کے حق میں لکھتے ہیں احد ائمۃ الاسلام والسادۃ الاعلام واحد ارکان العلماء واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاھب المتبوعۃ الخ۔ نیز امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ آپ (ابو حنیفہ رحمہ اللہ) ثقہ تھے' اہل الصدق سے تھے' کذب سے متہم نہ تھے نیز عبداللہ بن داؤد الخریبی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابو حنیفہ کے لئے دعا کیا کریں کیونکہ انہوں نے ان پر فقہ اور سنن (نبویہ) کو محفوظ رکھا۔ (البدایہ ص ۱۰۷/ تاریخ اہل حدیث) یہ شخص (نعیم بن حماد) گرفتار ہوا اور وہیں فوت ہوا فجر باقیادہ (ہتھکڑیوں سمیت) فالقی فی حضرۃ ولم یکفن ولم یصل علیہ فعل ذالک بہ صاحب ابن ابی دائود (تاریخ بغداد ص ۳۱۴)

دیکھئے گستاخ امام' نماز جنازہ اور کفن اور قبر تک سے محروم رہا۔

(۱۱)....... عالم باعمل فاضل اکمل حضرت مولانا سید تجمل حسین رحمہ اللہ بہاری لکھتے ہیں: ایک غیر مقلد مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی مکہ مکرمہ گئے اور حضرت قبلہ عالم مولانا سید شاہ محمد علی صاحب رحمہ اللہ مونگیری بھی وہیں تھے مولانا محمد ابراہیم صاحب نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس خواب میں میری حاضری ہوئی اور مجلس مبارک میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تم ان یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بدظن ہو قصور معاف کراؤ۔ میں نے امام

اعظم کے قدموں پر گر کر معاف کرایا (کمالات ص ۱۷)

(۱۲)...... ایک غیر مقلد طالب علم مدرسہ دیوبند میں پڑھتا تھا۔ اس نے حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی شان میں گستاخی کی۔ اس پر اور طالب علموں نے اسے پیٹ ڈالا۔ اس واقعہ کی مولانا نذیر حسین سے شکایت بھی کی حضرت والا نے فرمایا کہ اس نے امام محمد رحمہ اللہ کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کئے تھے' اس پر طلباء کو غصہ آگیا یہ سن کر مولوی صاحب نے فرمایا کہ واقعی یہ اس کی بڑی بے جا حرکت تھی۔ (داؤد غزنوی ص ۳۸۰)

(۱۳)...... آرہ میں بیٹھے ہوئے ایک غیر مقلد نے دوران گفتگو حضرت ابن ہمام رحمہ اللہ کی کچھ تنقیص کی۔ مولانا نذیر حسین صاحب نے اسے ڈانٹا کہ یہ بڑے لوگ تھے ہمارا منہ نہیں کہ اس کی شان میں کچھ کہہ سکیں (داؤد غزنوی ص ۳۸۰) الناس فی ابی حنیفة حاسداو جاهل یعنی حضرت امام ابو حنیفہ کے حق میں بری رائے رکھنے والے کچھ لوگ تو حاسد ہیں اور کچھ ان کے مقام سے بے خبر ہیں۔ (داؤد غزنوی ص ۳۷۸)

نماز میں قرأت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ گرمی کا موسم تھا۔ صبح کا وقت اور ہفتہ کا دن' میں درس گاہ جانے کے لئے گھر سے نکلا تو باہر دروازے پر ایک نوجوان کھڑا تھا اس نے بڑے ادب سے مجھے سلام کیا اور میرا نام پوچھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اس نے کہا میں بہت پریشان ہوں۔ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر میری فریاد ضرور سن لیں۔ میں اسے درسگاہ میں ساتھ لے آیا۔ اس نے اپنی کہانی یوں شروع کی کہ میں بہت ہی بد قسمت اور گنہ گار ہوں۔ میں ایک ایسے کالج میں پڑھتا ہوں جو غیر مسلموں کا ہے۔ اس میں ہم صرف چھ مسلمان نوجوان ہیں۔ ان میں سے ایک تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی دعوت پر ہم بھی تبلیغ کے کام میں لگ گئے اور خداوند قدوس کے فضل و کرم سے نماز کی عادت ہوگئی۔ پوری کوشش ہوتی ہے کہ ہر کام چھوڑ کر نماز باجماعت ادا کریں بلکہ تکبیر اولیٰ میں شمولیت کا اہتمام کریں۔ اپنے بہن بھائیوں کو بھی اور محلے کے دوستوں کو بھی دعوت دی جو ماشاء اللہ کافی کامیاب رہی اور انہوں نے نماز شروع کردی۔ میں گزشتہ نمازیں بھی ساتھ ساتھ قضا کر رہا ہوں اور ساتھ ساتھ اللہ سے رو رو کر توبہ بھی کرتا ہوں گزشتہ کوتاہیوں کی معافی بھی مانگتا ہوں اور اس گفتگو میں بھی اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں اس کے انداز سے بہت متاثر ہو رہا تھا اور دل و زبان سے دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی عبادت کا ایسا ہی جذبہ عطا فرمائیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

بات کو جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا پرسوں جمعرات کو ہم بس کے ذریعے تبلیغی مرکز جارہے تھے کہ بس میں کچھ پرانے دوستوں سے ملاقات ہوگئی جو ہمارے میٹرک کے ساتھی تھے۔ علیک سلیک کے بعد انہوں نے پوچھا کہاں جارہے ہو؟ ہم نے کہا تبلیغی مرکز۔۔۔۔ ہم نے کہا آئیے آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ وہ کہنے لگے کہ تمہاری تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ ہم نے کہا کیوں؟ اس نے پوچھا کہ کیا تم امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے جیب سے کاغذ قلم نکالا اور اس پر یہ لکھا کہ "تمہارا عقیدہ ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز ہو جاتی ہے" اور مجھے کہا اس پر دستخط کردو' میں نے دستخط کردیئے اس نے کہا کہ تم ایسی حدیث لاؤ گے جس کا معنی ہو کہ فاتحہ کے بغیر نماز ہو جاتی ہے اور میں وہ حدیث لاؤں گا جس کا معنی ہوگا کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی' ہم مرکز چلے گئے۔ بیان سنا' اس کے بعد ایک دو بزرگوں کو وہ کاغذ دکھایا کہ اس تحریر کے مطابق ایک حدیث لکھ دیں۔ انہوں نے آپ کا نام بتایا کہ ان سے جاکر یہ مسئلہ سمجھ لینا۔ کل جمعہ کے وقت بھی میں حاضر ہوا تھا مگر آپ کسی اور جگہ جمعہ پڑھانے گئے ہوئے تھے۔ میں جمعہ پڑھ کر جب گھر پہنچا تو وہ ساتھی دو تین مولوی صاحبان کو لے کر میری بیٹھک میں براجمان تھے۔ میں بیٹھ گیا۔ ایک مولوی صاحب نے بغیر کسی سلام کلام کے بڑی رعب دار آواز میں کہا کہ اگر کوئی حنفی ایک صحیح صریح مرفوع غیر مجروح حدیث دکھادے کہ رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہو تو میں فاتحہ کے ایک ایک حرف پر دس دس روپے رکھ کر انعام دوں گا۔ یہ ہزاروں روپے بن جائیں گے۔ دوسرے مولوی صاحب نے کہا پہلے تم بالکل نماز نہیں پڑھتے تھے اور بے نماز تھے اب نماز پڑھنے لگے ہو مگر اب بھی تم اسی طرح بے نماز ہو۔ تمہاری نماز باطل اور بے کار ہے' خدا تعالیٰ کے ہاں بالکل قبول نہیں اور صرف نماز ہی نہیں تمہارا اسلام ہی مشکوک ہے۔ ہم اور آپ دونوں اگرچہ کلمہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ جس کا کلمہ پڑھو' بات بھی اسی کی مانو اور تم کہتے ہو کہ ہم کلمہ نبی کا پڑھیں گے اور بات ابو حنیفہ کی

مانیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت نیک آدمی تھے مگر وہ علم حدیث میں بہت کمزور تھے۔ اس لئے قیاس سے مسئلے بتاتے تھے۔ لیکن ساتھ یہ بھی فرماتے رہتے تھے کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو میرا قیاس دیوار پر دے مارنا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ حدیث ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو نہیں ملی تو انہوں نے اپنے قیاس سے کہہ دیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھا کرو۔ اب جب یہ صحیح حدیث ہمیں مل گئی ہے تو اس پر عمل کرنے سے اللہ کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی راضی ہوں گے بلکہ خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی' اور اگر اس حدیث پر عمل نہ کیا تو نہ صرف یہ کہ نبی پاک ﷺ ناراض ہوں گے بلکہ خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی ناراض ہوں گے کیونکہ وہ فرما گئے تھے کہ میرا قول چھوڑ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنا۔ اب حنفیوں کا حال وہی ہے کہ

نہ خدا ہی ملا ' نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے 'نہ ادھر کے رہے

تمہاری زندگی بھر کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوئی۔ تمہاری نماز سے خدا بھی ناراض ہے' خدا کا رسول بھی ناراض ہے اور امام ابو حنیفہ بھی ناراض ہے۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے توبہ کرلو۔ وہ نوجوان سنا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کیا واقعتاً میں نماز پڑھنے کے باوجود بے نماز ہی ہوں؟ کیا واقعتاً میری نماز سے اللہ اور رسول ﷺ ناراض ہو جاتے ہیں؟ کیا میری ساری نمازیں برباد ہو گئیں؟ یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگا۔ اور کہہ رہا تھا کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی اکثریت واقعی بے نماز ہے۔ میری نمازوں کا کیا ہوگا؟ خدارا مجھے یہ مسئلہ سمجھا دیجئے۔ میں نے اسے تسلی دی کہ یہ مسئلہ اتنا مشکل نہیں جتنا آپ کو پریشان کر دیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مسئلہ صرف کسی ایک سورت کا نہیں بلکہ پورے قرآن کا ہے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ دین کو کامل کر گئے ہیں

اس لئے پورے قرآن کا مسئلہ سمجھا کر گئے ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے دو ہی طریقے ہیں (۱) یا آپ اکیلے نماز پڑھیں گے جیسے نفل سنتیں وغیرہ۔ (۲) یا آپ باجماعت نماز پڑھیں گے جیسے فرائض پنجگانہ' جمعہ' عیدین وغیرہ۔ تیسرا اور کوئی طریقہ نہیں۔

اکیلے نمازی کا طریقہ

شروع اسلام میں تہجد کی نماز بھی فرض تھی۔ لوگ گھروں میں بغیر جماعت کے اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث کے مطابق ایک سال فرض رہی اس کے بعد اس کی فرضیت منسوخ کر دی گئی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا۔ فاقرئوا ماتیسر من القرآن (المزمل:۲۰) اب پڑھو جتنا تم کو آسان ہو قرآن سے۔ اس آیت کریمہ میں پورے قرآن کا مسئلہ ہے۔ جس طرح پانی کے ہر قطرے کو پانی کہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک کی ہر آیت کو قرآن کہتے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ نماز میں مطلق قرات فرض ہے اور اس آیت کریمہ میں کوئی اجمال بھی نہیں۔ کہیں جلسہ ہو اور آپ قاری صاحب سے کہیں کہ کچھ تلاوت کردیں' تو وہ پوچھے کہاں سے؟ آپ کہیں' جہاں سے آپ آسانی سے پڑھ سکیں۔ اب قاری صاحب جہاں سے بھی تلاوت کریں گے آپ کا مقصد پورا ہوگیا۔ اب دیکھئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے نمازی کو کیا طریقہ بتایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص نے آکر نماز پڑھی' پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: لوٹ کر نماز پڑھو۔ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ نماز پڑھ کر پھر حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوٹ کر نماز پڑھو' تم نے نماز نہیں پڑھی۔ آپ ﷺ نے تین بار ایسے ہی فرمایا۔

اس نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس سے بہتر طریقہ پر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ مجھے سکھاویں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر "تمہیں قرآن پاک میں سے جو آسان ہو پڑھو" پھر رکوع کرو یہاں تک کہ جب تمہیں رکوع کی حالت میں اطمینان ہو جائے تو اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ تمہیں سجدہ کی حالت میں اطمینان ہو جائے پھر (سجدہ سے) اٹھو یہاں تک کہ تمہیں بیٹھے ہوئے اطمینان ہو جائے پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ تمہیں سجدہ کی حالت میں اطمینان ہو جائے پھر نماز میں اسی طرح کرو۔

رسول اقدس ﷺ نے اکیلے نمازی کو جس طرح تکبیر کہنے رکوع اور سجدہ کرنے کا حکم دیا، اسی طرح قرات کا حکم بھی دیا۔ اس واقعہ کو حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ جب تم قبلہ کی طرف منہ کرلو تو تکبیر کہو پھر سورت فاتحہ پڑھو۔ پھر (قرآن پاک میں سے) جو چاہو پڑھو (مسند احمد ص ۳۴۰/ج ۴،
حضرت ابو سعید خدری ؓ نے کہا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ سورۃ فاتحہ اور جو (قرآن میں ہے) آسان ہو پڑھیں (مسند امام اعظم ص ۵۸، ابوداؤد ص ۱۱۸، مسند احمد ص ۳۰/ج ۳، ابن حبان ص ۱۴۰/ج ۴، مسند ابی یعلی ص ۴۱۷/ج ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں مدینہ شریف میں منادی کردوں کہ قرآن پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اگرچہ سورت فاتحہ اور کچھ اس سے زیادہ ہو۔ (مسند امام اعظم ص ۵۸، ابوداؤد ص ۱۱۸/ج ۱، کتاب القراءۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے۔ مگر جو نماز امام کے پیچھے پڑھی جائے (کتاب القراءۃ ص ۱۷۱) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت

کرتے ہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورت فاتحہ اور اس سے کچھ زائد قرآن نہ پڑھا۔ اس کے راوی امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اکیلے نمازی کے لئے ہے (ابو داؤد ص ۱۱۹ ج ۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث اکیلے نمازی کے لئے ہے (ترمذی ص ۵۸ ج ۱) یہ اکیلے نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور ثابت ہوا کہ نماز میں مطلق قرات فرض ہے اور سورت واجب معین ہے اور سورت فاتحہ سے کچھ زائد قرآن پڑھنا واجب مخیر ہے۔

نماز باجماعت کا طریقہ :

علامہ سیوطی رحمہ اللہ "الاتقان" میں لکھتے ہیں کہ "سورت مزمل تیسرے نمبر پر نازل ہوئی۔ سورت فاتحہ ساتویں نمبر پر اور سورت الاعراف انتالیسویں (۳۹) نمبر پر۔ اس میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز باجماعت سکھانے کے لئے باقاعدہ) خطبہ دیا پس ہمارے لئے طریقہ کار واضح فرمایا اور ہمیں ہماری نماز (باجماعت) سکھائی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم (باجماعت) نماز شروع کرو تو صفیں خوب اچھی طرح سیدھی کرلیا کرو، پھر تم میں سے ایک شخص امام بنے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو (اور بروایت جریر عن سلیمان عن قتادہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور جب وہ قرات شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ

تم سے محبت کریں گے پھر جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو (الحدیث) امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر سب محدثین رحمہ اللہ کا اجماع ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (ابن ماجہ ص ۶۲) وہ بھی میرے نزدیک صحیح ہے۔ (صحیح مسلم ص ۱۷۴/ج ۱) اس نماز باجماعت کے طریقہ میں تکبیر، رکوع، سجود وغیرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام اور مقتدی کا اشتراک ذکر فرمایا لیکن قرات میں اشتراک کے برعکس تقسیم بیان فرمائی کہ امام قرات کرے گا اور مقتدی "انصات" یعنی خاموش رہیں گے اور حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرات اس کے لئے قرات ہے۔ (مسند امام اعظم ص ۶۱، موطا امام محمد ص ۹۶، مسند احمد ص ۳۳۹/ج ۳)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کی نماز بغیر قرات کے نہیں ہوتی بلکہ امام کی قرات سب مقتدیوں کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔

مثال

جس طرح یہ بات مسلم ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا لیکن خطیب کا پڑھا ہوا خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے کسی کو خطیب کی آواز سنائی دے یا نہ دے یا کوئی شخص جمعہ کی جماعت میں ہی آکر شریک ہو جس نے خطیب کا خطبہ سنا۔ نہ خطیب کو خطبہ پڑھتے دیکھا اس کی طرف سے بھی خطبہ ہو گیا۔ کوئی مقتدی یہ نہیں کہتا کہ میں نے بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھا ہے۔ سب یہی کہتے ہیں کہ ہم نے خطبہ والا جمعہ پڑھا ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ ہے کہ بغیر قرات کے نماز نہیں ہوتی مگر نماز باجماعت میں امام کی قرات (فاتحہ و سورت) سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے کسی امام کی قرات کی آواز سنائی دے یا نہ دے بلکہ جو مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا جس نے نہ امام کی قرات سنی نہ خود پڑھی ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اس کی رکعت بھی شمار ہو گئی۔ کوئی

مقتدی یہ نہیں کہتا کہ میں بغیر قرات (فاتحہ و سورت) کے نماز پڑھ کر آیا ہوں بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ ہم نے قرات والی نماز پڑھی ہے۔ اسی طرح موذن کی ایک اذان پورے محلے کے لئے کافی ہے۔ موذن کے علاوہ محلے کی سب مرد عورتیں کبھی یہ نہیں کہتے کہ ہم نے بغیر اذان کے خلاف سنت نماز ادا کی ہے۔ بلکہ یہی کہتے ہیں کہ موذن کی ایک اذان پورے محلے کے لئے کافی ہے جس طرح ایک اقامت پوری جماعت کے لئے کافی ہے اس کے لئے بھی جو اقامت کے وقت شریک جماعت نہ تھا' بعد میں شریک جماعت ہوا۔ ایک سترہ جو امام کے آگے ہے سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ ایک خطبہ سب شرکاء جمعہ کے لئے کافی ہے اگرچہ بعض شرکاء خطبہ کے وقت موجود بھی نہ ہوں۔ اب وہ نوجوان بہت خوش تھا اور کہتا تھا کہ مجھے مسئلہ سمجھ آگیا ہے۔ میں نے کہا اس نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ اس کا جواب بھی اس طرح دیتا ہے۔ اب تم اس سے پوچھنا کہ جب جمعہ میں تمہارا خطیب خطبہ پڑھتا ہے کیا تم خود الگ اپنا خطبہ پڑھتے ہو؟ وہ کہے گا نہیں۔ تم خود کاغذ پر لکھ لینا کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ بالکل صحیح ہے اور اس سے دستخط کروا لینا اور کہنا کہ اب میں ایسی حدیث لاؤں گا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے ساتھ جمعہ پڑھتے تھے اور یہ کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہو تا۔۔۔۔ اور تم ایسی حدیث لاؤ گے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ بالکل صحیح ہو جاتا ہے۔ اب تو اس نوجوان کے چہرے پر خوشی اور آنکھوں میں چمک تھی۔ وہ باتوں کو بار بار دہرا کر یاد کر رہا تھا اور کہتا تھا مجھے ذرا ریہرسل کرا دیں۔ میں انشاء اللہ کتنے نوجوانوں کے وساوس دور کردوں گا۔ میں نے کہا اب اس مولوی صاحب کے پاس بھی جانا جس نے کہا تھا کہ امام کے پیچھے فاتحہ کے منع کا لفظ دکھادو تو میں سورت فاتحہ کے ایک ایک لفظ پر دس دس روپے رکھ کر انعام دوں گا تو ان سے پوچھنا کہ تراویح میں امام صاحب جب سورۃ البقرہ پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ مقتدی کو البقرہ پڑھنا منع ہے؟ وہ کہے گا ہاں منع ہے تو اس سے کہنا کہ اگر تم ایک

صحیح صریح مرفوع غیر مجروح حدیث دکھا دو کہ نماز تراویح یا جمعہ' عیدین و پنجگانہ نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ البقرہ پڑھنا منع ہے تو البقرہ کا لفظ دکھانے پر سورۃ البقرہ کے ایک ایک لفظ پر سو سو روپیہ رکھ کر انعام دوں گا۔ یہ کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ جب قرات قرآن کے وقت خاموش رہنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا تو امام سورت یسین پڑھے یا سورۃ الاحزاب خواہ سورۃ آل عمران پڑھے یا فاتحہ مقتدی خاموش رہے گا۔

اور دوسرے مولوی صاحب کے پاس جانا اور اس سے مسئلہ پوچھنا کہ حائضہ کو سورت فاتحہ کی قرات جائز ہے یا منع ہے اور جنبی مرد یا عورت جس پر غسل فرض ہے اس کے لئے سورت فاتحہ کی قرات جائز ہے یا منع۔۔؟ وہ کہے گا منع ہے تو پوچھنا کہ کس حدیث کی بنا پر؟ وہ آپ کو حدیث سنائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حائضہ اور جنبی قرآن پاک سے کچھ نہ پڑھیں۔ تو اس سے کہیں کہ میں نے تو فاتحہ کا مسئلہ پوچھا ہے۔ اس حدیث میں تو قرآن کا ذکر ہے۔ اگر ایک صحیح' صریح' مرفوع' غیر مجروح حدیث دکھا دو کہ آنحضرت ﷺ نے خاص فاتحہ کا لفظ بیان فرما کر حائضہ اور جنبی کو فاتحہ پڑھنے سے منع فرمایا ہو تو میں آپ کو دس لاکھ روپیہ انعام دوں گا۔ پھر تیسرے مولوی صاحب کے پاس جانا اور کہنا کہ مولوی صاحب آپ نے فرمایا تھا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو یہ حدیث نہیں ملی تھی کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس لئے انہوں نے فرمایا تھا کہ میں قیاس سے مسئلہ بتا رہا ہوں۔ جب صحیح حدیث مل جائے تو اس پر عمل کر لینا اس کا ثبوت پیش کریں۔ ہم نے تو دیکھا کہ مسند امام اعظم میں امام صاحب رحمہ اللہ نے تین احادیث روایت فرمائی ہیں ایک حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی جب تک اس میں فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور قرآن نہ پڑھا جائے' دوسری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مدینہ میں منادی کردوں کہ نماز قرات

کے بغیر نہیں ہوتی' اگرچہ فاتحہ اور کچھ زیادہ قرآن ہو۔ اور تیسری یہ کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کی قرات اس کے لئے بھی قرات ہے۔ اور ان ہی احادیث کے مطابق امام صاحب رحمہ اللہ نے ہمیں مسئلہ سمجھا دیا۔ آپ نے امام صاحب رحمہ اللہ کے بارہ میں غلط بیانی فرمائی ہے اور ان سے یہ کہنا کہ ہمارا دین کامل ہے ہمیں پورے قرآن کا مسئلہ سمجھادیں۔ آپ بھی قرآن پاک کی وہ آیتیں دکھائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ امام کے پیچھے قرآن پاک کی ۱۱۳ سورتیں پڑھنی منع اور حرام ہیں اور صرف ایک سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اس کے بغیر نماز باطل ہے اور بیکار ہے اگر نہ دکھا سکو تو یہ تسلیم کرنے پر کہ قرآن پاک اس مسئلہ میں تمہارے سر پر ہاتھ نہیں رکھتا۔ تو بخاری سے ہی اس مضمون کی حدیث دکھادیں۔

وہ نوجوان بہت خوش خوش اٹھ کر چلا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ چھ نوجوانوں کو ساتھ لے کر آیا کہ ان کو میں نے مسئلہ خوب سمجھا دیا ہے اور اس نے بتایا کہ میں نے اس نوجوان سے کہا کہ آپ خود خطبہ نہیں پڑھتے تو لکھ دیں کہ بغیر خطبہ کے جمعہ بالکل درست ہے اور اس کی حدیث بھی دیں تو وہ گالی گلوچ پر اتر آیا۔ پہلے مولوی صاحب کو کہا کہ آپ سورۃ البقرہ کالفظ دکھائیں کہ امام کے پیچھے منع ہے اور انعام لیں تو وہ بھی حدیث دکھانے کی بجائے کہنے لگا: تو دین میں شرارتیں کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر یہ شرارت ہے تو آپ نے ہی اس کی ابتداء کی ہے۔

دوسرے مولوی صاحب سے حائضہ اور جنبی کے لئے فاتحہ منع ہے کا مطالبہ کیا تو اس نے بھی گالیاں دینی شروع کردیں۔ تیسرے مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے ہمارے امام پر جھوٹ بولا تھا۔ اب امام صاحب رحمہ اللہ نے قیاس نہیں بلکہ جو احادیث بیان فرمائیں ہیں ان کو مان لو' تو بجائے احادیث کو ماننے کے امام صاحب رحمہ اللہ کو گالیاں دینی شروع کردیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا مولانا! ایک عجیب بات میں نے

یہ دیکھی کہ جس غیر مقلد کے سامنے قرآن کی آیت واذاقری القرآن پڑھتا ہوں تو وہ کہتا ہے یہ کافروں کے لئے نازل ہوئی ہے، ہم کیوں اس پر عمل کریں اور جب احادیث سناتا ہوں تو کہتے ہیں یہ ساری احادیث ضعیف ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث دکھادیں کہ یہ آیت کافروں کے لئے ہے مسلمانوں کے لئے نہیں، میں نے غلطی سے مسلمان نمازیوں کو قرات کے وقت خاموشی کا حکم دے دیا تھا۔ اس نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں جب حدیث پڑھتا تھا کہ امام کی قرات مقتدی کے لئے قرات ہے، تو اس حدیث کا مذاق قیاس سے اڑاتے تھے کہ پھر امام کا رکوع اور سجدہ بھی مقتدیوں کے لئے ہونا چاہئے۔ میں نے کہا وہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ کیا آپ کوئی حدیث دکھا سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کا رکوع اور سجدہ بھی مقتدی کے لئے کافی ہوتا ہے۔ پھر تم خطبہ کا جمعہ خود نہیں پڑھتے اور جمعہ کی رکعتیں بھی نہ پڑھا کرو امام کی پڑھی ہوئی کافی ہو جائیں گی۔ الغرض اس نوجوان نے کہا میں اللہ کے فضل و کرم سے مطمئن ہوں کہ مسلک اہل سنت والجماعت حنفی کتاب وسنت کا ترجمان ہے اور دوسروں کو بھی یہی بات سمجھاتا ہوں۔

انگلینڈ سے آمدہ چند سوالوں کے جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

برادران اسلام! انگلینڈ سے بعض احباب نے چند سوالات ارسال فرمائے ان کے جوابات عرض ہیں۔ چونکہ ان سوالات کا تعلق مجتہد' مقلد اور غیر مقلد سے ہے اس لئے پہلے اجتہاد' مجتہد' مقلد اور غیر مقلد کا مطلب سمجھ لینا چاہئے۔

مسائل اجتہادیہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب رسول اقدس ﷺ نے یمن بھیجا تو اسلامی منشور پر گفتگو ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا اے معاذ! مسائل کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کتاب اللہ شریف سے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا اگر کتاب اللہ شریف میں تو نے وہ مسئلہ نہ پایا تو؟ عرض کیا پھر آپ کی مبارک سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر سنت میں بھی تو نے وہ مسئلہ نہ پایا تو؟ عرض کیا پھر میں اجتہاد کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایسا جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ کا پاک رسول راضی ہو گیا (ابوداؤد' ترمذی) ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح بلکہ مشہور فرمایا ہے۔ اس حدیث پاک سے کئی باتیں معلوم ہوئیں (۱) مجتہد اس وقت اجتہاد کرتا ہے

جب وہ مسئلہ کو صراحتاً کتاب وسنت میں نہ پائے۔ اگر مسئلہ کتاب وسنت میں صراحتاً منصوص ہے تو وہاں مجتہد اجتہاد نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مجتہد قرآن وحدیث کے خلاف اجتہاد کرتا ہے وہ نہ صرف اس حدیث کے منکر ہیں بلکہ صحابہؓ ومابعد کے مجتہدین کے اجماع کے مخالف ہیں۔ عموماً اجتہادی مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) بالکل غیر منصوص مسائل مثلاً کسی کو ریاح خارج ہونے کا یا پیشاب کے قطرے ہروقت بہنے کا عارضہ ہو یا نکسیر ایسی جاری ہو جائے کہ چار رکعت نماز پڑھنے کی بھی مہلت نہیں ملتی یا کوئی ناسور بہتا رہتا ہے تو ان چاروں مسائل کا حکم صاف الفاظ میں قرآن وحدیث میں نہیں' اس لئے مجتہد نے ان مریضوں کو مستحاضہ پر قیاس کرلیا جس کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ (۲) وہ مسئلہ بظاہر تو منصوص ہو مگر نصوص میں تعارض ہو اور اس تعارض کے حل کے لئے خدا یا رسول ﷺ کا کوئی فیصلہ نہ ہو۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ قبروں کی زیارت سے منع فرماتے' دوسری میں ہے کہ اجازت دیتے۔ ان دونوں میں بظاہر تعارض ہے' مگر آپ ؐ نے یہ فرما کر کہ پہلے میں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب اجازت دیتا ہوں اس تعارض کو رفع فرمادیا۔ پہلے اور پچھلے حکم کی خود صراحت فرمادی تو یہاں کسی اجتہاد کی ضرورت نہ رہی۔ لیکن بہت سے مسائل احادیث میں ایسے موجود ہیں کہ ان احادیث میں بظاہر تعارض ہے مگر خود رسول اکرم ﷺ نے اس تعارض کے بارہ میں کچھ ارشاد نہیں فرمایا تو یہاں مجتہد کا ہی فیصلہ لیا جائے گا۔ مجتہد نے رفتار تشریع سے قاعدہ استخراج کیا کہ ابتدائے اسلام میں سب کچھ مباح تھا' بعد میں بہت سی چیزوں کو حرام قرار دے دیا گیا۔ پہلے نماز میں سلام' کلام تک مباح تھا پھر اس کو حرام قرار دے دیا۔ اس سے یہ قاعدہ سامنے آیا کہ اگر دو احادیث ایسی مل جائیں جن میں سے ایک حدیث میں ایک کام مباح ہو دوسری میں حرام ہو تو اباحت والی حدیث کو پہلے زمانے کی سمجھا جائے گا اور حرمت والی حدیث کو بعد کے زمانے کی مانا جائے گا۔ مثلاً ایک حدیث میں امام کے پیچھے قرات کرنے کا ذکر ہو' دوسری

میں ترک قرات کا' تو قرات ہونٹ اور زبان کی حرکت کو کہتے ہیں اور انصات و خاموشی زبان اور ہونٹ کے سکون کو کہتے ہیں تو قرات والی احادیث کو پہلے زمانہ کی اور خاموشی والی احادیث کو بعد کے زمانہ کی قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح رکوع' سجود بلکہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنے کی احادیث بھی حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور پہلی تکبیر کے ترک رفع یدین کی احادیث آخری مانی جائیں گی اسی طرح آمین بالجہر حرکت ہے اور آہستہ آمین کہنا سکون ہے اس کو اجتہاد کہتے ہیں مجتہد نے اجتہاد سے آخری زمانہ کی حدیث کا پتہ چلالیا اور مقلد نے مجتہد کی رہنمائی میں اس آخری زمانہ کی حدیث پر عمل شروع کردیا۔ (۳) یا اجتہاد کی ضرورت حدود شرعیہ کے لئے ہوتی ہے کہ کونسی چیز فرض ہے جس کے رہنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' کون سی واجب ہے جس کے رہ جانے سے سجدہ سہو وغیرہ لازم ہوتا ہے۔ جو شخص قواعد شرعیہ کا استنباط کرکے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل کتاب وسنت سے نکال سکے اس کو مجتہد کہتے ہیں۔ قرآن میں کبھی ان کو اہل استنباط' کبھی فقہاء اور کبھی اہل ذکر کہا گیا ہے اور ان کو حکم دیا گیا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اے اصحاب بصیرت قیاس کرو اس لئے ان پر اجتہاد کرنا واجب ہے۔

مقلد :

جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو اس پر تقلید واجب ہے کہ وہ فقہاء سے پوچھ کر عمل کرلے۔ صحابہؓ تابعین رحمہم اللہ میں یہ دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہؓ ایک ہی مرتبہ میں نہ تھے ان میں سے بعض مجتہد تھے اور بعض مقلد کیونکہ قرآن پاک میں بعض کو اہل استنباط (مجتہد) قرار دیا ہے اور دوسروں کو ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

غیر مقلد

جو شخص نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اور نہ ہی کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہو اسے غیر مقلد کہتے ہیں۔ صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین رحمہم اللہ میں سے ایک بھی شخص غیر مقلد نہ تھا۔ جس کے بارہ میں صرف ایک حوالہ جو مستند ہو اور صاف اور صریح ہو کہ فلاں صحابی یا فلاں محدث نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے اور نہ ہی مجتہد کی تقلید کرتے تھے بلکہ غیر مقلد تھے ایسا صاف اور صریح حوالہ قیامت تک پیش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ فرقہ نہ مکہ میں پیدا ہوا اور نہ مدینہ میں اور نہ ہی عرب کے کسی اور شہر میں۔ یہ فرقہ انگریز کے دور حکومت میں پیدا ہوا اور یہیں سے دوسرے ملکوں میں گیا۔ جب اجتہاد، مجتہد، مقلد اور غیر مقلد کا معنی ذہن نشین ہو گیا تو اب مسئلہ بھی سمجھ لو کہ اجتہادی مسائل میں مجتہد پر اجتہاد کرنا واجب ہے، غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے اور غیر مقلد پر تعزیر (سزا) واجب ہے۔

سوال نمبرا

جو لوگ علمی طور پر مجتہد نہ ہوں اور کسی مجتہد کے مقلد بھی نہ ہوں اور وہ کتب حدیث کے اردو تراجم کے مطالعہ کو تحقیق سمجھتے ہوں کیا انہیں اپنی اس ناقص تحقیق پر عمل کرنا جائز ہے یا ان پر ضروری ہے کہ وہ حدیث کے کسی پختہ علم رکھنے والے عالم کی پیروی کریں اور اس پر اعتماد کریں کہ یہ دلیل کے مطابق بتا رہا ہے۔ یہ پیروی بہتر ہے یا بلا علم وفن دعویٰ تحقیق؟

الجواب

اسلام میں تحقیق کا حق رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بعد صرف اور صرف مجتہد کو ہے۔ الذین یستنبطونہ منھم۔ اور تحقیق میں تین باتوں کی تحقیق ضروری ہے (ا) وہ دلیل مثلاً "حدیث" ثابت اور صحیح ہو۔ (۲) اس حدیث سے جو سمجھ میں

آیا ہے وہ ہی مراد رسول ہو' وہ مطلب مراد رسول کے خلاف نہ ہو۔ (۳) اگر اس دلیل کے معارض کوئی اور حدیث ہو تو اس تعارض کو رفع کیا جائے۔ یاد رہے محدثین نے ساری عمر صرف پہلی بات کی تحقیق میں صرف فرمادی ہے۔ مراد رسول کے سمجھنے کو اور رفع تعارض کو مجتہدین کے حوالے کردیا ہے البتہ مجتہدین کی تحقیق کامل ہوتی ہے۔ وہ ثبوت' دلالت اور رفع تعارض تینوں کی پوری تحقیق کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کی آخری دو باتوں میں خود محدثین بھی مجتہدین کی ہی تقلید کرتے ہیں۔ چنانچہ محدثین کا ذکر چار ہی قسم کی کتابوں میں ملتا ہے طبقات حنفیہ' طبقات مالکیہ' طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب محدثین کے حالات میں آج تک کسی مسلمہ مؤرخ و محدث نے نہیں لکھی۔ جب صحابہ ؓ تابعین' محدثین' مفسرین سب نے مجتہدین کی تحقیق پر اعتماد کیا' ان میں سے اکثر کی مادری زبان بھی عربی تھی لیکن پھر بھی مجتہدین کے مقلد رہے تو آج کسی شخص کا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے اپنی ناقص عقل وفہم اور ناقص علم پر اعتماد کرنا اور اس کو تحقیق کا نام دینا ہرگز درست نہیں ہے۔ یہ صحابہ کرام ؓ سے لے کر آج تک کے امت کے متواتر تعامل کے خلاف ہے اور کتاب وسنت کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر تم خود نہیں جانتے تو یاد رکھنے والوں سے پوچھ کر عمل کرلو۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ سارے اہل یمن کی مادری زبان عربی ہے اس لئے وہ سب اجتہاد کرلیا کریں۔ بلکہ تمام اہل یمن حضرت معاذ ؓ کی ہی تقلید شخصی کرتے تھے۔ نااہل آدمی کی بات کو تحقیق کہنا بھی رسول پاک ﷺ کی مخالفت ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی کام نااہل کے سپرد کیا جائے تو سمجھو قیامت ٹوٹ پڑی او کما قالؐ (بخاری) ان نااہل لوگوں نے ہی آج کل دین میں قیامت کے فتنے برپا کرر کھے ہیں اس لئے غیر مقلد پر اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید واجب ہے۔

سوال نمبر ۲

جو لوگ کتب حدیث و تفسیر کے اردو تراجم کے مطالعہ سے مرزائی ہو چکے ہیں انہیں اس ناقص تحقیق پر قیامت کے دن کوئی رعایت ملے گی یا نہیں؟ کیا انہیں اپنی اس درجہ کی تحقیق پر بھروسہ کر کے اپنا عقیدہ بنانا جائز تھا یا نہیں؟ یا انہیں کسی پختہ عالم کی پیروی کرنی چاہئے تھی آزاد روی سے بچنا چاہئے تھا؟

الجواب

پہلے گزر چکا ہے کہ نااہل کی بات کو تحقیق نہیں کہتے بلکہ یہ الحاد ہے۔ اگر اس نے اردو تراجم پڑھ کر اپنا عقیدہ ضروریات دین میں سے کسی کے مقابل بنا لیا تو وہ پکا کافر ہے۔ اگر اردو تراجم پڑھ کر ضروریات اہل سنت میں سے کسی ایک بات سے بھی پھر گیا تو وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور اردو تراجم اور خودرائی سے نااہل ہو کر مجتہد سے منازعت کی تو یہ بھی بالکل حرام ہے۔ آپ ﷺ بیعت کے وقت یہ پختہ عہد لیتے تھے: ان لا ننازع الامر اھلھا۔ تو یہ منازعت قطعاً حرام ہے۔ جو لوگ اکابر سے باغی ہو کر قادیانی یا نیچری یا منکرین حدیث یا منکرین فقہ بن گئے ہیں وہ جس جس درجہ میں باغی ہوئے ہیں ان کو قیامت میں کوئی رعایت نہیں ملے گی ان پر لازم ہے کہ مادر پدر آزادی چھوڑ کر ایسے مجتہد کی تقلید کریں جس کا مجتہد ہونا باجماع امت میں ثابت ہو اور جس کا مذہب اس علاقہ میں درساً و افتاءً و عملاً متواتر ہو۔

سوال نمبر ۳

اگر کوئی شخص پختہ علم نہیں رکھتا اور اپنے کمزور علم پر بھروسہ بھی نہیں کرتا کسی پختہ علم والے کی پیروی کر لیتا ہے' عالم دلیل دے تو اس دلیل کی پڑتال اور تحقیق کرنے کی اس میں قابلیت نہیں اب اس شخص کے لئے اہل علم کی تقلید کرنا جائز ہے کہ بدوں مطالبہ دلیل ان سے مسئلہ پوچھ کر ان پر عمل کر لیا کرے۔

الجواب

نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ کتب حدیث مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، کتاب الآثار، تہذیب الآثار میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے ہزارہا فتاویٰ ہیں کہ مجتہد مفتی نے اپنے فتوے کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل بیان نہیں فرمائی صرف مسئلہ کا حکم بلا ذکر دلیل بیان کردیا اور اس دور کے کروڑوں عوام بلا مطالبہ دلیل ان فتاویٰ پر عمل کرتے رہے اسی کا نام تقلید ہے جو خیرالقرون میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے حالانکہ ان میں لاکھوں آدمی تھے جن کی مادری زبان عربی تھی لیکن وہ بھی مقلد ہی رہے۔ اسی طرح ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے جو فقہی فتاویٰ عوام کے لئے مرتب کروائے ان لاکھوں مسائل کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل مرتب نہ کروائی بلکہ سب فتاویٰ بلا ذکر دلیل مرتب کروائے اور ان فتاویٰ پر صدیوں سے ہزاروں محدثین، ہزاروں مفسرین، ہزاروں سلاطین اسلام، ہزاروں اولیاء اللہ اور کروڑہا عوام بلا مطالبہ دلیل عمل کرتے چلے آرہے ہیں اور یہ تقلید امت میں عملاً وافتاءً متواتر ہے۔ "ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند روباہ چہ جنباند کہ بگسلد ایں سلسلہ را۔" یعنی دنیا بھر کے بڑے بڑے شیر اسی تقلید کے سلسلہ میں مربوط ہیں کوئی لومڑی اس سلسلہ کو کیسے توڑ سکتی ہے۔

سوال نمبر ۴

آج کل جو عوام اہل حدیث کہلاتے ہیں وہ کسی حدیث کی تحقیق اور پڑتال کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے محض اپنے مولویوں کے کہنے پر وہ کسی حدیث کو قبول یا رد کرتے ہیں تو وہ اگر کہتے ہیں کہ ہم اپنے مولویوں کی پیروی نہیں کرتے قرآن وحدیث پر تحقیق کے ساتھ عمل کرتے ہیں تو کیا وہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں؟ کیا انہیں اس جھوٹ بولنے پر قیامت کے دن کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا؟ یا جھوٹ جھوٹ ہے گو وہ کسی درجے میں

ہو؟

الجواب

اہل حدیث کا لفظ قرآن وحدیث میں کہیں نہیں ہے' البتہ کتب قوم میں اہل حدیث محدث کو کہا جاتا ہے جو سند کی مجتہدانہ پڑتال کر سکے' جس میں محدث کی شرائط نہ ہوں اس کو اہل حدیث کہنا ہرگز جائز نہیں جیسے مرزا کادیانی میں نہ مہدی کی شرائط' نہ مسیح علیہ السلام کی' نہ مجدد کی' نہ مسلمان کی تو اس پر ان میں سے کوئی لفظ استعمال کرنا حرام ہے۔ یقیناً اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں جو مولوی اجتہاد کی شرائط سے کورے بلکہ اجتہاد کی تعریف سے بھی جاہل ہیں لیکن یہ اعجوبہ ہے کہ ان کا مولوی مجتہد کی تعریف سے بھی ناواقف ہے مگر یہ فرقہ اپنے مولوی کو نہ صرف نبی بلکہ عین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانتا ہے چنانچہ جو ان کے مولوی کی بات نہ مانے یہ کبھی نہیں کہتے کہ فلاں شخص نے ہمارے مولوی کی بات نہیں مانی بلکہ کہتے ہیں کہ فلاں نے نبی کی بات نہیں مانی بلکہ جو ان کے مولوی کی بات نہ مانے یہ کہتے ہیں کہ وہ محمدی نہیں کیونکہ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نہیں مانی اس سے بڑا جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے مگر یہی جھوٹ اس فرقے کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے اس جھوٹ پر یقیناً قیامت کو مواخذہ ہوگا۔

سوال نمبر ۵

آج کل کے اہل حدیث عوام جو نہ محقق ہیں نہ مقلد' ان کے لئے بہتر راہ اپنے موجودہ دور کے مولویوں کی پیروی ہے یا علماء سلف صالحین کی پیروی؟ بہتر راہ کونسی ہے اگر موجودہ دور کے مولویوں کی پیروی کرنی ہو تو برطانیہ میں اہل حدیث اپنے کس مولوی کی پیروی کریں تاکہ اسے امام اہل حدیث کہا جا سکے؟

الجواب

ایسے لوگوں کے لئے بہتر ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ ایسے مجتہد کی تقلید کریں

جس کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہو اور اس کے اصول و فروع مدون و مرتب ہونے کے ساتھ ساتھ عملاً متواتر بھی ہوں۔ ایسے مجتہد کو چھوڑ کر اس مولوی کی پیروی کرنا جس کا نہ مجتہد ہونا کسی دلیل شرعی سے ثابت' نہ اس کے اصول و فروع مدون نہ متواتر' اس حدیث کا مصداق بنتا ہے جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ لوگ جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے (بخاری) برطانیہ میں صہیب صاحب کو اس قسم کا امام بنایا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر ۶

کیا قرون ثلاثہ جن کے خیر ہونے کی حدیث میں خبر دی گئی ہے ان میں مسلمانوں کا کوئی گروہ ایسا گروہ رہا ہے جو نہ علماء ہوں نہ مقلدین اور وہ اہل حدیث کہلاتے ہوں' اگر ہے تو ان کے دو حوالے دیجئے۔ اگر اس دور میں کوئی ایسے مسلمان نہ تھے جو مجتہد ہوں نہ مقلد اور اہل حدیث کے نام سے پوری قلمرو اسلامی میں کہیں اس نام کا فرقہ پایا نہیں گیا تو آج جو فرقہ اس تعارف سے موجود ہے وہ مسلمانوں میں ایک نیا اور بدعتی فرقہ شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب

خیر القرون تو کجا کسی اسلامی سلطنت میں اس فرقہ کا نام و نشان نہیں ملتا۔ اس فرقہ کے بانیوں نے ملکہ وکٹوریہ کی سلور جوبلی پر جو سپاس نامہ پیش کیا اس کے الفاظ یہ ہیں "بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ دی گریٹ قیصر ہند بارک اللہ فی سلطنتھا" ہم ممبران گروہ اہل حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے جو حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ آپ کی سلطنت میں جو نعمت مذہبی آزادی (غیر مقلدیت) کی حاصل ہے اس سے یہ گروہ اپنا خاص نصیبہ اٹھا رہا

ہے وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اسی سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے ان کو اور بھی اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔

اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام واستحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارک باد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں (اشاعت السنۃ ص۲۰۶/ج۹) پوری تفصیل کتاب اہل حدیث اور انگریز میں ملاحظہ فرمائیں۔

انگریز کے دور سے پہلے ان کا ترجمہ قرآن نہ ترجمہ حدیث' نہ کوئی مسجد نہ مدرسہ اور نہ مقبرہ۔ ان کے بدعتی ہونے میں ذرہ بھر شک نہیں۔ امام طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: من کان خارجا من هذه المذاهب الاربعة فهو من اهل البدعة والنار (طحطاوی علی الدرر) یعنی جو شخص مذاہب اربعہ سے خارج ہو (نہ حنفی ہو' نہ شافعی' نہ مالکی' نہ حنبلی) وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔

سوال نمبر ۷

موجودہ دور کے غیر مقلدین سے ہم اہل سنت کا اختلاف اصولی اختلاف ہے یا فروعی۔ اور دیگر مذاہب کے مقلدین کا آپس میں اصولی اختلاف ہے یا فروعی۔ ان دونوں میں کیا فرق ہو گا؟ مجتہد کی خطائیں اور عامی کی غلطی میں کیا فرق ہے؟ عامی اپنی مرضی سے کوئی مسئلہ اختیار کرے تو کیا اسے معافی مل سکے گی؟

الجواب

غیر مقلدین جو صحابہؓ کو معیار حق نہیں مانتے مطلق فقہ کے منکر اور مخالف ہیں' ائمہ مجتہدین کو دین کے ٹکڑے کرنے والے بتاتے ہیں' تصوف اور کرامات کو شرک قرار دیتے ہیں' اجماع کو بھی نہیں مانتے ان سے اہل سنت کا اختلاف اصولی ہے اور

دوسرے بدعتی فرقوں کی طرح وہ اہل سنت سے خارج ہیں۔ ائمہ اربعہ رحمھم اللہ کے مقلدین اصول میں متفق ہیں صرف فروع میں اختلاف ہے' اس لئے یہ چاروں اہل سنت والجماعت ہیں ان دونوں میں یہی فرق ہے کہ مقلدین مذاہب اربعہ اہل سنت میں داخل ہیں اور غیر مقلدین اہل سنت سے خارج ہیں۔ مجتہد کا اجتہاد اگر صواب ہو تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر خطا بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایک اجر عطا فرماتے ہیں (متفق علیہ) گویا مجتہد اگرچہ معصوم نہیں مگر مطعون بھی نہیں وہ ہر حال میں ماجور ہے اس لئے مقلد کو بھی کوئی پریشانی نہیں اگر بالفرض اس کے مجتہد سے خطا بھی ہوئی تو عمل یقیناً مقبول ہے اور ایک اجر بھی یقینی ہے اور دوسرے اجر کی خدا کی رحمت سے امید ہے۔ اس کے برعکس اگر نااہل عامی (غیر مقلد) اگر رائے لگائے تو اس کے صواب پر بھی گناہ ہے اور وہ شخص گنہ گار ہے اس کا عمل مقبول نہیں ہے (نووی شرح مسلم)

سوال نمبر ۸

صحابہ کرام ؓ میں کیا کوئی ایسے حضرات تھے جو رکوع کے وقت کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے؟ جو صحابہ ؓ ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے کیا وہ ان پہلوں کو گمراہ سمجھتے تھے یا محروم الثواب سمجھتے تھے یا ان کے اس ترک رفع کو وسعت عمل پر محمول کرتے تھے حقیقت جو بھی ہو حوالہ پیش کر کے سائل کو مطمئن کریں؟

الجواب

تمام اکابر صحابہ کرام ؓ مہاجرین وانصار سے پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔ مکہ مکرمہ میں بھی دور صحابہ ؓ و تابعین رحمھم اللہ میں ترک رفع یدین ہی عملاً متواتر تھی جیسا کہ میمون مکی تابعی کے قول سے ظاہر ہے (ابوداؤد)

مدینہ منورہ میں بھی خیرالقرون میں عملی تواتر ترک رفع یدین ہی متواتر تھا جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے فرمان سے ظاہر ہے (المدونۃ الکبریٰ) کوفہ میں بھی صحابہ ؓ و تابعین

رحمہم اللہ میں سنداً و تعاملا ترک رفع یدین ہی متواتر تھا۔

جیسا کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے ارشاد سے واضح ہے (مسند امام اعظم، موطا امام محمد) البتہ بصرہ میں چند لوگ رکوع و سجدہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے جیسا کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا (ابوداؤد) دور صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ میں کسی نے ترک رفع یدین کو گمراہی یا ثواب سے محرومی نہیں فرمایا البتہ رفع یدین کو اوپرا اور اجنبی فعل سمجھا جاتا تھا جیسا کہ میمون مکی نے ابن الزبیرؓ کے بارہ میں اور وھیب بن خالد نے عبداللہ بن طاؤس تیمی کے بارہ میں فرمایا (ابوداؤد) اور قاضی محارب بن دثار نے ابن عمرؓ سے پوچھا (مسند احمد)

سوال نمبر۹

جو لوگ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو فرض نہ جانتے تھے کیا وہ صحابہؓ جو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے ان پہلے صحابہؓ کو گمراہ سمجھتے تھے یا اسے ایک اجتہادی مسئلہ سمجھتے تھے؟

الجواب

آیت واذا قری القرآن فاستمعوالہ الخ کے نزول کے بعد جمہور صحابہ کرامؓ امام کے پیچھے قرات نہیں کرتے تھے اور یہ تو کسی ایک صحابی سے بھی بسند ثابت نہیں کہ اس نے کہا ہو کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز باطل اور بے کار ہے جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ سے بھی ایک بھی صحیح و صریح حدیث ثابت نہیں اس لئے امام کے پیچھے قرات نہ کرنیوالوں کو نہ کسی نے گمراہ کہا نہ بے نماز۔ بعض صحابہ کرامؓ جو سری نمازوں میں بعض ائمہ کی اقتداء میں قرات کرتے تھے یہ ان کا اجتہاد تھا جس پر امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے شدید نکیر فرمائی۔

سوال نمبر ۱۰

جن مسائل میں صحابہؓ میں عملی اختلاف رہا۔ ان میں سے کسی جانب کو ہم گمراہی قرار دے سکتے ہیں یا سب کو اجتہاداً حق پر ماننا ضروری ہے۔ اجتہاد کی دونوں راہیں صواب و خطا کیا حق نہ سمجھی جائیں گی؟ جن میں سے کوئی فریق مستوجب سزا نہ ہو گا؟

الجواب

صحابہ کرامؓ میں جو اختلاف تھا وہ اجتہادی اختلاف تھا جس میں جو صواب پر تھے ان کو دو اجر اور اگر کسی سے خطاء ہوئی تو ایک اجر کا حق دار تھا' ہر دو فریق کا عمل یقیناً مقبول ہے تو گمراہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ چار آدمی ایسی جگہ ہیں جہاں قبلے کا پتہ نہیں چل رہا سب نے تحرّی کر کے ایک ایک طرف نماز پڑھ لی۔ اگرچہ ان میں سے صرف ایک ہی شخص کی نماز یقیناً قبلے کی طرف پڑھی گئی اور تین اشخاص کی نماز یقیناً غیر قبلہ کی طرف پڑھی گئی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت واسعہ سے ان کی نماز کو بھی قبول فرما لیا۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی گمراہ نہیں کہا جا سکتا۔ صحابہؓ کے بعد ائمہ اربعہ رحمہ اللہ کا اختلاف بھی اسی قسم کا ہے جہاں جس امام کا مسلک عملاً متواتر ہو گا اسی پر عمل واجب ہے متواتر عمل کے خلاف فتنہ اٹھانا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز پسند نہیں۔

سوال نمبر ۱۱

صحابہؓ کا اگر کسی مسئلے پر اجماع ہو جائے جیسا کہ حضرت عمر کے دور میں طلاق ثلاثہ پر ہوا تو اس اجماع کا ماننا امت کے لئے ضروری ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو سب صحابہؓ کے خلاف جو راہ عمل اختیار کی جائے وہ یتبع غیر سبیل المومنین میں شمار ہو گی یا نہیں؟ اگر اس پر تمام صحابہؓ کا اجماع نہیں ہوا تھا تو جس صحابی نے اس سے اختلاف کیا ہو اس کا نام مع حوالہ بتلا دیں بہت مہربانی ہو گی؟

الجواب

تین طلاقیں جب بیوی کو دی جائیں تو تین ہی ہوتی ہیں خواہ کہے تجھے تین طلاق یا کہے تجھے پہلی طلاق' دوسری طلاق' تیسری طلاق۔ اس پر دور فاروقی میں صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوا اور ان کے بعد بھی ائمہ اربعہ رحمھم اللہ کا اسی پر اجماع رہا۔ جو شخص اس کے خلاف فتویٰ دیتا ہے وہ سبیل مؤمنین سے یقیناً کٹ چکا ہے کسی ایک بھی صحابیؓ سے اس کا خلاف ثابت نہیں۔

سوال نمبر ۱۲

سعودی عرب کے جو مشائخ مسائل غیر منصوصہ میں ائمہ اربعہ رحمھم اللہ سے کسی کی پیروی کو واجب قرار دیتے ہیں وہ اپنے اس فیصلے میں حق پر ہیں یا گمراہ ہیں؟ اگر حق پر نہیں تو کیا پاکستان وہندوستان کی جماعت اہل حدیث نے سعودی عرب کے علماء کو ان کی گمراہی پر کبھی ٹوکا اور روکا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو محض مالی امداد حاصل کرنے کے لئے یہ عمل مُدَاھَنَتْ شمار نہیں ہوگا؟

الجواب

الھدیۃ السنیہ مولفہ علامہ سلیمان بن سحمان نجدی کا اردو ترجمہ بنام تحفہ وہابیہ مولانا اسماعیل غزنوی اہل حدیث نے امرتسر سے شائع کیا تھا۔ اس کے ص۶۱ پر ایک عنوان ہے "ہمارا مسلک" ۔ حضرت امام عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمھما اللہ فرماتے ہیں "ہم فروعی مسائل میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے طریقہ پر ہیں چونکہ ائمہ اربعہ ابو حنیفہ' مالک' شافعی اور احمد بن حنبل رحمھم اللہ کا طریقہ منضبط ہے اس لئے ہم ان کے کسی مقلد پر انکار نہیں کرتے ان کے سوا چونکہ اور لوگوں مثلاً روافض' زیدیہ' امامیہ وغیرہ کے مذاہب منضبط نہیں اس لئے ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہم لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کی

تقلید کریں" (ص ۶۱) اس کے برعکس غیر مقلدین کے نزدیک تقلید ائمہ نہ صرف بدعت بلکہ شرک بھی ہے لیکن ان کا یہ فتویٰ صرف پاک وہند میں ہے 'سعودی عرب کے مشائخ ان کی مالی امداد کرتے ہیں اس لئے ان پر یہ فتویٰ نہیں لگاتے حالانکہ اصولی طور پر ان کو روکنا تو کنا زیادہ ضروری ہے۔ ایک شخص بازار میں گالیاں بکے وہ بھی گنہگار ہے لیکن جو خانہ خدا مسجد میں کھڑا ہو کر گالیاں بکتا ہے وہ یقیناً بڑا گنہگار ہے۔ اسی طرح جب شرک و بدعت عام مقامات پر بھی بہت بڑا گناہ ہے تو حرمین شریفین میں بدعت و شرک تو بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ ان کو پہلے روکنا چاہئے مگر دنیاوی فائدے کے لئے یہ مداہنت اور حق پوشی واقعتاً بہت بڑا گناہ ہے۔

سوال نمبر ۱۳

خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں رمضان میں بیس رکعات تراویح کی جماعت کب سے چلی آرہی ہے اس سن کی نشان دہی کردیں؟ نیز بتائیں کہ ائمہ حرمین شریفین کا یہ عمل غلط ہے یا صحیح؟ اسلام کی چودہ صدیوں میں ان دونوں مسجدوں میں کیا کبھی صرف آٹھ رکعت تراویح کی جماعت ہوئی؟ اس سن کی نشاندھی فرمائیں اور حوالہ دیں ...... کرم فرمائی ہوگی؟

الجواب

خلیفہ راشد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ۱۴ھ میں لوگوں کو نماز تراویح باجماعت پر جمع فرمایا (ابن اثیر ج ۲/ ص ۱۲۴) تمام محدثین اور فقہاء کا اجماع ہے کہ استقرار بیس رکعت تراویح باجماعت پر ہی ہوا۔ اس کے بعد ۱۲۹۰ھ تک دنیا بھر میں ایک مسجد بھی نہ تھی جس میں بیس رکعت تراویح سے کم کی جماعت ہوتی ہو۔ ۱۲۹۰ھ میں ہندوستان میں ایک غیر مقلد عالم مولانا محمد حسین بٹالوی نے آٹھ رکعت تراویح کا فتویٰ دیا اور امت کو ایک نئے اختلاف سے روشناس کرایا۔ مگر اس اختلاف کی پرورش ہندوستان

میں ہی انگریزی حکومت کی سرپرستی میں ہوئی۔ مرکز اسلام حرمین شریفین میں آج تک بیس تراویح ہی باجماعت پڑھی جاتی ہیں۔ ائمہ حرمین شریفین کی پشت پر خلافت راشدہؓ سے آج تک کا عملی توارث موجود ہے اس لئے ان کا یہ عمل غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ خلافت راشدہ سے لے کر آج ۱۴۱۴ھ تک کسی ایک رمضان کی کسی ایک رات میں بھی آٹھ تراویح کی جماعت نہیں ہوئی۔

سوال نمبر ۱۴

صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں کیا صرف احادیث نبویہ ہی ہیں یا صحابہؓ اور تابعین رحمھم اللہ کے اقوال بھی ان میں دیئے گئے ہیں؟ اب اگر کوئی اہل حدیث یہ کہتا ہے کہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانو اور کسی کی نہیں تو کیا وہ ان محدثین کے طریقے کے خلاف نہیں چلا جو صحابہؓ کی احادیث کو ساتھ لے کر چلے ہیں؟

الجواب

اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلائل مانتے ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت اور قیاس۔ محدثین اہل سنت نے جس طرح صحابہ کرامؓ سے مروی احادیث کو کتب حدیث میں جمع فرمایا اسی طرح صحابہؓ کے اجماعی فیصلوں اور فقہی فتاویٰ کو بھی جمع فرمایا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ اور عبدالرزاق رحمہ اللہ نے ہزارہا فقہی فتاویٰ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمھم اللہ کے جمع فرمائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صحابہؓ و تابعین رحمھم اللہ کے سینکڑوں فتاویٰ جمع فرمائے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے تو ہر باب میں فقہی مذاہب نقل فرمائے ہیں۔ غیر مقلدین کا طریقہ صحابہ و تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور تمام محدثین رحمھم اللہ کے خلاف ہے اس فرقہ شاذہ کی راہ عمل سب سے الگ تھلگ ہے۔

سوال نمبر ۱۵

صحاح ستہ میں کوئی ایسی کتاب ہے جو صرف احادیث رسالت مآب ﷺ پر مشتمل ہو اور اس میں اور کوئی بات نہ دی گئی ہو' صحاح ستہ کے علاوہ اور جو کتب حدیث پہلی چار صدیوں میں لکھی گئیں ان میں کونسی ایسی کتاب لکھی گئی جو صرف احادیث رسالت مآب ﷺ پر محدود ہو تو اس کا نام لکھ دیں؟

الجواب

چوتھی صدی تک جتنے اہل سنت والجماعت محدثین گزرے ان میں سے کسی نے بھی صحابہ کرام ؓ کی احادیث اور تابعین رحمھم اللہ کے فقہی فتاویٰ کا انکار نہیں کیا۔ ایک بھی حدیث کی کتاب نہیں ملتی جس میں اجماع وقیاس کا انکار ہو بلکہ سب میں قیاسی اقوال کم وبیش ملتے ہیں۔ ایک بھی کتاب کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا جس کی تبویب وتخریج میں قیاس کا دخل نہ ہو۔

سوال نمبر ۱۶

ضعیف احادیث اور موضوع احادیث میں کیا فرق ہے؟ ضعیف حدیث اگر ک ن درجے میں معتبر نہیں تو صحاح ستہ کے مؤلفین نے ضعیف حدیثوں کو کیوں جگہ دی؟ آج اگر کوئی فرقہ یا شخص ان حدیثوں کو نئے سرے سے مرتب کرتا ہے اور ترمذی دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے صحیح ترمذی' ضعیف ترمذی تو کیا وہ محدثین کے اس مسلک کے خلاف نہیں چلا کہ صحیح وضعیف سب ایک جگہ جمع ہونی چاہئیں تاکہ ضعیف حدیث میں تبیین اور دوسرے قرائن میں درجہ اعتبار میں آ سکتی ہیں؟

الجواب

محدثین نے احادیث کی بہت سی قسمیں بنائی ہیں ان میں سے صحیح اور موضوع

دونوں ابتداء اور انتہاء کے کناروں پر واقع ہیں سب سے اعلیٰ "صحیح" ہے اور سب سے بدتر "موضوع" ہے۔ درمیان میں بہت سی اقسام ہیں صحیح لغیرہ' حسن لذاتہ' حسن لغیرہ' ضعیف بضعف قریب اس حد تک کو لفظ "ثبوت" متناول ہے آخری قسم ہے جیسے اختلاط راوی' سوئے حفظ' تدلیس متابعات اور شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ بن جاتی ہے پھر تو احکام میں بھی حجت ہے ورنہ دربارہ فضائل و ترغیب وترہیب آپ ہی تنہا مقبول و کافی ہے۔ درجہ ششم میں ضعف شدید ہے کہ راوی کا فسق واضح ہو' ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو یہ قسم احکام میں متروک' فضائل میں بعض کے نزدیک مطلقاً اور بعض کے نزدیک تعدد طرق کے بعد مقبول۔ درجہ ہفتم میں متہم بالکذب کہ یہ ضعیف کی اشد قسم ہے لیکن اس کو بھی موضوع نہیں کہا جاتا کیونکہ اس کا ثابت ہونا مشکوک ہے تو جھوٹا ہونا بھی یقینی نہیں۔ آٹھویں قسم موضوع ہے جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے۔ آج جو یہ طریقہ ہے کہ ان کتابوں کے دو الگ الگ حصے کردیئے ہیں یہ نہ صرف محدثین کی غرض کو ختم کرنا ہے بلکہ سنت دشمنی کی انتہاء ہوگئی ہے۔

سوال نمبر ۱۷

تاریخ اسلام میں علم فقہ پہلے مرتب ہوا یا علم حدیث؟ ائمہ اربعہ پہلے ہوئے یا صحاح ستہ کے مصنفین؟ امت کو پہلے فقہ کی ضرورت پڑی یا حدیث کی؟ جس طرح دین کا عملی نقشہ فقہ میں ملتا ہے کیا اس طرز پر حدیث کی کسی کتاب میں نماز کا عملی نقشہ موجود ہے؟

الجواب

تاریخ اسلام میں فقہ کے چاروں امام پہلے ہوئے اور مصنفین صحاح ستہ بعد میں ہوئے ان کے سنین وفات یہ ہیں امام اعظمؒ رحمہ اللہ ۱۵۰ھ' امام مالک رحمہ اللہ ۱۷۹ھ' امام شافعی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ' امام بخاری رحمہ اللہ

۲۵۶ھ، امام مسلم رحمہ اللہ ۲۶۱ھ، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ ۲۷۳ھ، امام ابوداؤد رحمہ اللہ ۲۷۵ھ، امام ترمذی رحمہ اللہ ۲۷۹ھ اور امام نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ۔ جس طرح حضرت علیؓ خلفائے ثلاثہ کے بعد ہوئے اور خلفائے ثلاثہ کو غلط قرار نہیں دیا بلکہ ان کی موافقت فرمائی اسی طرح اصحاب صحاح ستہ ائمہ اربعہ کے بعد ہوئے اور کسی کتاب میں ایک باب بھی رد حنفیت یا ردمالکیت وغیرہ پر نہیں باندھا بلکہ فقہ کی تائید اور اجماع اور قیاس کی تائید کر کے فقہی مذاہب کو اور مضبوط کردیا۔ ائمہ صحاح ستہ میں سے کسی بھی محدث نے دین کا مکمل عملی نقشہ پیں نہیں کیا کیونکہ یہ کام ائمہ اربعہ پہلے کر چکے تھے اور امت ان پر عمل کر رہی تھی۔ معلوم ہوا کہ دین پر عمل کرنے کے لئے پہلی اور کامل ضرورت فقہ کی ہے اسی لئے یہ پہلے مدون ہوئی اور محدثین نے بھی اسی کو جاری رکھا اس کی مخالفت نہیں کی۔

سوال نمبر ۱۸

صحاح ستہ کے راویوں کے حالات جو علامہ ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتابوں سے ملتے ہیں وہ ابن حجر سے لے کر ان کی رواۃ حدیث تک متصل روایت سے پہنچتے ہیں یا انہیں محض محدثین کے اعتماد پر قبول کرلیا گیا ہے یہاں اسناد کو ضروری نہ سمجھنا اور اعتماد پر عمل کرنا یہ کس حدیث کی رو سے جائز قرار دیا گیا ہے اس کا حوالہ درکار ہے؟

الجواب

گزشتہ جواب میں آپ نے معلوم کرلیا کہ اصحاب صحاح ستہ میں آخر میں امام نسائی نے ۳۰۳ھ میں وصال فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ صحاح ستہ کے راوی پہلی تین صدیوں سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا وصال ۸۴۸ھ میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا ۸۵۲ھ میں ہوا ہے گویا دونوں حضرات اور ان راویوں کے درمیان چھ سات سو سال کا زمانہ ہے جس کی کوئی سند ان کی کتابوں میں نہیں ہے ان لوگوں نے

بلا اسناد محض محدثین کے اعتماد پر کتابیں مرتب فرمائیں ہیں۔ یہ کسی حدیث میں نہیں کہ اگر ایک تابعی حضرت رسول پاک ﷺ کے وصال کے دوسرے دن بھی ایمان لے آیا تو اس کی حدیث کو "مرسل" کہہ کر رد کردینا اور علامہ ذہبی اور حافظ بن حجر رحمہ اللہ راوی کے سات سو سال بعد بھی بغیر سند کے اس کو ثقہ یا ضعیف کہیں تو اس پر ایمان لے آنا۔

سوال نمبر۱۹

کیا فروعی مسائل پر جماعت بندی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ صحابہ ؓ میں رفع یدین کرنے والوں اور نہ کرنے والوں اور آمین وغیرہ جیسے مسائل پر کوئی جماعت بندی تھی؟ اگر نہیں تو ان مسائل پر تنظیمیں بنانا اور جماعت بندی کرنا کیا بدعت نہیں؟

الجواب

صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمھم اللہ میں فروعی مسائل پر کوئی جماعت بندی نہیں تھی، اس لئے اس کی بدعت ہونے میں ہرگز شک نہیں۔

سوال نمبر۲۰

دنیا میں کہیں حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کی فقہی اختلاف پر مبنی تنظیمیں ہیں اگر نہیں تو غیر مقلدوں کی یہ اہل حدیث تنظیم کیوں قائم کی گئی؟ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ گروہ ان فروعی مسائل کو اصولی قرار دیتا ہے اور فروعات پر فرقہ بندی کو جائز سمجھتا ہے؟

الجواب

مقلدین مذاہب اربعہ کی ایسی تنظیمیں موجود نہیں ہیں یہ بدعت صرف نام نہاد اہلحدیثوں نے شروع کی ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ لوگ محض جہالت اور ضد کی وجہ سے فروعی مسائل کو بھی اصولی مسائل سمجھتے ہیں۔

غیر مقلدیت کا نیا روپ

مسعودی فرقہ

(نام نہاد جماعت المسلمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران اسلام! یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام ایک عالمگیر دین ہے اور اس کی اشاعت پوری دنیا میں اہل سنت والجماعت خصوصاً احناف کے ذریعہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سندھ اور ہند کی فتح کی پیشین گوئی بھی فرمائی تھی (نسائی، احمد) ہند کو احناف نے فتح کیا۔ لاکھوں کافروں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور وہ سب سنی حنفی ہی بنے۔ تقریباً ایک ہزار سال اس ملک میں اسلامی حکومت قائم رہی اور کتاب وسنت پر مبنی فقہ حنفی اس ملک کا قانون رہی۔ نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد (۱۳۰۷ھ) اس حقیقت کا یوں اعتراف فرماتے ہیں:

"خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ ومذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی ومفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔" (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

حکومت برطانیہ

پھر یہاں انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی اور اس نے ملک میں مذہبی آزادی (غیر مقلدیت) کی بنیاد رکھی۔ جناب مولانا محمد حسین صاحب غیر مقلد بٹالوی (۱۳۳۸ھ) خود فرماتے ہیں: ''اے حضرات یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہرو بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے۔ جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو پوچھنا ہی کیا'' (اشاعت السنة ص۲۵۵ھ) اس غیر مقلدیت کی سرپرستی کے لئے ایک ضمنی ریاست بھوپال ان کو دی گئی۔ چنانچہ نواب بھوپال صدیق حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''فرمان روایان بھوپال کو ہمیشہ آزادگی مذہب (غیر مقلدیت) میں کوشش رہی ہے جو خاص منشاء گورنمنٹ انڈیا کا ہے'' (ترجمان وہابیہ ص ۳)

پھر فرماتے ہیں: ''یہ آزادگی مذہب ہماری مذاہب جدید (حنفی، شافعی وغیرہ) سے عین مراد انگلشیہ سے ہے۔'' (ص ۵)۔ یہ لوگ (غیر مقلدین) اپنے دین میں وہی آزادگی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا۔ خصوصاً دربار دہلی سے 'جو سب درباروں کا سردار ہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۳۲)

اس سے واضح ہوگیا کہ غیر مقلدیت یورپ سے آئی ہوئی اور انگریز کی چلائی ہوئی ایک تحریک ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام اور رسول اقدس ﷺ کے ارشادات میں کہیں نہیں ملتا کہ اجتہادی مسائل میں غیر مجتہد کو مجتہدین کے خلاف بدگمانی پھیلانے یا بدزبانی کرنے کا نام عمل بالحدیث ہو۔

رخ پلٹ گیا

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ احناف کی محنت سے کروڑوں کافر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے مگر تحریک غیر مقلدیت کا پہلا نتیجہ کیا نکلا؟ مولانا محمد حسین بٹالوی تحریر فرماتے

ہیں پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے سبب مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام ہی کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب' جو کسی دین ومذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنی نتیجہ ہے۔ کفر و ارتداد کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں' مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے (اشاعت السنة ج ۲/ص ۵۴ شمارہ نمبر ۱۱)۔ یعنی اب بجائے اس کے کہ کافر اسلام کی طرف آتے مسلمان کفر کی طرف جانے لگے۔ دوسرا نتیجہ یہ سامنے آیا' جناب مولانا عبدالاحد خانپوری غزنوی (۱۳۴۷ھ) غیر مقلد تحریر فرماتے ہیں: ”نیچری فرقہ (جو معجزات و کرامات کا منکر ہے) قادیانی فرقہ اور چکڑالوی فرقہ (جو منکرین سنت ہیں) ان اہل حدیثوں سے ہی نکلے ہیں“ (کتاب التوحید والسنہ ص ۱۰۲ ملخصا) تیسرا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ فرقہ چند ہی سالوں میں کئی چھوٹی چھوٹی فرقیوں میں بٹ گیا۔ جناب مولانا عبدالوھاب صاحب جماعت غرباء اہلحدیث اس کی تفصیل یوں فرماتے ہیں

(۱) جماعت غرباء اہل حدیث ۱۳۱۳ھ' (۲) کانفرنس اہل حدیث ۱۳۲۸ھ' (۳) فرقہ ثنائیہ ۱۳۳۸ھ' (۴) امیر شریعت صوبہ بہار ۱۳۳۹ھ' (۵) فرقہ حنفیہ عطائیہ ۱۳۳۹ھ' (۶) فرقہ شریفیہ ۱۳۴۹ھ' (۷) فرقہ غزنویہ ۱۳۵۳ھ' (۸) جمعیت اہل حدیث ۱۳۷۰ھ' (۹) محی الدین لکھوی فرقہ ۱۳۷۸ھ (خطبہ امارات ص ۲۶)

جماعت غرباء اہل حدیث

اس فہرست میں پہلے نمبر پر جماعت غرباء اہل حدیث کا ذکر ہے اس کا مقصد تخلیق کیا تھا؟ جناب مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی کے شاگرد پروفیسر محمد مبارک صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے لئے

رکھی گئی صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد شہید کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریزوں کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا (علمائے احناف اور تحریک مجاہدین ص ۴۸)اس جماعت کے مقاصد آپ کے سامنے ہیں۔

فرقہ مسعودی نام نہاد جماعت المسلمین

اسی فرقہ غرباء اہل حدیث کا فرد مسعود احمد تھا جو پہلے اہل حدیث کہلاتا تھاوہ کوئی عالم نہیں ہے۔ اردو کتابیں دیکھ کر نیم ملا خطرہ ایمان کا مصداق ہے۔ اہل حدیث ہوتے ہوئے اس نے ایک قلمی مناظرہ تلاش حق کے نام سے جماعت اہل حدیث کراچی کی طرف سے شائع کیا۔ دوسرا رسالہ التحقیق فی جواب التقلید جماعت غرباء اہل حدیث کی طرف سے شائع کیا۔ ان کتابوں میں ائمہ مجتہدین رحمھم اللہ کو شریعت ساز اور ان کے مقلدین کو مشرک لکھا۔ اسلاف کے خلاف بدگمانی اور اکابر اہل اسلام پر بدزبانی میں خاص ریکارڈ قائم کیا۔ اہل حدیث فرقے میں ایسے شخص کی خوب عزت افزائی ہوتی ہے۔ چنانچہ باوجود ان پڑھ ہونے کے جماعت میں ممتاز حیثیت حاصل کرگیا۔ اس نے دیکھا کہ جماعت غرباء اہل حدیث میں نظام امارت ہے۔ اس کے دل میں بھی امیر بننے کا شوق انگڑائیاں لینے لگا مگر اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتا نظر نہ آتا تھا کہ وہ جماعت غرباء اہل حدیث کا امیر بنے' اس لئے اس نے ۱۳۸۵ھ میں جماعت غرباء اہل حدیث کی ایک ضمنی فرقی بنائی اس کا نام جماعت المسلمین رکھا۔ دس سال تک یہ نئی فرقی غرباء کے دودھ پر پلتی رہی آخر ۱۳۹۵ھ میں اس نے نیا مستقل فرقہ ہونے کا اعلان کردیا۔

مسلم کا نیا معنی

اہل اسلام جس معنی میں مسلم کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور کتاب وسنت میں مسلم کا جو مفہوم ہے اس کو چھوڑ کر بانی فرقہ نے ایک نیا معنی گھڑا' لکھتا ہے: ''غرض یہ کہ

مسلمین یعنی کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے ہمیشہ رہے ہیں" یعنی "مسلمین" بمعنی غیر مقلدین ایک منفی فرقہ ہے جس کے پاس کوئی مثبت لائحہ عمل نہیں۔ اس نئے معنی کے مطابق تمام اہل سنت والجماعت حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اسلام سے خارج قرار پائے لیکن موجودہ اہل حدیث تو غیر مقلد ہیں وہ تو مسلم رہنے چاہئے تھے لیکن جناب بانی فرقہ ان کو بھی مسلم نہیں مانتا حالانکہ وہ غیر مقلد ہیں۔ اس لئے ان کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے "اطاعت امیر" رسالہ لکھا جس میں امیر کی اطاعت کو فرض قرار دیا اور ان کے نزدیک امیر اور امام ہم معنی ہیں اور امیر جناب خود ہیں۔ اہل حدیث اگرچہ غیر مقلد ہیں مگر وہ مسعود احمد صاحب کی اطاعت کو فرض نہیں مانتے اس لئے غیر مسلم ہوئے۔ اب مسلم کا معنی واضح ہو گیا کہ کوئی شخص خدا اور رسول پر ایمان رکھے، کسی امام کی تقلید بھی نہ کرے مگر مسعود احمد پر ایمان نہ لائے اس کی اطاعت کو فرض نہ جانے تو وہ مسلم ہرگز نہیں۔ ان معنوں میں مسلم کا لفظ نہ کہیں قرآن میں آیا ہے نہ حدیث میں نہ تاریخ میں ...... یہ اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ ہے، اس لئے جماعت المسلمین کا مطلب یہ نکلا کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی تقلید چھوڑ کر مسعود احمد کی اطاعت کو فرض جاننے والا مسعودی فرقہ کہلایا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ لوگ قرآن وحدیث پر جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے فرقہ کا نام قرآن میں ہے جیسے قرآن میں موجود لفظ ربوہ سے قادیانیوں کا ربوہ ہرگز مراد نہیں، قرآن پاک میں موجود لفظ حزب اللہ سے مسعود احمد کے نزدیک مسعود الدین عثمانی کا فرقہ حزب اللہ مراد نہیں تو قرآن پاک کے نزول کے چودہ سو سال بعد کراچی میں مسعود احمد کا بنایا ہوا بدعتی فرقہ قرآن وحدیث میں موجود الفاظ "مسلم" کا مصداق کیسے بن سکتا ہے؟

مسعودی فرقہ کی دعوت

(۱)...... جو شخص خدا کو حاکم مانے مگر مسعود احمد کو حاکم و امیر نہ مانے وہ مسلم نہیں بن

سکتا۔

(۲)..... جو شخص رسول پاک ﷺ پر ایمان رکھے مگر مسعود احمد کو امام مفترض الطاعت نہ مانے وہ مسلم نہیں۔

(۳)..... جو دین اسلام چودہ سو سال سے چلا آ رہا ہے' جو اس کو مانے مگر مسعود احمد کے لٹریچر پر ایمان نہ لائے وہ مسلم نہیں۔

(۴)..... اللہ تعالیٰ نے جن کا نام مسلم رکھا جو چودہ سو سال سے آ رہے ہیں یہ ان کو مسلم نہیں مانتے صرف اسی کو مسلم مانتے ہیں جن کا نام ۱۳۹۵ھ میں مسعود احمد نے اللہ کے خلاف مسلم رکھا۔

(۵)..... اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اللہ والوں سے محبت اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کی نشانی ہے لیکن ان کے ہاں محبت کی بنیاد صرف مسعودی فرقہ میں داخل ہونا ہے۔ جو مسلمان مسعودی فرقہ میں داخل نہ ہو ان کو نہ یہ سلام کرتے ہیں نہ ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۶)..... تمام اہل اسلام اور رسول ﷺ کے بعد اپنے اکابر پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن مسعودی فرقہ کا فخر اپنے جاہل امام پر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بجا فرمایا کہ آخری زمانہ میں لوگ جاہلوں کو اپنا دینی امیر بنالیں گے جو خود بھی گمراہ ہوگا ان کو بھی گمراہ کرے گا (بخاری) الغرض مسعودی فرقہ کا ایمان صرف اور صرف مسعود احمد کی خایہ بوسی ہے۔

نئے دین کے نئے مسائل

(۱)..... شروع اسلام سے آج تک مسلم خدا کے فرمانبردار کو کہا جاتا تھا۔ اس نئے دین میں مسلم کا معنی غیر مقلد مسعود احمد کو امام مفترض الطاعت ماننا قرار پایا۔

(۲)..... مسلم کا لفظ پہلے کافر کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ما کان ابراهيم يهوديًا ولا نصرانيًا ولكن كان حنيفا مسلما وما

کان من المشرکین۔ (آل عمران ۶۷) ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے' نہ عیسائی' نہ مشرک بلکہ حنیف مسلم تھے۔ دوسری جگہ ہے: اَیَاْمُرُکُمْ بالکفر بعد اذ انتم مسلمون (آل عمران: ۸۰) کیا تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے۔ تیسری جگہ ہے: ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین (الحجر۔ ۲) کسی وقت آرزو کریں گے کافر' کیا اچھا ہوتا جو ہوتے مسلمان۔ اسی وجہ سے مسلمان ہمیشہ مسلم کا لفظ کفر کے مقابلہ میں استعمال کرتے آئے ہیں۔ مگر نئے مسعودی دین میں مسلم کا لفظ اہل سنت والجماعت کے بالمقابل اور حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی کے خلاف استعمال ہوتا ہے جب کہ قرآن وحدیث اور اہل اسلام میں کبھی مسلم کا لفظ ان کے خلاف استعمال نہیں ہوا۔

(۳) ..... قرآن پاک میں جب آیت یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ نازل ہوئی تو رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جن کے چہرے میدان قیامت میں روشن ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے بھی اس آیت کی تفسیر اہل سنت والجماعت ہی بیان فرمائی (الدرالمنثور ص ۶۳/ج ۲) لیکن نئے مسعودی فرقہ میں اہل سنت والجماعت کہلانے والے غیر مسلم دوزخی ہیں۔ کس طرح رسول پاک ﷺ اور صحابہ ؓ کی مخالفت کی جا رہی ہے! مسعودی فرقہ یہاں نبی پاک ﷺ اور صحابہ ؓ کی نہیں سنتا کیونکہ اس فرقہ پر تو مسعود احمد کی اطاعت فرض ہے اس لئے یہ فرقہ سب اہل سنت والجماعت کو غیر مسلم ہی کہتا ہے۔

(۴) ..... امام ابن سیرین رحمہ اللہ (م ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں: پہلے حدیث کی سند نہیں پوچھتے تھے' جب فتنہ واقع ہوا تو کہنے لگے کہ راویوں کے نام بتاؤ تاکہ اہل سنت راویوں کی حدیث قبول کی جائے اور اہل بدعت راویوں کی روایت قبول نہ کی جائے (صحیح مسلم ص ۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ خیرالقرون میں لوگ اہل سنت کہلاتے تھے اور صحیح احادیث کے راوی اہل سنت ہی ہیں اور اہل سنت کے مدمقابل اہل بدعت تھے نہ کہ مسلم۔ اگر

اہل سنت مسلم نہیں تو تمام صحیح احادیث کے راوی غیر مسلم قرار پائیں گے اور جب اہل بدعت کی روایات قابل قبول نہیں تو غیر مسلموں کی روایات کس طرح قابل قبول ہوں گی۔

(۵) ..... اس نئے فرقے نے جس طرح مسلم کا معنی بگاڑا اس طرح مذہب کا معنی بھی بگاڑا۔ مذہب کا معنی راستہ ہوتا ہے جو منزل سے ملاتا ہے۔ ہمارا مذہب حنفی ہے جو ہمیں منزل محمدی تک پہنچاتا ہے اور فرقہ کے معنوں میں علیحدگی کا مفہوم ہے یعنی جو شخص منزل محمدی کے راستہ سے الگ ہو گیا وہ یقیناً منزل سے بھی کٹ گیا۔ اس لئے مذاہب کا مقصد ہی منزل محمدی تک پہنچانا ہے اور فرقے کا مطلب ہی منزل تو کیا خود مذہب یعنی راستے سے ہٹا دینا ہے۔ آپ نے گزشتہ صفحات میں تاریخ پڑھی ہے۔ پہلے اہل سنت سے کٹ کر ایک فرقہ اہل حدیث بنا۔ پھر اس فرقے سے کٹ کر ایک اور فرقہ غرباء اہل حدیث بنا' پھر اس فرقے سے ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جو مسعودی فرقہ ہے بلکہ فرقہ ہی نہیں فرقہ در فرقہ در فرقہ ہے۔

(۶) ..... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب پوچھا کہ اگر مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ملے نہ سنت میں تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اجتهد برایی۔ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد کی نسبت اپنی طرف کی اور آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اسی لئے اہل سنت اجتہادی مسائل کی نسبت مجتہدین کی طرف کرکے حنفی شافعی وغیرہ کہلاتے ہیں اور یہ نسبتیں بلانکیر اہل اسلام میں جاری رہیں۔ اس طرح ان کی صحت پر اجماع ہو گیا مگر مسعودی فرقہ اجماعی مسائل کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ سبیل المومنین سے ہٹنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے اور رسول اقدس ﷺ جماعت سے کٹنے والے کو دوزخی فرمائیں

ہے۔ کس طرح خدا اور رسول ﷺ سے کھلا مقابلہ ہے؟

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی کرامت

(۷)..... بانی فرقہ اگرچہ مجتہدین رحمھم اللہ کو شریعت ساز کہتا ہے مگر ایک جگہ اس کے قلم سے حق واضح ہو ہی گیا کو لکھتا ہے: "اس میں شک نہیں کہ چاروں اماموں نے جس اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کیا اور قرآن وحدیث کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے قول کو دلیل نہیں بنایا' نہ اس کو حجت سمجھا لہٰذا ان کا یہ طریقہ بے شک سنت تھا اور وہ چاروں برحق تھے رحمھم اللہ (خلاصہ تلاش حق ص۸۸)

اس عبارت میں ائمہ اربعہ رحمھم اللہ کے طریقہ کو سنت قرار دیا اور چاروں کو حق تسلیم کر لیا ان کے مسائل کو قرآن وحدیث کے مسائل قرار دیا تو اب ان کو شریعت ساز کیوں کہا جاتا ہے؟ اور جب یہ چاروں حق ہیں اور قرآن وحدیث کے مسائل بتاتے ہیں تو قرآن وحدیث کے مسائل میں ان کی تقلید کرنا کس آیت یا حدیث کی رو سے شرک ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس طرح یہودی علماء نے حرام حلال کرنے کا منصب خود سنبھال لیا تھا اسی طرح بانی فرقہ بھی اپنی خواہش نفسانی کو معبود بنا بیٹھا جس چیز کو چاہے حلال حرام کردے۔ کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر بنادے' یہ اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

شریعت ساز

قرآن پاک خداوند قدوس کی آخری کتاب ہے جو سات مختلف متواتر قراتوں میں امت کو ملی۔ یہ قاری صاحبان قرآن کے پہنچانے والے ہیں نہ کہ خدا کے قرآن کے مقابلہ میں نیا قرآن بنانے والے۔ اب اگر کوئی جاہل ان قاریوں کو قرآن ساز کہے تو یہ اس کی جہالت کی انتہاء ہوگی۔ خدا کا قرآن' قرآن مجید'

مصحف عثمانی' قاری عاصم کی قرات یہ ایک ہی حقیقت کی ترجمانی ہے نہ کہ الگ الگ چیزیں۔ عبار اتنا شتٰی و حسنك واحد

اسی طرح اصحاب صحاح ستہ نے احادیث جمع کیں۔ ان احادیث کے بارہ میں یہ کہنا کہ یہ نبی ﷺ کی احادیث ہیں یہ بھی صحیح ہے' اور یہ کہنا کہ یہ بخاری کی احادیث ہیں' یہ ترمذی کی احادیث ہیں' یہ بھی صحیح ہے۔ کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک محدثین رحمھم اللہ حدیث ساز نہیں بلکہ حدیث پہچانے والے ہیں۔ اسی طرح بانی فرقہ نے ائمہ اربعہ رحمھم اللہ کے مسائل کو قرآن وسنت سے ماخوذ مانا ہے تو قرآن وسنت کے مسائل کی مجتہدین کی طرف نسبت کرکے اس کو فقہ حنفی کہنا ایسا ہی ہے جیسا نبی کی حدیث کو نسائی کی حدیث کہنا۔ بات پہنچانے اور بنانے میں زمین وآسمان کا فرق ہے اس لئے ائمہ مجتہدین رحمھم اللہ کو شریعت ساز کہنا ایسی ہی جہالت ہے جیسے محدثین کو حدیث ساز کہنا یا ساتوں قاریوں کو قرآن ساز کہنا۔ جس فرقے کے بانی کی جہالت کا یہ عالم ہو کہ بات بتانے اور بات بنانے میں فرق نہ جانتا ہو اس کے چیلوں کی جہالت کا کیا حال ہوگا؟

ع جس کی بہار یہ ہے اس کی خزاں نہ پوچھ

ایسے ہی لوگوں کے بارہ میں ہے

تنگ برما رہ گزار دیں شدہ ست

بر لئیمے راز دار دیں شدہ ست

نسبتی نام

نام تعارف اور امتیاز کے لئے ہوتا ہے۔ نسبت جتنی بڑی ہوگی تعارف کم اور جتنی چھوٹی ہوگی تعارف اور پہچان زیادہ واضح ہوگی۔ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے وہاں کسی مصری نے آپ سے پوچھا' آپ کہاں رہتے ہیں؟ آپ نے کہا میں پاکستانی

ہوں۔ اس کو آپ کا تعارف ہو گیا۔ حج سے واپسی پر کراچی میں آپ سے کسی نے پوچھا آپ کہاں رہتے ہیں؟ آپ نے کہا میں پاکستانی ہوں وہ ہنس پڑا کہ یہاں ہم سب پاکستانی ہیں۔ اب آپ نے کہا میں پنجابی ہوں تو اس کو تعارف ہو گیا۔ اب کوئی جاہل یوں کہے کہ اس نے اپنا پاکستانی تعارف چھوڑ کر اپنے کو پنجابی کہا ہے اب یہ پاکستان نہیں رہا اس جاہل کو یہ بھی معلوم نہیں کہ پنجاب پاکستان کا ہی صوبہ ہے۔ پنجابی کہنے سے پاکستانی ہونے کی نفی نہیں ہوئی بلکہ اور تاکید ہو گئی۔ اب کراچی سے آپ بہاولپور پہنچے۔ کسی نے پوچھا آپ کہاں رہتے ہیں؟ آپ نے کہا پاکستان میں یا پنجاب میں' تو ان کا مقصد پورا نہیں ہوا۔ ہاں آپ کہیں میں ملتان میں رہتا ہوں تو ملتان کا نام لینے سے پنجاب اور پاکستان میں رہنے کی مزید تاکید ہو گئی۔ بالکل اسی طرح جب پادری "بوٹا کل" ہمیں پوچھے گا آپ کون ہیں؟ تو اس کافر کو ہم یوں تعارف کرائیں گے کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھر جب کوئی رافضی کلب علی ہمیں پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ تو اس بدعتی کو ہم اپنا تعارف یوں کرائیں گے کہ ہم اہل سنت والجماعت ہیں تو اہل سنت والجماعت کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نے مسلمان کا نام چھوڑ دیا بلکہ اس سے تو اور تاکید ہو گئی کہ یہ سچا پکا ناجی مسلمان ہے۔ پھر ہمیں کس حنبلی نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو ان کے ساتھ ہمارا اختلاف اجتہادی مسائل میں ہے ہم نے کہا ہم حنفی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اہل سنت نہیں رہے یا مسلمان نہیں رہے بلکہ حنفی کے لفظ میں اہل سنت اور مسلمان ہونا یقیناً شامل ہے..... تو بانی فرقہ کا یوں لکھنا تم نے مسلمان نام چھوڑ کر حنفی رکھا ہے یہ ایسا جھوٹ اور جہالت ہے جیسے کوئی اس سے کہے کہ تو صوبہ سندھ اور ملک پاکستان سے باغی بن کراچی میں بیٹھا ہے۔ اس کے جھوٹ اور جہالت پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ خدا جب دین لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے۔ اس سے ہم نے بارہا یہ مطالبہ کیا کہ کوئی آیت یا حدیث پیش کرو کہ سنی یا حنفی کہلانے سے انسان مسلمان نہیں رہتا لیکن ایسے خاموش ہیں جیسے صُمٌّ بُکْمٌ والی آیت ان ہی کے لئے نازل ہوئی ہے۔

مسعودی فرقہ اور قرآن :

اس میں شک نہیں کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی مگر سوال یہ ہے کہ چودھویں صدی کے مسلمانوں کو یہ قرآن کس واسطے سے ملا' ظاہر ہے کہ رسول پاک ﷺ اور ہمارے درمیان واسطہ امت ہے' ہمارے ملک میں قرآن پاک لانے والے سب اہل سنت والجماعت حنفی ہیں جو ہمارے نزدیک کامل ترین مسلمان ہیں اس لئے ہمیں یہ قرآن مسلمانوں کے ذریعہ سے ملا۔ بانی فرقہ' اہل سنت والجماعت کو مشرک اور غیر مسلم کہتا ہے تو اسے یہ قرآن مشرکوں اور غیر مسلموں کے ذریعے ملا۔ یہودی بھی غیرت سے اتنے کورے نہیں کہ وہ اس کتاب پر اعتماد کریں جس میں ان کے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان واسطہ غیر یہودی ہوں۔ ہندو اور عیسائی بھی کسی ایسی کتاب کو الہامی ماننے کو تیار نہیں جس میں واسطہ غیر ہندو یا غیر عیسائی ہوں' مگر بانی فرقہ کی غیرت قابل داد ہے کہ جن کو مشرک اور غیر مسلم کہتا ہے قرآن پاک کے بارہ میں انہی پر اعتماد کر رہا ہے۔ وہ تو کوئی ایسا قرآن لائے جو مسلمین بمعنی غیر مقلدین کے تواتر سے ملا ہو' تواتر تو کجا وہ غیر مقلدین کی سند سے خبر واحد کے طور پر بھی قرآن کو ثابت نہیں کر سکتا۔

چند سوالات

بانی فرقہ کو دوسروں سے سوالات کرنے کا بہت شوق ہے' اپنے غلط سلط وسوسوں کو سوالات کا نام دے کر چلتا کر دیتے ہیں جن کا تعلق نہ قرآن سے ہوتا ہے نہ حدیث سے مگر دوسروں کے سوالات کا جواب دینا موصوف کے بس کی بات نہیں' وہاں اولاً تو موت کی سی خاموشی طاری ہوتی ہے اگر کوئی جواب دہی پر زیادہ مجبور کرے تو گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں اور عجیب پینترے بدلتے ہیں ..... ایک صاحب کو فرماتے ہیں:

"سوال کرنے والے کو چاہئے کہ سوال میں جن اقسام کا ذکر ہے ان کا ثبوت قرآن مجید

اور حدیث سے دیں اور پھر سوال کریں' یہ اقسام بالکل لغو اور خود ساختہ ہیں۔'' (الجماعۃ القدیمہ ص۲۹)..... جناب! آپ بھی جو سوالات پوچھتے ہیں وہ قرآن وحدیث میں ہوتے ہیں؟

(۱) آپ نے اپنی کتابوں میں اصول حدیث کی اصطلاحات اور راویوں کی اقسام بیان کی ہیں ان کا ثبوت قرآن وحدیث سے دے کر جواب دہی کا صحیح نمونہ قائم فرمائیں گے؟

(۲) آپ قرآن اور حدیث کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دونوں کو ایک طرح نہیں مانتے' قرآن کی کسی آیت کی سند تلاش نہیں کرتے مگر حدیث کو بغیر سند کے بالکل نہیں مانتے' یہ فرق قرآن کی آیت میں ہے یا حدیث میں یا بقول جناب کسی لغو اور خود ساختہ اصول پر؟

(۳) قراء حضرات کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ قرآن پاک کی سات قراتیں متواتر ہیں جن میں آپس میں اختلافات ہیں' چار ائمہ جن کو آپ برحق مانتے ہیں' ان کا اختلاف برداشت نہیں کرسکے ان سب کو چھوڑ دیا تو یہ سات قاریوں کا اختلاف کس آیت یا حدیث کی بنا پر برداشت کرلیا؟ اسی طرح ان سب کو بھی کیوں نہ چھوڑا تا کہ قرآن سے ہی نجات مل جاتی؟

(۴) جناب اور جناب کا فرقہ ساتوں قراتوں پر تلاوت کرتا ہے یا صرف ایک قرات پر؟ ایک قرات پر تلاوت کرنے پورے قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے تو ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کرنے میں بھی پوری سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ ورنہ فرق کسی ایک آیت یا حدیث سے واضح کریں۔

(۵) سات قراتوں میں سے چھ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر صرف ایک قرات پر ہمیشہ تلاوت کرنا آپ کی رائے پر مبنی ہے یا خدا اور رسول کا حکم ہے تو اس کا حوالہ دیں۔

(۶) ان سات مختلف فیہ قاریوں میں مکی' مدنی' بصری قاری بھی تھے آپ نے ان سب کو چھوڑ کر قاری عاصم کوفی کی قرات کو ہی اختیار کیوں کیا؟ مکہ' مدینہ سے تعلق توڑ

کر ان عراقیوں سے تعلق کیوں جوڑا؟ جن کے بارے میں جناب کا فرمان ہے: "عراقی برائے نام مسلم تھے۔ نہ انہیں قرآن سے محبت تھی نہ حدیث سے وہ تو فتنہ پرور اور دین کے دشمن تھے" (تفہیم الاسلام ص ۱۱۴)

(۷) آپ نے نزدیک ان سات قراتوں کا مجموعہ قرآن ہے یا ہر قرات الگ الگ مکمل قرآن ہے اور اگر سب کا مجموعہ قرآن ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ادخلو فی السلم کافۃ کے تحت آپ باقی قراتوں پر تلاوت کیوں نہیں کرتے صرف ساتویں حصے کی تلاوت کیوں کرتے ہو؟

(۸) اگر ہر قرات الگ الگ مکمل قرآن ہے تو کیا آپ ﷺ پر سات قرآن نازل ہوئے تھے؟ جس طرح جناب ایک دین چار مذہب کا طعنہ دیا کرتے ہیں' کیا ایک خدا اور سات قرآن کہنا بھی درست ہے؟

(۹) اگر آج کوئی غیر مسلم آپ کے فرقہ میں شامل ہو تو آپ اسے سات قرآنوں میں سے کون سا قرآن دیں گے کہ وہ ادخلو فی السلم کافۃ کے تحت سچا مسلم بن سکے؟

(۱۰) کیا یہ ساتوں قراتیں حضور ﷺ پر نازل ہوئی تھیں یا ان سات قاریوں پر؟ کیا یہ ساتوں قاری قرآن ساز نہ تھے؟

(۱۱) آپ نے اپنا فرقہ ۱۳۹۵ھ میں کراچی میں بنایا' قرآن کوفے والا مانا (قاری عاصم رحمہ اللہ کی قرات) صحاح ستہ روس کے علاقے کی لکھی ہوئی مانیں آخر مکہ مدینہ سے آپ کو اتنی نفرت کیوں ہے؟

(۱۲) آپ کو اسماء الرجال کی کتابوں سے سطحی قسم کا تعلق ہے تو آپ نے قاری عاصم کوفی رحمہ اللہ کو بالاتفاق ثقہ پایا یا مختلف فیہ' آخر ضعیف اور مختلف فیہ کا قرآن ہی آپ کو کیوں پسند آیا؟ یہ سب رائے سے کیا یا نص سے؟

(۱۳) بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ

کے زمانہ میں سات حروف (طریقوں) پر قرآن کی تلاوت ہوتی رہی۔ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف پر تلاوت قرآن سے سختی سے منع فرمادیا۔ اب آپ حضور ﷺ کی تابع داری میں سات حروف پر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں یا حضور ﷺ کے خلاف حضرت عثمان کی رائے کی تقلید کرتے ہیں؟ کیا خلیفہ کو پورے چھ یا چھ حصے قرآن کی تلاوت سے روکنے کا قرآن وحدیث کے تحت حق تھا؟ اگر تھا تو وہ آیت یا حدیث بتائیں جو خود حضرت عثمانؓ نے سنا کر اس سے منع کیا؟

سطحی مطالعہ

بانی فرقہ نے بالکل بجا فرمایا کہ سطحی نظر سے حدیث کا مطالعہ غلط فہمی اور گمراہی میں مبتلا کردیتا ہے ورنہ حقیقت بین نگاہیں اس کے رموز کو پالیتی ہیں' سطحی نظر سے تو قرآن کا مطالعہ بھی گمراہ کن ہوتا ہے (تفہیم ص۲۲۶) پھر لکھتے ہیں: "اگر قرآنی تشریح کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا جائے تو قرآن مجید بازیچہ اطفال بن جائے گا' کوئی کچھ معنی کرے گا اور کوئی کچھ' اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ الحاد کو پنپنے کا موقع ملے گا..... اس اختلاف اور الحاد کے سدباب کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید کے ہر لفظ کے ایک معنی مقرر ہوں" (تفہیم ص۴۳) اس سے معلوم ہوا کہ قرآن سے گمراہی بھی پھیل سکتی ہے اور الحاد بھی پنپ سکتا ہے' اگر کوئی سطحی مطالعہ اور خود رائی کرے لیکن خود بانی فرقہ اس بیماری کا مریض ہے۔ اللہ ورسول نے یہ واضح فرمادیا تھا کہ کتاب وسنت میں فقیہ کا فہم قابل اعتماد ہے۔ امت میں یہی ایک ایسا طبقہ ہے جس کے صواب پر دو اجر اور خطاء پر بھی ایک اجر ہے۔ اس لئے فقیہ اور اس کے مقلد کو کوئی خطرہ نہیں ان کا دینی عمل یقیناً مقبول ہے اور ایک اجر بھی یقینی ہے اور دوسرے اجر کے امیدوار ہیں' ہاں یہاں وہ فقیہ مراد ہوگا جس کا فقیہ ہونا شرعی دلیل یعنی اجماع امت سے ثابت ہو ورنہ وہی معاملہ ہوگا۔

ہر بو الہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

قرآن پر نظر عنایت

بانی فرقہ فرماتے ہیں قرآن ہر لحاظ سے ایک مکمل کتاب ہے۔ یہ ایک خوش نما جملہ تو ضرور ہے مگر حقیقت کچھ بھی نہیں۔ نہ نماز کا طریقہ اس میں ہے نہ کسی اور عمل کا اور پھر وہ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ یہ عجیب بات ہے (تفہیم ص ۲۲۶)

مزید فرماتے ہیں: "قرآن کا اسلام تو بڑا آسان ہے۔ دعا مانگ لو صلوۃ ادا ہو گئی' پاکیزگی اختیار کرلو زکوۃ ہو گئی' صلوۃ میں ریاح خارج ہو جائے وضو سلامت رہے' ناچ رنگ کی محفلیں قائم کرو کوئی ممانعت نہیں' فنون لطیفہ سے کوئی حرج نہیں' تاش اور شطرنج سے لطف اٹھاؤ کوئی مضائقہ نہیں' قحبہ خانہ کھولو کوئی ممانعت نہیں (ایضاً ص ۲۳۲) قرآن پاک میں عریانیت کا درس ہے (ایضاً ص ۲۴۶) اب کون کافر کہہ سکتا ہے کہ بانی فرقہ کا گھر قرآن کے اسلام سے خالی ہو گا بلکہ اس فرقہ کا ہر فرد اس اسلام کی تلاش میں تو مسلم بنا ہے۔

یہ مسلماں ہیں کہ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

حق بحق دار رسید۔ مزید جوش میں آکر فرماتے ہیں: "قرآن پاک میں بھی ایسی آیات پائی جاتی ہیں جس سے بظاہر رسول اللہ ﷺ کی منزلت کو بڑا دھکا لگتا ہے" (ایضاً ص ۲۴۷) اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے مترشح ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ گنہگار تھے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ شریعت الٰہیہ میں تبدیلی کر دیا کرتے تھے اور وہ بھی محض اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لئے۔

آیت بالا سے ثابت ہوا کہ اسلام خونریزی کو بہت پسند کرتا ہے۔ کیا ان آیات سے دشمنان اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع نہیں ملتا؟ (ایضاً ص ۲۴۸)

مزید فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا اور وہ ابھی تک غفلت میں پڑے ہوئے ہیں' اعراض کر رہے ہیں'' اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ حساب کا وقت قریب آگیا لیکن زمانہ شاہد ہے کہ تقریباً ایک ہزار چار سو سال گزر چکے' وقت حساب ابھی تک نہیں آیا' یہ کیسا قرب ہے (ص ۲۶۴)

قرآن پاک کی قطعیت پر تو قرآن کی آیات سے بھی چوٹ پڑتی ہے (ص ۲۵۵)

مزید لکھتے ہیں: ''وہ مسلم رہ کر بھی قرآن مجید کا انکار کر سکتے ہیں۔ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں۔ فرشتوں پر' کتب سماوی پر اور رسولوں پر ایمان ہے لیکن یہ قرآن وہ قرآن نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا' اس میں تحریف ہو چکی ہے اور مسلمانوں کا جم غفیر اس تحریف پر ایمان رکھتا ہے اور خود قرآن کی عبارت بھی اس پر شاہد ہے۔ (ص ۲۶۹)

بانی فرقہ کی عبارت پڑھ کر سوامی دیانند کیوں نہ اسے کہے گا

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

پنڈت شردھانند کیوں نہ خوشی میں جھوم کر کہے گا

میاں من و تو صلح فتاد
قدسیاں نعرہ زناں حوریاں رقص کناں

پادری فانڈر کی روح خوشی میں پکار رہی ہوگی

''جو مجھ سے نہ ہو سکا وہ تو نے کر دکھایا''

آہ! حنفی شافعی غیر مسلم ہیں اور قائلین تحریف مسلم' نہ قرآن قطعی ہے نہ نبی ﷺ کی شان باقی۔ قرآن پاک بھی پکار رہا ہے

''ہوئے تم دوست جس کے' دشمن اس کا آسماں کیوں نہ ہو''

آہ! من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

بانی فرقہ اور سنت

حدیث کی جس قدر مستند کتابیں آج دنیا میں ملتی ہیں ان کے مولفین یا تو مجتہدین ہیں جیسے امام اعظم' قاضی ابو یوسف' امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ جن کو بانی فرقہ شریعت ساز قرار دیتا ہے اور شریعت سازی کفر و شرک ہے۔ ان پر قرآن کی احبار و رہبان والی آیات فٹ کرتا ہے ...... یا کتب حدیث کے مولفین مقلدین ہیں جن کا ذکر طبقات حنفیہ' طبقات مالکیہ' طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ملتا ہے' ان کو بانی فرقہ مشرک اور غیر مسلم کہتا ہے۔ ان غیر مسلموں کی جمع کردہ کتابیں تو بانی فرقہ کے نزدیک نہ لائق اعتماد ہیں نہ ہو سکتی ہیں اور مقدمہ مسلم ص ۱۱ کے حوالہ سے گزرا کہ احادیث کے راوی اہل سنت ہیں جو بانی فرقہ کے نزدیک غیر مسلم ہیں۔ بانی فرقہ صرف ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکتا جس کی سند کے ہر راوی راوی کے بارہ میں یہ ثابت کر دے کہ کان لا یجتھد ولا یقلد۔ کہ وہ نہ مجتہد تھا' نہ مقلد بلکہ غیر مقلد تھا۔

تحقیق حدیث

حدیث کی بحث میں تین باتیں قابل تحقیق ہوتی ہیں

(۱)...... کہ اس کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہے۔

(۲)...... اس کا جو مطلب میں نے سمجھا وہی مراد رسول ہے۔

(۳)...... اس حدیث کا اگر کسی آیت یا دوسری حدیث یا تعامل سے تعارض ہے تو اس کا حل تلاش کیا جائے' اور یہ تینوں کام بادلیل ہوں نہ کہ بے دلیل۔ بانی فرقہ کے نزدیک دلیل صرف قرآن اور حدیث ہے' یعنی اللہ کا فرمان یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان' اس لئے بانی فرقہ کا فرض تھا کہ وہ جس حدیث کو صحیح یا ضعیف وغیرہ کہتا' اللہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ ضعیف ہے۔ محدثین نے جن احادیث کو صحیح یا

ضعیف وغیرہ کہا ہے وہ اپنی رائے یا اجتہاد سے کہا ہے اور بانی فرقہ لکھتا ہے "کسی شخص کا اجتہاد و قیاس نہ مُنَزَّلْ مِنَ اللّٰہ ہے اور نہ وہ اصل دین ہے۔" (جماعت المسلمین اور اہل حدیث ص ۴) لیکن بانی فرقہ ایک بھی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے پر اللہ یا رسول ﷺ کی شہادت پیش نہیں کرسکا' امتیوں نے وہ بھی مابعد خیر القرون کے جن احادیث کو اپنی رائے سے صحیح یا ضعیف کہا ہے بس ان کی اندھی تقلید کی ہے' لیکن پھر بھی پوری ڈھٹائی سے لکھتا ہے: "جماعت المسلمین الحمدللہ تقلید سے بالکل مبرا ہے۔ ہم وہی کام کرتے ہیں جو سنت سے ثابت ہیں' ہمارے ہاں قیاس و رائے سے مسئلے نہیں بنتے' لہٰذا انشاء اللہ تقلید کا گزر نہیں ہو سکتا" (ایضاً ص ۷)..... دروغ گویم بر روئے تو..... اسی کو کہتے ہیں تقلید کے سمندر کی اتھاہ میں ڈوب کر بھی کہتا ہے تقلید کا گزر نہیں ہوا۔ اس کے ہاں مجتہد امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید تو شرک ہے لیکن اس کے مقلدین ابن حجر اور نووی وغیرہ کی تقلید فرض عین ہے۔ عجیب بات ہے کہ حجر پرستی تو شرک ہو اور ابن حجر پرستی پر ایمان ہو۔ حدیث کی تحقیق میں دوسری بحث اس کا مطلب سمجھنے کی ہے۔ صرف اس کا ثبوت کافی نہیں جب تک اس کا صحیح مطلب نہ سمجھا جائے۔ دیکھئے جن آیات قرآنی سے قادیانی اجرائے نبوت اور وفات مسیح اور اہل قرآن انکار حدیث نکالتے ہیں ان آیات کے ثبوت میں ذرہ بھر شبہ نہیں صرف اس کے مطلب میں اختلاف ہے۔ محدثین نے صرف اپنی رائے سے بعض حدیثوں کو صحیح اور بعض کو ضعیف کہا ہے' مگر دوسری دو باتوں کی تحقیق میں محدثین کی اپنی رائے کا بھی دخل نہیں۔ ان ہر دو کی تحقیق فقہاء کے ذمہ رہی......

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الفقہ ثمرۃ الحدیث فقہ حدیث ہی کا پھل ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہاء نے یوں ہی فرمایا ہے اور وہ حدیث کے معانی زیادہ جانتے ہیں (ترمذی) اور آپ ﷺ نے فرمایا: رب حامل فقہ غیر فقیہ۔ بانی فرقہ فقہاء کو شریعت ساز کہتا ہے حالانکہ وہ مطلب حدیث میں خود رائی' خود

شریعت سازی کر رہا ہے۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور' دکھانے کے اور کی مثال اس نے پوری کر دی۔ اس کا فرض تھا کہ جہاں قرآن وحدیث کا مطلب سمجھنے میں امت میں اختلاف ہو وہ براہ راست خدا اور رسول ﷺ سے اپنے بیان کردہ مطلب کو ثابت کرتا وہ تو اس کے بس کی بات نہیں مگر وہ اپنی سمجھ کو عین خدا اور رسول ﷺ کی سمجھ جانتا ہے۔ وہ ساری امت کے بارے میں کہتا ہے کہ اس سے خطا نہ صرف ہو سکتی ہے بلکہ خطا ہوئی کا قائل ہے مگر اپنے فہم کو معصوم عن الخطاء سمجھتا ہے۔ جو الٹی سیدھی بات اسے سمجھ آئی اس کو عین مراد خدا اور رسول کہتا ہے۔ اگر کوئی اس کے خود ساختہ مطلب کو تسلیم نہ کرے تو یہ نہیں کہتا کہ اس نے میری سمجھ اور میرے فہم کا انکار کیا بلکہ بلا جھجک یہ کہتا ہے کہ اس نے خدا اور رسول ﷺ کا انکار کیا اور اس کے بدعتی چیلے بھی اس کی بات کے انکار کو خدا و رسول ﷺ کا انکار کہتے ہیں۔ اسی طرح حدیث کی تحقیق میں تیسری بات رفع تعارض میں اس کا عجیب طریقہ ہے کہ ایک حدیث کا غلط ترجمہ کر کے احادیث میں حقیقی تعارض پیدا کرتا ہے۔ پھر جتنی احادیث اس کے غلط ترجمے کے خلاف ہوں ان سب احادیث کے احادیث ہونے کا انکار ہی انکار کرتا ہے۔

مثال سے وضاحت

یہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جوتا پہن کر نماز پڑھتے تھے۔ یہ حدیث متواترات میں سے ہے۔ تقریباً چھپن (۵۶) صحابہ ؓ نے اس کو روایت کیا ہے اور ایک غیر متواتر حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ بغیر جوتوں کے بھی نماز پڑھتے تھے۔ یہ حدیث اگرچہ سنداً متواتر نہیں مگر امت میں عملی تواتر اسی حدیث پر ہے اور ان حدیثوں میں کوئی حقیقی تعارض بھی نہیں، لیکن اگر پہلی حدیث کا ترجمہ یوں کریں کہ آپ ﷺ ہمیشہ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے زندگی بھر میں ایک بھی نماز جوتے اتار کر نہیں پڑھی جو شخص جوتے اتار کر نماز پڑھتا ہے وہ نبی والی نماز نہیں پڑھتا تو یہ نہ صرف نبی پاک ﷺ

پر جھوٹ ہے بلکہ ساتھ ہی دوسری حدیث کا انکار بھی ہے۔ اسی طرح آپ بعد تحریمہ رفع یدین کرتے تھے' آپ بعد تحریمہ رفع یدین نہیں کرتے تھے' دو وقت میں یہ عمل ہو تو کوئی تعارض نہیں' لیکن جب کوئی یہ جھوٹ بولے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ بعد تحریمہ رفع یدین کرتے تھے' زندگی کی ایک نماز بھی بغیر رفع یدین کے نہیں پڑھی' یہ نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ پر جھوٹ ہے بلکہ اس جھوٹ کے بعد بہت سی احادیث کا انکار کرنا پڑتا ہے جو ترک رفع یدین کی ہیں۔ ہم بانی فرقہ سے کہتے ہیں کہ تم ہمیشہ رفع یدین کرنے والا جھوٹ چھوڑ دو تو تمہیں احادیث میں نہ تعارض نظر آئے گا نہ دوسرے پہلو کی احادیث کا انکار کرنا پڑے گا مگر وہ اس پر ضد کر رہا ہے کہ میں اس جھوٹ کو نہیں چھوڑوں گا' البتہ ہر اس حدیث کو جو میرے جھوٹ کے خلاف ہوگی اس کو جھوٹا کہوں گا مگر اپنے جھوٹ پر ڈٹا رہوں گا۔

احادیث کا پوسٹ مارٹم

حدیث کے صحیح یا ضعیف ثابت کرنے کے لئے تو ضروری تھا کہ خدا یا رسول ﷺ سے ثبوت پیش کرتا مگر وہ تو اس کے بس کی بات نہیں۔ اسماء الرجال اور امتیوں کی رائے پر مبنی اصول حدیث کے استعمال میں بھی بڑی خیانتیں کرتا ہے۔ ذرا ذرا بات پر حدیث کو جھوٹا کہتا ہے کہ اس میں انقطاع ہے حالانکہ اول تو یہ جرح ہی متفق علیہ نہیں اور جو اس کو جرح مانتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ جرح متابعات وشواہد سے ختم ہو جاتی ہے مگر یہ ظالم' احادیث صحیحہ کو جھوٹی کہنے میں کسی اصول کا پابند نہیں۔ اس سے ایک ہی سوال کرتا ہوں کہ تابعین رحمھم اللہ سے تو اتنا بدظن ہے کہ ان کے مرسل' شواہد اور متابعات کے بعد بھی حجت نہیں اور بخاری (۲۵۶ھ) کی بے سند تعلیقات حجت ہیں۔ جرح وتعدیل میں تفہیم الاسلام میں زیادہ مدار دو کتابوں پر رکھا ہے' ابن حجر (۸۵۲ھ) کی تقریب اور شرف الدین غیر مقلد (۱۳۸۱ھ) کی برق اسلام'

دونوں آپ کے نزدیک غیر مسلم ہیں۔ ان پر ایسا اندھا اعتماد ہے کہ پہلا نویں صدی میں پہلی صدی کے راوی کو بلادلیل ضعیف کہہ رہا ہے' بلا سند بیان کر رہا ہے' مگر احادیث کو جھوٹا کہنے کے شوق میں آٹھ سو سال کا انقطاع نظر نہیں آتا۔ دوسرا چودھویں صدی میں پہلی صدی کے راویوں پر بے دلیل اور بے سند جرح نقل کر رہا ہے اور تیرہ سو سال کا انقطاع نظر نہیں آتا۔ خیر القرون سے دشمنی کی اس سے بدترین مثال نہیں ملتی۔ آپ کوئی آیت یا حدیث پیش تو کریں کہ آٹھ سال کا انقطاع قبول نہ کرنا اور آٹھ سو سال کا قبول کرنا..... تیرہ دن کا انقطاع قبول نہ کرنا اور تیرہ سو سال کا انقطاع قبول کرنا۔ الغرض احادیث رسول ﷺ کو جھوٹا کہنے میں اس شخص نے کھلے منکرین حدیث کو بھی نیچا دکھادیا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ

میں یہ عرض کر آیا ہوں کہ حدیث کی تحقیق میں تین باتوں کی ضرورت ہے: (۱) ثبوت حدیث کی تحقیق۔ (۲) دلالت حدیث کی تحقیق' (۳) رفع تعارض۔ یہ تینوں باتیں کتاب وسنت میں نہیں ملتیں۔ اس لئے ہم امتیوں کے محتاج ہیں۔ محدثین رحمہم اللہ نے صرف پہلی بات پر اپنی رائے زنی کی ہے۔ ہاں فقہاء و مجتہدین رحمہم اللہ نے تینوں باتوں کی مکمل تحقیق فرما کر اس کا نچوڑ قابل عمل مسئلہ کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث کے موافق جو بات کتاب وسنت میں نہ ملے اس میں اجتہاد پر فیصلہ ہو گا۔ اس لئے ان تینوں باتوں کے لئے ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں اور مسعودی فرقہ والے مسعود جیسے ان پڑھ کی۔ ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ اس بارہ میں خود بانی فرقہ کا اعتراف حق پڑھ لیجئے۔ ایک شخص نے اسے خط لکھا: "میں بفضل خدا حنفی ہوں قرآن مجید' سنت رسول ﷺ اور مسلک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اتباع کرتا ہوں اور حنفی کہلاتا ہوں۔ بفضلہ

تعالیٰ مطمئن ہوں لیکن حنفی ہونا جزو ایمان نہیں سمجھتا اور ان کی اتباع اس لئے کرتا ہوں کہ انہوں نے قرآن وحدیث کو خوب سمجھا۔ حدیثوں کو سمجھنا اور جانچنا بڑی قابلیت کا کام ہے' انہوں نے قرآن وحدیث کو خوب سمجھا اور ہم کو نہایت آسان طریقہ سے سمجھایا' جبھی تو آج ایک ہزار سال سے زائد زمانہ سے لوگ ان کی اتباع کرتے چلے آرہے ہیں۔ نہ صرف کراچی اور سجاول بلکہ ساری دنیا میں ان کی اتباع کی جاتی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔ آپ اندازہ لگائیے کہ ان ایک ہزار برسوں میں کیسے کیسے زبردست محدث قابل ترین علماء کرام' عابد' زاہد' مجتہد' امام' فقیہ گزرے ہیں جو ان کے مقلد ہوئے اور ان کا اتباع کرتے تھے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کا شمار تابعین میں تھا۔ امام صاحب کی مبارک آنکھوں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا......

غور کیجئے امام صاحب رحمہ اللہ کا رتبہ کتنا بڑا ہے۔ بڑے بڑے امام وقت آپ کے شاگرد گزرے ہیں۔ آج ان کے مقابلے میں اگر اپنی عقل کو کوئی ترجیح دے اور ان کو برا بھلا کہہ کر جہلاء میں اپنا مقام حاصل کرنا چاہے تو یہ اس کی خود غرضی اور نادانی بلکہ جہالت ہے۔ (خلاصہ تلاش حق ص ۱۵) بانی فرقہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: "میں ان تمام فضائل کو تسلیم کرتا ہوں جو آپ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق بیان کئے ہیں۔ میں کسی چیز میں اپنے کو ان کا ہم پلا تو کجا' ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں سمجھتا" (خلاصہ تلاش حق ص ۲۲) مسعودی فرقہ غور کرے کہ جو لوگ امام اعظم رحمہ اللہ کی تقلید و رہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کریں ان کو تو آپ مشرک اور غیر مسلم کہتے ہیں اور آپ کا امام جو ہمارے امام کی خاک پا کے برابر بھی نہیں اس کی تقلید کو فرض مانا جاتا ہے۔

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی
کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا سنجی

فرقہ جماعت المسلمین...
تحقیق کے آئینہ میں

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

نحمدہ' و نصلی علی رسولہ الکریم. امابعد :

برادرانِ اسلام! اسلام میں فرقہ بندی کی ابتداء اس ملک میں دور برطانیہ میں شروع ہوئی۔ عوام میں دین کے بارے میں ذہنی آوارگی اور عملی بے راہ روی پیدا کی گئی۔ اس ذہنی آوارگی کے نتیجہ میں نت نئے فرقے پیدا ہو کر فتنے پھیلا رہے ہیں۔ اُن فرقوں میں ۱۳۹۵ھ میں ایک فرقہ غیر مقلدین سے پیدا ہوا، جو مسعود احمد صاحب کو امام مفترض الطاعۃ مانتا ہے۔ کچھ لوگ اُس کے دام میں پھنس گئے، کیونکہ وہ قرآن و حدیث کے نام سے دھوکا دیتا ہے۔ اس فتنہ کی طرف حضرت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال نمبر۲ کراچی نے بارہا توجہ دلائی۔ لیکن بعض دیگر مصروفیات کی بنا پر کچھ لکھنے کی نوبت نہ آئی، مورخہ ۴ رجب ۱۴۱۲ھ کو حضرت موصوف الجامعۃ الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب دام ظلھم کی صاحبزادی کی شادی کی تقریب میں تشریف لائے اور غریب خانہ پر بھی قدم رنجہ فرمایا۔ تو اصرار فرمایا کہ اس نئے فرقہ کے بارے میں مختصر سی تحریر ضرور لکھنا چاہیے۔ چنانچہ چند گھنٹوں میں یہ مختصر سی تحریر لکھی ہے۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

فقط محمد امین صفدر غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرّحیم
نحمدہ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم۔

اما بعد۔ برادرانِ اسلام! یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برّصغیر پاک وہند میں اسلام لانے اور اسلام پھیلانے کا سہرا صرف اور صرف اہلِ سُنت والجماعت کے سر ہے۔ لاکھوں کافروں نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ وہ بھی اہلِ سنت مسلمان ہی کہلائے اور تقریباً ایک ہزار سال اس ملک میں اسلامی حکومت قائم رہی اور کتاب و سنت پر مبنی فقہ حنفی اس ملک کا قانون رہا۔

اس کے بعد انگریز حکومت یہاں قائم ہوئی۔ یہاں کے سب سُنّی مسلمان ایک مذہب حنفی کے پابند تھے۔ نہ یہاں اختلاف تھا نہ فرقہ پرستی کا نشان تھا۔ ملکہ وکٹوریہ نے مسلمانوں کے اس اتفاق واتحاد کی فضا کو ختم کرنے کے لئے آزادی مذہب (تقلید سے آزادی) کا اشتہار دیا جو وکٹوریہ کی سلور جوبلی کے موقع پر تقسیم کیا گیا۔

حکومتِ برطانیہ کی خوشنودی کے لئے کچھ لوگ پابندی مذہب حنفی سے آزاد ہو کر غیر مقلّد بن گئے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلّد لکھتے ہیں۔ فرمانروایانِ بھوپال کو ہمیشہ آزادگی مذہب (غیر مقلّدیت) میں کوشش رہی ہے جو خاص منشا گورنمنٹ اِنڈیا کا ہے.....

دولت عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں قدیماً حدیثاً ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی ہے۔ کسی جگہ مجرد تہمت وافترا پر کارروائی خلاف واقعہ نہیں فرمائی بلکہ اشتہار آزادی مذہب جاری کئے (ترجمان وہابیہ صفحہ ۳) مزید لکھتے ہیں ''اگر کوئی بدخواہ وبداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب (غیر مقلّدیت) کو ناپسند کرتا ہے اور ایک خاص مذہب (حنفی) پر جو باپ دادوں سے چلا آرہا ہے جما ہوا ہے (ایضاً صفحہ ۵) ایک اور مقام پر

آپ لکھتے ہیں ۔ ’’یہ آزادگی مذہب ہماری مذاہب جدیدہ (حنفی شافعی وغیرہ) سے عین مراد قانون انگلشیہ سے ہے۔ (ایضاً ۲۰) پھر لکھتے ہیں ’’یہ لوگ (غیر مقلد) اپنے دین میں وُہی آزادگی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے۔ خصوصاً دربار دہلی سے جو سب درباروں کا سردار ہے۔ جو رسائل ومسائل ردتقلید وتقلید مذہب میں اب تک تالیف ہوئے ہیں ۔ وہ شاہدِ عدل ہیں۔ اس بات پر کہ مدعی اس طریقہ کے قیدِ مذہب خاص سے آزاد ہیں اور جس قدر رسائل بجواب ان مسائل کے طرف سے مقلدانِ مذہب کے لکھے گئے ہیں وہ سب بہ آواز بلند پکارتے ہیں کہ ہم مذہب خاص کے مقید ومقلد ہیں۔ ہم پر پیروی فلاں وہماں فرض وواجب ہے۔ آزادگی مذہب سے کچھ واسطہ نہیں ، یہ آزادگی سرکار برٹش کو یا اُن کو جو اس حکومت میں اظہار اپنی آزادگی مذہب خاص کا کرتے ہیں مبارک رہے۔ اب تامل کرنا چاہئے کہ دشمن سرکار (انگریزی) کا وہ ہوگا جو کسی قید (مذہب حنفی) میں اسیر ہے یا آزاد وفقیر (غیر مقلد) ہے(ایضاً ۳۲)

اور حنفیوں کے بارہ میں لکھا ہے’’ یہ چاہتے ہیں کہ وہی تعصب مذہبی وتقلید شخصی اور ضد اور جہالت آبائی جو ان میں چلی آتی ہے قائم رہے اور جو آسائش رعایا ہند کو بوجہ آزادگی مذہب گورنمنٹ نے عطا کی ہے وہ اُٹھ جائے اور امن عالم باقی نہ رہے۔ سارے مسلمان ایک مذہبِ خاص کے پابند ہو کر خوب اپنا تعصب گورنمنٹ سے ظاہر کریں اور جب موقع پاویں مثل زمانہ غدر کے فساد برپا کریں۔ (ایضاً صفحہ ۵۶) بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین کو ہتھیار اُٹھانا خلافِ ایمان واسلام کے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۱۶)

خلاصہ یہ نکلا کہ انگریز سے پہلے پاک وہند کے سنی مسلمانوں میں اتفاق واتحاد تھا۔ سب مذہب حنفی کے پابند تھے۔ نہ کوئی تفرقہ تھا نہ اختلاف۔ اس لئے خطرہ تھا کہ اگر یہ لوگ اسی طرح متحد رہے تو یہ انگریز گورنمنٹ کے خلاف جہاد پر نکلتے رہیں گے اور حکومتِ برطانیہ خاک میں مِل جائے گی۔ چنانچہ مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے کے

لئے گورنمنٹ برطانیہ نے آزادگی مذہب کا اشتہار دیا جو لوگ اس اشتہار کی وجہ سے حنفی مذہب چھوڑ کر غیر مقلد بن گئے وہ سرکار برطانیہ کے فرمانبردار سمجھے گئے۔ انہوں نے بھی انگریز کے خلاف جہاد کو خلاف ایمان واسلام مان لیا۔ لیکن جن لوگوں نے اس اشتہار پر عمل نہ کیا اور مثل سابق سنی مسلمان رہے اُن کو متعصب، ضدی، سرکار برطانیہ کا دشمن کہا گیا۔ اُن کے جہاد کو غدر اور فساد کا نام دیا گیا۔ اس تقلید امام اعظمؒ کے چھوڑنے کا سبب کوئی آیت قرآنی یا حدیث نبوی نہیں تھی۔ صرف ملکہ وکٹوریہ کا اشتہار اس کی دلیل تھا۔

جب مذہب سے آزادی اختیار کر کے لوگ شتر بے مہار بن گئے پھر کیا تھا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور ہر روز نئے نئے اختلافات اور نئے نئے فرقے بننے لگے۔ مولانا عبدالاحد خانپوری فرماتے ہیں کہ ''نیچری فرقہ (جو معجزات وکرامات کے منکر ہیں) قادیانی فرقہ (جو ختم نبوت وحیات مسیح علیہ السّلام کا منکر اور مرزا قادیانی کو نبی مانتا ہے) چکڑالوی فرقہ (جو منکرین سنت ہیں ان اہلِ حدیثوں (غیر مقلدین ہی سے نکلے (ملخصاً کتاب التوحید والسنہ صفحہ۲-۱)

خود اہل حدیث کہلانے والوں میں جو الگ الگ فرقیاں بنیں امام جماعت غرباء اہل حدیث ان کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

(۱) جماعت غرباء اہل حدیث ۱۳۱۳ھ

(۲) کانفرنس اہل حدیث ۱۳۲۸ھ

(۳) امیر شریعت صوبہ بہار ۱۳۳۹ھ

(۴) فرقہ ثنائیہ ۱۹۳۸ھ

(۵) فرقہ حنفیہ عطائیہ ۳۰-۱۹۲۹ء

(۶) فرقہ شریفیہ ۱۳۴۹ھ

(۷) فرقہ غزنویہ ۱۳۵۳ھ (۸) جمعیت اہل حدیث ۱۳۷۰ھ

(۹) انتخاب مولانا محی الدین ۱۳۷۸ھ (خطبہ امارت صفحہ ۲۶)

یعنی صرف ۶۵ سال میں یہ فرقہ ۹ فرقوں میں بٹ گیا۔ ان کا عجیب انداز ہے۔ وعظ فرقہ بندی کے خلاف کرتے ہیں۔ لیکن نت نئے فرقے بناتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ ائمہ نے اختلاف ڈالا ۔ حالانکہ اس ملک میں سب حنفی تھے۔ یہاں شافعی ، مالکی ، حنبلی اختلاف کا وجود ہی نہ تھا۔ اس ملک میں غیر موجود اختلاف کی برائیاں بیان کرتے اور خود اس ملک میں نئے نئے اختلاف پیدا کرتے ، پروفیسر محمد مبارک غیر مقلد شاگرد مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیالوی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ "جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی۔ صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا (علماء احناف اور تحریکِ مجاہدین صفحہ ۴۸) ان معروضات سے بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ پاک وہند میں مسلمانوں میں افتراق وانتشار کا باعث غیر مقلدیت ہی بنی ۔ فرقہ بندی اور نت نئے اختلافات ترک تقلید کے درخت کے ہی کانٹے ہیں۔ البتہ ان ساری خامیوں کو عمل بالحدیث کے پردہ کے نیچے چھپا کر ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور کی مثال کو پورا کیا جاتا ہے۔ فرقہ در فرقہ مسعود یہ یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ملکہ وکٹوریہ کے اشتہار مذہب آزادی کی بنا پر فرقہ غیر مقلدین پیدا ہوا جس کا مشن یہ تھا۔ "انگریز سے جہاد حرام اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی، اختلاف وانتشار پھیلانا فرض۔

اس فرقہ سے ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کا نام "غرباء اہل حدیث" تھا اس کا مقصد بھی آپ پڑھ چکے ہیں ۔ اس فرقہ میں ایک شخص مسعود احمد نامی تھا، جس نے اہلِ حدیث ہوتے ہوئے کتاب "تلاشِ حق" لکھی ، جسے جماعت اہل حدیث کراچی نے شائع کیا۔ ایک رسالہ التحقیق فی جواب التقلید لکھا۔ اسے بھی جماعت غرباء اہلِ حدیث نے شائع کیا۔ مسعود احمد اگرچہ عالم نہیں ہے مگر جماعت اہلِ حدیث نے اس کی بہت عزت افزائی کی۔ مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ جماعت

غرباء اہلِ حدیث میں سلسلہ امارت تھا۔ مسعود صاحب کا دل بھی امیر بننے کے لئے انگڑائیاں لینے لگا لیکن فرقہ جماعت غرباء اہلِ حدیث میں رہتے ہوئے یہ شوق پورا ہونا محال تھا۔ اس لئے انہوں نے فرقہ اہلِ حدیث میں ایک ضمنی شاخ بنالی۔ اُس فرقی کا نام جماعت المسلمین رکھا۔ تقریباً دس سال فرقہ ضمنی شاخ کی حیثیت سے رکھا۔ اُس کے دودھ سے پل کر ۱۳۹۵ھ میں جماعت غرباء اہلِ حدیث سے بغاوت فرما کر اس فرقہ درفرقہ کو جماعت المسلمین کہنے لگا خود امیر بن گیا اور امیر کی اطاعت کے نام سے رسالہ لکھ کر ثابت کردیا کہ مسعود احمد کی اطاعت فرض ہے۔ البتہ اتنی ترقی کی کہ جماعت غرباء اہلِ حدیث کے امیر یہ کہتے تھے کہ جو میری اطاعت نہ کرے وہ اہلِ حدیث نہیں۔ انہوں نے یہ تاثر دیا کہ جو مسعود احمد کو امام نہ مانے جس کی اطاعت فرض ہے وہ سرے سے مسلم ہی نہیں۔ اسلامی اصطلاحات کے مفہوم بدلنے کی مشق تو اہلِ حدیث ہوتے ہوئے ہی انہوں نے کر لی تھی۔ ہاں بعض الفاظ کا معنی بدلنے سے رہ گیا تھا وہ حوصلہ اب پورا کرلیا۔ اُس نے سب سے پہلے اسلام اور مسلم کا معنی بدلا۔

مسلم کا معنی :

مسعود احمد صاحب نے تلاشِ حق نامی کتاب میں جو اہلِ حدیث ہوتے ہوئے لکھی۔ اگرچہ وہ اب اہلِ حدیث کو غیر مسلم کہتے ہیں مگر اس کتاب کو آپ نے کانٹ چھانٹ کر کے مشرف بہ اسلام فرمالیا۔ ختنہ وغیرہ کرنے کے بعد اس کا نام خلاصہ تلاش حق رکھا اُس میں آپ فرماتے ہیں'' غرض یہ کہ مسلمین یعنی کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے ہمیشہ رہے ہیں۔ (خلاصہ تلاش حق صفحہ ۱۴۱) اس کتاب میں ہے کہ ایک شخص نے مسعود صاحب کو لکھا'' ہم کلمہ پڑھتے ہیں، قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں۔ حج کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ خدا کی توحید پر ایمان ہے۔ رسالت پر بھی ایمان ہے۔ پھر کس جرم میں آپ ہم کو اسلام سے خارج کرتے ہیں حالانکہ تقلید

کرتے ہوئے بھی ہم ان ساری باتوں کے قائل ہیں اور ایمان کامل رکھتے ہیں اور ہم تقلید اسی لئے کرتے ہیں کہ ایمان سلامت رہے۔ کوئی شخص ہمارے ایمان پر ڈاکہ نہ ڈال سکے۔ (ایضاً صفحہ ۱۱۸-۱۱۷)

مسعود صاحب جواب میں لکھتے ہیں'' خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھنے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کے باوجود بھی آپ مسلم نہیں، اس لئے کہ آپ شرک کرنے کے مرتکب ہیں۔ کیونکہ آپ نے تقلید کو داخل فی الدین کیا ہے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ اس لئے آپ شرک کے مرتکب ہوئے (خلاصہ تلاشِ حق۔ صفحہ ۱۴۱-۱۴۲) مزید لکھتے ہیں۔ سوال مرقومہ بالا میں جو باتیں وارد ہوئی ہیں ان سب باتوں پر بریلویوں، مرزائیوں، رافضیوں، منکرین حدیث اور جملہ فرق باطلہ کا اتفاق ہے تو کیا وہ سب مسلم ہیں؟ (صفحہ ۱۴۳)

مسعود صاحب نے ان تمام مفسرین، محدثین، سلاطینِ اسلام کو مرزائیوں جیسا غیر مسلم بنادیا، جن کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں آتا ہے۔ ان میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابنِ ماجہ، امام دارقطنی، امام بیہقی، صاحبِ مشکوٰۃ، حافظ ابنِ حجر وغیرہ شامل ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسعود صاحب تک قرآن پہنچانے والے مشرک، حدیث جمع کرنے والے مشرک، اسماء الرجال لکھنے والے غیر مسلم، مسعود صاحب قرآن پاک کی صرف ایک آیت اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حدیث ایسی سند سے پیش کردے جس کے راویوں نے ائمہ کی تقلید کرنے والوں کو مشرک اور غیر مسلم کہا ہو۔ مسعود احمد نے اپنی کتابیں ان غیر مسلموں کے حوالوں سے لکھی ہیں۔ مسعود صاحب غیرت کسی چیز کا نام ہے یا نہیں؟ ہمیں کوئی یہودی بھی ایسا نہیں ملا جس نے اپنی عبادت کا طریقہ غیر یہودیوں یعنی ہندوؤں وغیرہ کے حوالوں سے لکھا ہو۔ لیکن آپ کا سارا دین ہی غیر مسلموں کے حوالوں پر مبنی ہے۔

الغرض مسعود احمد نے مسلمین کا مطلب غیر مقلدین کیا ہے اس لئے مسعود کی جماعت المسلمین کا مطلب جماعت غیر مقلدین ہے اور یہ فرقہ چونکہ مسعود احمد کی اطاعت کو فرض مانتا ہے اس لئے اس کا نام مسعودی فرقہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث میں جہاں لفظ مسلمین آیا ہے اس سے یہ فرقہ ہرگز مراد نہیں، جیسے قرآن میں لفظ ربوہ سے مرزائیوں کا شہر ہرگز مراد نہیں۔ قرآن پاک کے حزب اللہ سے مسعود احمد صاحب اپنے حریف مسعود الدین کی جماعت مراد نہیں لیتے۔ تو مسلمین سے اپنا فرقہ کیسے مراد لے کر قرآن پر جھوٹ بولتے ہیں جب کہ یہ فرقہ ابھی عمرِ بلوغ کو بھی نہیں پہنچا۔

جب مسعود صاحب قرآن میں لفظ سنت سے مراد اہلِ سنت نہیں لیتے، قرآن میں لفظ حدیث سے اہلِ حدیث مراد نہیں لیتے بلکہ انہیں کہتے ہیں کہ اہلِ حدیث مرکب اضافی ہے اور حدیث کا لفظ مفرد ہے اس سے اہلِ حدیث مرکب کا ثبوت کیسے ہوا۔ مسعود صاحب کا حافظہ بہت کمزور ہے اس لئے وہ یہاں بھول گئے کہ جماعت المسلمین مرکب ہے۔ قرآن نے مسلمین بتایا تھا۔ مسعود نے قرآن کے خلاف اپنے فرقہ کا نام جماعت المسلمین رکھ لیا۔ جماعت المسلمین بمعنی جماعت غیر مقلدین اور مسعودی فرقہ قرآن وحدیث میں کہیں بھی نہیں آیا۔ یہ لوگ رات دن قرآن وحدیث پر جھوٹ بولتے ہیں۔

جھوٹ پر جھوٹ۔ کسی بھوکے سے کسی نے پوچھا تھا دو اور دو کتنے؟ اُس نے کہا چار روٹیاں۔ اس نے روٹیاں مراد لے لی تھیں۔ اسی طرح اس فرقے کو جہاں مسلم کا لفظ نظر آئے اُس سے مسعودی فرقہ مراد لیتا ہے۔ یہ تو قرآن وحدیث پر جھوٹ ہے، اور سب اہلِ اسلام پر جھوٹ بولا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نام کو چھوڑ کر فرقہ وارانہ ناموں سے اپنے آپ کو موسوم کیا۔ (صفحہ ۳) کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ مسعود صاحب پہلے اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتے تھے اب اُنہوں نے یہ نام چھوڑ دیا ہے، کیا کسی سُنّی حنفی نے کبھی یہ کہا کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ ان کے بارہ میں یہ جھوٹ کیوں لکھا

کہ انہوں نے نام چھوڑ دیا۔ وہ ان تمام آیات اور احادیث پر ایمان رکھتے ہیں جن میں مسلمانوں کا ذکر ہے اور مسلمان کہلاتے ہیں۔

دعوة المسلمین :

مسعود احمد بانی فرقہ بخاری صفحہ ۱۳۴ کی حدیث سے بھی دھوکا دیتا ہے۔ جس میں حائضہ عورتوں کو مسلمانوں کی دعا میں شامل ہونے کا حکم ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ بخاری میں اسی صفحہ پر اس سے صرف پانچ سطر اوپر دعوۃ المومنین کا لفظ ہے اور بخاری (صفحہ ۴۶-ج ۱) پر بھی مومنین کا لفظ ہے۔ اس حدیث سے جماعت غیر مقلدین مسعودی فرقہ مراد لینا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔

تلزم جماعت المسلمین: ۔ بانی فرقہ مسعود احمد اس حدیث میں امام سے اپنا نام ہونا مراد لیتا ہے، جیسے مرزا قادیانی قرآن میں لفظ عیسیٰ سے اپنے آپ کو مراد لیتا ہے حالانکہ اس حدیث میں امام سے مراد خلیفہ ہے جیسا کہ خود حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صراحتاً آگیا ہے (دیکھو ابوداؤد صفحہ ۵۸۲ ج ۲) اور بیچارے مسعود کو خلافت تو کیا ملتی وہ ایک غیر مسلم حکومت کے ماتحت غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہے اور جماعت المسلمین سے سُنّی مسلمان مراد ہے کیونکہ مسلم صفحہ ۱۲۷ ج ۲ پر اُس جماعت کے مخالفین کے بارہ میں صراحۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لا یستنون نسبتی فرمایا ہے جب وہ غیر سنی ہیں تو یقیناً جماعت المسلمین سے مراد سنی مسلمان ہیں، مگر بانی فرقہ یہ الفاظ جن میں سنت کا ذکر ملتا ہے ہرگز نقل نہیں کرتا۔ اس حدیث سے اپنا فرقہ مراد لینا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح جھوٹ ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث میں جس فتنہ کا ذکر ہے وہ بالکل قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ ابوداؤد صفحہ ۵۸۳ ج ۲ پر صریح حدیث موجود ہے کہ گھوڑی حاملہ ہوگی مگر اس کے بچہ جننے سے پہلے قیامت آجائے گی۔ کیا واقعی یہ وہ زمانہ ہے۔ مسعود صاحب

!قرآن نے تو یہود کی یہ عادت بتائی ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ وہ باتوں کو اپنے موقع سے ہٹا کر بے موقع استعمال کرتے ہیں۔آپ نے قرآنی آیات اور احادیث کو بے موقع استعمال کر کے یہود کی یاد تازہ کر دی ہے۔

اگر آپ کو یہی شوق ہے کہ آپ کے اس نوزائیدہ فرقے کا ذکر کسی حدیث میں مل جائے تو اُس کے لئے مناسب ترین حدیث ہے یوشک اَن یاتی علی النّاس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه. یعنی ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں میں صرف اسلام کا نام باقی رہ جائے گا۔ (جیسا کہ مسعودی فرقہ کا عنوان جماعت المسلمین ہے۔مگر اسلام، انقیاد کا نشان تک مفقود ہے) اُن کے پاس قرآن کے صرف الفاظ ہوں گے اس سے استنباط احکام کی اہلیت سے بالکل کورے ہوں گے، اُن کی مساجد اگرچہ آباد ہوں گی مگر وہ ہدایت کا سرچشمہ نہیں ہوں گی، ان کے علماء زمین کے رہنے والوں میں سب سے شریر ہوں گے۔ (کیونکہ باقی شریر دنیا میں شرارتیں کرتے ہیں اور مسجد سے باہر شرارتیں کرتے ہیں مگر اُن کی شرارتوں کے اڈے ان کی مساجد ہوں گی ،اور وہ دین میں شرارتیں اور فتنے پھیلائیں گے، وہ اُن فتنوں کے بانی بھی ہوں گے اور اُن فتنوں کے سر پرست بھی ہوں گے، (شعب الایمان بیہقی بحوالہ مرعاۃ صفحہ ۳۲۱ ج۱) دیکھئے یہ بات مشاہدہ میں آچکی ہے کہ آپ کی مسجد سے ان پڑھ نوجوان نکل کر ہر دفتر ہر بازار ہر دکان پر اور ہر بس میں فتنہ پھیلاتے ہیں اور مسلمانوں کو کافر مشرک کہتے ہیں۔ ساتھ ساتھ اپنی جہالت کا بھی پورا پورا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم عالم نہیں ہیں۔ پھر ساتھ یہ بھی جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث پر بھی عمل کرتے ہیں جب ہم ان کے سامنے قرآن وحدیث رکھتے ہیں کہ اس سے صرف ایک رکعت کی مکمل ترتیب اور مسائل دکھا دو تو صمٌّ بکمٌ عميٌ فهم لا يرجعون کا مجسم مصداق آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

لطیفہ: ایک دن اِس فرقہ کا ایک آدمی آیا اُس کے ہاتھ میں بانی فرقہ کی کتاب تلاشِ حق تھی۔ اُس کا دعویٰ تھا کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں۔ میں نے پوچھا مسعود احمد کی اطاعت وتقلید کو فرض مانتے ہو اور داخل فی الدین سمجھتے ہو یا نہیں۔ اُس نے کہا ہم مسعود احمد کی پیروی معروف میں بحکم قرآن وحدیث فرض سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا ائمہ اربعہ کے مقلدین بھی ائمہ کی تقلید معروف میں کرتے ہیں تم اس کو شرک وکفر کہتے ہو، مسعود احمد کی تقلید کو فرض مانتے ہو۔ جس کے پاس معروف ہے ہی نہیں منکرات ہیں، اس پر وہ بہت تلملایا۔ میں نے کہا یہ کتاب خلاصہ تلاش حق ۱۹۸ صفحات کی کتاب ہے تم یہ بتاتے ہو کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں، ان ۱۹۸ صفحات میں قرآن پاک کی کتنی آیات ہیں احادیث صحیحہ کتنی ہیں؟ اور جھوٹ اور خیانتیں کتنی ہیں؟ میں نے کہا اس میں قرآن پاک کی ایک آیت بھی نہیں جو موافق موقع لکھی گئی ہو کہ مجتہد کی تقلید مسائل اجتہاد یہ میں شرک وکفر ہے۔ ایک بھی حدیث اس مضمون کی نہیں ہے۔ ہاں جھوٹ اور خیانتیں بہت ہیں۔

(۱) بانی فرقہ لکھتا ہے کہ صاحب درمختار نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف نسبت کر کے شرائط امامت میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔

اُسے امام بنایا جائے جس کا سر سب سے بڑا اور ذکر (آلہ تناسل) سب سے چھوٹا ہو (خلاصہ تلاشِ حق ۲۴) بانی فرقہ نے ایک ہی سانس میں صاحب درمختار پر تین جھوٹ بول دیئے کہ انہوں نے قال ابوحنیفہؒ سے قول بیان کیا ہے۔ اس کو شرط نماز کہا ہے، وہاں ذکر (آلہ تناسل) کا لفظ ہے۔

(۲) بانی فرقہ لکھتا ہے کہ حضرت وائل دوسری مرتبہ شوال ۱۰ ھ میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے (البدایہ والنہایہ) دوسری مرتبہ آمد پر بھی ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رفع یدین کرتے تھے (صحیح مسلم ص ۲۴۷) بانی فرقہ نے جو

بات البدایہ والنھایہ کی طرف منسوب کی ہے وہ بھی جھوٹ ہے اور جو صحیح مسلم کی طرف منسوب کی ہے وہ بھی جھوٹ ہے۔ صحیح مسلم میں نہ دوبارہ آنے کا ذکر ہے۔ نہ صحابہ کی رفع یدین کا۔

(۳) بانی فرقہ لکھتا ہے حضرت عمرؓ کے بیٹے پوتے سب رفع یدین کرتے تھے بلکہ بیٹے تو رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارا کرتے تھے (مسند احمد) تلاشِ حق ص۱۸۵، یہ دونوں باتیں کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے پوتے سب رفع یدین کیا کرتے تھے بلکہ بیٹے تو نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے ہرگز ہرگز امام احمد کی مسند میں نہیں ہیں ،آپ پہلے حضرت عمرؓ کے بیٹوں اور پوتوں کی فہرست بحوالہ کتب بتائیں۔ پھر سب کا رفع یدین کرنا مسند احمد سے سندوں سے دکھائیں اور کنکریاں مارنا بھی رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرنے والوں کو بیٹوں کا عمل دکھائیں۔

(۴) حضرت عمرؓ نے رکوع جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کر کے نماز پڑھنے کا طریقہ مسجد نبوی میں برسرِ عام سکھایا خلاصہ تلاشِ حق ص ۸۰-۱۸۶ پھر صلوٰۃ المسلمین ------ منہاج المسلمین ---- تفسیر قرآن عزیز---- پر بانی فرقہ نے اُس کی سند کو متصل اور صحیح قرار دیا ہے۔ جو بالکل جھوٹ ہے، بانی فرقہ میں صداقت کا ایک ذرہ بھی موجود ہے تو اس کی سند کا اتصال اور اس سند کی صحت دلائل سے ثابت کر دے۔

(۵) بانی فرقہ نے نصب الرایہ (صفحہ: ۴۱۶۔ج۔۱) کی عبارت نقل کرنے میں بھی شرمناک خیانت سے کام لیا ہے میں نے کہا آپ ان جھوٹوں کی اشاعت اس نام سے کررہے ہیں کہ یہ قرآن وحدیث کی دعوت ہے۔

مسعودی فرقہ اور قرآن:

بانی فرقہ اور اُس کے مقلدین قرآن کا نام لے کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔ یہ

اُمت جن کے ذریعہ قرآن پاک وہند میں آیا، اہلِ سنت والجماعت حنفی تھے ہم ان کو مسلمان کہتے ہیں تو گویا ہمیں یہ قرآن مسلمانوں کے ذریعہ سے ملا۔ بانی فرقہ اُن کو مشرک اور کافر قرار دیتا ہے، تو اُن کو یہ قرآن مشرکوں اور کافروں کے ذریعہ ملا۔ وہ ان مشرکین اور کفار پر اعتماد کیسے کرسکتے ہیں وہ کوئی ایسا قرآن لائیں جو غیر مقلدین کی سند متواتر سے ان کو ملا ہو۔ یہ بھی مشاہدہ ہے کو اس فرقہ کے اکثر لوگ قرآن پاک کی ناظرہ تلاوت بھی صحیح نہیں کرسکتے۔ بانی فرقہ کا موجودہ قرآن کے بارے میں اعتقاد یہ ہے وہ لکھتا ہے کہ ’’قرآن ہر لحاظ سے ایک مکمل کتاب ہے، یہ ایک خوش نما جملہ تو ضرور ہے مگر حقیقت کچھ بھی نہیں۔ نہ نماز کا طریقہ اس میں ہے نہ کسی اور عمل کا اور پھر وہ ہر لحاظ سے مکمل ہے یہ عجیب بات ہے‘‘ (’’تفہیم الاسلام ص ۲۲۶‘‘)

’’قرآن کا اسلام تو بڑا آسان ہے دعا مانگ لو صلوٰۃ ادا ہو گئی، پاکیزگی اختیار کرلو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ صلوٰۃ میں ریح خارج ہو جائے وضو سلامت رہے، ناچ ورنگ کی محفلیں قائم کرو کوئی ممانعت نہیں، فنون لطیفہ سے دلچسپی لو کوئی حرج نہیں، تاش اور شطرنج سے لطف اُٹھاؤ کوئی مضائقہ نہیں، قحبہ خانہ کھولو کوئی ممانعت نہیں‘‘ (ایضاً ص ۲۳۲) ’’قرآن پاک میں عریانیت کا درس ہے‘‘ (ص ۲۴۶-۲۴۷) ’’قرآن میں بھی ایسی آیات پائی جاتی ہیں۔ جن سے بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلت کو بڑا دھکا لگتا ہے‘‘ (ص ۱۴۷-۲۴۸) ’’کیا ان آیات سے دشمنانِ اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع نہیں مِلتا‘‘؟ (ص ۲۴۸) ’’قرآن کی قطعیت پر تو قرآن کی آیات سے بھی چوٹ پڑتی ہے۔ ستیارتھ پرکاش وغیرہ کتابیں ملاحظہ ہوں‘‘ (ص ۲۵۵) ’’وہ مسلم رہ کر بھی قرآن کا انکار کرسکتے ہیں۔۔۔۔ مسلمانوں کا ایک جمِ غفیر تحریف پر ایمان رکھتا ہے‘‘ (تفہیم الاسلام ص ۲۶۹) معلوم ہوا کہ مسعودی فرقہ کے امام مفترض الطاعۃ کے نزدیک قرآن نہ مکمل ہے نہ قطعی ہے۔ قرآن دشمنانِ اسلام پر ہنسنے کا موقع دیتا ہے۔ قرآن رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلت کو بڑا دھکا لگاتا ہے۔ قرآن عریانیت کا درس دیتا ہے،

ناچ، رنگ، تاش، شطرنج اور چکلے کھولنے سے منع نہیں کرتا، قرآن کی تحریف کا قائل بھی مسلم ہے، قرآن کا انکار کر کے بھی انسان مسلم ہی رہتا ہے، غیر مسلم تو صرف ائمہ کی تقلید سے ہوتا ہے۔

مسعودی فرقہ اور حدیث:

حدیث کی جس قدر مستند کتابیں آج دنیا میں ملتی ہیں ان کے مؤلفین یا تو مجتہدین ہیں جن کو بانی فرقہ شریعت ساز قرار دیتا ہے اور شریعت سازی شرک وکفر ہے، ان پر قرآنی آیات احبار و رُھبان والی فِٹ کرتا ہے، یا کتبِ حدیث کے مؤلفین مقلدین ہیں جن کا ذکر طبقاتِ حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے جن کو بانی فرقہ مشرک اور غیر مسلم کہتا ہے۔ اس لئے ان کتابوں سے تو اُن کا کوئی تعلق ہی نہیں، وہ کوئی ایسی حدیث کی کتاب پیش کریں جس میں حدیث مجتہدین کو شریعت ساز اور ان کے مقلدین کو مشرک اور غیر مسلم کہا ہو اور ہماری کتب حدیث کا مطالعہ بھی اُس نے بہت سطحی نظر سے کیا ہے وہ خود لکھتا ہے ''سطحی نظر سے حدیث کا مطالعہ غلط فہمی اور گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ورنہ حقیقت بیں اس کے رموز پالیتی ہیں، سطحی نظر سے تو قرآن کا مطالعہ بھی گمراہ کن ہوسکتا ہے (تفہیم الاسلام ص ۱۳۵) خود بانی فرقہ کی گمراہی کی بنیاد قرآن وحدیث کا یہی سطحی مطالعہ ہے۔

کتب احادیث کا مطالعہ کرنے والا اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ کتب حدیث میں دو قسم کی احادیث ہیں:

(۱) جو ایک ہی بات سے متعلق ہو، اُن کے معارض کوئی دلیل شرعی نہ ہو، ان پر اُمت کے عمل میں بھی اختلاف نہ ہو، ایسی احادیث پر سب ائمہ نے عمل کیا ان کی مثال سورج کی روشنی کی سی ہے جو ساری دنیا میں گھر گھر پھیلی ہوئی ہے۔

(۲) دوسری قسم وہ احادیث ہیں جن میں آپس میں اختلاف وتعارض پایا جاتا

ہے۔ ان میں صحابہ کا عمل بھی مختلف ہے، ایسی احادیث کو بعض علاقوں میں عملی تواتر نصیب ہوا بعض دوسرے علاقوں میں اُن کے بظاہر مخالف دوسری احادیث کو عملی تواتر نصیب ہوا۔ ان احادیث کی مثال چاند کے ثبوت کی طرح ہے ایک علاقے میں عید کا چاند نظر آ گیا سارا ملک عید پڑھ رہا ہے۔ دوسرے ملک میں چاند نظر نہیں آیا سب نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ دونوں ملک مسلمان ہیں، مؤطا امام مالک میں کتنی ایسی احادیث ہیں جو سنداً صحیح ہیں لیکن اہلِ مدینہ کا تعامل اُس پر نہ ہونے کی وجہ سے امام مالک نے بھی اُن پر عمل نہیں کیا۔ اسی طرح امام اعظم امام ابوحنیفہؒ بھی ایسی روایات میں اُن روایات پر ہی عمل کرتے ہیں جن پر اہلِ کوفہ کا تعامل ہو۔ اُس کے مخالف احادیث اس علاقہ میں تو تواتر عملی کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ کہلاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کذاب اور دجال ہوں گے وہ ایسی احادیث تمہارے پاس لائیں گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سُنی ہوں گی۔ (یعنی ان پر اُس علاقہ میں عمل نہ ہوگا۔ عملی تواتر اُن کے خلاف ہوگا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن سے بچنا، ایسا نہ ہو کہ تم کو فتنہ اور گمراہی میں مبتلا کر دیں (صحیح مسلم ص ۱۰ ج۔۱) بانی فرقہ مسعود احمد نے بالکل یہی کام کیا جس کو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اور گمراہی قرار دیا تھا کہ جن احادیث کے موافق اس ملک میں صدیوں سے عملی تواتر موجود تھا۔ اُن کو جھوٹا اور ضعیف کہہ کر نا قابلِ عمل قرار دیا اور جو احادیث اس ملک کے صدیوں کے عملی تواتر کے خلاف تھیں اور عملاً شاذ تھیں اُن کو پیش کر کے فتنہ اور گمراہی پھیلائی۔

اجماع اُمت:

آپ نے بانی فرقہ کا عقیدہ اسلام کے بارے میں معلوم کر لیا کہ اُس کے نزدیک مسلم کا مطلب غیر مقلد ہے۔ قرآن پاک کے بارے میں بھی اُس کے عقائد آپ کے سامنے آگئے احادیث کے بارے میں بھی اس کا سارا زور متعارضات پر ہے

اور متعارضات میں سے اُن احادیث پر عمل اور اُن کی دعوت جو اس ملک میں تواتر عملی کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہیں کاش وہ من شذ شذ فی النار کی وعید سے ڈر جاتا۔

تمام اہلِ سنت اجماعِ اُمت کو دلیل شرعی مانتے آئے ہیں اجماع اُمت کا مخالف بنصِ کتاب وسنت دوزخی ہے۔ بانی فرقہ اجماع اُمت کو دلیل شرعی نہیں سمجھتا۔ اس لئے اس نے اجماع کی تعریف ایسی بیان کی کہ اس کا تحقق ہی نہ ہو سکے، چنانچہ لکھتا ہے اجماع اُمت سے مراد یہ ہے کہ صحابہ سے لے کر قیامت تک سب مسلم اُس پر اتفاق کر لیں (خلاصہ تلاشِ حق ص ۱۱۷) اجماع کی تعریف نہ قرآن میں، نہ سنت میں، نہ اصول میں، مسعود صاحب نے اسی لیے اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا، گویا یہ تعریف اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ کی مصداق ہے۔ لیکن بعض جگہ بانی فرقہ کو خود اجماع کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ اسی کتاب کے ص ۳۲ سے ص ۳۶ تک اس بات پر زور دیا ہے کہ بخاری و مسلم کے صحیح ہونے پر اُمت کا اتفاق و اجماع ہے۔ کیا مسعود صاحب بتا سکتے ہیں کہ یہ اجماع کس مقام پر کس سنہ میں ہوا تھا جہاں تمام صحابہ سے لے کر قیامت تک کے مسلم جمع تھے۔ مسعود جی یہ تو ابن صلاح کا قول ہے جو نہ خدا نہ نبی نہ صحابی نہ تابعی نہ تبع تابعی نہ مجتہد بلکہ امام شافعی کا مقلد جو آپ کے نزدیک سرے سے مسلم ہی نہیں۔

اجتہاد وقیاس:

تمام اہلِ سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ "القیاس مظہر لا مثبت" کہ قیاس کتاب وسنت کے پوشیدہ مسائل کو تلاش کرنے کا نام ہے، از خود مسائل گھڑنے اور شریعت سازی کا نام قیاس واجتہاد نہیں ہے، اہلِ سنت کا اتفاق ہے مجتہد شارع یعنی شریعت ساز نہیں ہوتا بلکہ شارح یعنی کتاب وسنت کی تشریحات کا ماہر ہوتا ہے وہ اجتہادی مسائل میں واسطہ فی البیان اور واسطہ فی التفہیم ہوتا ہے۔ اہلِ سنت والجماعت

کے نزدیک ایسے مسائل اجتہادیہ میں جو کتاب وسنت میں ہی پوشیدہ ہیں۔ مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور عامی پر تقلید واجب ہے، بانی فرقہ مسعود احمد جس نے اسلام اور اجماع کا معنی بگاڑا۔ اسی طرح اجتہاد اور تقلید کا معنی بھی بگاڑا۔ اہلِ سنت کے ہاں اجتہاد کا مطلب ہے کتاب وسنت کے پوشیدہ مسائل کی تلاش اور اس نے اجتہاد کا معنی یوں بگاڑا کہ قرآن وسنت کے خلاف مسائل گھڑنا اور کتاب وسنت کے خلاف شریعت سازی کرنا۔ یہ مطلب محض جھوٹ اور افتراء ہے، کسی مجتہد سے بانی فرقہ اجتہاد کا یہ مطلب ثابت نہیں کرسکتا، اور تقلید کا مطلب سب اہلِ سنت والجماعت کے ہاں یہی ہے کہ ائمہ مجتہدین نے جو مسائل کتاب وسنت ہی سے تلاش کئے ہیں اُس مجتہد کی رہنمائی میں کتاب وسنت سے ہی ظاہر شدہ احکام پر عمل کرنا۔ مگر بانی فرقہ نے تقلید مجتہد کا یہ غلط مطلب گھڑا کہ کتاب وسنت کے خلاف مجتہدین کے از خود گھڑے ہوئے مسائل پر عمل کرنا، اسی جھوٹ کی بناء پر اُس نے فتنہ کھڑا کر دیا ہے حالانکہ مجتہد کی تقلید کا یہ مطلب بانی فرقہ کا خانہ ساز ہے۔ مقلدین پر بہتان اور افتراء ہے، مقلدین کی کسی مستند کتاب سے بانی فرقہ تقلید مجتہد کی یہ تعریف ہرگز نہیں دکھا سکتا۔

جادُو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے:

بانی فرقہ اگرچہ مجتہدین کو شریعت ساز کہتا ہے مگر ایک جگہ اُس کے قلم سے حق بات نکل ہی گئی، لکھتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ چاروں اماموں نے جس اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کیا اور قرآن وحدیث کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے قول کو دلیل نہیں بنایا نہ اُس کو حجت سمجھا۔ لہٰذا اُن کا یہ طریقہ بے شک سنت تھا اور وہ چاروں برحق تھے۔ رحمھم اللہ (خلاصہ تلاشِ حق ص ۸۸) ایسے ہی موقع پر کسی نے کہا ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعان کا

ہے۔ محدثین نے جتنے باب باندھے اسی قبر کے لئے باندھے۔ فقہاء نے قبر کے جتنے مسائل بیان کئے وہ اسی قبر کے بیان کئے۔ مگر عثمانی نہ قرآن کو مانے نہ احادیث متواترہ کو، نہ محدثین اور فقہاء کے اجماع کو۔ وہ کہتا ہے کہ قبر جسم مثالی کو کہتے ہیں (عذاب برزخ ص۹،۲)۔ آپ قرآن پاک کی ایک آیت پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جسم مثالی کو قبر فرمایا ہو۔ صرف ایک صحیح حدیث پڑھیں کہ آنحضرت ﷺ نے جسم مثالی کو قبر فرمایا ہو۔ اب تو فرقہ پرست دائیں بائیں جھانک رہا تھا۔ میں نے کہا تم بھی منکر قرآن ہو اور عثمانی بھی منکر قرآن تھا۔ میں نے کہا میں نے خود عثمانی سے یہ کہا تھا کہ میں تیرے لٹریچر سے ثابت کرتا ہوں کہ تو کتاب وسنت کا منکر ہے۔ اس موضوع پر مجھ سے مناظرہ کرلو۔ مگر عثمانی کا یہ حال تھا کہ:

زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

رسولوں کا انکار:

میں نے ان چاروں سے کہا کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سب سچے رسولوں پر ایمان لانا شرط ایمان ہے۔ قرآن وسنت اس پر شاہد ہیں اور عثمانی کہتا ہے کہ صرف ایک رسول (محمد ﷺ) پر ایمان رکھنا چاہئے۔ باقی رسولوں پر ایمان نہیں رکھنا چاہئے۔ لوگ اور وہ چاروں بھی کہنے لگے کہ یہ بات تو جاہل سے جاہل مسلمان بھی نہیں کہہ سکتا۔ یہ بالکل جھوٹ ہے عثمانی، نے کہیں یہ نہیں لکھا نہ کبھی کہا۔ میں نے کہا عثمانی نے تو اپنے فرقے کی بنیاد اسی لئے رکھی۔ وہ کہتا ہے کہ باقی لوگ آمنوا باللہ ورسولہ کی بجائے آمنوا باللہ ورسلہ کی تلقین کرتے ہیں لیکن ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے (دعوۃ الی اللہ ص۱۵،۱۶)

سب کہنے لگے کہ یہ تو صاف قرآن کا انکار ہے۔ وہ فرقہ پرست کہنے لگا کہ تم لوگ ایسی حدیثیں مانتے ہو جن کے راوی کذاب ہیں۔ عثمانی نے ہمیں جھوٹوں اور کذابوں سے بچالیا۔ میں نے کہا کہ تم جو قرآن پڑھتے ہو وہ قاری حفص کی روایت

اب سوال یہ ہے کہ جو امام برحق ہیں۔ انہوں نے مسائل قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرمائے۔ ان کا یہ طریقہ سنت ہے تو اُن مسائل کی پیروی عین کتاب وسنت کی پیروی ہے، اس تقلید کو کفر شرک کیسے کہا جاتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃُ اللہ علیہ:

ائمہ اربعہ کو بانی فرقہ نے برحق مان لیا اب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پڑھیے، ایک شخص نے اُسے خط لکھا ''میں بفضل خدا حنفی ہوں قرآن مجید ۔سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلک صحابہ کرام کے بعد امام ابوحنیفہ کی اتباع کرتا اور حنفی کہلاتا ہوں، اور بفضلہٖ تعالیٰ مطمئن ہوں لیکن حنفی ہونا جزوایمان نہیں سمجھتا اور ان کی اتباع اس لئے کرتا ہوں کہ انہوں نے قرآن وحدیث کو خوب سمجھا، حدیثوں کو سمجھنا اور جانچنا بڑی قابلیت کا کام ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث کو خوب سمجھا اور ہم کو نہایت آسان طریقہ سے سمجھایا۔ جب ہی تو آج ایک ہزار سال سے زائد زمانہ سے لوگ ان کی اتباع کرتے چلے آتے ہیں نہ صرف کراچی اور سجاول بلکہ ساری دنیا میں ان کی اتباع کی جاتی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے، آپ اندازہ لگائیے کہ اُن ایک ہزار سے زائد برسوں میں کیسے کیسے زبردست محدّث قابل ترین علماء کرام، عابد، زاہد، مجتہد، امام فقیہ گزرے ہیں جو ان کے معتقد ہوئے اور ان کی اتباع کرتے تھے امام صاحب کا رتبہ کتنا بڑا ہے بڑے بڑے امام وقت آپ کے شاگرد گزرے ہیں، آج اُن کے مقابلے میں اگر کوئی اپنی عقل کو ترجیح دے اور اُن کو بُرا بھلا کہہ کر جہلاء میں اپنا مقام حاصل کرنا چاہے تو یہ اُس کی خود غرضی اور نادانی بلکہ جہالت ہے۔

(خلاصہ تلاشِ حق ص ۱۵)

بانئ فرقہ مسعود احمد صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ''میں اُن تمام فضائل کو تسلیم کرتا ہوں جو آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بیان کیے ہیں، میں کسی بھی

چیز میں اپنے کو ان کا ہم پلہ تو کجا ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں سمجھتا (خلاصہ تلاشِ حق ص ۲۲) مسعودی فرقہ غور کرے کہ جو لوگ امام اعظم کی تقلید و رہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کریں اُن کو آپ لوگ مشرک اور غیر مسلم قرار دیتے ہیں اور آپ کا امام جو بہ اقرار خود ہمارے امام کی خاکِ پا کے برابر نہیں اُس کی تقلید کو فرض مانا جاتا ہے۔

تلك اذاً قسمة ضيزیٰ.

فرقہ بندی:

گزشتہ سطور میں واضح کر چکا ہوں کہ دورِ برطانیہ میں ملکہ وکٹوریہ کے اشتہار آزادگی مذہب پر لبیک کہتے ہوئے جو لوگ قید مذہب یعنی تقلید امام سے آزاد ہو گئے اُن میں فرقے ہی فرقے بنتے چلے گئے کہ لوگ ان فرقوں سے تنگ آ گئے، اس فرقہ بندی کا ایک ہی علاج تھا کہ یہ لوگ ذہنی آوارگی چھوڑ کر پھر تقلید امام کی طرف آجاتے تو اس فرقہ درفرقہ اور اختلاف دراختلاف سے بچ جاتے۔ اہلِ اسلام کی صفوں میں پھر اتحاد و اتفاق پیدا ہو جاتا، مگر یہ علاج حکومتِ برطانیہ کے لئے سخت خطرہ تھا، ان فرقہ پرستوں کا طریقہ یہ رہا کہ فرقہ پرستی کی برائی بیان کرتے، فرقہ بندی کے اپنے گناہ کو ائمہ اربعہ کے سر تھوپتے۔ ان کو دل کھول کر برا بھلا کہتے کہ لوگ کہیں اُن کی تقلید کی طرف واپس نہ چلے جائیں اور ہمارے فرقے مِٹ نہ جائیں، ائمہ اربعہ پر فرقہ پرستی کا بہتان باندھ کر خود ایک اور فرقہ بنا لیتے۔ یہی کچھ اس فرقہ کے بانی نے کیا فرقہ پرستی کی برائی بیان کرتے کرتے خود ایک نیا فرقہ بنا لیا اور گالیاں بدستور مذاہب اربعہ کو دے رہے ہیں۔ ہم پہلے اپنے بارے میں عرض کرتے ہیں اسلام ہمارا دین ہے ہم مسلمان ہیں جس نام کی وجہ سے ہم دوسرے دینوں سے ممتاز ہیں، نام نہاد نہ ہم ہندو ہیں نہ عیسائی نہ یہودی۔ پھر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے موافق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت مختلف فرقوں میں بٹ گئی ان میں نجات پانے والی جماعت کا نام اہلِ

سنت والجماعت ہے اس نام سے باقی نام نہاد اسلامی فرقوں شیعہ، معتزلہ، جہمیہ، قدریہ وغیرہ سے ممتاز، پھر اہلِ سنت والجماعت میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کی پاک جماعت کے طریقوں کو چار ائمہ کرام نے مرتب اور مدون فرمایا، جس طرح قرآن پاک کو سات قاریوں نے مرتب فرمایا۔ اب کسی علاقے میں کسی قاری کی متواتر قرأۃ کے مطابق سب لوگ تلاوت کر رہے ہیں۔ کسی علاقے میں دوسرے قاری کی قرأۃ پر تلاوت کرر ہے ہیں۔ جس طرح ان سات قرأتوں کو کوئی بے وقوف سات قرآن نہیں کہتا۔ سات ٹکڑے نہیں کہتا، جس نے ایک قرأۃ پر قرآن کریم کی تلاوت کی اس کو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملا اسی طرح جس نے ایک امام کی تقلید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا اُسے پوری سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملا۔ جس طرح قرآن پاک کی مختلف سات یا دس قرأتوں کو فرقہ وارانہ قرأتیں کہنا پرلے درجہ کی جہالت ہے، اسی طرح مذاہب اربعہ کو فرقے قرار دینا ان کے اختلاف کو فرقہ وارانہ قرار دینا یہ جہالت کی انتہا ہے، مذہب کا معنی راستہ ہوتا ہے جو منزل سے ملانے کے لئے بنایا جاتا ہے اور فرقہ کا معنی خود بانی فرقہ نے کٹنے والا کیا ہے۔ مذہب ملانے والا، فرقہ کاٹنے والا دو متضاد باتیں ہیں مذہب کو فرقہ کہنا دن کو رات، آسمان کو زمین، گرم کو سرد کہنے سے بڑھ کر حماقت ہے۔ جس طرح قاریوں کا اختلافِ قرأۃ صحابہ سے آیا۔ کتب احادیث میں بعض اختلافی احادیث صحابہؓ سے مروی ہیں، کتب احادیث میں صحابہؓ کے مختلف اجتہادی فتاویٰ درج ہیں تو کیا یہ عقلمند یہاں بھی فرقہ وارانہ صحابہ، فرقہ وارانہ احادیث، فرقہ وارانہ قرآن کہہ کر یہ اعلان کرے گا کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ واریت کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ سب فرقہ وارانہ صحابہ کو چھوڑ دو سب فرقہ وارانہ احادیث کو چھوڑ دو۔ سب فرقہ وارانہ قرآنوں اور فرقہ وارانہ رسولوں کو چھوڑ دو۔ چونکہ مسعود صاحب نے خود اکابر سے کٹ کر فرقہ بنایا اپنے آپ کو امام مفترض الطاعۃ بنایا، اُس کا رات دن، نیند اور بیداری فرقہ واریت میں ڈوبی ہوئی ہے، اس لئے وہ

جس کو گالیاں دینا چاہتا ہے اُس کے ساتھ لفظ فرقہ وارانہ اپنی طرف سے لگا کر اُس کو کوسنا شروع کر دیتا ہے۔ جب گالیاں دے کر تھک جاتا ہے تو اُن ہی فرقہ وارانہ کتب حدیث سے متروک العمل احادیث چُن کر اپنے فرقے کو اُس پر لگاتا ہے، انہیں فرقہ وارانہ مذاہب کے علماء کو احبار و رُھبان مان کر اُن کے فیصلے نقل کرتا ہے کہ فلاں حدیث صحیح ہے فلاں ضعیف ہے۔ انہیں فرقہ وارانہ مذاہب کے اسماء الرجال اور علم اصول سے سرقہ کرتا ہے۔ زبان سے ان کو مشرک بھی کہتا ہے، ان کی جوتیاں بھی چاٹتا ہے۔ اُن کی قے تک چاٹ جاتا ہے۔ مذاہب کو فرقہ وارانہ کہنا اس بدعتی فرقہ کی جہالت ہے۔

اختلاف اُمت:

بانی فرقہ چونکہ خود سراپا اختلاف ہے۔ اس لئے اختلاف اختلاف کے نعرے لگاتا ہے، لیکن جیسا کہ گزر چکا ہے اختلاف احادیث میں بھی ہے، اختلاف قرأت میں بھی ہے، اختلاف صحابہ میں بھی ہے، اختلاف اصول حدیث میں بھی ہے، اختلاف اسماء الرجال میں بھی ہے، اختلاف محدثین میں بھی ہے، ان سب اختلافات کو وہ برداشت کرتا ہے، مگر مجتہدین کے اختلاف کو خوب اُچھالتا ہے۔ اختلاف کی بُرائی میں جو آیت یا حدیث مل جائے اُسے صرف ائمہ اربعہ کے اختلاف پر چسپاں کرتا ہے حالانکہ وہ خود بھی مانتا ہے کہ اختلاف دو قسم کا ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے ''اختلاف ایک فطری امر ہے ہو جایا کرتا ہے (تفسیر قرآن عزیز ص ۷۵ جلد اول) یقیناً ائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی فطری ہے خود بانی فرقہ جدید لکھتے ہیں۔ اجتہادی اختلاف اعمال میں تو ہو سکتا ہے اور اس کو گوارہ کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔ ائمہ کا اختلاف اجتہادی تھا اور صرف اعمال میں تھا (خلاصہ تلاشِ حق ص ٦٦) اور آپ پڑھ چکے ہیں کہ بانی فرقہ چاروں ائمہ کو برحق مانتا ہے (خلاصہ تلاشِ حق ص ۸۸) پھر اُن کے اختلاف کا شور کس لئے کرتا ہے۔

ہاں اختلاف کی دوسری قسم کو بانی فرقہ نے لعنت لکھا ہے (تفسیر قرآن عزیز

۵۲۷ جلد اول) اب دونوں کو مثال سے سمجھیں ایک شخص کراچی شہر میں ہے جو سینکڑوں مساجد کے محراب کو دیکھ رہا ہے اور ہزاروں نمازیوں کو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے کہ سب مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ شخص سب کے خلاف شمال کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے اور سب نمازیوں کی نماز کو باطل کہتا ہے، جب پوچھو تو بخاری شریف کھول کر بیٹھ جاتا ہے کہ اس میں صحیح حدیث موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا رفع حاجت کے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پُشت کرو، بلکہ رفع حاجت کے وقت یا مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف ، بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہوگیا کہ قبلہ نہ مشرق کی طرف ہوسکتا ہے نہ مغرب کی طرف، جس طرح میں نے بخاری شریف سے ثابت کر دیا کہ قبلہ ہرگز ہرگز مغرب کی طرف نہیں ہوسکتا تمہاری ساری نمازیں باطل ہیں اگر کوئی شخص بخاری کی صریح حدیث سے مجھے دکھا دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ قبلہ شمال کی طرف نہیں ہوسکتا تو میں شمال کا صریح لفظ دیکھ کر مبلغ پچاس لاکھ روپے انعام دوں گا۔ کیا مسعود صاحب اس آدمی سے یہ انعام لے سکیں گے اگرچہ وہ شخص یہ اختلاف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بخاری شریف کے نام سے کر رہا ہے مگر اُس کے اس بین اختلاف کو اُمت میں تفرقہ قرار دیا جائے گا۔ قرآن وحدیث میں جہاں بھی تفرقہ کی مذمت ہے وہ وہی تفرقہ واختلاف ہے جو بینہ (پوری وضاحت) کے بعد کیا جائے۔ ہاں فطری اختلاف کی مثال یہ ہے کہ سندھ کے جنگل میں رات ہوگئی۔ آسمان پر بادل ہیں کوئی ستارہ نظر نہیں آتا قبلہ کا علم نہ کوئی بتلانے والا ہے، اب چار لوگوں نے تحری سوچ بچار کیا، ایک کا دل اس طرح مائل ہوا کہ قبلہ اس طرف ہے حالانکہ وہ مشرق ہے، دوسرے کا دل مائل ہوا کہ اس طرف ہے حالانکہ وہ شمال ہے تیسرے کا دل جنوب کی طرف مائل ہوا چوتھے کا مغرب کی طرف سب نے نمازِ عشاء پڑھ لی۔ اب دیکھئے ان چاروں میں یقیناً صرف ایک منہ قبلہ کی طرف تین چہرے یقیناً یقیناً قبلہ سے مڑے

ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کی نماز قبول فرمالی۔ ہاں اتنا فرق ہوا جس نے نماز مغرب کی طرف پڑھی اُس کی نماز قبول اور اجر دو ملے باقی تینوں کی نماز قبول مگر اجر ایک ایک ملا۔ ایسے اختلاف کو اجتہادی اختلاف کہتے ہیں یہ ایک فطری اختلاف ہے، کیا مسعود صاحب ان چاروں نمازیوں پر تفرق واختلاف کی مذمت والی آیات واحادیث فِٹ کر کے ان کو کافر مشرک قرار دیں گے۔ مسعود صاحب کا اجتہادی اختلاف پر ان آیات کو چسپاں کرنا یہودیوں کی طرح یحر فون الکلم عن مواضعہ پر عمل ہے۔ الغرض مسعود صاحب نے اپنے مفترض الطاعۃ امام بننے کے بعد اسلام کے معنی بدلے، اجتہاد کے معنی بدلے، تقلید کے معنی بدلے، مذہب کے معنی بدلے، فرقہ وارانہ کا لفظ بے موقع استعمال کیا، اختلاف فطری کو اختلاف لعنت قرار دیا۔

مسعود صاحب کی عادت:

مسعود صاحب لوگوں کے سامنے یہ دعوت لے کر کھڑے ہوئے کہ میں ہر مسئلہ قرآن وحدیث سے دکھا سکتا ہوں مگر اس میں وہ بُری طرح ناکام ہوئے تو اپنی اس ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے پھر وہ فقہ کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں، کبھی تو وہ فقہ کی کتابوں سے ایسے مسائل پیش کرتے ہیں جو نہ مفتیٰ بہ ہیں نہ معمول بہ، مسعود صاحب مذہب حنفی ان مسائل کا نام ہے جن پر احناف کا فتویٰ اور متواتر عمل ہے، شاذ اور متروک اقوال مذہب حنفی ہرگز نہیں، جس طرح قرآن وہی ہے جو اُمت میں تواتر کے ساتھ ہر جگہ پڑھا جارہا ہے نہ کہ کسی کتاب میں مذکور شاذ ومتروک قرأتوں کو قرآن کہا جائے ایسا شیعہ، عیسائی اور ہندو تو کرتے تھے، آپ نے بھی مفتیٰ بہ اور معمول بہ مسائل کو چھوڑ کر غیر مفتیٰ بہ، اور شاذ مسائل پر اعتراض شروع کر دیا اس کا جواب ہماری طرف سے وہی ہے جو آپ نے منکرین حدیث برق صاحب کو دیا ''ضعیف حدیث کے ہم جواب دہ نہیں، ضعیف حدیث پر اعتراض کرنا بھی فضول ہے (تفہیم الاسلام ۲۵۰) ہم

بھی کہتے ہیں شاذ غیر مفتی بہ اور متروک العمل اقوال مذہب اقوال مذہبی حنفی نہیں، ان اقوال پر اعتراض بھی فضول ہے اور ہم ان کے جواب دہ بھی نہیں ہیں۔

اور بعض اوقات مسعود صاحب منکرین حدیث کی تقلید پر اُتر آتے ہیں، جیسے وہ کہا کرتے ہیں کہ احادیث میں بہت سے گندے مسائل ہیں بہت سی حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں، یہی کچھ مسعود صاحب نے فقہ کے بارے میں کہا کہ میرے خیال میں اس کا جواب بھی وہی بہتر ہے جو مسعود صاحب نے منکرین حدیث کو دیا ہے۔ لکھتے ہیں "اگر سب (محدثین) نے مل کر کسی حدیث کو قرآن مجید کے خلاف نہیں سمجھا اور ہم ان کو قرآن مجید کے خلاف سمجھیں تو کیا یہ ہماری سمجھ کا قصور ہے یا اُن سب اگلے پچھلے محدثین کی سمجھ کا قصور ہے (تفہیم الاسلام ص ۲۶۰) مسعود صاحب ہزاروں محدثین اور فقہا امام صاحب کے مقلد گزرے ہیں جیسا کہ آپ کو بھی اعتراف ہے، اگر ان سب نے ان مسائل کو خلاف حدیث نہیں کہا، تو اصل بات یہی ہے نہ آپ کو حدیث کی سمجھ آئی نہ فقہ کے مسئلہ کی سمجھ آئی، کیونکہ اصل کتابیں تو آپ کو پڑھنی نہیں آتیں۔ یہ سارا آپ کی سمجھ کا ہی قصور ہے۔

آخری بات!

بانیٔ فرقہ نے اپنے بارے میں اپنے فرقہ کو یہ باور کرا رکھا ہے کہ وہ بہت بڑا محقق ہے اور وہ اپنی کتاب میں سب صحیح احادیث نقل کرتا ہے، اس لئے بیچارے سادہ لوح لوگ اس کی باتوں میں پھنس جاتے ہیں، اس مختصر رسالہ میں صرف چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ بانیٔ فرقہ نے ۱۳۹۵ھ میں یہ فرقہ بنایا اور ۱۳۹۸ھ میں نماز کی کتاب بنام "صلوٰۃ المسلمین" شائع کی، اس میں لکھا "اس کتاب میں کوئی ضعیف حدیث نہیں لی گئی، اگر کوئی صاحب اس کتاب کی کسی حدیث کے ضعیف ہونے کی نشاندہی فرمائیں گے تو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں اُسے اس کتاب میں درج نہیں کیا جائے گا (ص ۲۴)

اس کتاب میں سب سے زیادہ زور مسئلہ رفع یدین پر لگایا ہے۔ چنانچہ ضمیمہ (۱) صفحہ ۳۱۰ پر اس پر پہلی حدیث ابوبکر صدیقؓ سے لایا ہے اس کی سند کا پہلا راوی امام بیہقی مقلد امام شافعی (تذکرۃ الحفاظ، طبقات الشافعیہ) اُن کا مستقل رسالہ حیات الانبیاء پر ہے۔ یہ دونوں باتیں مسعود کے نزدیک شرک ہیں۔

(۲) دوسرا راوی ابوعبداللہ الحافظ یہ شیعہ ہے اور فرقہ میں ہونا مسعود کے ہاں شرک ہے۔ (۳) الصفار کا سماع السلمی سے ثابت نہیں اور منقطع روایت بانی فرقہ کے نزدیک باطل اور ناقابلِ اعتبار ہے (تفہیم الاسلام ۹۳ صفحہ ۱۰۹۔ صفحہ ۱۱۳) (۴) یہی ابوالنعمان محمد بن الفضل عارم ضعیف ہے (تہذیب التہذیب صفحہ ۴۰۴ ج ۹) ایسی روایت کو بانیٔ فرقہ کذب و بہتان کہتا ہے (تفہیم صفحہ ۱۳۸)

دوسری روایت حضرت عمرؓ سے نقل کی ہے (۵) جو اس کو متصل السند کہا ہے جو بالکل غلط ہے۔ متصل سند پیش کرے ورنہ یہ باطل اور ناقابلِ اعتبار ہے۔ (۶) اس کے دو راوی حیوۃ اور سلیمان غیر معروف ہیں۔ خود بانی فرقہ ایسی روایت کو جھوٹ اور افتراء کہتا ہے (تفہیم صفحہ ۱۳۶) (۷) صفحہ ۳۱۲ پر حضرت علیؓ کی روایت لکھی ہے۔ جس میں عبدالرحمن بن ابی الزناد ضعیف اور منفرد ہے۔ اور اذا قام من السجدتین کا ترجمہ جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے کیا ہے۔ جو غلط ہے۔ (۸) عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے مرفوع موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ (۹) مالک بن الحویرث کی حدیث کا مدار ابو قلابہ ناصبی پر ہے۔ جو بانی فرقہ کے نزدیک فرقہ پرست اور مشرک ہے۔ (۱۰) حضرت وائل کی سند کا راوی محمد بن حجادہ شیعہ یعنی فرقہ پرست اور مشرک ہے (۱۱) حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کا مدار ابن جریج پر ہے جس نے مکہ مکرمہ میں رہ کر ۹۰ عورتوں کے ساتھ متعہ کیا اور دوسرا راوی یحییٰ بن ایوب غافقی ضعیف ہے۔ (۱۲) حضرت جابر کی روایت میں ابوحذیفہ ضعیف ہے (۱۳) انسؓ کی روایت کی سند حمید مدلس کی روایت کو بانی فرقہ مشکوک کہتا ہے۔ (تفہیم صفحہ ۱۱۴۔) (۱۴) تمام صحابہ رفع یدین کرتے تھے، نہ

حسن بصری تمام صحابہ کو ملے نہ اس کی سند صحیح کہ قتادہ مدلس ہے اور جزء رفع یدین کا راوی محمود بن اسحاق الخزاعی کا ترجمہ وتوثیق ثابت نہیں (۱۵) صفحہ ۴۵۳ پر حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زیاد بن حارثؓ ۱۱ صحابہ کا نام لکھا ہے کہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رکوع جاتے، رکوع سے سر اُٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔ اگر مسعود صاحب ان گیارہ صحابہ سے صحیح سندیں دکھادیں تو ہم فی سند ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ اور اُس کے فرقہ والوں سے بھی عرض ہے کہ جو شخص ایک سانس میں گیارہ صحابہ پر جھوٹ بولتا ہے آپ اُس امام کی اطاعت فرض جانتے ہیں۔ (۱۶) صفحہ ۴۵۲-۴۵۳ پر صحابہ کی ایک مجلس کا ذکر کیا ہے کہ ۱۷ صحابہ اُس مجلس میں تھے۔ وہ کسی صحیح سند سے حدیث میں سترہ کا لفظ نہیں دکھا سکتا۔ جس روایت کا حوالہ دیا ہے اس میں سترہ کی بجائے عشرہ کا لفظ ہے اور روایت بھی ضعیف ہے اس کی سند میں عبدالحمید بن جعفر ہے (۱۷) اس کا راوی محمد بن عمرو بن عطاء ۴۰ھ میں پیدا ہوا۔ وہ دس پندرہ سال کی عمر میں ہی یہ روایت کرسکتا ہے جبکہ اُن ۱۷ میں سے حضرت زیدؓ ۴۸ھ، حضرت ابومسعودؓ ۳۸ھ، حضرت سلمانؓ ۳۴ھ، حضرت عمارؓ ۳۸ھ، حضرت ابو قتادہؓ صحیح قول پر ۳۸ھ، حضرت محمد بن مسلمہؓ ۴۳ھ، حضرت ابواسیدؓ ۳۰ھ، حضرت حسنؓ ۴۹ھ میں انتقال فرما چکے تھے۔ تو رفع یدین کے ثبوت کے لئے یہ پرانی قبریں اُکھاڑ کر ایک مردہ کانفرنس کیسے قائم کی گئی۔ بانیٔ فرقہ حدیث اور تاریخ دونوں سے لاعلم ہے۔ (۱۸) صفحہ ۴۵۵ پر حضرت وائلؓ کی حدیث جو ابوداؤد سے نقل کی ہے اُس کے ساتھ صراحت تھی کہ تمام صحابہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بانی فرقہ نے یہاں بہت بڑی خیانت کی ہے (۱۹) حمید بن ہلال کی روایت کی سند میں ابی بلال راوی ضعیف ہے اور اُس میں نہ رکوع کی رفع یدین کا ذکر ہے۔ نہ تیسری رکعت کے شروع کا

ہے (۲۰) سعید بن جبیر کے اثر میں الحسین بن عیسیٰ ضعیف اور عبدالمالک بن سلیمان بھی ضعیف ہے۔ ایک ہی مسئلہ میں بیس جھوٹ ہیں۔ پھر کسی ایک حدیث میں بھی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اکابر صحابہ میں سے ایک صحابی بھی ہمیشہ یہ اختلافی رفع یدین کرتے رہے (۲۱) مسئلہ قرأۃ خلف الامام میں سکتات میں قرأۃ کی حدیث ص ۳۳۸ پر حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کی ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے سند میں امام بیہقی مقلد امام شافعی، ابوعبداللہ رافضی، محمد بن عبداللہ الشمر ی، عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز کی توثیق ثابت نہیں ابوالصلت الھر وی، رافضی خبیث۔ ابو معاویہ مرجئ خبیث عمرو بن محمد اور شعیب بن محمد مدلس، بانی فرقہ کے علم وانصاف کا یہ حال ہے کہ ایک ہی سند میں دو رافضی، دو مزید فرقہ پرست دو مجہول اور مدلس ہیں مگر سند صحیح ہے ناطقہ سربگر بیان ہے کہ اسے کیا کہیے (۲۲) صفحہ ۳۴۴ پر پھر عبداللہ بن عمرو کی حدیث نقل کی ہے اور سند کو حسن کہا ہے جب کہ سند میں بیہقی مقلد امام شافعی عبدالحمید بن جعفر منکر حدیث دونوں فرقہ پرست مشرک ابوبکر حنفی غیر معروف ہے (۲۳) آمین بالجہر کے ثبوت میں صفحہ ۳۷۴ پر اُم الحصن سے جو حدیث نقل کی ہے اس کی سند میں ہارون الدعور رافضی، اسماعیل بن مسلم ضعیف، ابی اسحاق مدلس اور ابن ام الحصن مجہول اور بانی فرقہ اس حدیث سے استدلال فرما رہے ہیں اور اس کے فرقہ کے لوگ رات دن یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مسعود صاحب جیسا محقق کوئی نہیں اس کی اطاعت فرض ہے ،حالانکہ وہ بیچارہ علوم دینیہ میں بالکل کورا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے فتنے سے اپنے محبوب کی اُمت کو بچائے۔ آمین یا اللہ العالمین

کراچی کا عثمانی فرقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آجکل عجیب مادر پدر آزادی کا دور آگیا ہے۔ دین کے نام پر دین بیزاری کی منظم سازشوں کے جال پھیلائے جارہے ہیں۔ ایک مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اس مجلس میں ایک صاحب جن کی نہ صورت شرعی، نہ سیرت، علماء اسلام پر برس رہے تھے کہ یہ مولوی فرقے بناتے ہیں، فرقہ پرست ہیں، دین فروش ہیں اور یہود کے احبار ورہبان کی طرح حرام خور ہیں، امامت اور دین کے کاموں کی تنخواہ لیتے ہیں جو بالکل حرام ہے۔ جو امام تنخواہ لے، اس کی اقتداء میں نماز بالکل نہیں ہوتی۔ یہ سب مولوی مشرک ہیں، دین سے خود دور ہیں، دوسروں کو دین سے دور کرتے ہیں۔ خدا کے نبی فرماتے تھے میری اجرت اللہ کے ذمے ہے۔ یہ تنخواہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری آیت کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو۔ یہ نماز میں چند آیات پڑھ کر تنخواہ کی صورت میں ان آیات کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ کچھ لوگ اسکی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اور کچھ خاموش تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہود کے احبار ورہبان جن کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ کیا کیا گناہ کرتے تھے؟ وہ جھٹ بولا "وہ اپنی مرضی سے حلال حرام کے فتوے لگاتے تھے۔ غلط فتوے لکھ کر کہہ دیتے تھے ھذا من عند اللہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے" جو دین کا کام کر کے تنخواہ لیتا ہے وہ دین فروش ہے، یہودی ہے، فرقہ پرست ہے۔ میں نے پوچھا آپ نے جو فتویٰ دیا ہے کہ امام کے لئے تنخواہ لینا حرام ہے ایسے امام کے پیچھے نماز

نہیں ہوتی، وہ دین فروش یہودی ہے یہ واقعۂ قرآن ،حدیث یا فقہ میں ہے یا آپ نے یہودی احبار ور ہبان کی طرح خود ہی گھڑ لیا ہے؟ یہ تو واضح ہے کہ احبار ور ہبان کے ایجنٹ تو آپ ہیں اور الزام علمائے کرام پر لگا رہے ہیں۔ وہ آیت یا حدیث پیش کرو کہ تنخواہ دار امام کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی۔ وہ کہنے لگا: کیا انبیاء علیہم السلام نے نہیں فرمایا کہ ہمارا اجر اللہ پر ہے۔ میں نے کہا اگر کوئی ڈاکٹر کہہ دے کہ میں دوا کے پیسے نہیں لیتا اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ جو دوا کے پیسے لے وہ حرام لے رہا ہے؟ آپ یہ دکھائیں کہ کسی نبی نے یہ فرمایا ہو کہ جو امام تنخواہ لے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں؟ کہنے لگا یہ صاف طور پر تو کسی آیت یا حدیث میں نہیں البتہ یہ ہے کہ میری آیات کو نہ بیچو۔ میں نے پوچھا یہ آیت آپ نے کہاں سے پڑھی ہے؟ کہنے لگا قرآن پاک میں ہے۔ میں نے پوچھا وہ قرآن پاک آپکو کہاں سے ملا؟ اس نے کہا: میں نے دکان سے خریدا تھا۔ میں نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آیات کے بیچنے سے منع فرمایا تھا مگر ملک میں پورا قرآن پاک بیچا اور خیریدا جا رہا ہے کیا یہ اس آیت کے خلاف نہیں؟ اور اس خریدے ہوئے قرآن پاک پر تلاوت کیسے جائز ہے؟ کیا وہ تمام ادارے جو قرآن پاک کی نشر و اشاعت کر رہے ہیں اور قرآن پاک فروخت کرتے ہیں وہ سب دین فروش اور یہود کے احبار و رہبان ہیں؟ اور آپ ان سے خرید کر پڑھتے ہیں۔ اب وہ صاحب خاموش! میں نے پوچھا آپ کا شغل؟ فرمانے لگے میں ایک کالج میں اسلامیات کا پروفیسر ہوں۔ میں نے کہا آپ اسلامیات پڑھا کر تنخواہ تو نہیں لیتے؟ چہک کر بولا کیوں نہیں، تنخواہ تو لیتا ہوں۔ میں نے کہا پھر تو آپ خود ہی دین فروش نکلے۔ آپ کے فتویٰ کے مطابق تو آپ بھی احبار ور ہبان ہیں اور دنیا بھر میں اسلامیات کے پروفیسر دین فروش ہیں۔ میں نے پوچھا جناب کی تنخواہ کتنی ہے؟ کہنے لگا صرف اٹھارہ ہزار روپے۔ میں نے کہا جو امام بیچارہ صرف ایک ہزار روپے تنخواہ لیتا ہے اس کو آپ دین فروش اور بڑا حرام خور کہتے ہیں تو اٹھارہ ہزار تنخواہ لینے والا تو یقیناً بڑا دین فروش اور حرام خور ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ ہر

اسلامی حکومت میں اسلامی تحقیقاتی ادارے ہیں، جن میں دینی تحقیقات پر کام ہوتا ہے۔ اور کام کرنے والے ہزاروں روپے تنخواہ حکومت سے وصول کرتے ہیں۔ کیا یہ سب حکومتیں اور ادارے دین فروش ہیں اور یہودی مشن کے پرزے ہیں؟ کہنے لگا: نہیں وہ دین فروش تو نہیں البتہ وقت کی پابندی کی تنخواہ لیتے ہیں۔ میں نے کہا تو ائمہ مساجد اور معلمین کے بارے میں بھی یہی مان لیں۔ کہنے لگا: نہیں وہ تو نماز کی مزدوری لیتے ہیں۔ میں نے کہا: جب امام مسجد کسی دوسری جگہ کام کے لئے جاتا ہے تو وہاں وہ نماز پڑھتا ہے یا نہیں؟ کہنے لگا: یقیناً پڑھتا ہے۔ میں نے کہا: کیا وہ نماز کے بعد کھڑا ہو کر لوگوں سے مزدوری مانگتا ہے کہ میں نے نماز پڑھی ہے، مجھے ایک سو روپے مزدوری دے دو۔ کہنے لگا: نہیں میں نے کہا: صاف معلوم ہو گیا ہے کہ وہ نماز کی تنخواہ نہیں لیتا وقت کی پابندی کی تنخواہ لیتا ہے۔

فرقہ پرستی:

کہنے لگا: یہ مولوی فرقہ پرست ہیں اور فرقہ پرستی شرک ہے۔ کوئی حنفی ہے، کوئی شافعی، کوئی مالکی ہے، کوئی حنبلی، میں نے کہا: آپ تو پروفیسر ہیں، آپ کو تو اتنا بھی علم نہیں کہ یہ چاروں مذہب ہیں نہ کہ فرقے۔ فرقے نظریات کے اختلاف سے بنا کرتے ہیں اور ان مذاہب میں عقائد و نظریات میں اتفاق ہے۔ صرف عملی راستے میں اجتہادی اختلاف ہے۔ یہ چار راستے ہیں اور چاروں راستوں کی منزل ایک ہی ہے، منزل محمدی ﷺ۔ حدیث پاک میں نبی اقدس ﷺ نے فرقوں کا ذکر فرمایا کہ جو نبی پاک ﷺ کی سنت اور اجماع سے کٹنے والے ہیں وہ فرقے ہیں۔ جو نبی پاک ﷺ کی منزل سے ملانے والے ہیں وہ مذاہب ہیں۔ آپ پروفیسر ہو کر اتنی بڑی غلطی کر رہے ہیں کہ مذہب جو منزل سے ملانے والا ہے اور فرقہ جو منزل سے کاٹنے والا ہے اس میں فرق نہیں جانتے۔ میں نے کہا کہ آپ نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کی باتیں یاد کی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی باتیں نہیں۔ جھٹ بولا میرا تعلق عثمانی صاحب سے ہی ہے۔

میں نے کہا پھر تو تو خود بھی فرقہ پرست ہے اور پکا مشرک ہے۔اس نے امت میں سے دین سے ناواقف چند لوگوں کو ساتھ ملا کر ایک فرقہ بنا لیا۔ اب اسکا فرقہ بھی آگے چار پانچ فرقیوں میں بٹ چکا ہے۔ کہنے لگا: چلو فرقہ ہی سہی مگر اس نے اپنے فرقے کا نام تو قرآن پاک سے دیکھ کر رکھا ہے (حزب اللہ) ۔ میں نے کہا: یہ تو ایسا ہی ہے جیسے مرزائیوں نے شہر بسایا اور اس کا نام قرآن سے دیکھ کر ''ربوہ'' رکھ لیا۔ حالانکہ نہ اس ربوے کا قرآن سے کوئی تعلق ہے نہ اس ''حزب اللہ'' کا قرآن سے واسطہ ہے۔

توحید:

وہ کہنے لگا کہ سب نبیوں کی تعلیمات کا پہلا سبق توحید تھا۔عثمانی نے ساری عمر توحید پر کام کیا۔ کسی سڑک پر نظر پڑی تو اس کا نام توحید روڈ رکھ دیا۔کوئی محلہ دیکھا تو نام توحید نگر رکھ دیا، کوئی مسجد بنائی تو اس کا نام توحید مسجد رکھ دیا۔ میں نے کہا کیا یہی توحید کا کام ہے؟ اگر یہی کام ہے تو یہ کام کسی نبی نے نہیں کیا۔ کسی نبی نے نہ کسی سڑک کا نام توحید روڈ رکھا، نہ کسی محلہ کا نام توحید نگر رکھا اور نہ ہی کسی مسجد کا نام توحید مسجد رکھا۔ ہاں آپ عثمانی کے لٹریچر سے توحید، شرک، اسلام ، کفر اور بدعت کی جامع مانع تعریف دکھا دیں تو ہم ان پانچ تعریفوں کے دکھانے پر آپ کو پانچ ہزار روپے انعام دیں گے۔ تعریف جامع مانع ہو اور مستند اور باحوالہ ہو۔اب جتنے پڑھے لکھے لوگ تھے وہ اس کے سر ہو گئے کہ یہ تعریفات دکھاؤ؟ مگر وہ کہاں سے دکھاتا۔ بہت پریشان ہوا۔ میں نے خود عثمانی سے یہ پانچوں تعریفیں پوچھی تھیں وہ بھی نہ کر سکا تھا۔آخر تو کس باغ کی مولی ہے۔

دین داری:

کہنے لگا میں تو عثمانی صاحب کی دین داری سے بہت متاثر ہوا ہوں، میں نے کبھی اس کی زبان سے جھوٹ سنا نہ اس کی زبان سے کبھی کسی کی برائی سنی۔اس کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔اور حوالے اتنے صحیح دیتا کہ فوٹو سٹیٹ لگا دیتا میں نے کہا:

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

میں نے کہا کہ میں نے بھی اس کے لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ میں آپ سے ان باتوں میں اتفاق نہیں کرسکتا۔ عثمانی لکھتا ہے:

(۱)............ اس (حدیث) میں محمد بن محمد بن النعمان بن شبل کا تفرد ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے (میزان الاعتدال ص ۱۲۹/ج ۳، ص ۲۶/ج ۴) (مزار میلے ص ۳۵) مگر افسوس کہ یہ بات میزان الاعتدال میں بالکل نہیں۔ لوگ پکار اٹھے کہ یہ جھوٹ ہوا۔

(۲)............ مزار میلے صفحہ ۳۷ پر ہے: "اس میں محمد بن موسیٰ البصری کو کذاب اور وضاع (دروغ گو اور روایتیں اپنی طرف سے بنانے والا) کہا گیا ہے۔

(۳)............ ابن عدی کہتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ حدیث بناتا تھا۔

(۴)............ ابن حبان کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے روایتیں بناتا تھا۔

(۵)............ اور اس نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں گھڑی ہیں (میزان الاعتدال ص ۱۴۱/ج ۳، ص ۵۰/ج ۴) یہ پانچوں باتیں میزان الاعتدال میں نہیں ہیں۔ لوگ حیران تھے کہ ایک ہی سانس میں پانچ جھوٹ، توبہ توبہ خدا بچائے۔

(۶۔۱۱)............ مزار میلے ص ۳۶ پر ہے: اس روایت میں محمد بن مروان کا تفرد ہے اور:

۱............ محمد بن مروان متروک الحدیث ہے۔

۲............ جریر کا کہنا ہے کہ محمد بن مروان کذاب ہے۔

۳............ عقیلی کا قول ہے کہ ابن نمیر کہتے ہیں کہ محمد بن مروان الکلبی کذاب ہے۔

۴............ امام نسائی اس کو متروک الحدیث کہتے ہیں۔

۵............ صالح کہتے ہیں کہ وہ روایتیں گھڑا کرتا تھا۔

۶............ ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو موضوع روایات بیان

کرتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۳رص ۱۳۲، ج ۴رص ۳۲) یہ چھ کی چھ باتیں میزان الاعتدال میں نہیں ہیں۔ لوگ پریشان تھے کہ جھوٹ میں اتنی ترقی۔ اب تو پروفیسر صاحب بت بنے بیٹھے تھے۔ نہ ہاں نہ ہوں۔

زبان کی شستگی:

میں نے کہا کہ کہنے کو تو عثمانی نے لکھا ہے کہ شریعت کی بنیاد جس طرح تین چیزوں پر ہے قرآن، حدیث اور اجماع۔ اس کے بعد کہیں قیاس کا نمبر آتا ہے (ایمان خالص ص ۳۲ رج ۱) یعنی وہ اجماع کو شریعت کی بنیاد مانتا ہے۔ اب دیکھئے جن بزرگوں کے کامل اولیاء اللہ ہونے پر امت کا اجماع ہے ان کے بارے میں وہ کیسی زبان استعمال کرتا ہے: حضرت ابراہیم بن ادہم ۱۶۲ھ، حضرت رابعہ بصری ۱۸۵ھ، تیسری صدی ہجری کے حضرت معروف کرخی ۲۰۶ھ، حضرت ذوالنون مصری ۲۴۵ھ، حضرت سری سقطی بغدادی ۲۵۹ھ، حضرت بایزید بسطامی ۲۶۱ھ، حضرت ابوعبداللہ ترمذی ۲۸۵ھ، چوتھی صدی کے حضرت ابوبکر شبلی ۳۳۴ھ، پانچویں صدی کے حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش لاہوری ۴۶۵ھ، حضرت ابواسماعیل بروی ۴۸۱ھ، چھٹی صدی ہجری کے امام غزالی ۵۰۵ھ، حضرت عبدالقادر جیلانی ۵۶۱ھ، حضرت احمد رفاعی ۵۷۸ھ، ساتویں صدی کے خواجہ معین الدین اجمیری چشتی ۶۳۳ھ، خواجہ بختیار کاکی ۶۳۴ھ، خواجہ فرید الدین گنج شکر ۶۷۰ھ، مولانا جلال الدین رومی ۶۷۲ھ، آٹھویں صدی کے خواجہ نظام الدین اولیاء ۷۲۵ھ، امیر حسن بن علاء سنجری دہلوی المعروف بخواجہ حسن دہلوی ۷۳۶ھ، نویں صدی کے شاہ مدار ۸۵۰ھ، شاہ مینا لکھنوی ۸۷۰ھ، خواجہ باقی باللہ ۱۰۱۲ھ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ، حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ، شاہ عبدالرحیم ۱۱۳۱ھ، شاہ ابوالرضا محمد ۱۱۰۰ھ، شاہ ولی اللہ ۱۱۷۶ھ، شاہ عبدالعزیز ۱۲۳۹ھ، شاہ اسماعیل شہید ۱۲۴۶ھ، سید احمد شہید ۱۲۴۶ھ (وغیرھم) یہ سارے حضرات جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے دین اتحاد کے علم بردار تھے۔ (جس کا بانی عبداللہ بن سبا یمنی یہودی تھا۔ (ایمان خالص

ص ۸۴) آج جو دین اسلام کے نام سے دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہی حضرات کا ایجاد کردہ ہے۔ قرآن و حدیث کے دین سے بالکل الگ، یکسر ممتاز، دین بندگی کی بجائے دین خدائی۔ (ایمان خالص اول ص ۸۵) دیکھئے ان سب حضرات کے بارے میں صاف لکھ دیا ہے کہ ان لوگوں نے اسلام کے نام سے جو دین پیش کیا وہ قرآن و حدیث کا دین نہیں تھا۔ اللہ، رسول کا دین نہیں تھا بلکہ یمنی یہودی عبد اللہ بن سبا کا ایجاد کردہ دین تھا۔ یہ حضرات اپنے آپ کو خدا کے بندے نہیں سمجھتے تھے بلکہ معاذ اللہ نمرود اور فرعون کی طرح اپنے آپ کو خدا کہلاتے تھے اور لوگ ان کو خدا مانتے تھے۔ اس پر لوگ بہت مشتعل ہو گئے کہ ان بزرگوں نے اس ظالم کا کیا بگاڑا تھا کہ ان کو یہودی اور فرعون جیسا کہہ رہا ہے۔ اگر ہم اسے یہودی اور فرعون کہیں تو تم برداشت کرتے ہو۔ میں نے بتایا کہ عثمانی کے مرنے سے صرف پندرہ دن پہلے اس بات پر مشتعل ہو کر چند باغیرت نوجوانوں نے بلال گنج لاہور میں اس کی ٹھکائی کی تھی۔ وہ پنجاب کا دورہ کینسل کر کے واپس کراچی گیا اور ٹھیک پندرھویں دن اپنا حساب کتاب دینے کے لئے بلا لیا گیا۔ کیا یہ زبان درازی نہیں؟ افسوس کہ آپ اس کی زبان کی پاکیزگی کے قصیدے پڑھ رہے ہیں۔ اب وہ صاحب تو ایسے تھے کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ مگر اس کے دو ساتھی اور آ دھمکے۔ ایک وکیل صاحب تھے اور ایک ڈاکٹر صاحب، ان کے پیچھے ایک صاحب آئے جو داڑھی والے تھے اور بقول ان کے وہ ان کے فرقہ پرست، دین فروش مولوی صاحب تھے۔

عثمانی اور قرآن:

وہ فرقہ پرست کہنے لگا عثمانی نے قرآن کی تعلیمات کو عام کیا۔ میں نے کہا میں نے تو خود عثمانی کو کہا تھا کہ تو قرآن کو نہیں مانتا۔ وہ اس پر بہت بگڑا، میں نے قرآن پاک کی آیات پیش کیں جن میں قبر کا ذکر تھا لا تقم علی قبرہ آپ اس منافق کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔ آپ ﷺ یقیناً اسی گڑھے پر کھڑے ہونا چاہتے تھے میں نے کہا قرآنی آیات اور احادیث متواترہ میں اسی گڑھے کو قبر کہا گیا ہے جس میں میت کو رکھا جاتا

وسوسہ نمبر۱۹

جو لوگ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے موافق تمام فرقوں سے علیحدہ نہیں ہوئے کیا وہ رسول اللہ ﷺ کے نافرمان نہیں ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں جانے سے) انکار کردیا۔

الجواب

اہل سنت والجماعت پہلے دن سے ہی سب فرقوں سے الگ اور نبی ﷺ کی سنت اور صحابہؓ کی جماعت سے وابستہ ہیں۔ بخاری' مسلم' ابوداؤد کی حدیث اہل سنت کے نزدیک موجودہ زمانہ سے متعلق ہی نہیں بالکل قرب قیامت سے متعلق ہے' البتہ مسعود احمد کے نزدیک اس زمانہ سے متعلق ہے' لیکن اس نے حدیث کی نافرمانی کرکے اپنے اور اپنے فرقہ پر جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام کرلی کیونکہ اسے فرقوں سے الگ ہو کر درختوں کی جڑیں چبانے کا حکم تھا نہ کہ از خود نئی جعلی جماعۃ المسلمین بنانے کا' ہاں توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہے' اگر وہ اپنے بدعتی فرقے کو توڑ کر اور سب بدعتی فرقوں سے الگ ہو کر ناجی جماعت المسلمین اہل سنت والجماعت میں شامل ہو جائے تو ممکن ہے اس کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں۔

کردیا ہے۔ ان سب کا انکار کسی دلیل شرعی پر مبنی نہیں محض نفس پرستی پر مبنی ہے۔ چنانچہ اس نے اللہ اور رسول ﷺ کی اتباع کا ذکر قرآن کے حوالے سے کیا ہے اور بس۔

اللہ کی اتباع

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء قلیلاً ما تذکرون (اعراف:۳) چلو اسی پر جو اترا تم پر تمہارے رب کی طرف سے اور نہ چلو اس کے سوا رفیقوں کے پیچھے، تم بہت کم دھیان کرتے ہو۔

رسول کی اتباع

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم۔ واللّٰہ غفور رحیم (آل عمران:۱۳) تو کہہ! اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ سے تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اجماع کی اتباع

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا (النساء:۱۱۵) اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

فائدہ اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے یعنی اجماع امت کا ماننا فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ مسلمانوں کی جماعت پر ہے جس نے جدا راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔ (تفسیر عثمانی

ص ۱۲۵)

مجتہد کی اتباع

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (لقمان ۱۵) راہ چل (تقلید کر) اس کو جو رجوع ہوا میری طرف۔ مجتہد نے غیر منصوص حکم کے لئے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا اور ان کا حکم تلاش کر کے اسے سبیل یعنی مذہب بنایا (مرتب کردیا) غیر مجتہدین کو ایسے مسائل اجتہادیہ میں اس کے مذہب کی تقلید کا حکم دیا۔ بانی فرقہ نے صرف دو کی اتباع کا ذکر کیا اور دو کی اتباع کا ذکر چھوڑ دیا اور یہود کی طرح بعض کتاب پر ایمان لایا اور بعض کا انکار کردیا۔

کتاب وسنت کے ماننے کے لئے بانی فرقہ صحاح ستہ کو چھوڑ کر مستدرک حاکم کی طرف بھاگا ہے حالانکہ ابوداؤد ص۹/ج ۲' ابن ماجہ پر فرمان نبوی ﷺ موجود تھا: العلم ثلاثة وماسوى ذالك فضل' آية محكمة اوسنة قائمة او فريضة عادلة۔ علم تین ہیں (۱) آیت محکمہ' (۲) سنت قائمہ' (۳) فریضہ عادلہ۔ کتاب اللہ (آیت محکمہ) تلاوتا متواتر ہے' سنت قائمہ عملاً متواتر ہے اور متواترت سند کی محتاج نہیں ہوتیں' جس طرح سورج گواہی کا محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خبرواحد جو قرن اول میں خبر واحد تھی مگر قرن ثانی و ثالث میں مشہور ہوگئی وہ بھی سند کی محتاج نہیں ہوتی جیسے چودھویں رات کا چاند کسی گواہی کا محتاج نہیں رہتا۔ اس تمہید کے بعد اس کے وساوس کا نمبروار جواب ملاحظہ فرمائیں۔

وسوسہ نمبرا

کیا رسول اللہ ﷺ اہل حدیث' حنفی' شافعی' حنبلی یا مالکی تھے؟

الجواب

اہل حدیث اور اہل قرآن دو فرقے انگریز کے دور میں بنے۔ فرقہ کو مذاہب اربعہ

کے ساتھ شمار کرنا جہالت کی دلیل ہے۔ اہل اسلام کی کتابوں میں مذاہب اربعہ کا ہی ذکر ملتا ہے۔ ان چار کی اصول و فروع کی کتابیں ہیں۔ خود بانی فرقہ کو اعتراف ہے کہ اہل حدیث پہلے زمانے میں محدث کو کہتے تھے جو اہل صرف، اہل نحو، اہل منطق کی طرح ایک علمی طبقہ ہے نہ کہ مذہبی فرقہ۔ ہاں دور برطانیہ میں یہ فرقہ کا نام ہوگیا جو لامذہب ہے۔ شاید کل کو بانی فرقہ یوں بھی وسوسہ چھوڑے کہ کیا رسول اللہ ﷺ اہل صرف، اہل نحو، اہل منطق کہلاتے تھے؟ اب سمجھئے کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کیا ہیں؟ جن کی صحیح ترتیب بھی بانی فرقہ کو معلوم نہیں۔ ائمہ اربعہ بلکہ سب مجتہدین کا اعلان ہے القیاس مظہر لا مثبت (نورالانوار) کہ قیاس سے مسائل گھڑے نہیں جاتے بلکہ کتاب وسنت کی تہہ میں پوشیدہ مسائل کو اصول شرعیہ کی مدد سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے کنواں کھودنے والا پانی کو پیدا نہیں کرتا۔ ہاں خدا کے پیدا کیے ہوئے پوشیدہ پانی کو ظاہر کرتا ہے۔ اب بانی فتنہ کا مجتہدین کو شریعت ساز کہنا ایسی ہی جہالت ہے کہ وہ کنواں کھودنے والے کو خالق الماء کہے۔ تو ائمہ رحمہم اللہ نے جب کتاب وسنت کے ہی پوشیدہ مسائل کو ظاہر فرمایا تو ان کی تقلید میں ان مسائل پر عمل کرنا کتاب وسنت پر ہی عمل ہے جیسے کسی کے کنویں سے پانی پینا، خدا کا ہی پیدا کیا ہوا پانی پینا ہے۔ خود بانی فرقہ کو بھی یہ بات معلوم ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے: "اس میں شک نہیں کہ چاروں اماموں نے جن اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کیا اور قرآن وحدیث کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے قول کو دلیل نہیں بنایا نہ اس کو حجت سمجھا۔ لہٰذا ان کا یہ طریقہ بے شک سخت تھا اور وہ چاروں برحق تھے" (خلاصہ تلاش حق ص۸۸) صاف اعتراف کرلیا کہ ان کے مسائل کتاب وسنت کے ہی مسائل ہیں کیونکہ ان کے اصول سنت پر مبنی ہیں، جیسے حساب کے قاعدوں سے جو جواب نکلے اس کو حساب کا جواب کہا جاتا ہے نہ کہ سوال نکالنے والے کی ذاتی رائے۔ اب سوال ہے کہ یہ مسائل جو کتاب وسنت کے مسائل ہیں حضور

اقدس ﷺ کے زمانے میں موجود تھے یا نہیں؟ تو یقیناً موجود تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت ان مسائل کا یہ نام نہ تھا کہ فقہ حنفی کے مسائل کہا جاتا۔ جیسے قرآن پاک کی ساتوں قراتیں حضور ﷺ کے زمانہ میں موجود تھیں لیکن اس وقت ان کا نام قاری عاصم کی قرات یا قاری حمزہ کی قرات نہیں تھا۔ اسی طرح صحاح ستہ کی صحیح احادیث رسول پاک ﷺ کی ہی احادیث ہیں مگر اس وقت ان احادیث کو یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ بخاری کی حدیث ہے وہ نسائی کی' فلاں ابن ماجہ کی ہے فلاں ابو داؤد کی۔ تو اگر فقہ کا انکار صرف اس وجہ سے ہے کہ اس کا نام اس وقت فقہ حنفی نہ تھا تو اس قرآن کا بھی انکار کردو کیونکہ اس وقت اس کا نام قاری عاصم کی قرات نہ تھا اور صحاح ستہ کی احادیث کا بھی انکار کردو کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ان کو صحاح ستہ کی احادیث نہیں کہا جاتا تھا۔ یا قرآن کی کسی آیت یا صحیح حدیث سے یہ فرق بیان کرو کہ قرآن کو ماننے کے لئے سات قاریوں کے نام قرآن میں دکھانے ضروری نہیں' صحاح ستہ کی احادیث کو ماننے کے لئے صحاح ستہ والوں کے نام قرآن و حدیث میں دکھانے ضروری نہیں' لیکن فقہ کو ماننے کے لئے ائمہ فقہ کا نام قرآن حدیث میں دکھانا ضروری ہے۔

چور پکڑا گیا

دراصل فقہ کو ماننے کا حکم قرآن پاک کی نصوص اور احادیث متوارۃ المعنی میں ہے اور ربانی فرقہ مطلق فقہ کا ہی منکر ہے اور قرآن کی ان آیات اور احادیث کا منکر ہے ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ ایک آیت یا ایک ہی حدیث پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ ﷺ نے فقہ کو ماننے سے منع کیا ہو وہ یہ قیامت تک پیش نہیں کرسکتا اور اگر فقہ کو مانتا ہے تو اپنا اصول فقہ اور فروع فقہ کی جامع کتب پیش کرو' وہ بھی اس کے پاس نہیں تو اپنی اس چوری کو چھپانے کے لئے الٹا سوال کردیا جیسے کوئی منکر قرآن کہے کہ تم قاری عاصم کا قرآن پڑھتے ہو نہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا' تم قاری عاصم کا نام قرآن میں دکھاؤ ورنہ قرآن کو نہیں مانتا یا کوئی منکر حدیث کہے کہ تم بخاری عجمی کی حدیثیں مانتے ہو نہ کہ محمد

عربی کی' تم کسی حدیث میں بخاری عجمی کا نام دکھاؤ ورنہ حدیث کو نہیں مانتا۔ شاباش! بانی فرقہ نے اپنی جہالت سے کیا وسوسہ گھڑا کہ اس اصول پر خود قرآن وحدیث کا ثبوت مشکل ہو گیا۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

وسوسہ نمبر۲

کیا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے مذاہب خمسہ یعنی اہل حدیث' حنفی' شافعی' حنبلی' مالکی میں سے کسی ایک کی پیروی کا حکم دیا تھا؟

الجواب

جی ہاں جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قرآن پڑھو جس قدر آسان ہو اور آج ہم قرآن قاری عاصم کوفی ہی کی متواتر قرات پر پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بغیر اس حکم خداوندی پر عمل ممکن ہی نہیں۔ اسی طرح اللہ نے حکم دیا کہ تم منیب کی اتباع کرو اور یہاں مذہب حنفی کے سوا کسی منیب کا مذہب عملاً متواتر ہی نہیں اور اس پر عمل کئے بغیر اس حکم الٰہی کو ماننے کا کوئی طریقہ ہی نہیں۔ آپ ہی فرمایئے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے بخاری اور ترمذی کی احادیث کے ماننے کا حکم دیا تھا؟ آپ ﷺ نے کراچی کے ۱۳۹۵ھ میں بننے والے بدعتی فرقے میں شامل ہونے کا حکم دیا تھا؟ صریح حدیث سے جواب دیں۔

وسوسہ نمبر۳

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لانے کے بعد مُنَزل من اللّٰہ دین اسلام کی پیروی کریں گے یا مذاہب خمسہ میں سے کسی ایک کی؟

الجواب

یہ بات تو یقینی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مسعودی فرقے کی طرح لامذہب نہیں

ہوں گے۔ وہ منصوص مسائل میں نصوص کی اور اجتہادی مسائل میں خود مجتہد اور صاحب مذہب ہوں گے البتہ بعض بزرگوں کے کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اجتہادات سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ کے اجتہادات کے موافق ہوں گے اور یہ کشف کسی آیت یا حدیث کے خلاف نہیں اور اسلام منزل من اللہ وہی ہے جو تشریعا کتاب وسنت میں منصوص ہے اور تقریباً اجماع وقیاس سے واضح ہے ..... جب تو نے خود اعتراف کیا ہے کہ ائمہ اربعہ کے مسائل قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں تو ان کو منزل من اللہ کے مقابل رکھنا جہالت ہی نہیں بے حیائی بھی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے: بے حیا باش وہرچہ خواہی کن۔ سوال کرنے سے پہلے ہمارے دعویٰ کو یاد کرلو کہ اجتہادی مسائل میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر تقلید اور غیر مقلد پر تعزیر واجب ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے مجتہد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جاہل بھی مجتہد بن بیٹھے۔

وسوسہ نمبر ۴

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لاکر "مسلم" کہلائیں گے یا اہل حدیث، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، دیوبندی، بریلوی، سنی، شیعہ وغیرہ؟

الجواب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام "مسلم" بمعنی غیر مقلد تو ہرگز نہیں کہلائیں گے نہ ہی وہ بانی فرقہ پر ایمان لانے کو فرض جانیں گے، اس وسوسے میں تو جہالت کے ساتھ جھوٹ کی بھی حد کردی۔ کیا حنفی، مالکی، شافعی اور دیوبندی "مسلم" نہیں کہلاتے؟ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ وہ مسلم نہیں کہلاتے، یہ ایسا ہی وسوسہ ہے کہ بانی فرقہ کراچوی کہلاتے ہیں یا پاکستانی۔ جس طرح کراچی کو پاکستان سے باہر سمجھنے والا جاہل اور کذاب ہے اس سے بڑا جاہل اور کذاب وہ ہے جو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کو غیر مسلم سمجھتا ہے بلکہ ان سب کو غیر مسلم کہنے والا بنص حدیث خود غیر مسلم ہے۔

وسوسہ نمبر ۵

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمارا نام مسلمین رکھا (الحج:۷۸) کیا اللہ تعالیٰ کے نام رکھنے کے بعد کوئی اور فرقہ وارانہ نام رکھا جا سکتا ہے؟ تو کیا یہ شریعت سازی نہیں؟

الجواب

اللہ تعالیٰ نے ۱۳۹۵ھ میں کراچی میں مسعود کے بنائے ہوئے بدعتی فرقے کا نام کہیں مسلمین بمعنی غیر مقلدین نہیں رکھا' جیسا کہ قادیانیوں کے شہر ربوہ کا نام اللہ تعالیٰ نے ہرگز نہیں رکھا' اگرچہ قرآن میں دو جگہ ربوہ کا لفظ موجود ہے مگر قادیانیوں کے ربوہ کے ساتھ قرآنی الفاظ کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح مسعودی فرقہ جو قادیانیوں کے ربوہ کے بھی بعد بنا اس کا تعلق قرآن و حدیث میں مذکور لفظ مسلمین سے کیسے ہو سکتا ہے؟ مسلم نام کے بعد کسی دوسرے امتیاز کے لئے نام رکھنے سے قرآن و حدیث میں کہیں منع نہیں کیا گیا۔ اس کو اپنی طرف سے منع کرنا یقیناً شریعت سازی ہے۔ جس طرح یہود کے احبار و رھبان اپنی طرف سے حرام و حلال کرتے تھے اسی طرح بانی فتنہ نے محض اپنی طرف سے اس کو ناجائز کہا ہے' جو شریعت سازی ہے۔ قرآن پاک میں آل یعقوب علیہ السلام کو مسلم کے ساتھ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کہا گیا ہے یہ مسلم کے ساتھ ہی نام ہیں یا نہیں؟ ہاں قرآن پاک (۹۰:۱۰) میں ہے کہ فرعون اپنے آپ کو انا من المسلمین کہتا تھا۔ اس کہنے کے بعد اس نے واقعتاً اپنا کوئی نام نہیں رکھا تو مسعود صاحب کا پیش رو یقیناً وہی ہے۔ کیا مسعود صاحب قرآن و حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں کہ فرعون نے آخری وقت میں انا من المسلمین کہنے کے بعد اپنا کوئی اور دینی نام بھی رکھا ہو؟ مسعود صاحب! بہرحال آپ اکیلے نہیں' آپ کا اتنا بڑا ساتھی اور بھی ہے اور منافقین کو بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ کہو اپنے آپ کو مسلمین کیونکہ تمہارے دلوں میں ایمان ہی نہیں (حجرات:۱۴) دیکھئے یہ آپ کے پیش رو مسلمین ہیں جن کا دل ایمان سے خالی تھا اور آپ

کے بارہ میں بھی رسول اقدس ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی: عن علی قال قال رسول الله ﷺ یوشك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه ولا یبقی من القرآن الا رسمهٗ مساجدهم عامرة وهی خراب من الهدی علمائهم شر من تحت ادیم السماء من عندهم تخرج الفتنة وفیهم تعود..... (مشکوۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا زمانہ آئے گا کہ نام مسلمین کے اور اسلام کی کوئی چیز ان میں نہیں ہوگی ان مسلمین کی مساجد بہت آباد نظر آئیں گی مگر ہدایت سے خالی وبرباد ہوں گی (آپ کی مسجد دیکھ کر حضور ﷺ کے مبارک الفاظ کا پورا مصداق سامنے آگیا) ان مسلمین کے علماء خدا کے آسمان کے نیچے سب سے بڑے شرارتی ہوں گے ان سے فتنوں کے سوا کچھ نہیں نکلے گا' ان کا اوڑھنا بچھونا وہ فتنے ہی ہوں گے ..... مسعود صاحب! جس نے مسلمین کے مولوی دیکھے ہیں ان کو اس حدیث کے مضمون میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہو سکتا۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ کیا آپ کے نزدیک وہ تمام فقہاء اور محدثین اور سلاطین اسلام جن کا ذکر طبقات حنفیہ' طبقات مالکیہ' طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے' وہ سب غیر مسلم ہیں؟ بخاری شریف میں بعض تابعین کے عثمانی اور علوی کہلانے کا ذکر ہے۔ وہ بھی سب غیر مسلم ہیں؟

وسوسہ نمبر ۶

ایک نبی کی امت ہونے کی حیثیت سے کیا ساری امت کا نام اہل حدیث' حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' دیوبندی' بریلوی' سنی' شیعہ وغیرہ ہو سکتا ہے؟

الجواب

ایک خدا کے ایک قرآن کی جس طرح سات قراتیں ہیں۔ ان میں سے ہر قرات مکمل قرآن ہے اسی طرح مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب پر عمل کرنا پوری سنت

پر عمل کرنا ہے۔ جس طرح ساتوں قراتیں قرآن ہی کہلاتی ہیں اسی طرح سارے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی امت محمدیہ ﷺ ہی ہیں، البتہ ۱۳۹۵ھ کا مسعودی فرقہ رسول ﷺ کو چھوڑ کر مسعود احمد کو امام مفترض الطاعۃ مانتا ہے وہ یقیناً امت سے خارج ہے۔

وسوسہ نمبر ۷

کیا مذاہب خمسہ یعنی اہل حدیث، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، رسول اللہ ﷺ پر نازل کیئے گئے تھے؟

الجواب

جب آپ نے خود مانا کہ ائمہ اربعہ کے مسائل قرآن وحدیث کی روشنی میں حل ہوئے اور وہ سنت اور حق ہیں تو یہ منزل من اللہ کی ہی تشریح ہوئی۔ اہل حدیث تو لامذہب ہیں۔

وسوسہ نمبر ۸

کیا مذاہب خمسہ کا مجموعہ اسلام ہے؟ یا ہر مذہب علیحدہ مکمل دین اسلام ہے؟

الجواب

مذاہب اربعہ کی مثال قرآن کی سات قراتوں کی ہے، ہر قرات مکمل قرآن ہے، اسی طرح ہر مذہب مکمل سنت ہے، آپ کے یہ سارے وساوس قرآن، سنت پر مبنی نہیں بلکہ شیعہ سے چوری کئے ہوئے ہیں، اگر آپ چوری ثابت ہونے پر ہاتھ پاؤں کٹوانے کو تیار ہیں تو ہم پوری نشاندہی کردیں گے۔

وسوسہ نمبر ۹

اگر مذاہب خمسہ کا مجموعہ اسلام ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم "ادخلو فی السلم کافۃ" دین اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ (البقرہ:۲۰۸) کے تحت ان مذاہب

نام نہاد جماعت المسلمین یعنی مسعودی فرقہ کے سوالات کے جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوالات از فتح جنگ ضلع اٹک (منجانب مسعودی فرقہ نام نہاد جماعت المسلمین)

مقدمہ

لکھا ہے احباب سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات قرآن مجید اور صحیح احادیث سے دے کر دل کی تسلی فرمائیں۔

(۱) دین میں نیا کام نکالنا کیسا ہے؟

(۲) کیا ایک درھم سے کم نجاست غلیظہ معاف ہے؟

(۳) کیا گردن کا مسح پشتِ کف سے کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے؟

(۴) کیا رفع یدین حضور ﷺ نے منسوخ فرمادیا تھا؟

(۵) کیا حضور ﷺ زبان سے نماز کی نیت کرتے تھے؟

(۶) مرد وعورت کی نماز میں فرق؟

(۷) کیا ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم حضور ﷺ نے دیا ہے؟

(۸) امام اعظم سے قبل کے مسلمان کس کی تقلید کرتے تھے؟

وضاحت:

کتاب وسنت اور تعامل خیر القرون سے ثابت ہے کہ دلائل شرعیہ چار ہیں۔

کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت اور قیاس شرعی۔ اس لئے سوال یوں کرنا چاہئے کہ دلیل شرعی سے جواب دینے والا خواہ قرآن پاک سے جواب دے یا حدیث پاک سے یا اجماع امت سے یا قیاس شرعی سے وہ جواب شرعی جواب ہی سمجھا جائے گا۔ مسعودی فرقہ کا بانی مسعود احمد اصول فقہ سے بالکل جاہل ہے، اگر اس نے اصول فقہ کی پہلی کتاب اصول الشاشی بھی پڑھی ہوتی تو وہ جانتا کہ اصول فقہ چار ہیں۔

سوال کرنے کا یہ طریقہ کہ فلاں مسئلہ کا جواب صرف قرآن سے دو یا صرف حدیث سے دو، اس کا حکم نہ قرآن مجید میں ہے، نہ صحیح احادیث میں، نہ خیر القرون میں۔ تمام مسائل کے لئے سوال کا یہ طریقہ کسی نے اختیار نہیں کیا۔ یہ طریقہ خالص دور برطانیہ کی بدعت ہے۔ یہ سوال کرنے والا اجماع امت کا منکر ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوگا اور اجماع سے الگ ہونے والا دوزخی ہے (ترمذی ص ۳۱۵) یہ حدیث مسعودی فرقہ اور سائل کے دوزخی ہونے کی دلیل ہے، یہ سوال کرنے والا فقہ اور قیاس شرعی کا بھی منکر ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فاعتبروا یا اولی الابصار۔ علامہ سیوطی، علامہ عینی اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں الاعتبار ھو القیاس (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۶) اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صواب کو پہنچے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر خطا ہو جائے تو ایک اجر (بخاری ص ۱۰۹۲ ج ۲ مسلم ص ۷۶ ج ۲) اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے (مشکوٰۃ) اسی لئے شیطان کو فقہ اور فقہاء سے بڑی چڑ ہے۔ خدا بچائے مسعودی فرقہ کا امام اگر اس طرح شرط لگا کر سوال کرنے کو کمال سمجھتا ہے تو اس کا بڑا بھائی منکر حدیث اس سے سوال کرتا ہے کہ تم نے ''صلوٰۃ المسلمین'' نامی کتاب میں جتنے مسائل لکھے ہیں وہ سارے مسائل صرف قرآن پاک کی صریح آیات سے ثابت کردو، مسعودی فرقہ کا بانی اپنے بڑے بھائی کے سوال سے ایسا بھاگا ہے کہ آج تک اس کو منہ نہیں دکھایا۔ اب بھی سارے مسعودی فرقہ کو اس بڑے بھائی کی للکار

ہے کہ مسعود کو کہو، نا مسعود نہ بنے اور صلوٰۃ المسلمین کے ہر ہر مسئلہ پر ایک ایک صریح آیت پیش کردے لیکن اس کا بڑا بھائی بار بار یہ شعر گنگنا رہا ہے کہ:

ع نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

قیامت ہے کہ منکرین حدیث سے شکست کھا کر بھاگنے والا بھگوڑا اہل سنت و الجماعت کا منہ چڑاتا ہے

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی
کرے ہے حضور بلبل بستاں نوانجی

(۲) سائل نے لکھا ہے کہ ''صحیح احادیث'' سے جواب دیں۔ سائل کے نزدیک صحیح اور ضعیف ہونا بھی قرآن و حدیث سے دیکھا جائے گا کہ جس حدیث کو نبی معصوم ﷺ صحیح فرمائیں وہ صحیح ہے اور جس کو ضعیف فرمائیں وہ ضعیف ہے تو اس معیار پر ذرا اپنی مایہ ناز کتاب ''صلوٰۃ المسلمین'' کی ہر ہر حدیث کا صحیح ہونا نبی معصوم ﷺ سے ثابت کردیں لیکن مسعودی فرقہ والے کسی ایک حدیث کے بارے میں یہ صراحت آنحضرت ﷺ سے نہیں دکھا سکتے، اگر سائل کا خیال ہے کہ جس حدیث کو مسعود صحیح کہے وہ صحیح اور جس کو مسعود ضعیف کہے وہ ضعیف ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ مسعود بے چارہ اتنی اہلیت نہیں رکھتا، وہ ایک طرف دعویٰ کرتا ہے کہ جس طرح حنفی شافعی فرقہ ہیں اسی طرح اہل حدیث بھی ایک فرقہ ہے اور وہ سب فرقوں کو گمراہ کہتا ہے لیکن ڈوب مرنے کی بات ہے کہ انہیں فرقوں سے بھیک مانگ کر کتاب لکھتا ہے۔ اس کی کتاب ''صلوٰۃ المسلمین''، غیر مقلدوں کی کتابوں نیل الاوطار شوکانی، مرعاۃ المفاتیح رحمانی، اور صلوٰۃ النبی البانی، وغیرہ سے مسروق ہے، وہ تو ابن حجر شافعی کی جوتیاں سر پر اٹھائے ہوئے ہے اور نووی شافعی کی تے چاٹنے والا ہے اسے صحیح ضعیف کی کیا تمیز۔ وہ تو ایک مطلب پرست آدمی ہے اپنی کتاب صلوٰۃ المسلمین ص۲۷۲ پر ایک حدیث کے بارہ میں لکھتا ہے محمد بن

اسحاق کی وجہ سے ضعیف ہے اور ص ۳۰۶ پر جو حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ سے لکھتا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوتی اس کی سند ترمذی اور ابوداؤد میں دیکھ لیں وہی محمد بن اسحاق ہے اور وہی ہے اب یہ حدیث کیسے صحیح ہوگی۔

جب کسی حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا آنحضرت ﷺ سے منصوص نہیں اس میں امتیوں کے اجتہاد پر ہی دارومدار ہے اور اجتہاد کو سائل مانتا نہیں۔ پھر جب امتیوں سے ہی پتہ چلتا ہے تو پھر جس حدیث پر خیر القرون کے مجتہد امام اعظم اور ہزاروں فقہاء اور محدثین کا عمل ہو، اس کے صحیح غیر منسوخ ہونے میں کیا شبہ ہے۔ اب امام صاحبؒ کے صدیوں بعد کا کوئی محدث جو نہ اجتہاد رکھتا ہو نہ درجہ فقاہت اپنے مذہب کی رعایت یا تعصب کی رو سے یا اپنی تحقیقات کے لحاظ سے کسی امامؒ کے زمانہ کے بعد کے راوی کی وجہ سے اس کو ضعیف کہے تو اس حدیث پر خیر القرون کے مجتہد اعظم اور ہزاروں فقہاء، اولیاء اور محدثین کے مقابلہ میں اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اگر کہو کہ محدثین نے اصول بنائے ہیں تو سوال یہ ہے کہ محدثین امتی ہیں نبی نہیں اگر ان اصولوں میں ان کی تقلید واجب ہے تو پھر مجتہدین کی تقلید کیوں حرام ہے۔ کیا سائل یا اس کا امام نامسعود ایک آیت قرآنی یا ایک ہی صحیح حدیث پیش کرسکتا ہے کہ امتیوں میں سے محدثین کی تقلید واجب ہے اور مجتہدین کی شرک اور حرام، اگر ایسا نہ کرسکو اور قیامت تک نہ کرسکو گے تو تم نے اپنی نفسانی خواہشوں کو کیوں خدا بنا رکھا ہے، تمہارا پیشوا محدثین کی اس بات کو تو وحی آسمانی سمجھتا ہے جو اس کی نفسانی خواہش کے موافق ہو اور محدثین کی ہی ان باتوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتا ہے جو اس کی نفسانی خواہش کے خلاف ہو۔

(۳) مسعودی فرقہ کا دعویٰ ہے ہر ہر مسئلہ صرف قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہے، اس پر ہم نے انہیں چیلنج دیا کہ نماز توحید و رسالت کے بعد سب سے اہم رکن ہے اس پر تمہارے امام نے ادھر ادھر فرقوں سے بھیک مانگ کر پونے پانچ سو صفحے کی کتاب بھی لکھی ہے اور اس کتاب پر اسے بڑا ناز بھی ہے مگر پھر بھی نماز کے مکمل مسائل وہ

قرآن حدیث سے ثابت نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے۔ یہ چیلنج کیا تھا کراچی، لاڑکانہ، شہداد کوٹ اور کئی دوسرے شہروں میں، مسعودی فرقہ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ مسعود تو ان مقامات سے مناظرہ کے وقت ایسا غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ، دنیا انگشت بدنداں تھی کہ رات دن قرآن حدیث کا نام لینے والے اپنی نماز ثابت کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ شور سے آسمان سر پر اٹھاتے مگر نماز ثابت نہ کر سکے۔ اب بھی اگر مسعودی فرقہ میں دم خم ہے تو وہ اپنے پیشوا کو تیار کرے وہ نماز کے مکمل مسائل قرآن وحدیث سے ثابت کرے اور اس کی کتاب صلوٰۃ المسلمین میں جو خیانتیں اور جھوٹ ہیں ان کا جواب دے ورنہ میدان حشر میں محاسبہ کے لئے تیار رہے۔

بہت قریب ہے روز محشر، چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

اب شرم اتارنے کے لئے یہ سوال نامہ پھیلایا جا رہا ہے تا کہ عوام کو پریشان کیا جا سکے۔ ہم ان سوالات کے جوابات ادلہ اربعہ سے عرض کرتے ہیں۔

(۱) سوال: دین میں نیا کام نکالنا کیسا ہے؟

الجواب: آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد (متفق علیہ) جس نے دین میں ایسا نیا کام نکالا جو دین میں سے نہیں وہ مردود ہے۔ دین میں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ قرآن سے ثابت ہو اور نہ سنت سے نہ اجماع امت سے نہ قیاس شرعی سے، جو بات ان چاروں دلیلوں میں سے کسی دلیل سے ثابت ہو وہ دین کی بات ہے اگر چاروں دلیلوں میں سے کسی سے بھی ثابت نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ ان مردود بدعات میں سے ایک یہ مسعودی فرقہ بھی تھی جس کا وجود آج سے چند سال پہلے نہ تھا، مسعود احمد نامی غیر مقلد پہلے اپنے آپ کو اہل حدیث لکھتا رہا پھر کسی حدیث میں لفظ جماعت المسلمین نظر پڑا تو اس نے اپنے فرقہ کا یہ نام رکھ لیا، یہ بالکل ایسا ہی فریب ہے جیسے مرزا قادیانی کو قرآن پاک میں حضرت آدمؑ کا نام نظر آیا تو کہنے لگا یہ میرا ذکر ہے میں

آدم ہوں، حضرت ابراہیمؑ کا نام نظر پڑا تو کہنے لگا میں ابراہیم ہوں، حضرت یوسف کا نام نظر پڑا تو کہنے لگا کہ میں یوسف ہوں، عیسیٰؑ کا نام دیکھا تو کہا یہ بھی میرا نام ہے، حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی نظر آیا تو معاذ اللہ محمد رسول اللہ بن بیٹھا، حضرت مریمؑ کا نام دیکھا تو مریم بن بیٹھا حالانکہ ان پاک ناموں سے اس کو کیا نسبت تھی۔

چہ نسبت خاک را باعالم پاک	کجا فرشتہ کجا دجال ناپاک

قادیانیوں نے قرآن پاک میں لفظ ربوہ دیکھا فوراً ایک شہر بنا کر نام ربوہ رکھ دیا، بھلا اس ربوہ کو اس ربوہ سے کیا نسبت؟ جیسے جہنم کو جنت سے کوئی نسبت نہیں اسی طرح مسعود نے جماعت المسلمین کا لفظ دیکھا جھٹ ایک فرقہ بنا کر اس کا نام جماعت المسلمین رکھ دیا اور فخر شروع کر دیا کہ ہمارا نام حدیث میں آیا ہے جیسے قادیانی کہتا ہے ہمارے شہر کا نام قرآن میں ہے، یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے اس حدیث کو پڑھ کر کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کو سب ناموں سے پیارا نام عبداللہ ہے، اب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور رئیس المفسدین عبداللہ بن سبا یہ حدیث سنا سنا کر فخر کریں کہ ہم دونوں عبداللہ خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں، قادنیوں کو قرآنی لفظ ربوہ کے غلط استعمال اور مسعودیوں کو جماعت المسلمین کے غلط استعمال پر فخر نہیں کرنا چاہئے بلکہ شرم کرنا چاہئے آپ اس پر خوش نہ ہوں کہ ہم ہی ایسا فریب کر پائے ہیں آپ سے پہلے بھی ایسے فریبی ہو گزرے ہیں جو قرآن حدیث کا اس طرح غلط استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ ایک نعیم نامی شخص نے دعویٰ نبوت کر دیا اور بڑے زور شور سے کہنے لگا کہ مسلمانو! مجھ پر ایمان لے آؤ ورنہ قیامت کو سخت باز پرس ہوگی، مسلمانوں نے پوچھا تم ہو کون؟ پتہ تو چلے اس نے جھٹ آیت پڑھ دی ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ ایک دوسرا امین نامی شخص کھڑا ہوا اور رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا کسی نے پوچھا اجی حضرت آپ کون؟ کہاں سے آٹپکے اس نے فوراً کہا کیا قرآن میں نہیں انی لکم رسول امین۔ بالکل اسی طرح اس بدعتی نے اپنے مسعودی فرقہ کا نام جماعت المسلمین رکھ دیا اور اس کی مثال کو پورا کر

دکھایا۔ ؏ برعکس نہند نام زنگی کافور

اس بدعتی فرقہ کی عمر تو قادیانیوں کے ربوہ سے بھی چھوٹی ہے، بہر حال دین میں نیا کام نکالنا عندالرسول مردود ہے اوران میں سے ہی ایک یہ فرقہ مسعودی بھی ہے۔

سوال: کیا ایک درہم سے کم نجاست غلیظہ اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کو دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی؟

الجواب: نجاست غلیظہ اگرایک درہم سے کم لگی ہو بدن یا کپڑے پرتو نماز جائز ہے مگر مکروہ ہے (طحطاوی شرح مراقی الفلاح ص۹۰) اس مسئلہ میں حنفیہ کے خلاف لامذہب بہت پروپیگنڈہ کرتے ہیں اس لئے یہاں دونوں مذاہب بیان کئے جائیں گے تاکہ بضدھا تتبین الاشیاء کے موافق بات صاف ہو جائے۔

ا۔ دم مسفوح بہتا ہوا رگوں کا خون غیر مقلدین کے مذہب میں سوائے حیض کے خون کے باقی ہر انسان حیوان کا خون پاک ہے (بدور الاہلہ ص۲۱ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد) اس لئے احناف کے ہاں انسان یا کتے یا خنزیر کا خون ایک درہم سے زائد لگا ہو تو نماز نہیں ہوگی ایک درہم ہو تو نماز جائز مگر مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اور ایک درہم سے کم ہو تو بھی نماز جائز مگر مکروہ تنزیہی ہوگی اور لامذہبوں کے نزدیک پورا چھ فٹ جسم بھی خون، قے، شراب (الخمر الحقیقی) منی، گوبر بچوں کے پیشاب سے بھرا ہوا ہو پھر بھی پاک ہے اور نماز بلا کراہت جائز تو ان کا فرض ہے اس چھ فٹ کا ثبوت پہلے دیں پھر ایک درہم سے کم کا سوال کریں۔ رہا انسان کا پیشاب پاخانہ تو اس سے بھی پاک ہونا ان کے ہاں شرط نہیں۔ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں پس مصلی بانجاست بدن آثم است ونمازش باطل نیست نمازی کا جسم نجاست والا ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی لیکن وہ گناہگار ہوگا (بدور الاہلہ ص۳۹) اور نواب میر نور الحسن صاحب لکھتے ہیں ہر کہ در جامۂ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح باشد جس نے ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو نماز اس کی صحیح ہے (عرف الجادی ص۲۲) اگر مسعودی فرقہ والا کہے کہ یہ ہمارا عقیدہ نہیں یہ تو غیر مقلدوں کا

ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ ہم بھی ائمہ کی تقلید سے خارج ہیں۔ نیز جس طرح حنفیہ کے درہم والے مسئلہ پر تمہارے امام نے اعتراض کیا ہے غیر مقلدوں کے اس مسئلے پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اس کو مسلّم ہے ورنہ وجہ فرق بتاؤ کہ کسی حدیث میں آیا ہے کہ احناف پر تو ایک درہم کا بھی اعتراض کرو لیکن غیر مقلدوں کا پورا جسم بھی نجس ہو تو اسے معاف کردو۔ ہاں احناف کے مسلک پر اعتراض کرنا محض ان کے مسئلہ کی حقیقت سے جہالت پر مبنی ہے۔

حدیث اول: عن عائشة ان رسوال اللہ ﷺ قال اذا ذهب احدكم الى الغائط فليطيب بثلاثة احجار تجزى عنه، رواه ابوداود و النسائى و احمد و الدارقطنى و قال صحيح حسن (نیل الاوطارص ۸۸ ج۱)

حدیث دوم: عن ابى ايوب الانصارى رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا تغوط احدكم فليتمسح بثلاثة احجار فان ذلك كافية رواه الطبرانى (نصب الرايه ص ۲۱۵ ج ۱)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اگر پاخانہ کے بعد صرف تین ڈھیلوں سے پاخانہ کے مقام کو پونچھ لیا جائے تو یہ جائز اور کافی ہے۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور سلف اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے کہ ڈھیلوں کے استعمال کے بعد پانی سے استنجا کرنا صرف افضل ہے (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۲۰۷ ج ۱) اور ظاہر اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ڈھیلوں سے وہ مقام پاک نہیں ہوتا بلکہ نجاست اتنے مقام پر خشک ہو جاتی ہے ان دونوں احادیث اور امت کے اجماع سے کہ پانی سے استنجا صرف افضل ہے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ قلیل نجاست معاف ہے دوسرے یہ کہ قلیل اور کثیر میں حد فاصل وہ مقام ہے۔ امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے انہوں نے امام حماد سے انہوں نے امام ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ اگر خون یا پیشاب وغیرہ ایک درہم کی مقدار میں لگ جائے تو نماز دوبارہ پڑھو اور اگر درہم سے کم ہو تو نماز جاری رہنے دو (کتاب الآثار

ص ۲۸) امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اصل بات تو یہی ہے کہ جتنا مقام استنجا کا ہے اتنا صاف ہے لیکن لوگ (صحابہ وتابعین) بار بار اس مقام کا نام لینا پسند نہیں کرتے تھے اس کی وضاحت درہم سے کر دیتے تھے (بدائع الصنائع ص ۸۰ ج ۱) اس سے معلوم ہوا کہ نفس مسئلہ میں تو اتفاق ہے صرف قدر درہم کی تعبیر مسعودی فرقہ کو پسند نہیں، یاد رہے یہ تعبیر بھی امام ابوحنیفہؒ کی اپنی ایجاد نہیں بلکہ انہوں نے جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعیؒ سے روایت کی ہے اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تعبیر عام رائج ہے لیکن پھر بھی ہمیں ضد نہیں اگر مسعودی فرقہ درہم کا نام نہیں لینا چاہتا تو ہم ان کو مجبور نہیں کرتے وہ درہم کی بجائے موضع استنجا کا نام لے دیا کریں بلکہ مسئلہ سمجھانے کے لئے وہ اگر مقام ننگا کر کے دکھلا بھی دیا کریں کہ اتنی مقدار معاف ہے تو پھر بھی ہم مسعودی فرقہ کو معاف کر دیں گے۔

نوٹ: امام زہری نے بطریق ابوسلمہ حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ تعاد الصلوٰۃ من قدر الدرہم من الدم یعنی ایک درہم کی مقدار خون لگا ہو تو نماز کو دوبارہ پڑھا جائے گا۔

اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا اگر کپڑے میں ایک درہم کے برابر خون لگا ہوا ہو تو کپڑے کو دھویا جائے اور نماز دوبارہ پڑھی جائے (سنن الدار قطنی ص ۱۵۴ ج ۱) یہ حدیث امام زہریؒ سے دو سندوں سے مروی ہے۔

۱۔ روح بن غطیف عن الزہری

۲۔ نوح بن ابی مریم عن یزید الہاشمی عن الزہری (موضوعات ابن جوزی) اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ اسکا راوی نوح کذاب ہے اسی کو محمد طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات ص ۳۳ پر درج کیا ہے اس کو موضوع کہنے کے لئے زیادہ زور ابن حبان نے دیا ہے، دلیل یہ دی ہے کہ اس کا راوی روح بن غطیف جھوٹی حدیثیں بناتا تھا، یہ اس کا دعویٰ ہے دلیل یہ ہے کہ اس نے یہ درہم والی جھوٹی حدیث بنائی ہے جب یہ پوچھا گیا کہ اس کے جھوٹی ہونے کی کیا دلیل ہے تو فرماتے ہیں

کہ روح بن غطیف کے دو شاگرد ہیں ایک قاسم بن مالک المزنی ہے دوسرا نصر بن حماد ہے، پہلے کی روایت کے یہ الفاظ ہیں تعاد الصلوٰۃ من قدر الدرھم من الدم دوسرے کے الفاظ یہ ہیں لا تعاد المریض الا بعد ثلاث (میزان الاعتدال ص ۶۰ ج ۲) بتایئے اس دلیل میں کچھ بھی وزن ہے کیا ایک سند سے دو حدیثیں روایت نہیں کی جا سکتیں، بالفرض ایک ہی اگر حدیث ہوتی تو بھی قاسم بن مالک کی روایت قابل قبول ہوتی کہ وہ مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کا راوی اور حسن الحدیث ہے (میزان الاعتدال ص ۳۷۸ ج ۲) اور اسی سند کا شاہد بھی نوح بن ابی مریم سے موجود ہے اور نصر بن حماد صرف ابن ماجہ کا راوی ہے اور ضعیف ہے (میزان الاعتدال ص ۲۵۰ ج ۴)۔ دوسری سند کا راوی نوح الجامع امام ابوحنیفہؒ کا خصوصی شاگرد ہے، یہ آپ کی فقہ کے جامع ہیں یہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں ہی قاضی ہو گئے تھے امام صاحبؒ ان کو ہدایات دیتے رہتے تھے (کتاب الوصیۃ) جس سے ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ کو ان پر اعتماد تھا ان کے اعتماد کے بعد بعض متعصب لوگوں کی جرح جو محض تعصب پر مبنی ہو کوئی وقعت نہیں رکھتی اور امام صاحب کے علاوہ امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج بھی ان سے حدیث روایت کرتے تھے حالانکہ شعبہ ثقہ راوی کے علاوہ کسی سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے، اور ابن عدی کہتے ہیں و ھو ممن یکتب حدیثہ (تہذیب التہذیب ص ۴۸۸ ج ۱۰) اس لئے یہ حدیث موضوع نہیں، دونوں سندیں مل کر اور پھر علماء کے فتویٰ کی تائید سے قابل احتجاج ہونے میں شبہ نہیں بہرحال احناف کا یہ مسئلہ حدیث و اجماع سے ماخوذ ہے۔ فللہ الحمد۔

سوال: کیا آنحضرت ﷺ گردن کا مسح پشت کف سے کرتے تھے؟

الجواب: فرمان رسول ﷺ: عن ابن عمر رضی اللہ عنھما ان النبی ﷺ قال من توضأ و مسح بیدیہ علی عنقہ و قی الغل یوم القیامۃ۔ رواہ ابو الحسین بن فارس باسنادہ و قال معذ الحدیث ان شاء اللہ حدیث صحیح (تلخیص الحبیر

ابن حجر ص ۳۴ ج ۱)

و عن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال من توضأ و مسح علی عنقه وقی الغل یوم القیامة رواه الدیلمی بسند ضعیف (اتحاف سادة المتقین شرح احیاء علوم الدین ص ۳۶۵ ج ۲)

عمل رسول: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے گردن کا مسح فرمایا (مجمع الزوائد ص ۹۴ ج ۱)

(۲) طلحہ بن مصرف اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے گردن کا مسح کیا (ابوداؤد)

(۳) عمرو بن کعب اپنے باپ دادا سے راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے گردن کا مسح فرمایا۔ رواہ ابو السکن (زجاجة المصابیح ص ۱۰۱ ج ۱)

موقوف حدیث: حضرت طلحہ بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سر کے ساتھ گدی کا مسح کیا قیامت کے دن اس کی گردن طوق سے بچائی جائے گی رواہ ابو عبیدہ (زجاجة المصابیح ص ۱۰۱ ج ۱) یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر ایسی بات میں رائے کا کوئی دخل نہیں اس لئے ایسی موقوف حدیث محدثین کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔ یہ چھ احادیث گردن کے مسح کے بارہ میں ہیں جن میں سے بعض سندیں تو حسن لذاتہ ہیں اور بعض حسن لغیرہ، اور محدثین کا اصول ہے کہ فضائل اعمال اور استحباب کے ثبوت کے لئے تو ضعیف حدیث بھی دلیل بن جاتی ہے۔

اب ہم مسعودی فرقہ کو مع ان کے امام چیلنج کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک صریح حدیث پیش کر دیں کہ آنحضرت ﷺ نے گردن کے مسح کو کف پشت سے منع فرمایا ہو اگر وہ حدیث صحیح پیش نہ کر سکے تو حسن درجہ کی حدیث ہی پیش کر دے اور اگر یہ بھی ہمت نہ ہو تو ایک ضعیف حدیث ہی پیش کر دے لیکن ساری مسعودی پارٹی قیامت تک ان چھ کے مقابلہ میں ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکے گی۔

رہا پشتِ کف کا ذکر تو اس کی احادیث میں صراحت تو نہیں ہاں ان احادیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ آپ علیہ مسح ہاتھوں سے کرتے تھے۔

۲۔ مسح سر کے ساتھ کرتے تھے اب سر کا مسح شروع ہوا تو ہتھیلیاں مستعمل ہیں تو اس سے مسح گردن کر لیا ہاں اگر مسعودی فرقہ اپنے امام سمیت کسی حدیث سے اس (پشتِ کف) سے مسح کا منع ہونا ثابت کر دے تو ہم چھوڑ دیں گے ہاں وہ حدیث سے یہ بھی دکھائے کہ پھر گردن کا مسح پاؤں سے کیا جائے یا کس سے۔

سوال: کیا رسول اللہ علیہ نے رفع الیدین منسوخ فرما دیا تھا؟

جواب: مسئلہ رفع الیدین میں مسعودی فرقہ نے بہت غلو سے کام لیا ہے حتیٰ کہ اس فرقہ کے پیشوا نے اس مسئلہ پر اپنی کتاب صلوٰۃ المسلمین میں تقریباً ۸۷ صفحات لکھے ہیں لیکن کتمان حق کا یہ عالم ہے کہ اپنا موضوع تک پورا نہیں لکھا۔

تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ دین اسلام کامل ہے اس لئے مسئلہ کا موضوع وہی کامل ہے جو مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو، اہل سنت والجماعت کے ہاں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سنت ہے اس کے بعد ساری نماز میں کسی جگہ رفع یدین سنت نہیں؟ اس سے سننے والے کو پوری بات سمجھ آ گئی کہ پہلی تکبیر کے بعد کسی بھی جگہ رکوع جاتے رکوع سے اٹھاتے، سجدوں میں جاتے، سجدوں سے اٹھتے، دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں کسی جگہ رفع یدین سنت نہیں، دیکھئے مسئلہ پوچھنے والے کو رفع یدین کے متعلق پوری نماز کا مسئلہ معلوم ہو گیا اس کے برعکس مسعودی فرقہ کا عمل یہ ہے۔

۱۔ پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین لازمی سنت ہے اور سجدوں کو جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا بالکل ممنوع یا منسوخ ہے، یہ ہے ان کا عمل مگر یہ فرقہ اتنا بزدل ہے اور انہیں اپنا موقف اتنا کمزور معلوم ہوتا ہے کہ یہ موضوع لکھنے سے بھی ڈرتے ہیں۔

نوٹ: مسعودی فرقہ کے پاس اس مکمل مسئلہ کے لئے ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث موجود نہیں ہے۔

مگر مسعودی فرقہ کا بانی لکھتا ہے کہ اس رفع یدین کے مکمل مسئلہ کو پچاس صحابہ نے روایت کیا ہے (صلوٰۃ المسلمین ص ۴۳۰) لیکن بقول امام مسعودی فرقہ امام بیہقی کا علم حدیث عراقی سے بہت کم تھا اور امام بخاریؒ نے مجہول کے صیغہ سے بغیر سند کے صرف ۱۷ اصحابہ کا نام لیا ہے (ص ۴۲۶) گویا امام بخاریؒ کا علم حدیث امام بیہقی سے بھی کم رہا۔

نوٹ: امام بخاریؒ کے جس رسالہ جزء رفع یدین کے حوالے سے مسعودی فرقہ کا امام لکھتا ہے اس کا کوئی پختہ ثبوت امام بخاریؒ تک نہیں، اس کا بیان کرنے والا محمود بن اسحاق الخزاعی ہے جس کا ترجمہ نہ تقریب میں ہے نہ تہذیب التہذیب میں نہ تذکرۃ الحفاظ میں نہ میزان الاعتدال میں۔

صحیح بخاری میں امام بخاریؒ صرف دو صحابہ سے حدیث لائے ہیں ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور دوسری حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے جس کا متن بخاری میں نا تمام ہے نسائی میں مکمل ہے، اس مکمل متن کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں خود آپس میں متعارض ہیں کیونکہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے (بخاری)

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے (نسائی۔احمد) دونوں حدیثوں میں سے کسی حدیث میں بھی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین سے منع فرمایا تھا۔

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر بھی نہیں ہے۔ کاش مسعودی فرقہ کا امام پہلے ان ہی حدیثوں کو مکمل نقل کر کے ان کا تعارض رفع کرتے جب ان دو کا تعارض بھی رفع نہ کر سکا تو عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے پچاس، انیس، سترہ صحابہ کا نام لینا محض دھوکا دینا ہے۔

(رفع یدین) پھر مسعودی فرقہ کے بانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ ہمارا مکمل مسئلہ رفع یدین عشرہ مبشرہ سے ثابت ہے (ص ۴۳۰)۔ عشرہ مبشرہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(ا) حضرت ابو بکر صدیق ؓ (۲) حضرت عمر فاروق ؓ۔ (۳) حضرت عثمان غنی ؓ (۴) حضرت علی ؓ (۵) حضرت طلحہ ؓ (۶) حضرت زبیر ؓ (۷) حضرت سعد ؓ (۸) حضرت سعید ؓ (۹) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ؓ (۱۰) حضرت ابوعبیدہ ؓ۔

ہم نے شہداد کوٹ (سندھ) لاڑکانہ اور کراچی میں بار بار چیلنج کیا کہ مسعودی فرقہ اوران کا امام ان عشرہ مبشرہ کی دس حدیثیں صحیح غیر معارض اسناد کے ساتھ پیش کردیں ہم آج ہی رفع یدین شروع کر دیں گے لیکن یہ دُم دبا کر بھاگ گئے۔

(ا) حضرت صدیق ؓ کی حدیث میں نہ سجود کی رفع یدین کی ممانعت نہ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کی ممانعت نہ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا حکم صرف رکوع میں رفع کا عمل جس میں دوام نہیں ہوتا اور خود حضرت صدیق ؓ تحریمہ کے بعد والی رفع یدین چھوڑ گئے تھے (دار قطنی بیہقی) تو اب مسعودی فرقہ کو کیا ملا، نہ ہی اس کی سند میں محمد بن اسماعیل السلمی کا سماع ابو النعمان محمد بن الفضل سے ثابت، پس نہ دلیل ثابت ہوئی نہ دلالت۔

(۲) حضرت صدیق اکبر ؓ کی روایت نا مکمل نقل کی ہے اس کی سند کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ پورے خیر القرون میں رکوع کی رفع الیدین ایسی غیر معروف اور متروک تھیں، کہ سارے علاقہ میں اگر کوئی ایک آدھ کر بیٹھتا تو فوراً سوال ہوتا تھا۔

(۳) پھر حضرت عمر ؓ کا موقوف قول پیش کیا لیکن سند کے راویوں عبد اللہ بن القاسم اور عیسیٰ بن سلیمان کا ثقہ ہونا ثابت نہیں کر سکے اور حضرت نے خود رفع یدین کو ترک فرمایا جو طحاوی اور ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔

(۴) حضرت علی ؓ کی روایت پیش کی ہے مگر یہ روایت ابن ابی الزناد نے

اس وقت روایت کی جب اس کا حافظہ صحیح نہ تھا اور حضرت علی نے خود رفع یدین ترک فرما دی تھی (طحاوی، ابن ابی شیبہ، موطا امام محمد)۔ اس کے علاوہ کسی عشرہ مبشرہ سے کوئی روایت موجود نہیں کوئی صحیح اسناد پیش کرو، ورنہ جھوٹ بول بول کر عوام کو دھوکا دینے سے باز آجاؤ۔

(۵) سوال میں جو لفظ منسوخ کا ذکر کیا ہے اگر منسوخ کا یہی معنی ہے کہ چھوڑ دینا ترک کر دینا تو ترک رفع یدین کی احادیث بہت ہیں۔ عن ابن عمران النبی ﷺ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ و اذا رکع و اذا رفع رأسہ من الرکوع فلا یرفع و لا بین السجدتین (مسند الحمیدی ص ۲۷۷ ج ۲)

سند اس کی نہایت صحیح ہے حمیدی اور سفیان بن عیینہ دونوں مکہ مکرمہ کے ممتاز محدثین سے ہیں اور زہری سالم اور ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے ممتاز محدثین میں سے ہیں، سند کے راوی مکہ اور مدینہ کے محدثین ہیں اور بس۔ اور ترک رفع یدین کی احادیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (نسائی) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ (ابوداؤد) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (الاستذکار) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ (مسند احمد) حضرت علی رضی اللہ عنہ (علل دار قطنی) اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نماز کی نیت زبان سے کرتے تھے؟

الجواب: آنحضرت ﷺ سے کسی حدیث میں نہ یہ ملتا ہے کہ زبان سے نیت کرتے تھے نہ یہ ملتا ہے کہ زبان سے نیت کرنے کو منع فرماتے تھے، تو جس مسئلہ کا ذکر احادیث میں نہ ہو حدیث مشہور حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے موافق اس مسئلہ کا فیصلہ مجتہد سے لیا جائے گا، اگر مجتہدین نے کسی فیصلے پر اتفاق کر لیا تو وہ اجماعی مسئلہ ہوگا اگر ان میں اختلاف ہو گیا تو فقہ حنفی کا مفتٰی بہ قول عمل میں اختیار کیا جائے گا۔

نیت شرائط نماز میں سے ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات اور نیت اصل میں دلی پختہ ارادے کا نام ہے (بدائع الصنائع ص ۱۲۷ ج ۱) اب

سوال یہ ہے کہ نمازی تین قسم کے ہیں۔ منفرد۔ امام ۔مقتدی اور نمازیں بھی مختلف قسم ہیں۔ نفل ،سنت ،فرض ، واجب ، آپ کا اگر خیال ہے کہ سب مسائل صراحۃ حدیث سے ثابت ہیں تو فرمایئے۔

ا۔ کیا رسول پاک ﷺ نفل، سنت، واجب، فرض کی نیت دل میں کرتے تھے یا ان میں امتیاز کیلئے طریقہ اختیار کرتے تھے، جواب حدیث صریح صحیح غیر معارض سے پیش فرمائیں۔

۲۔ کیا آنحضرت ﷺ دل میں فجر، عصر، مغرب، عشاء کے فرائض کی نیت کرتے تھے تو حدیث صریح صحیح غیر معارض پیش کریں۔

۳۔ اکیلا آدمی مثلاً عصر کے فرض ادا کرنا چاہتا ہے وہ دل میں کس کس چیز کی نیت کرے، جواب حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں۔

۴۔ مقتدی عصر کی نماز با جماعت پڑھتا ہے وہ دل میں رکعات، فرض عصر اقتداء قبلہ وغیرہ کس کس چیز کی نیت کرے، جواب حدیث سے دیں۔

۵۔ امام عشاء کی نماز کی جماعت کرا رہا ہے عورتیں بھی شامل جماعت ہیں اس کو صحیح حدیث سے بتائیں کہ دل میں کس کس چیز کی نیت کرے جواب حدیث سے دیں۔

۶۔ نماز جنازہ میں دل میں کس کس چیز کی نیت آنحضرت ﷺ کیا کرتے تھے، جواب حدیث سے دیں۔

۷۔ آنحضرت ﷺ نے یوم خندق میں جو چار نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء قضا کی تھیں ان میں علیحدہ کیا کیا نیت کی تھی حدیث صحیح پیش کریں۔

۸۔ دل میں نیت کس وقت کرنی چاہئے تحریمہ سے پہلے یا بعد اور کب تک دل کی نیت ضروری ہے سلام تک یا کیا؟ جواب حدیث صحیح سے دیں۔

۹۔ آنحضرت ﷺ سجدہ تلاوت کے وقت دل میں کیا نیت کیا کرتے تھے، صحیح حدیث بیان فرمائیں۔

۱۰۔ ایک شخص نماز سے فارغ ہوا دوسرے نے پوچھا کیا پڑھا ہے وہ سوچنے لگا نماز اس کی صحیح ہے یا غلط، جواب صحیح حدیث سے دیں۔

الف۔ اگر کوئی شخص صرف زبان سے نیت کرے دل میں نیت نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی کیونکہ انما الاعمال بالنیات کے موافق دل کی نیت اصل تھی جب وہ نہ پائی گئی تو نماز نہ ہوئی یہ زبانی نیت اصل نیت کی رافع ہے اس لئے بدعت سیہ ہے۔

ب۔ و لا عبرة للذكر باللسان فان فعله لتجتمع عزيمة قبله فهو حسن، كذافي الكافي ومن عجز عن احضار القلب يكفيه اللسان كذا في الزاهدی (عالمگیری ص۶۵ ج۱) زبان کی محض نیت کا کوئی اعتبار نہیں، ہاں اگر دل کے ارادہ کی مضبوطی کے لئے زبان سے نیت کرے تو بہتر ہے (عالمگیری) احبه السلف سلف نے اس کو پسند فرمایا ہے (درمختار ص۲۷۹ ج۱) کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ اس کو مشائخ نے مستحسن قرار دیا ہے تاکہ دل کی نیت مضبوط ہو اور دل کے وسواس دفع ہوں (شرح نقایہ ص۶۷ ج املاعلی القاریؒ)

اگر ان مسائل کے خلاف آپ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر دیں تو ان مسائل کو ترک کر دیں گے۔

سوال: کیا آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینے کے اوپر۔

سوال: کیا آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ مرد تشہد میں الٹے پاؤں پر بیٹھیں اور عورتیں بطور تورک الٹے کولہے پر۔

الجواب: جواب سے قبل دو تین باتیں تمہیداً سمجھ لیں تاکہ فہم مراد میں آسانی ہو۔

۱۔ کتاب و سنت میں تمام جزئی مسائل تصریحاً نہیں ہوتے بلکہ بعض تعلیلاً۔ مثلاً قرآن پاک میں ہے کہ حیض والی عورت کے بارہ میں سوال ہوا اس کا جواب تو اتنا ہی تھا کہ فاعتزلوا النساء عورتوں سے دور رہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جواب سے پہلے ایک علت

بیان فرمادی قل ھو اذی کہہ دیجئے وہ ناپاکی ہے۔اس میں ایک قاعدہ بتادیا کہ حائضہ سے صحبت منع ہونے کی وجہ ناپاکی ہے۔اب اسی علت سے نفاس کا حکم بھی معلوم ہو گیا کیونکہ ناپاکی کی علت وہاں بھی پائی گئی اور اسی علت کی بناء پر نفاس کے تمام مسائل کو حیض کے مسائل پر قیاس کرلیا گیا۔مثلاً نفاس والی مسجد میں داخل نہ ہو،قرآن کو ہاتھ نہ لگائے، قرآن پاک کی تلاوت نہ کرے، نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، مرد سے ہمبستر نہ ہو وغیرہ۔اگر آپ قیاس کو نہ مانیں تو نفاس والی عورت کے لے قرآن پڑھنے،نماز، روزہ، صحبت وغیرہ کے بارے میں حضور ﷺ کا ایک ایک صریح حکم سنادیں۔

۲۔ بالکل اسی طرح عورت کی نماز کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے دو قاعدے ارشادفرمائے؛عن یزید بن حبیب انہ ﷺ مر علیٰ امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الاض فان المرأۃ فی ذلك لیست کالرجل۔ رواہ ابوداؤد فی مرسیلہ۔

رسول اقدس ﷺ دوعورتوں کے پاس سے گزرے جونماز پڑھ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سجدہ کروتو اپنا گوشت (جسم) زمین کے ساتھ چمٹادو کیونکہ عورت اس (نماز) میں مرد کی مثل نہیں۔

دیکھئے حضرت ﷺ نے قاعدہ بتادیا کہ عورت کی نماز مرد کی طرح نہیں لیکن آپ نے حضرت ﷺ کے اس حکم کونہیں مانا۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً اذا جلست المرأۃ فی الصلوٰۃ وضعت فخذھا علی فخذھا الاخریٰ فاذا سجدت الصقت بطنھا علیٰ فخذھا فاستر ما یکون فان اللّٰہ تعالیٰ ینظر الیھا ویقول یا ملائکتی انی قد غفرت لھا (رواہ ابن عدی و البیھقی کنز العمال ص ۱۱۷ ج٤)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے پھر جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں پر رکھے اور جتنا زیادہ

ستر (پردہ پوشی) ہو سکے کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں گواہ رہو میں نے اس عورت کو بخش دیا۔ (کنز العمال ص ۱۷۱ ج ۴)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے دوسرا قاعدہ ارشاد فرمادیا کہ عورت کی نماز کے مسائل میں سب سے زیادہ اہمیت ستر کی ہے اس لئے جس حالت میں ستر زیادہ ہوگا وہی نماز عورت کی خدا کو زیادہ محبوب ہوگی اور ذریعہ مغفرت بنے گی۔

۴۔ چنانچہ مرد کے لئے فرض نماز مسجد میں پڑھنا ضروری ہے عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے (بوجہ ستر)

۵۔ نماز باجماعت میں مرد کے لئے اول صف افضل ہے، عورت کے لئے آخر صف افضل ہے (بوجہ ستر)

۶۔ نماز باجماعت میں امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا بالاتفاق مکروہ ہے لیکن عورت وسط صف میں ہی کھڑی ہو۔ (بوجہ ستر)

۷۔ آپ کے مرد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور عورتیں ننگے سر نماز نہیں پڑھتیں۔

۸۔ آپ کے مرد ٹخنے اور آدھی پنڈلیاں ننگی کر کے نماز پڑھتے ہیں جب کہ عورتیں پنڈلیاں اور ٹخنے ڈھانپ کر نماز پڑھتی ہیں۔

بہر حال یہ شریعت مقدسہ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ عورت نماز اس طرح ادا کرے جس میں ستر کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہو۔

۹۔ آنحضرت ﷺ تکبیر تحریمہ میں دو طرح ہاتھ اٹھاتے رہے، کبھی کانوں تک کبھی کندھوں تک، پھر آپ ﷺ نے آخری عمر میں حضرت وائل کو جب نماز سکھائی تو حکم دیا کہ تم اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت کندھوں تک (اس حالت میں ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں تک پہنچ جاتی ہیں) رواہ الطبرانی۔ اب دیکھئے آنحضرت ﷺ نے خود بوجہ ستر عورت مرد کی نماز میں فرق کر دیا۔

۱۰۔ ابو حنیفه عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انه سئل کیف کان النساء یصلین

علی عہد رسول اللہ ﷺ قال کن ثم امرن ان یحتفزن (جامع المسانید ص ۴۰۰ ج۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عورتیں عہد رسالت میں نماز کیسے پڑھتی تھیں فرمایا چارزانوں بیٹھتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھیں۔ (جامع المسانید ص ۴۰۰ ج۱)

اب دیکھئے حدیث میں دوطرح بیٹھنا آتا تھا، ایک پاؤں کھڑا کرکے دوسرا بچھا کر بیٹھنا، اور سمٹ کر سرین پر بیٹھنا جسے تورک کہتے ہیں۔

۱۔عہد رسالت میں بوجہ ستر عورت کو نماز میں تورک کی طرح بیٹھنے کا حکم دیا گیا جب کہ مرد پہلے طریقے پر ہی بیٹھے رہے۔

۱۱۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال اذا سجدت المرأۃ فلتحتفز ولتضم فخذیھا۔ رواہ ابن ابی شیبۃ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اس کو سمٹ کر سجدہ کرنا چاہئے اور سارے جسم کو ملا کر سجدہ کرنا چاہئے۔

دیکھئے اس طرح سجدہ کرنا مرد کے لئے بالاتفاق مکروہ ہے مگر عورت کے ستر کا اہتمام اس میں زیادہ تھا اس لئے یہ حکم دیا گیا۔

۱۲۔ اسی طرح ائمہ اربعہ کا اجماع اس پر ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے (الفقہ علی مذاہب اربعہ، درمختار ص ۳۲۷ ج۱، عالمگیری ص ۷۳ ج۱) اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آگیا لانہ استرلھا (شرح وقایہ ص ۷۳ ج۱) کہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

اور دوسری حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ تھی من السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ (احمد) نماز کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی ہتھیلی پر رکھ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں، اس سنت پر بھی عمل جاری رہا۔ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق

حدیث سے نہیں حدیث میں مذکور قاعدہ ستر کے مطابق بیان کر دی گئی، آپ کسی صحیح صریح حدیث سے نہیں حدیث میں مذکور قاعدہ ستر کے مطابق بیان کر دی گئی، آپ کسی صحیح حدیث سے جو صریح ہو ان دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنے کا طریقہ بتا دیں تو ہم یقیناً صریح کو علت پر ترجیح دیں گے اگر آپ صریح حدیث تطبیق کی پیش نہ کر سکیں تو مجتہد نے حدیث کی بیان کردہ علت کو سامنے رکھ کر دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنے کا جو طریقہ بتایا ہے اسے کیوں چھوڑا جائے۔

نوٹ: اگر آپ ان دونوں قسم کی احادیث سے ایک کو صحیح دوسری کو ضعیف قرار دیں تو ان کا صحیح یا ضعیف ہونا حدیث صحیح صریح سے ثابت کریں کیونکہ آپ کے نزدیک امتی کا قول شرعی دلیل نہیں ہم امتیوں کے اجماع اور مجتہد کے ارشاد کو دلیل سمجھتے ہیں اس لئے مجتہد کی تطبیق کے مقابلہ میں کسی غیر مجتہد کی بات نہیں مانتے اور خیر القرون کے مجتہد کے مقابلہ میں مابعد خیر القرون کے کسی آدمی کی بات تسلیم نہیں کرتے کیونکہ خیر القرون کی خیریت منصوص بالا احادیث ہے۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کا حکم دیا ہے؟

جواب: کتنا غلط سوال ہے، سوال صحیح یوں ہے کہ دلائل اربعہ شرعیہ میں سے کسی دلیل سے ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم بتائیں، فرقہ مسعودی کے پیشوا نے یہ جاہلانہ سوال کہاں لیا، پہلے یہ ہی سمجھنے کی بات ہے، روافض کا بنیادی عقیدہ ہے کہ امام منصوص من اللہ ہوتا ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام منصوص من اللہ ہوتے ہیں، اس پر اہل سنت والجماعت کا ان پر سوال ہے کہ جس طرح قرآن و حدیث میں انبیاء کے اسماءِ گرامی اور ساتھ ان کے منصب رسالت و نبوت کی صراحت ہے اسی طرح آپ اپنے بارہ اماموں جن کو منصوص من اللہ سمجھتے ہو کے نام مع منصب قرآن و حدیث میں دکھائیں، اور اہل سنت والجماعت کا یہ سوال بالکل صحیح تھا کیونکہ ان کے دعویٰ کے موافق تھا لیکن رافضی اپنے دعوی کے موافق دلیل پیش کرنے سے سو فیصد عاجز ہیں اور تا قیامت عاجز رہیں گے ان شاء اللہ العزیز۔ اب انہوں نے لاجواب ہو کر اپنی شرمندگی اتارنے کے لئے یہ سوال کرنا شروع

کر دیا کہ تم ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم قرآن و حدیث میں دکھاؤ جو بالکل غلط سوال تھا کیونکہ اہل سنت والجماعت کا دعویٰ ائمہ اربعہ کے بارہ میں شیعہ کی طرح منصوص من اللہ ہونے کا نہیں ہے چنانچہ اہل سنت والجماعت نے ان سے کہا کہ تمہارا یہ سوال جھوٹ پر مبنی ہے، پہلے ہماری معتبر کتابوں سے ہمارا یہ عقیدہ دکھاؤ کہ ائمہ اربعہ منصوص من اللہ ہیں لیکن وہ یہ جھوٹ اور بہتان ثابت نہ کر سکے، ان کے اس سوال کو ہمارے دعویٰ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

(۱) چونکہ مسعودی فرقہ کا بانی بھی رافضیوں کی طرح ائمہ کے بارہ میں منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اسی لئے اس نے نص کا مطالبہ کیا ہے اس لئے ہم اس کو وہی جواب دیتے ہیں کہ ہماری معتبر کتابوں سے پہلے ائمہ اربعہ کے منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ دکھائیں ورنہ جھوٹ اور بہتان سے شرمائیں وہ بھی جو چوری کر کے سوال کیا ہے، جھوٹ کے ساتھ چوری کا گناہ بھی سر لیا ہاں تمہارا عقیدہ چونکہ یہ ہے کہ امام منصوص من اللہ ہوتا ہے جیسا کہ اس سوال سے ظاہر ہے اس لئے مسعودی فرقہ کا فرض ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا ایسا حکم دکھائیں کہ پندرھویں صدی میں مسعود احمد گورنمنٹ ملازم کو امام ماننا فرض ہوگا۔ دیدہ باید۔

(۲) نیز آپ جن کو امام مانتے ہیں امام عبد اللہ بن مبارک، امام شافعیؒ، امام دار قطنی، امام بیہقی، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن آدم، امام ابو حاتم، امام حاکم (دیکھو صلوٰۃ المسلمین ص ۲۹۹) ان کو امام ماننے کا حکم رسول پاک ﷺ نے کس حدیث میں دیا ہے۔

(۳) اگر تقلید کے انکار کی یہی دلیل ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم حضور ﷺ نے نہیں دیا تو فرمایئے آج قرآن پاک سات متواتر قرأتوں پر پڑھا جا رہا ہے آپ ان قاریوں کے نام اور ان کی قرأتوں کے موافق قرآن پڑھنے کا حکم کسی حدیث صحیح صریح میں دکھائیں۔

(۴) اگر آپ کے پاس اپنے فرقہ کی کوئی آٹھویں قرأت ہو تو اس کی متواتر سند پیش فرمائیں یا قرآن کی تلاوت کا بھی اسی اصول پر انکار کر دیں۔

(۵) اگر تقلید کے انکار کی یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا نام حدیث میں نہیں آیا تو ذرا بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ ان چھ کتابوں اوران کے مؤلفین کے اسماء گرامی اوران کا صحاح ستہ ہونا حدیث صحیح سے دکھائیں ورنہ اپنے اصول پران کو بھی چھوڑ دیں۔

(۷) آپ ہی کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کردیں کہ آنحضرت ﷺ نے ائمہ اربعہ کی تقلید سے منع فرمایا ہو۔

سوال: امام ابوحنیفہؒ سے پہلے جو مسلمان تھے وہ کس کی تقلید کرتے تھے؟

الجواب: و ما کان المؤمنون لینفروا کافۃ۔ فلو لا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین و لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (التوبہ۔ع ۱۵)

قرآن پاک کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ جو جہاد کے لئے چلنے لگے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا سب کو جہاد پر جانا زیبا نہیں کیوں نہ ہر جماعت میں ایک ایک دودو فقہ حاصل کریں اور فقہ حاصل کرنے کے بعد جب ان لوگوں کے پاس جائیں (جنہوں نے فقہ حاصل نہیں کی) تو اپنی قوم کو ڈرائیں شاید کہ وہ ڈر مان لیں۔

اس آیت میں ایک لفظ طائفہ کا ہے جس کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے دو پر بھی اورزیادہ پر بھی و الطائفۃ اسم للواحد و الاثنین فصاعداً (نور الانوار ص ۱۷۷) دوسرا لفظ فقہ کا ہے جس کا معنی ہے الشق و الفتح (کشاف، شامی) یعنی پھاڑنا اور کھولنا۔

یعنی ایک مسائل تو وہ ہوتے ہیں جو صراحۃ الفاظ میں ہوتے ہیں دوسرے بہت سے مسائل ان الفاظ کی تہ میں ہوتے ہیں ان احکام کا استنباط اور استخراج کرنا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں دو جماعتیں تھیں ایک چھوٹی سی جماعت فقہاء کی تھی جس میں ہر قوم کے ایک ایک دو دو آدمی شامل تھے یہ فقہ کی تربیت حاصل کرتے تھے اس جماعت کو

آنحضرت ﷺ اس طرح ترغیب دیتے من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین (بخاری) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائیں اس کو فقیہ بناتے ہیں چونکہ اس تفقہ استنباط اور اجتہاد میں خود فقیہ کے فہم کا بھی دخل ہوتا ہے اور فقیہ نبی نہیں نہ ہی معصوم ہے تو آنحضرت ﷺ ان کی ہمت بندھاتے کہ تم تو ہر حال میں خدا سے اجر پانے والے ہو اگر صواب کو پالیا تو دو اجر ملیں گے اور اگر چوک ہوگئی تو بھی ایک اجر ملے گا (بخاری) پھر گھبرانے کی کیا ضرورت۔ دوسری بڑی جماعت عام صحابہ کی تھی جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ان کی طرح مستقل طور پر حاضر باش نہ تھی۔

آنحضرت ﷺ ان فقہاء صحابہ کو اپنی اپنی قوم میں بھیج دیتے ساری قوم والے اپنی قوم کے اس فقیہ سے فقہی مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کرتے، کسی امتی مجتہد کے فقہی مسائل کو بلا مطالبہ دلیل تسلیم کر کے عمل کر لینا اسی کا نام تقلید ہے ان فقہاء صحابہ کے ہزاروں فتاویٰ حدیث کی کتابوں مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں موجود ہیں جن میں صرف مسئلہ ہی ذکر ہے لیکن دلیل کا کوئی ذکر نہیں نہ مسئلہ بتانے والے نے دلیل ذکر کی ہے اور نہ ہی مسئلہ پوچھنے والوں نے دلیل کا مطالبہ کیا ہے، ان ہزاروں فتاویٰ سے تواتر اور قطعیت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ دور صحابہ میں تقلید بلا نکیر جاری تھی، ایک بھی غیر مقلد نہ تھا اور تاریخ وسیر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر ایک قوم میں ایک ہی فقیہ عالم کو بھیجا جاتا تھا اس قوم کے سارے لوگ اس ایک فقیہ سے ہی تمام مسائل پوچھ کر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں صحابہ وتابعین ہمہ در یک مرتبہ نہ بودند بلکہ بعضے ایشاں مجتہد بودند وبعضے مقلد قال اللہ تعالیٰ لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (قرۃ العینین ص ۲۵۱) یعنی صحابہ اور تابعین سارے ایک درجہ اور مرتبہ کے نہ تھے بلکہ ان میں سے بعض مجتہد تھے اور بعض مقلد جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں البتہ جان لیں گے ان میں سے وہ لوگ جو استنباط واجتہاد کر سکتے ہیں۔

(۳) آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا وہاں بہت سے مسائل آپ اجتہاد سے بتاتے تھے اور پورے یمن والے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے، کسی شخص کا نام بھی نہیں بتایا جا سکتا جو غیر مقلد ہو اور اس نے تقلید کے خلاف آواز اٹھائی ہو۔

(۴) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی فتویٰ دینے سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ یہ فتویٰ میں اجتہاد و رائے سے دے رہا ہوں (جامع بیان العلم ص۵۱ ج۲) لوگ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ان اجتہادی فتاویٰ پر عمل کرتے تھے، اسی کو تقلید کہتے ہیں، اور دور صدیقی میں ایک بھی غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا۔

(۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اپنے اجتہاد و رائے سے فتویٰ دیتے (میزان الکبریٰ للشعرانی ص۴۹ ج۱) اور اپنے قاضیوں کو بھی یہی حکم بھیجتے کہ اجتہاد سے فیصلے کرو (جامع بیان العلم ص۵۶ ج۲) اس دور میں بھی کسی ایک غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا۔

(۶) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تو بیعت ہی اس شرط پر کی گئی کہ آپ سنت العمرین کی تقلید کریں گے (شرح فقہ اکبر ص۷۹)

(۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی فرمایا کرتے تھے اجتھد برأیی میں اپنی رائے و اجتہاد سے فتویٰ دیتا ہوں (شرح فقہ اکبر ص۷۹)

چنانچہ خلفائے راشدین کے کئی فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہیں جن میں نہ ان حضرات نے مسئلہ کے ساتھ دلیل بیان فرمائی نہ عمل کرنے والوں نے دلیل کا مطالبہ کیا اسی کا نام تقلید ہے اور جس طرح پورے ۲۳ سالہ دور نبوت میں کسی ایک غیر مقلد کا نام نہیں ملتا اسی طرح پورے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں کسی ایک بھی غیر مقلد کا نام کسی حدیث یا تفسیر یا تاریخ کی کتاب میں نہیں ملتا۔

(۸) حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں تقلید تو اجماع صحابہ سے ثابت ہے کیونکہ وہ عوام کو فتوے دیتے (جن میں دلائل کا ذکر نہیں کرتے تھے) اور عوام کو یہ حکم نہیں دیتے

تھے کہ خود درجۂ اجتہاد تک پہنچیں، اور یہ بات ان کے علماء اور عوام کے تواتر سے مثل ضروریات کے ثابت ہے (المستصفی ص ۳۸۵ ج ۲)۔ ضروریات ایسی یقینی باتوں کو کہتے ہیں جن کو خاص عام سب جانتے ہیں جیسے نمازوں کی فرضیت، ایسے ہی رمضان کے روزوں کی فرضیت، ایسے ہی تواتر سے صحابہ کے دور میں تقلید کا ثبوت ہے۔

(۹) حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں ثم انهم تفرقوا في البلاد و صار كل واحد مقتدى ناحية من النوى الخ یعنی ''پھر صحابہ مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ان میں سے ہر ایک، ایک علاقہ کا مقتدا بن گیا، یعنی ایک ایک علاقہ کے لوگ ایک ہی صحابی کی تقلید شخصی کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ صحابہ اپنے علاقہ والوں کو استنباط اور رائے سے فتوے دیا کرتے تھے (الانصاف ص ۴)

(۱۰) مکہ مکرمہ والے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے اور آپ کا فتویٰ دینے کا معمول یہ تھا کہ کتاب وسنت کے بعد حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال پر فتوی دیتے۔ اگر ان کے اقوال سے بھی مسئلہ نہ ملتا تو قال فيه (دارمی ص ۵۹ ج ۱) مستدرک وقال الحاكم و الذهبی صحيح ص ۱۲۷ ج ۱) السنن الکبری للبیہقی ص ۱۱۵ ج ۱، جامع بیان العلم ص ۵۷ ج ۲)۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہزاروں فتاوی مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہیں جن میں آپ نے دلیل ذکر کی نہ لوگوں نے دلیل پوچھی۔

(۱۱) مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فتوی چلتا تھا اور اہل مدینہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے کہہ دیا تھا لا ناخذ بقولك و ندع قول زيد (بخاری ص ۲۳۷ ج ۱) لا نتابعك يا ابن عباس و انت تخالف زيداً (عمدۃ القاری ص ۷۷۴ ج ۴، نحوہ فتح الباری ص ۴۶۳ ج ۳) آپ جب فتویٰ دیتے تو فرماتے انما اقول برأيي (جامع بیان العلم ص ۵۸ ج ۲) اس وقت سے لے کر آج تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تقلید شخصی پر ہی عمل درآمد ہے۔

(۱۲) بصرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ چلتا تھا ان کے کئی فتاوی مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہیں جن کے ساتھ دلیل مذکور نہیں اور اہل بصرہ بلا مطالبہ دلیل ان فتاویٰ پر عمل کرتے تھے اور ان کی تقلید شخصی کرتے تھے۔

(۱۳) حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں لا خلاف بین فقهاء الامصار و سائر اهل السنة و هم اهل الفقه و الحديث فی نفی القياس فی التوحيد و اثباته فی الاحكام الا داؤد بن علی (جامع بيان العلم ص۷۴ ج۲) یعنی داؤد بن علی ظاہری سے پہلے تمام شہروں میں تمام اہل سنت فقہاء اور محدثین میں کبھی اس میں اختلاف نہیں ہوا کہ توحید (عقائد) میں قیاس جائز نہیں اور احکام میں جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین پورے خیر القرون میں ایک شخص بھی اس کا منکر نہ تھا اور ایسے مسائل جو مجتہد قیاسی شرعی سے ثابت کرے ان کو ماننے کا نام ہی تقلید ہے تو خیر القرون میں تقلید میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

(۱۴) دار العلم کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی چلتا تھا آپ ادلہ اربعہ سے فتوی دیتے تھے (نسائی ص۲۶۴) اور اکثر مسائل میں فرماتے اقول فيه برأيي (جامع بیان العلم ص۵۸ ج۲) یعنی میں رائے سے یہ قول بیان کرتا ہوں۔ آپ کے بہت سے فتاویٰ کتب حدیث میں منقول ہیں آپ اپنے قول کے ساتھ دلیل بیان نہیں فرماتے تھے اور تمام اہل کوفہ بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

(۱۵) علامہ احمدیؒ فرماتے ہیں اما الاجماع فهو انه لم تزل العامة فی زمن الصحابة و التابعين قبل المخالفين يستفتون المجتهدين و يتبعونهم فی الاحكام الشرعية و العلماء منهم يبادرون الى اجابة سوالهم من غير اشارة الى ذكر الدليل و لا ينهونهم عن ذلك من غير نكير فكان اجماعاً على جواز اتباع العامی للمجتهد مطلقا (الاحكام ص۱۷۱ ج۳) مسئلہ تقلید پر امت کے اجماع کی دلیل یہ ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین سے لے کر مخالفین (داؤد ظاہری وغیرہ) کے ظہور تک

لوگ مجتہدین سے مسائل پوچھتے اور احکام شرعیہ میں ان کی تقلید کرتے اور علماء جوابات میں دلیل کا اشارہ تک نہ کرتے اور علماء و عوام کے اس طرز عمل پر کوئی انکار نہ کرتا نہ روکتا پس ثابت ہوا کہ عہد صحابہ تابعین سے ہی اس پر اجماع ہے کہ عامی مجتہد کی تقلید کرے۔

(۱۶) دمشق، حضرت ابوالدرداء ﷛ دمشق میں رہتے تھے جب فتوی دیتے تو فرماتے یہ میری رائے ہے (جامع بیان العلم ص ۵۸ ج ۲) ان کے جو فتاوی اور اقوال کتب حدیث میں ملتے ہیں ان کے ساتھ دلیل کا کوئی ذکر نہیں لوگ بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ عہد صحابہ و تابعین میں اجتہاد و تقلید کا دور تھا ایک بھی غیر مقلد اس دور میں موجود نہ تھا اگرچہ تابعین کے دور کا حال بھی بعض مندرجہ بالا عبارتوں میں آ گیا ہے تاہم مختصراً مزید پڑھ لیں۔

(۱۷) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں فعند ذلک صار لکل عالم من علماء التابعین مذهب علی حیاله فانتصب فی کل بلد امام (انصاف ص ٦) تابعین میں سے ہر عالم کا ایک ایک مذہب قرار دیا گیا اور ہر شہر میں ایک ایک صاحب مذہب امام قائم ہو گیا یعنی ہر شہر والے اس اپنے ہی امام کے مذہب پر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

(۱۸) حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اذا اختلفت مذاهب الصحابة و التابعین فی مسئلة فالمختار عند کل عالم مذهب اهل بلده ص ۷)

یعنی جب صحابہ اور تابعین کے مذاہب میں اختلاف ہوتا تو ہر عالم کے نزدیک اس کے اپنے شہر کا مذہب مختار قرار پایا اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

(۱۹) دور تابعین میں ہزاروں لوگ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ تشریف لاتے۔ خلیفہ وقت سرکاری طور پر منادی کرواتا کہ لا یفتی الناس الا احد هذین الامامین عطاء بن ابی رباح و مجاهد (شذرات الذهب لابن العماد ص ۱۴۸ ج ۱) حضرت عطاء اور حضرت مجاہد کے ہزاروں فتاوی مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں

موجود ہیں ان اقوال کے ساتھ کوئی دلیل مذکور نہیں سب تابعین اور تبع تابعین بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے، نہ کوئی خلیفہ پر اعتراض کرتا کہ ایسی منادی خلیفہ کی طرف سے کیوں ہر سال کرائی جاتی ہے نہ حضرت عطاء اور حضرت مجاہد پر کوئی اعتراض کرتا کہ تم اپنے اقوال کے ساتھ دلیل بیان کیوں نہیں کرتے اور نہ ہی ان ہزاروں لوگوں پر کوئی اعتراض کرتا کہ تم بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کیوں کرتے ہو۔

(۲۰) حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں فهذا كيف ينكره احد مع ان الاستفتاء بين المسلمين من عهد النبى ﷺ و لا فرق بين ان يستفتى هذا دائماً و يستفتى هذا حيناً بعد ان يكون مجمعاً على ما ذكرناه (عقد الجید ص ۳۹) یعنی اس تقلید کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے جب کہ فتویٰ لینا مسلمانوں میں عہد نبوی ﷺ سے آج تک رائج ہے (اور فتاویٰ میں دلیل کا التزام نہیں کیا جاتا) اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ سارے فتوے ہمیشہ ایک ہی سے لے (جو کہ تقلید شخصی ہے) یا کسی دوسرے سے بھی فتویٰ لے اور یہ فتویٰ لینا اور ان پر عمل کرنا امت میں اجماعاً ثابت ہے۔

(۲۱) خلیفہ عبد الملک نے عطاء اور زہری سے اپنے زمانے کے ہر شہر کے عالم کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ:

۱۔ مکہ معظمہ میں عطاء بن ابی رباح
۲۔ مدینہ میں نافع مولیٰ ابن عمرؓ
۳۔ بصرہ میں حسن بصری
۴۔ کوفہ میں ابراہیم نخعی
۵۔ یمن میں طاؤس
۶۔ یمامہ میں یحییٰ بن ابی کثیر
۷۔ شام میں مکحول
۸۔ عراق میں میمون بن مہران
۹۔ خراسان میں ضحاک

یہ ان شہروں کے فقہاء تھے (مناقب موفق ص ۷ ج ۱، معرفت علوم الحدیث ص ۱۹۸) دیکھئے پوری اسلامی سلطنت میں دور تابعین میں ہر شہر کے لوگ اپنے شہر کے ایک ایک فقیہ کی تقلید شخصی کرتے تھے ایک تو مناقب موفق میں ان ائمہ کو فقیہ کہا گیا

ہے اور کسی کے فقہی اقوال کو تسلیم کر لینا ہی تقلید ہے، دوسرے ان سب کے اقوال مصنف عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الآثار وغیرہ میں درج ہیں، ان اقوال کے ساتھ دلائل مذکور نہیں جس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ فقہاء بلا ذکر دلیل فتویٰ دیتے تھے اور ان کے شہر والے بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

(۲۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے نقل کرتے ہیں لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابة رضی اللہ عنہم الیٰ ان ظهرت هذه المذاهب الاربعة يقلدون من اتفق من العلماء من غير نكير من احد يعتبر انكاره و لو كان ذلك باطلاً لانكروه (عقد الجيد ص۳۶) سب لوگ زمانہ صحابہ سے مذاہب اربعہ کے ظہور تک تقلید کرتے رہے اور کسی قابل اعتبار شخص نے اس (تقلید) کا انکار نہ کیا۔ اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو صحابہ تابعین اس پر ضرور انکار کرتے۔ یہ عبارت نص ہے کہ مذاہب اربعہ سے پہلے بھی تقلید رہی اور کوئی منکر تقلید موجود نہ تھا۔

(۲۳) امام مزنیؒ فرماتے ہیں الفقهاء من عصر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الی یومنا هذا وهلم جرا استعملوا المقائيس في الفقه في جميع الاحكام في امر دينهم قال و اجمعوا ان نظير الحق حق و نظير الباطل باطل (جامع بيان العلم ص۶۶ ج۲) "تمام فقہاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک تمام احکام دینیہ میں قیاس کرتے آئے ہیں اور ان کا اجماع ہے کہ حق کی نظیر حق ہے اور باطل کی نظیر باطل ہے" اور فقہاء کے فقہی اقوال پر عمل کرنے کا ہی نام تقلید ہے۔

(۲۴) امام مزنیؒ فرماتے ہیں سب سے پہلا منکر قیاس ابراہیم نظام ہے اور پھر اس کی تقلید میں بعض معتزلہ نے بھی قیاس کا انکار کیا حالانکہ صحابہ تابعین اور تمام شہروں کے فقہاء قیاس کرتے تھے (اور غیر فقہاء ان کی تقلید کرتے رہے) (فتح الباری قسطلانی عینی بخاری حاشیہ ۸۸۔۱۰)

(۲۵) علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں صحابہ سے قیاس کرنا وقت نہ ہونے نص کے

تواتر سے ثابت ہے (تلویح توضیح ص ۳۶۷)

(۲۶) امام نوویؒ داؤد ظاہری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں قال امام الحرمین الذی ذهب الیه اهل التحقیق ان منکری القیاس لا یعدون من علماء الامة و حملة الشریعة لانهم معاندون مباهتون فیما ثبت استفاضةً و تواتراً لان معظم الشریعة صادرة عن الاجتهاد و لا تفی النصوص بعشر معشارها و هؤلاء ملتحقون بالعوام (تهذیب الاسماء)

امام الحرمین فرماتے ہیں محققین کی تحقیق یہ ہے کہ منکرین قیاس کا شمار نہ علماء امت میں ہے نہ حاملین شریعت میں کیونکہ وہ معاند لوگ ہیں اور بہتان باندھنے والے ہیں اور جو چیز (قیاس کا حجت شرعی ہونا) تواتر کے ساتھ ثابت ہے اس کے منکر ہیں حالانکہ شریعت کے اکثر مسائل اجتہاد سے حل کئے گئے ہیں اور صریح نصوص میں دسواں حصہ مسائل بھی نہیں ہیں اور یہ لوگ عوام میں شامل ہیں۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے تقلید فقہاء اور مجتہدین کی عوام زمانہ رسول اللہ ﷺ سے کرتے رہے ہیں اس کا انکار تواتر کا انکار ہے لیکن جس طرح صحابہ وتابعین کی جمع کی ہوئی مکمل حدیث کی کوئی کتاب آج دنیا میں موجود نہیں ہے ہاں بعد کے جن محدثین نے کتابیں جمع فرمائیں ان کا حوالہ ہی آج دیا جاتا ہے مثلاً رواہ البخاری، رواہ مسلم آج کہا جاتا ہے، ورنہ صحاح ستہ والوں سے پہلے کبھی کسی نے رواہ البخاری وغیرہ نہیں کہا تھا اسی طرح صحابہ وتابعین کی مکمل فقہ جو متواتر ہو وہ آج موجود نہیں ہے ہاں ائمہ اربعہ نے ان فتاویٰ کو اپنی فقہ میں لے لیا۔ اسی لئے اب حوالہ میں قال ابو حنیفة قال الشافعی کہا جاتا ہے۔

نوٹ: مسائل فروعی بعض ایسے ہیں جن پر صحابہ کا اتفاق تھا ان میں ائمہ اربعہ کا بھی اتفاق ہے، اور بعض مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ میں اختلاف تھا ان اختلافات میں ائمہ اربعہ نے ایک ایک پہلو کو اختیار کرلیا ہے۔

مسعودی فرقہ کے چند اعتراضات کے جوابات

محترم قارئین حضرات! ''مسعودی فرقہ'' کے امیر ثانی نے ''الخیر'' میں شائع ہونے والے حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ کے ایک مضمون کا جواب لکھا تھا۔ یہ مضمون اس کا ''جواب الجواب'' ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد:

۱۹۴۷ء میں قادیانیوں نے ایک شہر بنایا اور اس شہر کا نام ربوہ رکھ دیا۔ ربوہ کا لفظ قرآن پاک میں دو جگہ آیا ہے۔ مگر اس ربوہ (شہر) کو قرآن پاک کے ربوہ سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ:

ع برعکس نہند نام زنگی کافور

کہ حبشی جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے' اس کا نام ''کافور'' رکھ دیا جائے جو نہایت سفید ہوتا ہے' تو اس نام سے اس حبشی کا رنگ تبدیل نہیں ہو جاتا۔ کسی اندھی عورت کا نام چراغ بی بی رکھ دیں تو اس کی آنکھیں روشن نہیں ہو جاتیں۔ اسی طرح کراچی میں ایک کلرک مسعود احمد نامی نے جو پہلے بریلوی تھا' پھر غرباء اہل حدیث میں شامل ہو گیا' پھر ایک چھوٹا سا نیا فرقہ بنا کر اس کا نام جماعت

المسلمین رکھ لیا' اور اپنی اس نئی فرقی کے علاوہ سب مسلمانوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ اس بدعتی فرقہ کے بارے میں ایک مختصر سا تبصرہ لکھا گیا تھا۔ اس کے بعد کچھ تفصیل کتاب تجلیات صفدر جلد اول ص ۲۵۵ تا ۳۰۵ پر کی گئی۔ ان تبصروں کے بعد کافی عرصہ جناب مسعود احمد صاحب زندہ رہے' مگر جواب سے جواب ہی رہا۔ ان کے آنجہانی ہونے کے بعد اس فرقے کے امیر کوئی محمد اشتیاق صاحب بنے ہیں۔ چند روز قبل ایک صاحب نے ایک کتابچہ مجھے دیا جس کا نام ہے "جماعت المسلمین پر امین اوکاڑوی کے اعتراضات اور ان کے جوابات' مرتبہ محمد اشتیاق امیر جماعت المسلمین۔" فرقہ کے امیر ثانی نے کتابچہ کی ابتداء طنز و تشنیع سے کی ہے' "مقلد محقق نہیں ہو سکتا۔" موصوف نے تحقیق کے نام پر بڑے دھوکے اور فریب دیئے ہیں' اس سے زبردست غلطیاں ہوئیں' تنقید برائے تنقید' اعتراض برائے اعتراض کر کے وقت خراب کیا۔ اپنا یہ حسن اخلاق ظاہر کر کے ص ۲ پر دوسروں کو حسن اخلاق کا درس دیا ہے۔ تاکہ دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت پر عمل ہو جائے۔

ابتدائیہ :

فرقہ کے امیر ثانی نے ابتداء اس طنز سے کی ہے کہ مقلد محقق نہیں ہوتا۔ ایک منفی فرقہ کا امیر منفی بات ہی کر سکتا ہے' کامل اور مثبت بات اس کی قسمت میں کہاں؟ پوری بات یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں ہر شخص اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا' اس لئے جو اجتہاد کا اہل ہو اس پر اجتہاد واجب ہے۔ اسے مجتہد کہتے ہیں۔ جو شخص خود اجتہاد کا اہل نہ ہو' وہ مجتہد کی تحقیقی بات پر عمل کر لیتا ہے' اسے مقلد کہتے ہیں۔ یعنی مجتہد کی تحقیق پر عمل کرنے والا۔ تیسرا وہ شخص ہے جو نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اور نہ ہی مجتہد کی تقلید کرے' بلکہ نا اہل ہو کر اپنی ناقص رائے سے دین میں فتنہ ڈالے' اس کو غیر مقلد کہتے ہیں۔ اب ان نا اہلوں میں سے کچھ

وگوں نے اپنا نام جماعت المسلین رکھ لیا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک محقق طبیب ہے' جس کی طب کا لوہا ہم عصر اطباء مانتے ہیں۔ دوسرا مریض ہے' جو انما شفاء العی السوال کے مطابق محقق طبیب سے علاج کروا کر صحت یاب ہو جاتا ہے۔ تیسرا بھی مریض ہے' مگر وہ نہ خود علاج کی اہلیت رکھتا ہے' نہ محقق طبیب سے علاج کرواتا ہے۔ طب کے ایک دو اردو رسالے رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو سمجھے بغیر دوائی استعمال کرتا ہے اور غلط اور ناقص دوائیوں سے اپنے مرض کو اتنا بگاڑ لیتا ہے کہ اب محقق طبیب اس کو لاعلاج مریض قرار دے دیتا ہے۔ یہی مثال اشتیاق پارٹی کی ہے کہ لاعلاج مریض ہو کر صحت یاب مریض کو عدم تحقیق کے طعنے دے رہے ہیں۔ اس لئے ہم بھی اشتیاق صاحب کے طعن و تشنیع کو لاعلاج مرض کی بحرانی کیفیت کا اثر سمجھتے ہیں۔ اس کا تجربہ ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے۔ آپ موصوف سے پوچھیں کہ جو اجتہاد کا اہل ہو وہ کون ہے؟ تو وہ کہے گا مجتہد۔ آپ پوچھیں کہ جو مجتہد کی تحقیق پر عمل کرے تو وہ کون ہے؟ وہ کہے گا مقلد۔ پھر پوچھیں جو نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو' نہ تقلید کرے' بلکہ اپنی ناقص رائے کو نبی کی رائے اور معصوم عن الخطاء سمجھے' وہ کون ہے؟ تو وہ ہچکچائے گا۔ آپ فوراً یاد دلادیں کہ وہی آپ کی جماعت المسلمین ہے۔

مثال : ایک آدمی کا آپ پتہ پوچھیں کہ آپ سے کہاں ملا جائے' وہ کہے شہر ملتان' صوبہ پنجاب' ملک پاکستان۔ اور دوسرے آدمی سے سارا دن آپ پتہ پوچھتے رہیں کہ آپ کا پتہ۔ وہ بار بار یہی کہتا ہے کہ میں پاکستانی ہوں۔ تو کیا آپ کو یقین نہ ہو جائے گا کہ یہی لاعلاج مریض ہے۔ ایک شخص اپنا تعارف کراتا ہے' میرا نام ہے محمد عمر شاہ بن محمد انور شاہ' قوم سید۔ دوسرا سارا دن یہی گردان کرتا ہے میں آدم کا بیٹا' میں آدم کا بیٹا' تو کیا آپ کو یقین نہ ہو گا کہ یہی بیچارہ لاعلاج مریض ہے۔

طبیب اور پنساری :

مریض کو اپنے علاج میں اصل واسطہ طبیب سے پڑتا ہے۔ اگر طبیب دوا اپنے ہی پاس سے دے دے تو پنساری کے پاس جانے کی مریض کو ضرورت نہیں رہتی۔ ہاں اگر طبیب خود کسی مریض کو پنساری کے پاس بھیجے کہ فلاں دوا اتنی مقدار میں لے آؤ۔ اس میں نہ مریض کی رائے کا دخل ہو' نہ پنساری کی رائے کا۔ صرف طبیب کی تجویز ہو تو یہ بالکل صحیح طریق علاج ہے۔ لیکن اگر کوئی عقل مند طبیب کے پاس نہ جائے' کسی مشہور ترین اور سب اطباء میں مسلمہ کتاب سے کسی دوا کی خاصیت پڑھ کر اور مشہور ترین پنساری سے وہ دوا خرید کر خوراک بھی خود متعین کرے' پرہیز سے نفرت کرے اور اپنی بیماری کو بگاڑے۔ تو یہ سارا نقصان اس کی اپنی خود رائی کا ہے۔ اس میں پنساری کا کیا قصور؟ اسی طرح شرعی طریق علاج میں فقہاء طبیب ہیں اور محدثین پنساری۔ اختلافی روایات میں ہم فقیہ اعظم کے مشورہ سے روایت پر عمل کرتے ہیں' اور یہ محض اپنی رائے سے "ایک مجموعہ" سے روایت لے لیتے ہیں اور یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ فلاں بہت بڑا پنساری ہے۔

تقلید کا مطلب :

اس نئے فرقہ کے امیر ثانی تقلید سے بہت نالاں ہیں۔ مگر تقلید کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں۔ بانی فرقہ نے تقلید کی تعریف نقل کرنے میں بھی تقلید ہی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالعزیز بن احمد بن محمد البخاری الحنفی المتوفی ۷۳۰ھ سے نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ "تلاش حق" ص۱۶۰ اور "خلاصہ تلاش حق" ص۱۴۳ پر ہے : التقلید اتباع الانسان غیرہ فیما یقول او یفعل معتقدا للحقیة فیه من غیر نظر وتامل فی الدلیل کان هذا المتبع جعل قول الغیر او فعله قلادة فی عنقه من غیر مطالبة

دلیل۔ "تقلید (کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ) کسی آدمی کا دوسرے کے قول یا فعل کی اتباع کرنا محض حسن عقیدت سے کہ جس میں (مجتہد کی) دلیل پر غور نہ کرے۔ گویا اس اتباع کنندہ نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا ہار بنالیا بلا دلیل طلب کرنے کے۔"

اس تعریف سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔۱۔ تقلید اتباع کا دوسرا نام ہے۔ جو لوگ تقلید اور اتباع میں فرق کرتے ہیں جیسا کہ بانی فرقہ نے بھی بعض جگہ کیا ہے' وہ تقلید کی تعریف بھول جانے کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ۲۔ جس بات میں تقلید کی جاتی ہے وہ بات بادلیل ہوتی ہے اور مجتہد کے پاس اس کی تفصیلی دلیل ہوتی ہے۔ البتہ مقلد محض حسن عقیدت کی بنا پر اس کی بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل تسلیم کرلیتا ہے۔ ۳۔ بانی فرقہ چونکہ عالم نہیں تھا اس لئے نقل نویسی بھی صحیح نہ کرسکا۔ اصل عبارت میں لفظ للحقیہ ایک "ق" کے ساتھ تھا' بانی نے ایک اور "ق" بڑھاکر للحقیقہ بناڈالا۔ اس کو کاتب کی غلطی نہیں کہا جاسکتا' کیونکہ اس نے ترجمہ میں بھی "حقیقت" ہی لکھا ہے۔ جس فرقہ کا امیر نقل نویسی بھی صحیح نہ کرسکے تو کیا اتخذالناس روسا جھالا کی حدیث پاک اس پر صادق آئے گی یا نہیں۔ ۴۔ بانی فرقہ نے قلادہ کا ترجمہ بریکٹ میں (پٹہ) کیا ہے۔ اور میں نے قلادہ کا ترجمہ ہار کیا ہے۔ قلادہ کے معنی دونوں ہی ہیں مگر پٹہ جانور کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ اس لئے جانور قلادہ کا معنی پٹہ ہی کرتے ہیں اور ہار انسانوں کے گلے میں ڈالا جاتا ہے' اس لئے انسان قلادہ کا معنی ہار ہی کرتے ہیں۔

"نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔"

بخاری میں باب القلائد والسخاب للنساء ہے کہ صحابیات نے گلے کے ہار صدقہ میں دے دیئے۔ کیا بانی کے بعد ثانی ان کا ترجمہ صحابیات کے پٹے کرے گا۔ اور دوسرا باب ہے استعارۃ القلائد۔ کیا ام المومنین حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ان کا ہار ادھار لیا تھا یا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا پٹہ ادھار لیا تھا۔ کیا قلادہ کا ترجمہ پٹہ کرنا طنز تو نہیں۔ ثانی بانی اس کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ ۵۔ ثانی نے ص ۱۶ پر لکھا ہے: ائمہ کی تحقیق پر اعتماد کرنا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف تقلید نہیں ہے۔ تقلید مسائل میں ہوتی ہے' پھر تقلید ایک امام کی ہوتی ہے' متعدد امام کی تقلید نہیں ہوتی۔ امین صاحب (راقم الحروف) کو تقلید کی تعریف ایک بار پھر پڑھ لینی چاہئے۔" ہم نے سوچا تھا کہ بانی کے بعد ثانی شاید کوئی پڑھا لکھا آدمی ہوگا' لیکن معلوم ہوا کہ جناب صحیح اردو بھی نہیں لکھ سکتے۔ متعدد امام کی تقلید نہیں ہوتی۔ یہاں امام بصیغہ واحد غلط ہے' یہاں اماموں یا ائمہ جمع آنا چاہئے۔ مگر ہائے فرقہ کی قسمت! جناب من محدثین جو کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو کسی نص سے نہیں کہتے کہ اللہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صحیح یا ضعیف کہا ہے' بلکہ وہ لوگ پہلے اپنی رائے اور اجتہاد سے کچھ اصول بناتے ہیں۔ پھر اس رائے اور اجتہاد پر مبنی اصولوں سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں۔ اس لئے ان کی اجتہادی رائے کو بلا مطالبہ دلیل ماننا تقلید ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث)

چنانچہ بانی فرقہ کے معتمد خاص جناب البانی صاحب کی شہادتیں پڑھیں۔ (۱) ایک حدیث پر ھیثمی نے کہا رجالہ رجال الصحیح۔ اسی بات کو سیوطی نے نقل کیا تو البانی صاحب فرماتے ہیں قلدہ السیوطی۔ سیوطی نے اس کی تقلید کی۔ (الضعیفہ ۲-۳۴۰) (۲) ایک حدیث کو سیوطی نے ضعیف کہا ہے۔ مناوی نے حافظ ابن حجر کے قول سے سیوطی کا رد کرکے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ جناب البانی صاحب لکھتے ہیں: وھذا تعقب واہ جاءہ من التقلید والاستسلام لردا الحافظ ابن حجر دون تبصر (ص ۳۴۵)۔ کہ مناوی کا اس حدیث کو صحیح کہنا ابن حجر کی اندھی تقلید ہے۔ (۳) حافظ ابن حجر نے

ایک حدیث پر لکھا ہے: رجاله ثقات' یہی بات ان کے حوالہ سے صنعانی نے لکھی ہے- تو البانی لکھتے ہیں: قلده الصنعانی (ص ۳۶۲) صغانی نے اس کی تقلید کی ہے- (۴) ابن کثیر نے ایک حدیث کو صحیح کہا ہے- البانی نے لکھا ہے: قلده فی ذالك.... شوکانی' صدیق حسن خان' آلوسی (ص ۳۸۷) یعنی شوکانی' صدیق حسن اور آلوسی نے ابن کثیر کی تقلید کی ہے- (۵) صغانی نے ایک حدیث کو صحیح ماننے میں دارقطنی کی تقلید کی ہے ص ۳۹۴- (۶) حاکم اور ذہبی نے ایک حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے- مناوی نے اس کو نقل کیا ہے- البانی صاحب لکھتے ہیں: قلده الحاکم والذهبی (الضعیفة ص ۱۳' ج ۴) (۷) اسی طرح الغماری کو مناوی کا مقلد کہا ہے (ص ۶۹)- (۸) قلده المناوی کہ مناوی نے ہیثمی کی تقلید کی ہے ص ۹۵- (۹) قلده الغماری کعادته (ص ۳۱۵)- (۱۰) خود اپنے بارے میں البانی لکھتا ہے قلدته فی ذالك کله للجنة القائمة علی تحقیقه (ص ۳۱۶) میں نے ان سب میں اس مجلس کی تقلید کی ہے جو تحقیق کے لئے قائم کی گئی- تلك عشرة کاملة-

آخری حوالہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقلید صرف ایک کی نہیں ہوتی' جماعت کی بھی ہوتی ہے- اس تحقیق سے یہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ بانی اور ثانی محدثین کے مقلد ہیں اور تقلید ان کے ہاں شرک ہے- اس لئے دونوں اقراری مشرک ہیں- ثانی صاحب! ہم نے تقلید کا معنی دوبارہ غور سے پڑھ لیا-

مسلمین :

بانی فرقہ کے نزدیک مسلم کا معنی وہ نہیں جو سب مسلمان کرتے ہیں بلکہ ان کے ہاں مسلم کا معنی غیر مقلد ہے- لکھتا ہے "غرض یہ کہ مسلمین یعنی کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے ہمیشہ رہے ہیں-" (خلاصہ تلاش حق ص ۴۱) کیا اس عبارت کا صاف مطلب نہیں کہ جو کسی امام کی تقلید نہیں کرتا وہ مسلم ہے اور جو کسی امام کی

تقلید کرے وہ غیر مسلم ہے۔ ایک صاحب نے کہا "ہم قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں' اللہ کی وحدانیت پر ہمارا ایمان ہے' حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان ہے وغیرہ وغیرہ' تو کیا پھر بھی ہم مسلم نہیں؟ بانی فرقہ جواب دیتا ہے "ان سب باتوں کے باوجود بھی آپ مسلم نہیں' اس لئے کہ آپ شرک کے مرتکب ہیں (ص ۱۴۱) کیونکہ آپ نے تقلید کو داخل فی الدین کیا' اس کو واجب قرار دیا' لہٰذا آپ شرک کے مرتکب ہوئے (ص ۱۴۲) ان سب باتوں پر بریلویوں' مرزائیوں' رافضیوں' منکرین حدیث اور جملہ فرق باطلہ کا اتفاق ہے تو کیا وہ سب مسلم ہیں؟ (ص ۱۴۳) کیا ان عبارتوں میں صراحت نہیں کہ مقلدین غیر مسلم ہیں۔ جیسے مرزائی' رافضی' منکرین حدیث غیر مسلم ہیں۔ ثانی صاحب! میری دلیل تو شکل اول ہے جو بدیہی الانتاج ہوتی ہے۔ صغریٰ یہ ہے وہ تمام محدثین جن کا ذکر طبقات حنفیہ' طبقات مالکیہ' طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے' وہ مقلد ہیں۔ کبریٰ یہ ہے ہر مقلد مرزائیوں کی طرح غیر مسلم ہے۔ **نتیجہ : یہ** تمام محدثین مرزائیوں کی طرح غیر مسلم ہیں جن کی کتابوں سے صلوٰۃ المسلمین' منہاج المسلمین وغیرہ مرتب کی ہیں۔ جناب ثانی صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا ہے "جو مقلد ہوتا ہے وہ اپنے مقلد ہونے کا خود اقرار کرتا ہے" (ص ۱۳) یہ بات پڑھ کر شاید کچھ ان پڑھ مریدین جھوم گئے ہوں کہ ثانی تو بانی سے بھی بڑھ گیا۔ لیکن اہل علم تو سمجھ گئے کہ ثانی صاحب نہ قرآن کو مانتے ہیں' نہ حدیث کو' نہ کسی قانون کو' نہ ہی اپنی بات کو۔ کتاب و سنت اور دنیا کے ہر قانون میں ثبوت کے تین طریقے ہیں۔ اقرار' شہادت' نکول۔ فقہاء ان میں سے اقرار کو ثبوت قاصر کہتے ہیں۔ کیونکہ اقرار کرنے والا کسی وقت بھی اپنے اقرار سے رجوع کر سکتا ہے۔ جناب نے ایک ہی فقرے میں آیات و احادیث شہادت کا انکار کر ڈالا۔ کیوں ثانی صاحب! جناب کی طرح کوئی یوں کہے کہ "صحابی وہ ہوتا ہے جو خود اپنے صحابی

ہونے کا اقرار کرے۔ تابعی وہ ہوتا ہے جو خود اپنے تابعی ہونے کا اقرار کرے۔ تبع تابعی وہ ہوتا ہے جو خود اپنے تبع تابعی ہونے کا اقرار کرے۔ تو ثانی صاحب تاریخ سے کتنے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا اقرار دکھا سکتے ہیں اور جس کا نہ دکھا سکیں اس کے صحابی، تابعی، تبع تابعی ہونے کا انکار کریں گے؟

(۲) ثانی صاحب! جن محدثین کے مقلد ہونے کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ اقرار دکھایا جائے ان کو آپ محدث اور مسلم تو مانتے ہیں۔ تو کیا آپ تاریخ میں ان کا اقرار دکھا سکتے ہیں کہ سب نے کہا ہو میں محدث ہوں، میں مسلم ہوں۔ اور نہ دکھا سکیں اور قیامت تک نہ دکھا سکیں گے۔ تو ان کے محدث اور مسلم ہونے کا انکار علی الاعلان شائع کرو گے؟

(۳) ثانی صاحب! جن راویوں کو جناب ثقہ یا ضعیف یا عادل یا کذاب کہتے ہیں ان کا اقرار جناب پیش کر سکیں گے کہ راوی نے کہا ہو میں ثقہ ہوں، میں ضعیف ہوں، میں کذاب ہوں، میں دجال ہوں وغیرہ۔ (۴) ثانی صاحب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب اپنے مسلم ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ جناب ان کے اس اقرار کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔ ہم نے تو سنا تھا کہ غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو کسی کی بات نہ مانے۔ آپ تو ایسے غیر مقلد نکلے جو اپنی بات پر بھی قائم نہ رہے۔ (۵) ثانی صاحب! مقلد ہونے کے لئے تو اقرار ضروری ہے۔ تو کیا جن کو بانی یا ثانی نے حنفی یا شافعی وغیرہ لکھا ہے، مثلاً علامہ زیلعی، علامہ عینی وغیرہ، ان کو جناب نے مقلد کیسے مان لیا۔ ان کا اقرار باحوالہ تحریر فرمائیں۔ (۶) ثانی صاحب! اگر کسی کو مقلد کہنے کے لئے اس کا اقرار دکھانا ضروری ہے تو کسی کو غیر مقلد کہنے کے لئے اس کا اقرار دکھانا ضروری ہونا چاہئے۔ تو جناب جن محدثین کو غیر مقلد مانتے ہیں ان کا اپنا اقرار دکھادیں کہ میں نہ مجتہد ہوں نہ مقلد، بلکہ غیر مقلد ہوں۔ ثانی صاحب! ایسے لگتا ہے جیسے جناب حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے فرد ہیں جن کے لینے کے

بات الگ ہوتے تھے اور دینے کے باٹ الگ ہوتے تھے۔ جناب جس کو جو مان لیں اس کا اقرار دکھانے کی ضرورت نہیں، لیکن دوسروں سے اقرار اقرار دکھانے کا مطالبہ ہے۔ (۷) ثانی صاحب! ایک مورخ تاریخ لاہور لکھے اور اس میں نمبروار عنوان دے کر لاہوریوں کے حالات لکھے۔ تو پرائمری کلاس کے بچے بھی مان جاتے ہیں کہ جن کے حالات اس کتاب میں درج ہیں، وہ لاہوری ہیں۔ کوئی پرائمری سکول کا بچہ بھی ایسی بے ہودہ بات نہیں کہتا کہ ہر شخص کا اپنا اقرار نامہ پہلے دکھاؤ کہ اس نے خود کہا ہو کہ میں لاہوری ہوں، ورنہ میں ان کو لاہوری نہیں مانتا۔ (۸) ثانی صاحب! محدثین نے خود جو کتابیں محدثین کے حالات میں لکھی ہیں، وہ چار ہی قسم کی ہیں۔ طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ، طبقات حنابلہ۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی مسلمہ محدث یا مورخ نے نہیں لکھی۔ تو جس طرح تاریخ لاہور میں مذکور سب لاہوری ہیں، طبقات حنفیہ میں مذکور سب حنفی ہیں۔ جس طرح تاریخ ملتان میں مذکور سب ملتانی ہیں۔ اسی طرح طبقات شافعیہ میں مذکور سب شافعی ہیں۔ ثانی صاحب! جن کتابوں کی شہادت سے جناب ان کا مسلم ہونا مانتے ہیں، ان کا محدث ہونا مانتے ہیں۔ ان ہی سے ان کا مقلد ہونا ثابت ہے۔ جس طرح ان کا محدث ہونا اور مسلم ہونا ایک متواتر تاریخی شہادت ہے اسی طرح ان کا مقلد ہونا بھی متواتر تاریخی شہادت ہے۔ (۹) ثانی صاحب! جس قسم کی تاریخی شہادتوں سے جناب کسی راوی کا ثقہ یا ضعیف ہونا مانتے ہیں، حالانکہ ان کے بارہ میں شہادتوں میں سخت اختلاف بھی ملتا ہے۔ مگر محدثین کے مقلد ہونے میں کوئی تاریخی اختلاف نہیں ملتا۔ تو راویوں کے بارہ میں محدثین کی اختلافی آرا کو قبول کرنا اور مقلد ہونے کے بارہ میں ان کی اتفاقی شہادتوں کو ٹھکرانا کونسی عقل مندی ہے۔ ثانی صاحب! یہی وہ حنفی شافعی مالکی حنبلی محدثین ہیں جو مقلد ہیں اور بانی صاحب ان ہی مقلدین کو مرزائیوں جیسا غیر مسلم قرار دیتا ہے۔ (۱۰) ثانی

صاحب! اگر جناب مقلدین کو مسلم مانتے ہیں تو صاف اعلان شائع کریں کہ حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی مقلدین سب سچے اور پکے مسلم ہیں- بانی فرقہ نے جو ان کو غیر مسلم لکھا ہے وہ مسلمین کو غیر مسلم کہنے کی وجہ سے خود غیر مسلم تھا اور غیر مسلم ہی مرا ہے- البتہ ہم اس سے توبہ کر رہے ہیں- ثانی صاحب! دین میں اینچ پیچ سے کام نہ لیں' بات صاف صاف کریں-

اختلافی احادیث :

بانی اور ثانی' اہل سنت کے خلاف یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ہم احادیث پر عمل کرتے ہیں اور حنفی احادیث کے خلاف عمل کرتے ہیں- بات یہ ہے کہ جن احادیث میں اختلاف ہے ان میں سب احادیث پر تو کوئی بھی عمل نہیں کرتا- احادیث متعارضہ میں سب کا دعوٰی ہے کہ وہ احادیث راجحہ پر عمل کرتے ہیں- کسی حدیث کا صحیح' ضعیف یا راجح اور مرجوح ہونا اللہ و رسول ﷺ نے تو بیان نہیں فرمایا- اس لئے ہم اس بارہ میں اپنے مجتہد کی تقلید کرتے ہیں- خیر القرون کے مجتہد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جن احادیث کو راجح قرار دیا' ہم ان پر عمل کرتے ہیں- اور ثانی صاحب اس بارہ میں بانی فرقہ کے مقلد ہیں- جب کہ بانی فرقہ کو اجتہاد کی ہوا بھی نہیں لگی- وہ مقلد کو مشرک اور غیر مسلم بھی کہتا ہے اور ان کی تقلید بھی کرتا ہے- اس نے اپنی ساری نماز صاحب مشکوۃ (مقلد شافعی) ابن حجر (مقلد شافعی) شوکانی (زیدی) البانی فرقہ پرست اہل حدیث وغیرہ سے لی ہے- جس طرح مشرکین خدا کو چھوڑ کر اس کے بندوں سے مرادیں مانگتے ہیں' یہ مجتہدین کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں اور ان کے مقلدین کی تقلید کو عین ایمان سمجھتے ہیں- ثانی صاحب نے بارہ مسائل کا اشارہ کیا ہے-

(۱) جس طرح جوتے اتار کر نماز پڑھنا امت میں عملاً متواتر ہے' اسی طرح ترک رفع یدین کی احادیث عملاً متواتر ہیں- جن کے بانی اور ثانی دونوں منکر ہیں- تو منکر

حدیث کون ہوا- یاد رہے کہ عملی تواتر کو بانی فرقہ قرآن کے تواتر سے بھی بڑا تواتر مانتا ہے- (۲) آمین بالجہر کا سنت ہونا کسی حدیث سے ثابت نہیں- بانی اور ثانی سنت کی جامع و مانع تعریف سے جاہل ہیں- خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے آج تک آہستہ آمین کی احادیث پر اکثر امت میں متواتر عمل ہے' جس کا بانی اور ثانی منکر ہے- تو ان کے منکرین حدیث ہونے میں کیا شک ہے- (۳) صف بندی قدم سے قدم' کندھے سے کندھا ملانا لکھتا ہے- گھٹنے سے گھٹنا ملانا کیوں ذکر نہیں کیا جو ابوداؤد میں ہے- نیز یہ بھی فرمائیں' یہ حدیث کی کونسی قسم ہے قولی یا فعلی یا تقریری؟ نیز سنت کی تعریف فرما کر اس کی سنیت ثابت کریں- (۴) ہاتھ باندھنے میں ہم دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھتے ہیں جیسا کہ ابوداؤد' مسند احمد وغیرہ میں حدیث ہے جس پر آپ کا عمل نہیں- بائیں ہاتھ کے گٹ (رسغ) کو پکڑتے ہیں (ابوداؤد) جس پر آپ کا عمل نہیں اور ذراع پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں رکھتے ہیں' سب حدیثوں پر ہمارا عمل ہے اور جناب افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے مصداق کتنی احادیث کے منکر ہیں- (۵) تین چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا- اس مسئلہ کے بارہ میں امام ترمذی فرماتے ہیں: قال بعض اھل العلم المضمضۃ والاستنشاق من کف واحد یجزی وقال بعضھم یفرقھما احب الینا وقال الشافعی ان جمعھما فی کف واحد فھو جائز وان فرقھما فھو احب الینا- (ص۶' ج۱) یہی کچھ ہم کہتے ہیں- جناب کا غیر محبوب کو سنت سمجھنا سنت کی تعریف سے جہالت پر مبنی ہے- اور احادیث مفصل کے آپ منکر ہیں- (۶) ہمارے ہاں پورے سر کا مسح سنت ہے- جناب اگر حدیث میں تصریح دکھادیں کہ پورے سر کا مسح سنت نہیں فرض ہے تو ہم سنت کہنے سے رجوع کرلیں گے- مگر آپ اس وقت اس مسئلہ مسح علی الناصیۃ والی متفق علیہ حدیث کے منکر ہیں- (۷) کسی حدیث میں

یہ صراحت نہیں کہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق نہیں' یہ جناب کا جھوٹ ہے۔ (۸) امام کے سکتات میں فاتحہ پڑھنے کی ایک بھی صحیح حدیث نہیں۔ اس لئے امام ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں اس کو بدترین بدعت قرار دیا ہے۔ (۹) ذبح کرتے وقت جانور کا بچہ پیٹ میں مرجائے تو بوجہ مردار حرام ہے۔ اور اگر لٹاتے وقت چوٹ سے مرا تو متردیہ میں داخل ہو کر حرام ہے۔ اگر سانس بند ہو کر گلا گھٹنے سے مرا تو متخنقه میں داخل اور حرام ہے۔ آپ تو قرآن کے بھی منکر نکلے۔ (۱۰) تورك کے بارہ میں لم يتورك (ابوداؤد میں) ہے جس کے آپ منکر ہیں۔ تورك کو سنت کہنا سنت کی تعریف سے جہالت ہے۔ (۱۱) جلسہ استراحت کو سنت کہنا بھی سنت کی تعریف سے جہالت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز کو خلاف سنت کہنا ہے اور سیدھے کھڑے ہونے والی حدیث کا انکار ہے جن پر امت میں متواتر عمل چلا آرہا ہے۔ (۱۲) کلمہ شہادت کی انگلی کو آخر وقت تک اٹھائے رکھنا تواتر عمل کے خلاف اور شاذ ہے۔ جناب کا فرقہ بھی شاذہ' مسائل بھی شاذ' اس لئے حدیث پاک من شذ شذ فی النار سے ڈرنا چاہئے۔ (۱۳) کیا آپ یہ حلفیہ اعلان شائع کرسکتے ہیں کہ ہم تمام اختلافی احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ بہرحال احادیث متعارضہ میں احادیث راجحہ پر عمل ہوتا ہے۔

دعوۃ المسلمین :

اس میں میرا اعتراض یہی ہے کہ (ص ۱۳۴' ج ۱ بخاری) پر لفظ دعوۃ المسلمین کے لفظ کو مسعود لیتا ہے مگر ص ۴۶ پر دعوۃ المومنین ہے' اس کو چھپاتا ہے۔ جناب نے اپنی رائے یہ بیان کی کہ مسلمین نام ہے اور مومنین صفت ہے' مگر یہ فرق طبع زاد ہے حدیث میں نہیں۔ بہرحال بانی فرقہ سے کتمان کا اعتراض دور نہ ہوسکا۔ امام المسلمین جناب نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جماعت المسلمین کے امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما تھے (یہ عنہما تثنیہ کا صیغہ

استعمال کرنا علم ہے یا جہالت) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ص۶- (۱) جناب نے اپنے اصول پر ان کا اپنا اقرار نقل نہیں فرمایا کہ "میں جماعت المسلمین کا امام ہوں۔" آئندہ ضرور مستند حوالہ پیش فرمائیں- (۲) یہ چاروں صاحب اقتدار تھے اور بانی فرقہ اقتدار سے محروم- (۳) کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد جماعت المسلمین مٹ گئی تھی- پھر چودھویں صدی کے آخر میں مسعود صاحب نے اس نام کی جماعت گھڑی؟ تو درمیانی زمانہ کے ائمہ کا ذکر بھی فرما دیں- ورنہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ قادیانیوں کے ربوہ کی طرح یہ نام بھی مسعود نے گھڑا- اس جماعت کے نام سے لٹریچر بھی اسی نے گھڑا- چلو کم از کم تیرھویں اور بارھویں صدی کے ہی امام المسلمین کا نام دکھادو- ہاں جناب نے فرمایا ہے کہ ابو داؤد کی خلیفہ والی حدیث شاذ یعنی ضعیف ہے- یہ فقرہ بالکل بے معنی ہے- اگر اس کو ضعیف کہنے کی وجہ شاذ ہونا ہے تو جناب شاذ کی تعریف سے ناواقف ہیں- "شذوذ" ثقات کی مخالفت کا نام ہے- شاذ تو جب ہوتی ہے کہ کئی ایک ثقات یوں حدیث بیان کرتے کہ امام المسلمین کبھی خلیفہ نہیں ہوگا- پھر نفی کے خلاف اس اثبات والی حدیث کو شاذ کہا جاتا- جناب نے جب خود مانا کہ پہلے چاروں امام المسلمین خلیفہ تھے- اب بھی امام المسلمین کا خلیفہ ہونا تو اس کی موافقت ہے نہ کہ شذوذ- انسان جس فن سے جاہل ہو' اس میں قدم رکھنے سے اسی طرح ذلیل ہوتا ہے-

امامت :

بانی فرقہ نے لکھا تھا کہ درمختار میں شرائط امامت میں یہ مسئلہ لکھا ہے- شرط تو اس کو کہتے ہیں کہ اذا فات الشرط فات المشروط- فقہ حنفی میں شرائط نماز یہ ہیں : ۱- بدن کا پاک ہونا' ۲- کپڑوں کا پاک ہونا' ۳- جگہ کا پاک ہونا' ۴- ستر کا چھپانا' ۵- نماز کا وقت ہونا' ۶- قبلہ کی طرف منہ کرنا' ۷- نیت کرنا

(تعلیم الاسلام ص ۴۴) ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ بانی فرقہ نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے کہ آلہ تناسل کا چھوٹا ہونا امامت کی شرائط میں سے ہے۔ اگر درمختار یا کسی بھی حنفی مذہب کی کتاب میں یہاں لفظ شرط دکھادے تو مبلغ ایک لاکھ روپے انعام دیا جائے گا۔ اور اگر نہ دکھا سکے اور (ان شاء اللہ) ہرگز نہ دکھا سکو گے تو ایک لاکھ دفعہ لعنة اللہ علی الکاذبین کا وظیفہ روزانہ پڑھ لیا کریں تاکہ کاذب پر لعنت برستی رہے۔

درمختار :

مذہب حنفی پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اصل مذہب حنفی متون فقہ میں ہوتا ہے۔ ہاں شروح میں شارح کی تخریجات بھی ہوتی ہیں، جو اس وقت تک مذہب نہیں کہلاتیں جب تک مفتٰی بہ نہ ہوں۔ حضرت فقیہ محمد بن عبداللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب بن خلیل بن تمرتاشی المتوفی ۱۰۰۴ھ نے فقہ کا ایک متن مرتب فرمایا جس کا نام "تنویر الابصار" رکھا۔ مرتب کرنے کا مطلب یہ ہے جیسے مشکوۃ شریف پہلی کتابوں کو سامنے رکھ کر مرتب کرلی گئی، پھر فقیہ محدث عالم فاضل امام محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن المعروف بہ حصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے اس کتاب کی شرح تحریر فرمائی۔ اس میں "احق بالامامة" کے عنوان کے تحت ص۱۶ پر تحریر فرمایا ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا۔ یعنی وہ امام بنے جس کا سر بڑا اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں۔ کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضاء کا متناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی۔ مگر کلانی سر کی موقع سے ہو، بے موقع نہ ہو۔ کذا فی الطحطاوی (غایة الاوطار اردو ترجمہ درمختار ص ۲۹۰، ج۱) علامہ وحید الزمان نے نزل الابرار میں بعض نسخوں سے عبارت یوں نقل کی ہے ثم الاکبر راسا واصغر قدما۔ یعنی سر بڑا اور قدم چھوٹے ہوں اور مشہور محاورہ ہے سر وڈے

سرداراں دے' پیر وڈے گنواراں دے۔ اس مسئلہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ جسم مناسب ہو تو یہ اعتدال مزاج کی دلیل ہے۔ امام اگر معتدل مزاج ہو گا تو نمازی اس سے بدکیں گے نہیں' بلکہ زیادہ آئیں گے۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ جماعت میں جتنے نمازی زیادہ ہوں گے اتنا ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ اور اگر امام کا جسم بھی مناسب نہ ہوا تو یہ اختلاف مزاج کا باعث ہو گا۔ جس سے امام میں چڑچڑا پن پیدا ہو گا۔ اور وہ اپنے چڑچڑے پن کی وجہ سے مقتدیوں کو لڑ بھڑ کر بھگا دے گا۔ اور جماعت کے کم رہ جانے کی وجہ سے ثواب بھی کم ہو گا۔ اگر آپ اس مسئلے کو کسی آیت یا حدیث کے خلاف ثابت کردیں تو کھلے دل سے اس غلطی کا اعتراف کرلیں گے۔ لیکن ہم ثانی یا بانی کو خدا اور رسول نہیں سمجھتے کہ جو مسئلہ ان کو سمجھ نہ آئے اس کو غلط سمجھ لیا جائے۔ درمختار شریف کی عبارت ثم الاکبر راسا والاصغر عضوًا میں عضواً اسم جنس ہے۔ جیسے انسان اسم جنس ہے۔ یہ صیغہ واحد کا ہے مگر اس کا اطلاق جیسے واحد پر ہوتا ہے زیادہ انسان ہوں تو بھی انسان کہا جاتا ہے۔ اسی لئے مترجم نے اسم جنس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے "اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں۔" اس کو اسم جنس لینے سے تو کسی خاص ایک عضو کا یہاں ذکر ہی نہیں' سب اعضاء کا ذکر ہے۔ اور اگر عضواً کو اسم جنس مراد نہ لیں عضو واحد ہی مراد لیں تو جب درمختار کے ہی دوسرے نسخے میں قدما کا لفظ ہے تو قدم مراد ہوں گے نہ کہ کوئی اور عضو۔ بس درمختار شریف میں مسئلہ اتنا ہی ہے۔ بانی فرقہ نے جو اصغر عضواً کا ترجمہ کیا ہے "اور ذکر سب سے چھوٹا ہو" (خلاصہ تلاش حق ص ۲۴) آخر بانی فرقہ کو سب اعضاء چھوڑ کر صرف اسی کا تذکرہ کیوں پسند آیا؟ ثانی صاحب! بانی تو جھوٹ لکھ کر آنجہانی ہو گیا۔ دیکھو مسلم میں حدیث ہے : اھدی لہ عضو من لحم صید کہ حضور ﷺ کو شکار کے گوشت کا عضو ہدیہ دیا گیا۔ اس حدیث میں بھی جناب عضو کا ترجمہ ذَکر ہی کریں

گے؟ (معاذاللہ) مسند احمد میں حدیث ہے: اکل عضوا ثم صلی ولم یتوضاء۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عضو تناول فرمایا' پھر نماز پڑھی' نیا وضو نہیں کیا۔ ثانی صاحب! کیا یہاں بھی آپ عضواً کا ترجمہ ذَکر ہی کریں گے؟ ثانی صاحب! ناقص مطالعے والا مصنف بن بیٹھے تو ایسا ہی ذلیل ہوتا ہے۔ بہرحال بانی فرقہ نے درمختار پر ایسا گھناؤنا جھوٹ بولا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

چھوٹے میاں :

یہ محاورہ تو سنا تھا کہ بڑے میاں سو بڑے میاں' چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ بانی کا جھوٹ سن لیا' اب ثانی کا سنو' لکھتا ہے: "درمختار میں عضو ہے اور عضو کی تشریح درمختار میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: ان المراد من العضو الذکر (ردالمختار ص ۲۱۳) کہ یقیناً عضو سے مراد ذکر ہے (سیف محمدی ص ۷۸) ثانی صاحب! جناب نے جو لکھا ہے کہ عضو کی تشریح درمختار میں موجود ہے۔ پھر عربی عبارت لکھی ہے۔ یہ اگر درمختار میں دکھا دیں تو دس لاکھ روپیہ انعام آپ کو دیا جائے گا جو مسلمہ فریقین کمیٹی کے سامنے دیکھ کر ادا کیا جائے گا۔ ایسے جھوٹ ثانی صاحب! کیا خدا کے پاس نہیں جانا؟

ردالمختار : ثانی صاحب نے ایک کتاب کا نام ردالختار (خ) کے ساتھ لکھا ہے جو بالکل غلط ہے۔ یہ لفظ ردالمحتار (ح) کے ساتھ ہے۔ جو ایک لفظ صحیح پڑھ بھی نہیں سکتے' وہ آج دین کے پیشوا بنے بیٹھے ہیں۔

ع ہر شاخ پر الو بیٹھا ہے' انجام گلستاں کیا ہوگا

یہ کتاب، درمختار شریف کی شرح ہے اور شامی شریف کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ شامی نے یہ کتاب ۱۲۴۹ھ میں مکمل فرمائی۔ علامہ شامی کا وصال تقریباً ۱۲۶۰ھ میں ہوا۔ علامہ شامی درمختار کی اس عبارت پر لکھتے ہیں: (ثم الاکبر راسا) لانه یدل علی کبر العقل مع مناسبة الاعضاء له والا فلو

فحش الراس کبرا والاعضاء صغرا کان دلالته علی اختلال ترکیب مزاجه المستلزم لعدم اعتدال عقله اھ ح وفی حاشیه ابی السعود وقد نقل عن بعضهم فی هذا المقام مالا یلیق ان یذکر فضلا ان یکتب اھ وکانه یشیر الی ماقیل ان المراد بالعضو الذکر۔ (ترجمہ) "کیونکہ سر کا بڑا ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی جبکہ دوسرے اعضاء بھی متناسب ہوں۔ ورنہ اگر سر بہت بڑا اور باقی اعضاء بہت چھوٹے ہوں تو یہ دلیل ہے مزاج کی ترکیب میں اختلال کی' جو لازم ہے عقل کی بے اعتدالی کو۔ اور حاشیہ ابوالسعود میں ہے ان میں سے بعض نے اس مقام پر ایسی بات نقل کی ہے جس کا ذکر کرنا بھی لائق نہیں' چہ جائیکہ لکھی جائے۔ گویا وہ اشارہ کر رہے ہیں اس کی طرف جو کہا گیا ہے کہ عضو سے مراد ذکر ہے۔"

علامہ شامی نے پہلے عبارت کا صحیح مطلب بیان فرمایا ہے اور عضو کو اسم جنس قرار دے کر شرح اعضاء سے فرمائی ہے۔ پھر عضو سے ذکر مراد لینے والے مجہول قائل کی زبردست تردید فرمائی ہے کہ یہ بات تو قابل ذکر ہی نہیں چہ جائیکہ لکھی جائے۔ مگر یہ ثانی تو بانی کا بھی باپ نکلا۔ بدعتی فرقہ والو! خدا کے لئے اس کی نظر ٹیسٹ کرواؤ۔ اس کو تردید نظر نہیں آئی۔ ایک پادری کہتا تھا قرآن مجید میں ہے ان اللہ ثالث ثلاثة۔ یقیناً اللہ تین میں سے ایک ہے۔ ان اللہ ھوالمسیح بن مریم۔ یقیناً مریم کا بیٹا مسیح خدا ہے۔ وہ کہتا تھا یقیناً قرآن پاک سے تثلیث یعنی تین خدا بھی ثابت ہو گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کا خدا ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ حالانکہ قرآن میں یہ ہے کہ وہ لوگ کافر ہیں جو تین خدا مانتے ہیں یا مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ اسی طرح علامہ شامی نے تو یہ تحریر فرمایا کہ عضو سے ذَکر مراد لینا اس لائق ہی نہیں کہ اس کو ذکر کیا جائے۔ مگر ثانی صاحب نے لکھ مارا کہ یقیناً ذکر مراد ہے۔

اَنْ یا اَنَّ : لفظ اَنْ جس کا معنی "کہ" ہوتا ہے' اس کا ترجمہ ان کر دیا جس کا معنی "یقیناً" ہوتا ہے۔ آگے سیف محمدی کا نام لکھا ہے۔ یہ ایک لامذہب غیر مقلد محمد جوناگڑھی کی کتاب ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ :

ثانی صاحب لکھتے ہیں "امام طحاوی کہتے ہیں فسرہ بعض المشائخ کہ درمختار کی بعض مشائخ نے یہ تفسیر کی ہے۔ یہ ثانی صاحب کا بہت بڑا علمی کمال ہے۔ امام طحاوی ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۱ھ میں فوت ہو گئے اور صاحب درمختار ۱۰۲۵ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۸۸ھ میں فوت ہوئے۔ جو کتاب گیارھویں صدی میں لکھی گئی ہو اس کی شرح تیسری صدی میں کیسے لکھی جاسکتی ہے۔ یہ تو ایسی حماقت ہے کہ فرقہ کا کوئی امیر ثالث یوں کہے کہ بلوغ المرام کی شرح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یوں لکھا ہے۔ اس بدعتی فرقہ کی قسمت کہ جو امیر ملتا ہے جہالت اور خیانت میں پہلے سے دوسرا بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ :

فقیہ عصر' وحید دہر' محدث جلیل' علامہ محقق فاضل مدقق سید احمد طحطاوی المتوفی ۱۲۳۳ھ نے درمختار اور مراقی الفلاح کی شرح تحریر فرمائی ہے۔ انہوں نے مراقی الفلاح کی شرح میں لکھا ہے: فسر بعض المشائخ بالاصغر ذکرا لانه کبره الفاحش یدل غالبا علی دناءة الاصل ویحرر۔ کہ مشائخ میں سے کسی بعض نے (جو مجہول ہے) یہ تفسیر کی ہے کہ "اصغر ذکرا" کیونکہ اس کا بہت بڑا ہوتا ہے' اصل کی کمینگی کی دلیل ہے۔ اور اس تفسیر پر غور کیا جائے۔ طحطاوی رحمہ اللہ نے اس مجہول تفسیر کو تسلیم نہیں فرمایا بلکہ غور کرنے کو کہا ہے۔ امام طحطاوی رحمہ اللہ تو ۱۲۳۳ھ میں فوت ہو گئے۔ علامہ شامی نے شامی شریف ان کے وصال کے ۱۶ سال بعد ۱۲۴۹ھ

میں لکھی اور پورے غور کے بعد اس تفسیر کی تردید کردی اور محشی ابوالسعود نے بھی اس تفسیر کی تردید کردی۔ جس کے قائل کا آج تک نام معلوم نہیں ہوسکا۔ ثانی صاحب نے ایک تو عبارت نامکمل نقل کی۔ دوسرے پہلے کو پیچھے کردیا اور بعد والے کو پہلے کردیا' جو احناف ۱۲۴۹ھ میں رد کرچکے ہیں۔ اس کو آج ۱۴۱۸ھ میں دوبارہ احناف کے کھاتے میں ڈالنا علم و عقل اور شرم وحیا کا دیوالیہ ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ (آمین)

مسئلہ رفع یدین :

یہ لوگ چار رکعت نماز میں دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں اور اٹھارہ جگہ کبھی رفع یدین نہیں کرتے۔ ان کا عقیدہ ہے جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ یہی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک پڑھتے رہے۔ ہمارا ان سے مطالبہ یہ ہے کہ جس طرح کلمہ طیبہ میں پہلے نفی ہے پھر اثبات۔ اسی طرح یہ ایک اور صرف ایک حدیث پیش کردیں کہ (۱) پہلے اٹھارہ جگہ کی نفی دکھائیں (۲) پھر دس جگہ کا اثبات کندھوں تک (۳) پھر یہ کہ جو اس طرح نماز نہ پڑھے۔ اس کی نماز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باطل فرمایا ہو۔ (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کی آخری نماز بھی اسی طرح پڑھی ہو۔ (۵) اس حدیث کا صحیح ہونا دلیل شرعی سے ثابت کیا جائے۔ اور یہ نہ بھولیں کہ دلیل آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ نہ کسی امتی کی رائے دلیل ہے نہ کسی کی تقلید دلیل ہے۔ لیکن بانی اور ثانی اس قسم کی ایک حدیث بھی نہ پیش کرسکے ہیں نہ آئندہ کرسکیں گے۔ یہ جو حدیث پیش کریں اس میں پہلے ۱۸ کی نفی کی گنتی کروائیں۔ پھر دس کے اثبات کی' وہ بھی کندھوں تک' پھر پوچھیں کہ اس میں ہمیشہ کس لفظ کا ترجمہ ہے اور نماز نہیں ہوتی یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے اور اس کو صحیح کسی امتی نے کہا ہے یا اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جب

تک پہلی پیش کردہ حدیث سے یہ پانچ باتیں دکھا دیں تو آپ بھی یہ رفع یدین شروع کر دیں۔ اگر نہ دکھا سکیں اور پھر دوسری حدیث دکھانا چاہیں تو پہلے پہلی حدیث کے بارہ میں تحریر دیں کہ اس میں ہمارا مکمل دعویٰ نہیں تھا۔ ہم نے محض دھوکہ دینے کے لئے یہ حدیث پیش کی تھی۔ اب اس دھوکہ سے توبہ کرتے ہیں پھر اگلی دکھائیں۔ اس میں بھی نمبروار یہی باتیں پوچھیں۔

ترتیب :

چونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ مکمل رفع یدین ۵۰ صحابہ سے روایت ہے۔ ان میں دس عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں تو احادیث دکھانے میں پہلے خلفائے راشدین سے بالترتیب پھر باقی عشرہ مبشرہ سے اسی ترتیب سے جو صلوۃ المسلمین ص ۲۵۳ پر ہے۔ ترتیب وار ایک ایک حدیث دکھائیں گے۔ اگر دعویٰ کے پانچوں حصے دکھا دیئے تو ہم لکھ دیں گے کہ دعویٰ ثابت ہو گیا اور ہم آئندہ رفع یدین شروع کر دیں گے۔ اور اگر نہ دکھا سکے تو وہ ہر حدیث کے بارہ میں لکھ کر دیں گے کہ ہم اپنا مکمل دعویٰ ثابت نہیں کر سکے۔ اس لئے اس جھوٹ اور فریب سے توبہ کرتے ہیں۔ آپ ترتیب سے پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم کی احادیث دیکھیں۔ وہ ایک بھی حدیث میں مکمل دعویٰ نہ دکھا سکیں گے۔ نبی پاک ﷺ تو نبی پاک ﷺ وہ کسی ایک صحابی، کسی ایک تابعی، کسی ایک تبع تابعی سے بھی یہ مکمل دعویٰ نہ دکھا سکیں گے۔

وائل رضی اللہ عنہ :

آپ دوسری مرتبہ شوال ۱۰ھ میں تشریف لائے۔ نہ مسلم میں نہ ابوداؤد میں، اور نہ ہی جزء رفع یدین بخاری میں اور نہ ہی کسی کتاب میں یہ ہے کہ شوال ۱۰ھ میں تحریمہ کے بعد بھی ۹ جگہ رفع یدین کرتے دیکھا۔ دوسری آمد کا بغیر سند کے ذکر ہے۔ مگر دوسری آمد میں صرف تحریمہ کی رفع یدین کی صراحت ہے (ابوداؤد)

باقی ۹ جگہ کی صراحت کہیں نہیں۔

مسند احمد :

ثانی صاحب فرماتے ہیں کہ بانی نے جو لکھا تھا کہ مسند احمد میں ہے کہ ابن عمر رفع یدین (دس جگہ) نہ کرنے والے کو کنکریاں مارتے تھے۔ امین نے کہا ہے کہ یہ مسند احمد میں نہیں ہے عدم تحقیق ہے۔ مسند احمد میں رفع یدین نہ کرنے والے پر کنکریاں مارا کرتے تھے' یہ چیز موجود ہے (ص۹)۔ ثانی صاحب! یہ عدم تحقیق نہیں تحقیق ہے۔ آپ مسند احمد سے بسند صحیح دکھائیں کہ جو نماز میں دس جگہ ہمیشہ کندھوں تک رفع یدین نہیں کرتا تھا' اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کنکریاں مارا کرتے تھے۔ ابن حجر نے بھی مسند احمد کا حوالہ نہیں دیا۔

خطبہ عمر رضی اللہ عنہ در مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

اس میں نہ ۱۸ کی نفی ہے نہ دس کا اثبات' نہ ہمیشہ کا لفظ ہے نہ نماز نہ ہونے کا ذکر' نہ ہی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت۔ بیہقی (مقلد شافعی)' حا[illegible] (شیعہ)' الحسین بن علی بن محمد بن یحیٰ (نامعلوم)' اور سلیمان بن کیسان (مدنی) کے بارہ میں نصب الرایہ میں ہے: لم یعرف من حالہ بشئی۔ اسی طرح عبداللہ بن قاسم کے بارہ میں نصب الرایہ میں ہے: لم یعرف من حالہ بشئی (ص۴۱۶' ج۱) تو جناب کا فرمانا کہ نصب الرایہ نے اعتراض نہیں کیا' یہ بات غلط نکلی۔ رہا تقریب سے اُن کے لئے مقبول کا لفظ دکھانا' تو یہ بھی جہالت ہے۔ کیونکہ ابن حجر نے وضاحت کی ہے: السادسۃ من لیس لہ من الحدیث الا قلیل ولم یثبت فیہ ما یترک حدیثہ من اجلہ والیہ الاشارۃ بلفظ مقبول حیث یتابع والا فلین الحدیث (ص۱۰) جہاں متابع ہوگا تو مقبول ہوگا۔ اور اس سند میں دونوں کا کوئی متابع نہیں فلین الحدیث پس دونوں کمزور حدیث والے ہوئے۔ میرے اعتراضات بحال رہے۔ اور جناب "جواب الجواب" سے

عاجز رہے- تہذیب میں رأی عمر روی کے مقابلہ میں آیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی رویت ہے- ان سے روایت نہیں تو یہ سند متصل نہ ہوئی-

دار قطنی یا تعلیق المغنی :

جناب ثانی صاحب ص ۱۱ پھر ص ۱۳ پر بیہقی کا ایک بے سند قول لکھتے ہیں اور شروع میں لکھتے ہیں امام دارقطنی کہتے ہیں' اور آخر میں لکھتے ہیں: رواہ الدار قطنی- حالانکہ اس عبارت کا دارقطنی میں نام و نشان تک نہیں ہے- امام دارقطنی ۳۰۶ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۵ میں فوت ہوئے- دارقطنی کا حاشیہ "التعلیق المغنی" کے نام سے مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد المتوفی ۱۳۲۹ھ نے لکھا ہے- یہ عبارت اس حاشیہ میں ہے- امام بیہقی تک نہ تو اس غیر مقلد نے سند لکھی ہے اور نہ بیہقی کی کسی کتاب کا نام لیا ہے- ایسی بے سند اور بے ثبوت باتیں اس یتیم فرقے کا سرمایہ ہیں- پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ بیہقی نے صحت کا حکم کسی دلیل شرعی سے لگایا ہے یا بغیر دلیل کے- تو جناب بلا مطالبہ دلیل بیہقی کا قول قبول کر کے بانی کے فتویٰ سے مشرک اور غیر مسلم بن گئے- دیکھئے بانی کے فتوے کس طرح گھر ہی میں کام آ رہے ہیں- باسانید صحیحة یحتج بھا- دعویٰ بے دلیل ہے' چودھویں صدی کی کتاب کا حوالہ چوتھی صدی کی کتاب کے ذمہ لگانا یا جہالت ہے یا جھوٹ- ان دونوں کے مجموعے کا نام ہے مسعودی فرقہ-

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جو حدیث بانی نے پیش کی' نہ اس میں ۱۸ کی نفی ہے نہ ۱۰ کا اثبات' نہ ہمیشہ کا لفظ ہے' نہ نماز نہ ہونے کی صراحت اور نہ ہی کسی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت- امام بیہقی نے رجالہ ثقات کہا ہے- لیکن ابن ترکمانی نے بیہقی کے بے دلیل دعویٰ کو دلیل سے غلط ثابت کر دیا کہ

رجال ثقہ کیسے؟ سلمی متکلم فیہ ہے۔ عارم مختلط ہے۔ اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ سلمی کا سماع عارم سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے کا ہے۔ صحیحین میں ایک روایت بھی عارم کی نہیں جس میں شاگرد سلمی ہو۔ بخاری و مسلم کا سلمی عن عارم کی سند سے اجتناب گویا واضح دلیل ہے کہ سلمی کا سماع حافظہ خراب ہونے کے بعد ہے۔ اور امام ابن ترکمانی نے یہ بھی فرمایا تھا کہ صرف رجال کا ثقہ ہونا صحت کے لئے کافی نہیں' جب تک الصغار کی السلمی سے سماع کی تصریح نہ دکھاؤ۔ دیکھئے یہ امام ابن ترکمانی کا کلام ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ جناب کا یہ فرمانا کہ اگر روایت منقطع ہوتی تو ائمہ ضرور کلام کرتے۔ اس کلام سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ حافظ ابن حجر بھی امام ابن ترکمانی کے بعد پیدا ہوئے۔ اور بیہقی کا رجالہ ثقات بے دلیل دعویٰ تو نقل کردیا مگر ابن ترکمانی کے مفصل جواب کا جواب الجواب نہ دے سکے۔ اور آج تک سب لوگ اس سے عاجز ہیں۔

کنزالعمال :

جناب نے صاحب کنزالعمال کا نام علاؤالدین لکھا ہے (ص ۱۲) حالانکہ ان کا نام علی المتقی بن حسام الدین الھندی ہے۔ ان کا وصال ۹۷۵ھ میں ہے۔ یہ بھی ابن ترکمانی کے بعد پیدا ہوئے ہیں مگر ان کے جواب الجواب سے عاجز ہیں۔

حدیث علی رضی اللہ عنہ :

اس میں بھی نہ ۱۸ کی نفی نہ دس کا اثبات' نہ ہمیشہ کا لفظ نہ نماز نہ ہونے کا ذکر' نہ ہی کسی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت' نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل ثابت ہے۔ دعویٰ اور دلیل میں کوئی مطابقت ہی نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد مدنی' امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ مگر امام مالک نے موطا میں ان سے ایک حدیث بھی نہیں لی۔ امام ترمذی ہی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا کہ امام مالک اس کے ضعف کی طرف اشارہ

کرتے تھے۔ پھر ان کا حافظہ (جب بغداد سکونت پذیر ہوئے تو) بگڑ چکا تھا۔ اور رفع یدین کی حدیث جب تک دماغ صحیح تھا بیان نہ کی۔ حافظہ بگڑنے کے بعد بیان کی۔ اسی جرح مفسر کا جواب دیئے بغیر بلا کسی دلیل کے اس کو صحیح کہنا قابل اعتماد نہیں، محض اپنے مذہب کی پاسداری ہے۔

سجدتین یا رکعتیں :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں سجدتین ہے۔ اسی کو رکعتیں بنانے کے لئے جناب نے بہت دوڑ دھوپ کی ہے کہ حدیث ابن عمر میں رکعتین ہے، مگر جناب فریب کے بغیر بات نہیں کرسکتے۔ ابوداؤد میں اس کے بعد صاف لکھا ہے: لیس بمرفوع انما ھو قول ابن عمر۔ جب یہ حدیث نبوی ہی نہیں اور پھر ابوداؤد نے کہا کہ رکعتین کا لفظ بھی متفق علیہ نہیں۔ تو جناب کے دھوکہ میں کون آئے گا۔ (۲) ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ابوداؤد میں رکعتین ہے مگر یہ نہ بتایا کہ مسند احمد، نسائی اور ترمذی میں سجدتین ہے اور بخاری نے صحیح میں صرف تحریمہ کی رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ (۳) صحیح بخاری کی عبارت نقل کرنے میں خیانت کی ہے۔ آخری عبارت ورواہ ابن طھمان عن ایوب و موسی بن عقبہ (مختصراً) جس سے روایت کا مرفوع ہونا مشکوک ہوگیا۔ اور اذا قام من الرکعتین بھی مشکوک ہوگیا۔ کیا ہر بات میں خیانت کی آپ نے قسم کھائی ہوئی ہے---؟

ابوقلابہ :

جناب نے ص۱۸ پر تقریب کا حوالہ دیا ہے: ثقة فاضل کثیر الارسال قال المجلی فیه نصب یسیر۔ مگر خط کشیدہ عبارت (کثیر الارسال قال المجلی فیه نصب یسیر) نہیں لکھی۔ جب اس میں ناصبیت ہے تو آپ کے نزدیک فرقہ پرست اور مشرک ہوا۔ خیانتوں سے

جیت نہیں ہوتی' ذلت ہی ہوتی ہے- اور نصر بن عاصم بھی فرقہ پر خارجی' اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے منحرف تھا- اس کا بھی جواب آپ نے نہیں دیا-

محمد بن حجادہ :

امام ابوعوانہ الوضاح نے اس کے بارہ میں کہا کان یغلو فی التشیع (انتہائی درجہ کا شیعہ تھا)- ذہبی نے کہا کہ اس سے گالیاں دینا محفوظ نہیں تو غلو کہاں ہوا- (میزان ص۴۹۸' ج ۳) ذہبی نے اس کے شیعہ ہونے کی ہرگز نفی نہیں کی- جناب نے جھوٹ بولا کہ شیعیت کا الزام مردود ہے- جب وہ شیعہ ہے تو فرقہ پرست اور مشرک ہوا- اور غلو کی نفی کی بنیاد بھی ذہبی نے اپنے عدم علم پر رکھی ہے- محمد بن حجادہ کی وفات ۱۳۱ھ میں ہے اور ابوعوانہ کی ۱۷۶ھ میں- یہ محمد بن حجادہ کا ہم عصر ہے اور ذہبی کی وفات ۷۴۸ھ میں ہے- تو محمد بن حجادہ کے مذہب سے اس کا ہم عصر زیادہ واقف ہے یا چھ سو سال بعد والا- کبھی تو عقل سے بھی کام لے لیا کریں- لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ کو علم اور عقل سے خدا واسطے کا بیر ہے-

فریب ہی فریب :

جناب نے ص۱۹ پر طبرانی کے حوالہ سے حسین' سفیان' ابن عیینہ' قیس بن الربیع' زائدہ' شعبہ اور دوسرے ائمہ کو محمد بن حجادہ کا متابع قرار دیا ہے جو بالکل جھوٹ ہے- یہ سب راوی عاصم بن کلیب کے شاگرد ہیں- اس طریق کا محمد بن حجادہ کی سند سے کوئی تعلق نہیں- یا تو جناب متابعت کی تعریف سے جاہل ہیں یا جھوٹ پر بہت جری-

ابن جریج :

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نہ ۱۸ کی نفی ہے نہ ۱۰ کے اثبات پر

اتفاق۔ کیونکہ یحییٰ بن ایوب کے علاوہ ثقات رفع یدین کی بجائے تکبیر کا لفظ روایت کرتے ہیں (بخاری ص ۱۱۰' ج ۱) نہ ہمیشہ کا لفظ' نہ نماز کا نہ ہونا' نہ کسی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت ہے۔ جناب نے بے سوچے سمجھے ابن جریج پر بڑا زور مارا ہے۔ بات یہ ہے کہ ابن جریج بدعتی ہے اور بدعتی جناب کے نزدیک مشرک اور فرقہ پرست ہے۔ تو آپ نے مشرک کی روایت کیوں پیش کی؟ ہاں جن لوگوں نے اس کی روایت لی ہے ان کا اصول یہ ہے کہ بدعتی کی وہ روایت جو اس کی بدعت کی تائید میں نہ ہو وہ لے لی جائے۔ اس لئے متعہ اور رفع یدین بدعتی شیعوں کا شعار ہے۔ تو یہ حدیث کسی اصول پر بھی قابل قبول نہیں۔

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نہ ۱۸ کی نفی نہ ۱۰ کا اثبات' نہ ہمیشہ کا لفظ نہ نماز کا نہ ہونا مذکور' نہ ہی کسی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت۔ جناب نے بھی مان لیا کہ متابعت کے قابل ہے۔ مگر کسی اصل کی متابعت سے پہلے اصل تو ثابت کرلیں۔ امام حسن بصری کا جو قول نقل کیا ہے' نہ اس میں ۱۸ کی نفی ہے نہ دس کا اثبات' نہ ہمیشہ کا لفظ ہے نہ ہی نماز نہ ہونے کی بات۔ اور نہ ہی کسی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت ہے۔ سعید مختلط اور قتادہ مدلس ہے۔

محمود بن اسحاق خزاعی :

بانی صاحب نے صلوۃ المسلمین ص ۴۵۵ پر حسن کا قول جزء رفع یدین کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اور جزء رفع یدین کا راوی امام بخاری سے صرف یہ ایک شخص ہے۔ محمود بن اسحاق الخزاعی جس کی توثیق بطریق محدثین کہیں ثابت نہیں۔ اب اگر جناب کو یہ معلوم نہیں جزء رفع یدین کا راوی محمود بن اسحاق الخزاعی ہے تو اپنی جہالت پر جناب کو رونا چاہئے تھا نہ کہ دوسروں کو گالیاں بکنا شروع کردیں۔

گیارہ صحابہ رضی اللہ عنہم :

جو نام ص ۴۵۳ پر بانی نے دیئے ان کے حوالہ کے لئے جناب نے بیہقی کا نام اور بیہقی کی کتاب کا نام نہیں لکھا۔ وہ ضرور لکھیں! اور یہ بھی فرمائیں کہ بیہقی نے بھی یہ نام بے سند ہی ذکر کئے ہیں یا صحیح سند ہو تو ضرور لکھیں۔ بے سند بات کو جھوٹ کہنا بانی فرقہ کا ارشاد ہے۔ جب یہ بے سند ہیں تو بقول بانی جھوٹ ہی ہوئے۔

پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم :

کبھی آپ رعب ڈالنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ سیوطی نے پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے۔ تحقیق الراسخ سیوطی کی کوئی کتاب نہیں۔ آپ کو ۴۹ معاف کردیئے، سیوطی سے ایک ہی صحابی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث پیش کردیں۔ جس میں ۱۸ کی نفی دس کا اثبات، ہمیشہ کا لفظ، نماز کے نہ ہونے کا ذکر ہو اور دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت ہو۔

سترہ صحابہ رضی اللہ عنہم :

ص ۴۵۲-۴۵۳ پر ان سترہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے جو بقول بانی حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے۔ جزء بخاری میں یا ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، ابن حجر نے یہ لکھا ہو کہ یہ ۱۷ اصحابہ حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے تو آپ کو دس لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔ جہاں بھی ۱۷ کا لفظ نظر آجائے اس سے یہ خاص مجلس مراد لینا جہالت اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔ آپ ان سترہ سے جن کے نام جزء بخاری سے لکھے ہیں جزء بخاری سے ۱۸ کی نفی، دس کا اثبات، ہمیشہ کا لفظ، نماز کا نہ ہونا، اور اس کا کسی دلیل شرعی سے صحیح ہونا ثابت کردیں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

وائل رضی اللہ عنہ آمد ثانی :

میں نے لکھا تھا کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی آمد ثانی میں تحریمہ کے بعد کسی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ بانی صاحب فرماتے ہیں وہاں ہے کہ نماز میں رفع یدین کرے۔ تحریمہ کا رفع یدین نماز کے لئے ہوتا ہے' نماز میں نہیں ہوتا۔ فی الصلوۃ اور افتتح الصلوۃ میں بڑا فرق ہے۔ اگر امین صاحب اس فرق کو سمجھ لیتے تو اعتراض نہ کرتے۔ مگر بانی صاحب جناب کو نظر نہ آئے تو امین کا کیا قصور۔ ابوداؤد شریف میں ہے ثم اتیتھم فرایتھم یرفعون ایدیھم الی صدورھم فی افتتاح الصلوۃ۔ پھر میں ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے پاس آیا تو ان کو دیکھا کہ دونوں ہاتھ سینوں تک اٹھا رکھے ہیں شروع نماز میں۔

قراءۃ خلف الامام :

رفع یدین کے مسئلہ میں دلیل سے عاجز رہنے کے بعد مسئلہ قراءۃ خلف الامام شروع کیا ہے۔ اس پر بانی فرقہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پیش کی تھی۔ میں نے اس پر جرح کی تھی کہ (۱) امام بیہقی مقلد ہیں اور مقلد آپ کے ہاں مشرک ہوتا ہے۔ مشرک کی روایت کیسے حجت ہوگئی؟ امام بیہقی کا مقلد ہونا طبقات الشافعیہ اور شذرات الذھب میں صاف ثابت ہے۔ ثانی صاحب ان کے غیر مقلد ہونے پر کوئی حوالہ نہیں دے سکے۔ (۲) ابو عبداللہ رافضی ہے۔ ثانی صاحب اس کو شیعہ مانتے ہیں اور بانی اور ثانی کے نزدیک شیعہ فرقہ ہے اور فرقہ پرستی شرک ہے۔ اور بانی اور ثانی اس مشرک کے مقلد بن گئے ہیں۔ (۳) محمد بن عبداللہ کی توثیق مانگی تھی۔ ثانی صاحب اس کو ثقہ ثابت کرنے سے عاجز آگئے اور بوکھلاہٹ میں لکھ مارا کہ توثیق نہیں تو کیا تضعیف ثابت ہے؟ ثانی صاحب! راوی مجہول ہوا۔ (۴) عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز کی توثیق

مانگی تھی- یہاں تو ثانی صاحب نے کمال کردیا کہ اسی نام کے ایک امام ابوالقاسم البغوی کی توثیق نقل کردی- ثانی صاحب! ابوالقاسم کا ابوالصلت کا شاگرد ہونا جناب صبح قیامت تک ثابت نہیں کرسکتے- یہ راوی قاضی جرجانی جنجروذی ہے- ابوالقاسم بغوی ہرگز نہیں ہے- (۵) عبداللہ بن سلام ابوالصلت کا رافضی خبیث ہونا میں نے ذکر کیا تھا- جو میزان اور تہذیب دونوں میں موجود ہے- اس کا شیعہ ہونا بھی ذکر ہے اور شیعہ فرقہ ہے' اور ربانی اور ثانی کے نزدیک فرقہ پرستی شرک ہے- میزان اور تہذیب کا حوالہ ثانی صاحب نے نہایت نامکمل نقل کیا ہے- ہم چاہتے ہیں کہ ثانی صاحب خود ہی میزان اور تہذیب کی پوری عبارت نقل کرکے ترجمہ کردیں- مگر ثانی صاحب کبھی بھی یہ ہمت نہ کریں گے- ہاں ثانی صاحب نے یہ خود مان لیا ہے کہ جب یہ راوی اکیلا ہو تو اس سے احتجاج نہیں لیا جائے گا (ص ۳۵) اس روایت میں بھی یہ اکیلا ہے اور ایک بھی شاہد کسی صحیح مرفوع سند سے موجود نہیں- ہمت ہو تو پوری سند سے کوئی شاہد لکھ کر اس کی توثیق ثابت کردیں- (۶) ثانی صاحب بڑے تجاہل عارفانہ سے فرماتے ہیں: "ابومعاویہ محمد بن خازم ثقہ ہے- معلوم نہیں امین صاحب نے کون سے ابومعاویہ کو مرجئ خبیث کہہ دیا ہے-" ثانی صاحب! اپنی نظر ضرور چیک کروائیں-

اسی ابومعاویہ کے بارہ میں امام ابوداؤد فرماتے ہیں کان رئیس المرجئة بالکوفة- اور ابن حبان فرماتے ہیں متقنا ولکنه مرجنا خبیثا (تہذیب التہذیب ص ۱۳۹' ج ۹) ثانی صاحب! مرجنہ فرقہ ہے اور جناب کے ہاں فرقہ بندی شرک ہے- کیا ساری دنیا کے مشرکوں کی تقلید جناب نے ہی اپنے اور اپنے بدعتی فرقہ کے لئے فرض کرلی ہے- (۷-۸) اس سند میں عمرو بن محمد اور شعیب بن محمد دونوں مدلس ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں' نہ کہیں تحدیث ہے اور نہ متابعت- اس کے جواب میں ثانی صاحب نے ایک ہی سانس میں دس

سے زائد محدثین پر جھوٹ بول دیا ہے کہ یہ مدلس کے عنعنہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ ثانی صاحب! ان محدثین کا اقرار پیش کریں کہ یہ مدلس کا عنعنہ بالکل صحیح حدیث ہے۔ الغرض یہ سند فرقہ پرستوں' رافضیوں' مرجنوں' مقلدوں' مجهولوں اور مدلسوں سے بھرپور ہے۔ ثانی صاحب! جس فن سے واقفیت نہ ہو وہاں ٹانگ نہیں اڑانی چاہئے۔

دوسری روایت میں بیہقی مقلد شافعی ہے جو آپ کے ہاں مشرک ہے۔ اور عبدالحمید بن جعفر فرقہ قدریہ کا ہے۔ وہ بھی آپ کے ہاں مشرک ہے۔ ابو عثمان بصری کی توثیق ثابت نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ سند حسن نہیں صحیح ہے' محض دھاندلی ہے۔

مسئلہ آمین:

مسعودی فرقہ کے لوگ جب اکیلے نماز پڑھتے ہیں تو فرض' سنت' نفل ہر نماز میں آمین آہستہ کہتے ہیں۔ اس کی کوئی حدیث نہ بانی فرقہ پیش کرسکا نہ ثانی۔ اگر کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں تو ہم فی حدیث ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ اسی طرح ان کے مقتدی بھی امام کے پیچھے گیارہ رکعتوں میں آہستہ آمین کہتے ہیں۔ اس پر بھی بانی اور ثانی دونوں حدیث پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ اگر صحیح صریح غیر معارض حدیث جس میں مقتدی اور گیارہ رکعت کی صراحت ہو پیش کریں تو فی حدیث ایک لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

اسی طرح ان کا امام بھی گیارہ رکعتوں میں آمین آہستہ کہتا ہے۔ اس پر بھی کوئی حدیث صحیح صریح غیر معارض جس میں امام اور گیارہ رکعت کی صراحت ہو پیش کریں تو مبلغ ایک لاکھ روپے انعام دیا جائے گا۔ ان کے مقتدی صرف چھ رکعتوں میں ہمیشہ اونچی آواز سے آمین کہتے ہیں۔ اس پر بھی اگر صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں جس میں مقتدی' چھ رکعت' اور ہمیشہ کے لفظ کی

صراحت ہو تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

بانی فرقہ نے ایک حدیث امام کے بارہ میں پیش کی جس میں نہ چھ رکعت کی صراحت اور نہ ہی یہ صراحت کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل تھا۔ اور سند کا یہ حال ہے کہ ہارون الاعور قدری فرقے کا ہے جو آپ کے ہاں مشرک ہے۔ اسماعیل بن مسلم المکی ضعیف ہے (تقریب) ثانی صاحب نے اسماعیل بن مسلم المخزومی کا صدوق ہونا ذکر کردیا' وہ اور راوی ہے' محض دھوکا دیا ہے۔ المخزومی کی تعیین اس سند میں ثانی صاحب نہیں دکھا سکتے۔ اگر محدثین کے خلاف یہ کہیں کہ احتمال ہے کہ وہ ہو یا یہ ہو تو بھی ان کو فائدہ نہیں اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ ابواسحاق مدلس ہے (طبقات المدلسین) اور مختلط ہے (تقریب) اور ام الحسین کی توثیق بھی ثابت نہیں کی۔ افسوس اس بدعتی فرقے کا مدار اسی قسم کی سندوں پر ہے۔ کوئی راوی فرقہ پرست مشرک' کوئی ضعیف' کوئی مجہول' کوئی مدلس۔ ثانی صاحب کا اپنا دل بھی ان کو ملامت کر رہا ہے' کہ جواب کا نام تو ہے مگر جواب ندارد۔ اور ثانی صاحب کو کہہ رہا ہے کہ آپ صبح وشام اس شعر کا وظیفہ پڑھا کریں :

اے میرے باغ آرزو کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کلی کھلی نہیں

اور رسالہ پڑھنے والا رسالہ پڑھ کر یہی گنگناتا ہے :

کیا شوخیاں دکھائے گا اے نشتر جنوں
مدت سے ایک زخم جگر ہی چھلا نہیں

بانی صاحب تو میرا قرض سر پر لے کر ہی فوت ہو گئے تھے۔ ثانی صاحب نے جواب کے لئے بہت خاک اڑائی' مگر نتیجہ یہی نکلا :

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

ثانی صاحب کو جواب کی ناکامی پر جو تلخی اور بوکھلاہٹ ہوئی ہے وہ اپنے امام مسعود احمد کی اطاعت سے بھی بھاگ نکلے۔ ان کے امام تو امام اعظم ابو حنیفہ کے مداح تھے۔ اپنے آپ کو ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مگر ثانی صاحب حضرت امام صاحب کو ضعیف کہنے پر اتر آئے۔ حضرت امام صاحب کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ اور ان کو ضعیف الدارقطنی (۳۸۵ھ) نے کہا' اور وجہ صرف یہ ہے کہ امام صاحب کی حدیث کی سند عن عبداللہ بن شداد عن جابر عن النبی بیان کی۔ جب کہ بعض نے سند عبداللہ بن شداد عن النبی بیان کی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی وجہ ضعف نہیں۔ حضرت عبداللہ بن شداد کبھی اس کو مرسلا بیان فرماتے' کبھی مسنداً۔ پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واسطہ بیان کرنے میں امام صاحب ہی منفرد نہیں' بلکہ مسند احمد بن منیع میں حضرت قاضی شریک اور امام سفیان ثوری بھی حضرت جابر کا واسطہ بیان کرتے ہیں۔ تو کیا امام سفیان ثوری بھی ضعیف ہیں۔ (۲) ثانی صاحب لکھتے ہیں کہ امام نسائی (۳۰۳ھ) نے امام ابو حنیفہ کو ضعف حافظہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ امام نسائی کا یہ دعویٰ نہ صرف یہ کہ بے دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ ثانی صاحب بھی جانتے ہیں کہ حافظہ کے بارے میں استاد کی شہادت قابل اعتماد ہوتی ہے نہ کہ سو سال بعد پیدا ہونے والے کا دعوی۔ امام حماد امام صاحب کے استاد ہیں وہ جب سبق پڑھاتے تو امام صاحب یحفظ جمیع مایقوله ویخطئ فیه اصحابه فاجلسه بحذائه فی صدر الحلقة عشر سنین (الخیرات الحسان ص ۲۴) سب مسائل یاد کرلیتے اور دوسرے ساتھی خطا کر جاتے تو امام صاحب نے دس سال ان کو صدر حلقہ میں بٹھایا۔ یہ ہے امام صاحب کے حافظہ کی ناقابل تردید شہادت' امام نسائی نے باقاعدہ مسند امام اعظم کو جمع فرمایا جو دلیل ہے کہ اگر امام نسائی نے بے دلیل جرح کی بھی تھی تو بعد میں اس سے رجوع

کرلیا۔ حضرت امام صاحب سے تواتر سے ثابت ہے کہ آپ روزانہ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم فرماتے تھے۔ یہ آپکے قوی الحافظہ ہونے کی دلیل ہے یا کمزوری حافظہ کی۔ شیخ الاسلام والمسلمین امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں کان ابو حنیفة تقیا نقیا زاہدا عالما صدوق اللسان احفظ اهل زمانه سمعت کل من ادرکته من اهل زمانه یقول انه ما رای افقه منه (اخبار ابی حنیفه واصحابه للصمیری ص ۳۶) امام یزید بن ہارون (جن کی پیدائش ۱۱۶ھ میں ہے اور وفات ۲۰۶ھ میں) فرماتے ہیں "ابو حنیفہ پرہیزگار' پاکیزہ صفات' زاہد' عالم' زبان کے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ حافظہ والے تھے۔ میں نے ان کے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو بھی پایا سب کو یہی کہتے سنا کہ اس نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ اب فیصلہ خود کرو کہ امام صاحب سب سے زیادہ حافظہ والے تھے یا کمزور حافظہ والے۔ حافظ الحدیث امام اسرائیل جو امام صاحب کے معاصر ہیں ان کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ فرماتے ہیں: نعم الرجل نعمان ما کان احفظه لکل حدیث فیه فقه۔ امام صاحب کیا ہی خوب آدمی تھے ان کو وہ تمام احادیث یاد تھیں جن میں فقہی احکام ہوں اور ایک روایت میں فرماتے ہیں: کان قد ضبط عن حماد فاحسن الضبط عنه۔ کہ انہوں نے حماد سے علم حاصل کیا ان کا حفظ ضبط بہت ہی اچھا تھا (مناقب موفق ص ۱۰۸ ج ۱)۔

مرجئہ : ثانی صاحب لکھتے کہ مقری امام صاحب کو مرجئہ کہتے تھے۔ ثانی صاحب بھی عجیب تلون مزاجی میں مبتلا ہیں کبھی کہتے ہیں کہ بیہقی کا اقرار دکھاؤ کہ میں مقلد ہوں۔ گویا اقرار کے سوا وہ کچھ نہ مانیں گے اور یہاں امام صاحب کا اقرار موجود ہے۔ ولا نقول ان حسناتنا مقبوله وسیاتنا مغفورة لقول المرجئة۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری سب نیکیاں مقبول ہیں اور سب بدیاں بخشی

ہوئی ہیں جیسا کہ فرقہ مرجئہ کا اعتقاد ہے (فقہ اکبر مترجم ص ۴۱) جب امام صاحب ؒ نے خود مرجئہ کا رد فرما دیا تو ان کو مرجئہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں "لغت میں ارجاء کے دو معنی آتے ہیں' تاخیر کرنا بھی اور امید دلانا بھی۔ بنابریں ارجاء کا اطلاق کئی ایک مسائل پر آ سکتا ہے۔ (۱) عمل کو ایمان سے موخر کرنا۔ (۲) حضرت علی کی خلافت کو درجہ اول سے درجہ چہارم میں موخر کرنا۔ (۳) صاحب کبیرہ کے حکم کو قیامت پر موخر کرنا اور اس دنیا میں اس کی نسبت کوئی قطعی حکم نہ لگانا کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی۔ (۴) ایمان کے ہوتے ہوئے معاصی کا کچھ ضرر نہ دینا محض ایمان پر نجات کلی کی امید دلانا (تاریخ اہل حدیث ص ۴۲) ان چار معنوں سے چوتھے معنی کا خود امام صاحب نے رد کر دیا ہے پہلے تین معنی کوئی جرح نہیں۔ امام مقری کے قول میں بھی چوتھا معنی مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو امام صاحب کے اتنے بڑے معتقد تھے کہ جب آپ سے حدیث روایت کرتے تو فرماتے حدثنا شاھنشاہ بہرحال یہ جرح بھی ثابت نہ ہوئی امام سفیان ثوری سے جو نقل کیا ہے کہ امام صاحب ثقہ تھے نہ مامون۔ اس کا راوی موفل (بن اسماعیل) ہے۔ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ ایسی بے بنیاد روایت کی بنا پر تو کوئی عام آدمی بھی مجروح نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ امت کا امام مجروح قرار پائے۔ امام صاحب کی عدالت اور حفظ امت میں تواتر سے ثابت ہے۔ اس لئے اس قسم کی شاذ' مردود روایات تواتر کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں جیسے متواتر قرآن پر شاذ و متروک روایات کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور نضر بن شمیل کا جو قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب متروک الحدیث تھے۔ ثقہ نہ تھے۔ اس کا راوی احمد بن سعید دارمی مجسمہ فرقہ کا بدعتی ہے۔ اہل بدعت کی بے دلیل جرح اہل سنت کے بارے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ویسے بھی متروک الحدیث اس راوی کو کہتے ہیں جس پر جرح مفسر

ثابت ہو۔ اور امام صاحب پر آج تک کوئی ماں کا لعل جرح مفسر ثابت نہیں کر سکا۔ یاد رہے اسماء الرجال کی کتابیں بعض ایسی ہیں جن میں سب رطب ویابس جمع ہے۔ جیسے عقیلی، کامل ابن عدی وغیرہ اور جو منقح کتابیں ہیں جیسے مقدسی کی الاکمال، مزی کی تہذیب الکمال، ابن حجر کی تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب۔ ذہبی کی تذھیب الکمال اور خزرجی کی خلاصہ! ان سب میں امام صاحب کی توثیق ہے ان سب نے جرح کے اقوال کو بالاتفاق ترک کر دیا ہے اور یہ سب غیر حنفی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان سب محدثین کے ہاں بھی امام صاحب کی توثیق مقبول اور جرح مردود ہے۔ ثانی صاحب کو بزرگوں کی یہ نصیحت یاد رکھنی چاہئے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں زند

اس کے بعد طنز و الزام کے نام سے اپنے معتقدین کو اشتعال دلانے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ معتقدین جواب کی ناکامی سے صرف نظر کرلیں، اور آخری صفحہ پر مسلمین والی آیات کو اسی طرح اپنے فرقہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے جیسے قادیانی قرآن میں مذکور لفظ ربوہ کو اپنے شہر پر چسپاں کرتے ہیں اور اشتیاق صاحب کو کہتے ہیں کہ ہمارے شہر ربوہ کا قرآن میں دو جگہ ذکر ہے۔ تو اپنے شہر کراچی کا نام قرآن میں ایک جگہ بھی دکھادو تو دس لاکھ روپیہ انعام۔ اور اشتیاق قادیانیوں کے سامنے بالکل لاجواب ہیں۔ اس فرقہ کا اپنے آپ کو مسلمین کہنا ایسا ہی ہے جیسا قرآن پاک میں ہے کہ فرعون نے آخری وقت کہا تھا: انا من المسلمین۔ میں مسلمین میں سے ہوں (یونس ۹۰) ایسے مسلمین کو قرآن پاک نے ان الفاظ میں تنبیہ کی ہے: قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم تم کہو ہم مسلم ہیں پر ابھی نہیں گھسا ایمان تمہارے دلوں میں (الحجرات ۱۴) اور ایسے مسلمین کے بارے میں قرآن کہتا ہے: یمنون علیکم ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ مسلم

ہوئے۔ تو کہہ مجھ پر احسان نہ رکھو اپنے مسلم ہونے کا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ ایسے لوگ بھی آئیں گے۔ لم یبق من الاسلام الا اسمہ کہ مسلم نام کے علاوہ اسلام ان کے قریب بھی نہ آیا ہوگا۔

اقوال الرجال :

اشتیاق صاحب نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ وہ صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں۔ لیکن ساری کتاب اقوال الرجال سے بھر دی ہے۔ جن امتیوں کی آراء اشتیاق صاحب نے پیش کی ہیں' ان کی حیثیت واضح نہیں کی کہ ان امتیوں کو اشتیاق صاحب خدا مانتے ہیں یا رسول۔ اور ان کی رائے کو قبول کرنا تقلید ہے اور تقلید کو اشتیاق صاحب پٹہ کہتے ہیں۔ تو اشتیاق صاحب تو بیسیوں پٹوں میں دبے ہوئے ہیں۔ بلکہ آپ کا تعارف ہی اگر یوں ہو کہ اشتیاق صاحب پٹوں والے تو واقعتاً حق بحق دار رسید ہوگا۔ اشتیاق صاحب ان آراء کو اگر اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں تو وہ بقول خود رائے پرست مشرک ہوئے اور اگر کہیں کہ میں نے یہ آراء بطور الزام ذکر کی ہیں تو الزام تو مسلمات خصم پر مبنی ہوتا ہے ہم نے کب ان لوگوں کی تقلید کا التزام کیا ہے۔ آئندہ احتیاط رکھیں۔

مسعودی فرقہ کی کتاب صلوٰۃ المسلمین پر مختصر تبصرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

تعارف :

حضرات گرامی! گزشتہ دو تین شماروں میں آپ مسعودی فرقہ کو پہچان چکے ہیں۔ ہمارا نام اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مقابلہ میں "مسلمین" رکھا۔ چنانچہ آج تک کفار کے مقابلہ میں ہم اسی نام سے متعارف ہیں اور ہمارے مقدس پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بدعتی فرقوں کے مقابلہ میں ہمارا نام اہل سنت والجماعت رکھا۔ زمانہ رسالت سے لے کر آج تک اہل بدعت کے مقابلہ میں ہم اسی نام سے متعارف ہیں۔ بعض فروعی مسائل میں احادیث مبارکہ کے اختلاف کی وجہ سے صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہوا جو سینکڑوں مجتہدین صحابہؓ کے ان اقوال میں موجود ہے جو کتاب الآثار امام ابویوسف، کتاب الآثار امام محمد رحمہ اللہ، موطا امام مالک رحمہ اللہ، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب احادیث میں پھیلا ہوا ہے۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے جب

سنت نبوی کو مدون کروایا تو یہ سینکڑوں مجتہدین کا اختلاف سمٹ سمٹا کر چار ائمہ میں رہ گیا۔ ایسے فروعی مسائل میں مالکی، شافعی، حنبلی کے مقابل ہم ان اجتہادی مسائل میں حنفی نام سے متعارف ہیں۔ جیسے بھارتی کے مقابلہ میں ہم پاکستانی ہیں، سرحدی کے مقابلہ میں ہمارا تعارفی نام پنجابی ہے اور ملتانی کے مقابلہ میں تعارف اور پہچان اوکاڑوی سے ہے۔ اسی طریقہ سے یہود کے مقابلہ میں ہم مسلم، خوارج ونواصب کے مقابلہ میں ہم اہل سنت والجماعت اور شوافع کے مقابلہ میں ہم حنفی ہیں۔ آج تک ہمارا واسطہ کسی ایسے جاہل سے نہیں پڑا جس نے ہمیں پوچھا ہو کہ تم اوکاڑوی ہو یا پنجابی یا یہ پوچھا ہو کہ تم اکاڑوی ہو یا پاکستانی۔ البتہ ایسے شخص سے واسطہ ضرور پڑا ہے جو کبھی پوچھتا ہے کہ تم حنفی ہو یا مسلم اور کبھی پوچھتا ہے کہ تم سنی ہو یا مسلم، اسے بارہا سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ مسلم قرآن پاک میں کافروں کے مقابلہ میں ذکر فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف اس لفظ کو حنابلہ وغیرہ کے خلاف استعمال کر کے یہودیانہ تحریف کا ارتکاب کر رہا ہے۔ مگر اس کا مشن ہی یہ ہے کہ جس طرح ساری امت نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے .... میں قادیانیوں سے مفادات جب ہی حاصل کر سکتا ہوں کہ پوری امت کو غیر مسلم قرار دوں۔ یہ لوگ اپنے فرقہ کے سوا نہ کسی کو سلام کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ مسعود صاحب حج کو گئے تو امام کعبہ کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھیں کہ امام کعبہ حنبلی ہے اور فرقہ پرست اور غیر مسلم ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ فرقہ پرست غیر مسلم کی زیر امارت حج ادا کر لیا، نماز اور حج میں یہ فرق کرنا بانی فرقہ کو شاید بذریعہ وحی شیطانی معلوم ہوا ہو، ورنہ وحی رحمانی میں تو یہ فرق ہمیں نہیں ملا، امید ہے کہ فرقہ پرست مسعود ضرور وضاحت کرے گا۔

صلوۃ المسلمین :

بانی فرقہ نے ۱۳۹۵ھ میں اپنا فرقہ بنایا۔ اب ضرورت تھی کہ اپنے فرقہ پرستوں کو

کوئی الگ نماز بھی دیتا۔ چنانچہ ۱۳۹۸ھ میں اس نے ایک کتاب صلوۃ المسلمین نامی شائع فرمائی۔ اس کتاب میں سوفیصد مسائل غیر مسلموں سے لئے گئے۔ اس کتاب کا نانا تو ناصرالدین البانی کی کتاب صفة صلوة النبی ہے اور بابا شوکانی زیدی اور ابن حجر شافعی مقلد کی کتابوں سے لیا گیا ہے۔ یہ تینوں بزرگ بانی فرقہ کے عقیدہ کے مطابق فرقہ پرست اور غیر مسلم ہیں۔ کسی یہودی نے بھی آج تک اپنی عبادت کی کتاب غیر یہودیوں کی کتابوں سے مرتب نہیں کی، کوئی سکھ ایسا نہیں ملتا جو اپنی عبادات کے طریقے ہنود کی کتابوں سے لیتا ہو لیکن بانی فرقہ کی غیرت واقعتاً بے مثال ہے کہ جب وہ خدا کے حضور کھڑا ہوتا ہے تو سر سے پاؤں تک مکمل غیر مسلم ہوتا ہے اور اس کے فرقہ پرست پجاری بھی غیر مسلم طریقہ سے نماز پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اس کتاب کا ایک ایک مسئلہ ان لوگوں کی کتابوں سے چوری کیا ہوا ہے جن کو بانی فرقہ فرقہ پرست اور غیر مسلم کہتے ہیں۔ خصوصاً البانی صاحب سے تو اپنے رسالہ "الجماعۃ القدیمہ" میں بالکل منحرف ہو گئے ہیں۔

متواتر نماز :

رسول اقدس ﷺ سے لے کر آج تک امت نماز پڑھتی چلی آرہی ہے۔ ایک دن بھی اسلام میں ایسا نہیں گزرا جس دن نماز دنیا میں کسی جگہ ادا نہ کی گئی ہو، بانی فرقہ بھی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا۔ بانی فرقہ کے روحانی آباء میں بعض غیر مقلدین رکوع کے بعد بھی سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں، ہاتھوں کو لٹکاتے نہیں۔ بانی فرقہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے والوں سے ایک فیصلہ کن سوال کرتے ہیں "ہاتھ باندھنے والوں کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے تھے ہم اسے تسلیم کئے لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہاتھ باندھتے تھے تو صحابہ کرامؓ بھی ہاتھ باندھتے ہوں گے، پھر تابعین رحمہ اللہ بھی ہاتھ باندھتے ہوں گے اور اسی طرح یہ سلسلہ آگے چلتا رہا

ہو گا......

ہمارا سوال یہ ہے کہ ہمیں وہ موڑ بتایا جائے جس موڑ پر پہنچ کر لوگوں نے ہاتھ باندھنے کے فعل کو یک لخت چھوڑ دیا' کسی نے بھی اس کی مخالفت نہ کی........ہم نے جس موڑ کے متعلق سوال کیا ہے ظاہر ہے کہ ہاتھ باندھنے والوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ باہمی مذاکرہ میں وہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے۔ لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ رکوع کے بعد کبھی ہاتھ باندھے ہی نہیں گئے' ہمیشہ ہاتھ چھوڑے گئے اور یہی عمل رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے قرناً بعد قرن اور نسلاً بعد نسل اور تواتر کے ساتھ منتقل ہوتا رہا اور آج اسی تواتر عملی پر ہمارا عمل ہے۔ جو کام رسول اللہ ﷺ سے عملاً متواتر چلا آرہا ہو اس پر آبائی تقلید کا طعن اہل علم کے شایان شان نہیں......اگر کوئی عمل متواتر چلا آرہا ہو اور عہد رسالت ﷺ یا عہد صحابہؓ میں اس کے ٹوٹنے کا مطلقاً ثبوت نہ ہو تو وہ عمل حجت ہو گا"............(صلوۃ المسلمین ص ۵۰۹ تا ص ۵۱۲ ملخصا)

برادران اہل سنت والجماعت! جس قرآن پاک کی مسلمان روزانہ تلاوت کرتے ہیں جس طرح وہ قرآن تلاوتاً متواتر ہے اسی طرح جو نماز روزمرہ مسلمان پڑھتے ہیں یہ عملاً متواتر ہے۔ بانی فرقہ نے اس عملاً متواتر نماز کے خلاف محاذ بنالیا حالانکہ وہ خود بوقت ضرورت عملی تواتر کا قائل بن جاتا ہے جیسا کہ اوپر کے حوالہ میں گزرا۔

حکایت :

ایک دن پانچ فرقہ پرست مسعودی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم لوگ دین ساز ہو' ہم صرف قرآن اور حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ اس پر پکے رہو گے کہ اپنی ہر بات کو قرآن وحدیث سے ثابت کرسکو۔ انہوں نے کہا بالکل' اگر ایک بات بھی ایسی نکل آئی جس کا ثبوت ہم آیت یا حدیث سے نہ دے سکے تو ہم اپنے

دعوے میں بالکل جھوٹے ہوں گے۔ میں نے کہا آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں تو دونوں کے ماننے کا طریقہ ایک ہی ہے یا الگ الگ؟ کہنے لگا کہ ایک ہی طریقہ ہے۔ میں نے کہا جس طرح ہر حدیث کی سند تلاش کرتے ہو پھر ہر راوی کے حالات تلاش کرتے ہو پھر کسی حدیث کو صحیح اور کسی کو ضعیف کہتے ہو کیا قرآن پاک کی بھی ہر ہر آیت کی سند تلاش کرتے ہو' ہر ہر راوی کے حالات دیکھتے ہو' پھر بہت سی آیات کو بے سند اور بے ثبوت کہہ کر چھوڑ دیتے ہو؟ وہ کہنے لگے اگر قرآن پاک کے ساتھ ایسا سلوک کریں تو سارا قرآن ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔ ہم قرآن پاک پر ایسا ظلم کیسے کر سکتے ہیں کہ اس کی تمام آیات اور ان کی ترتیب کا ثبوت ہی نہ دے سکیں۔ اس لئے ہم قرآن پاک کی ہر آیت کی سند تلاش نہیں کرتے' ہر حدیث کی سند تلاش کرتے ہیں اور واقعتاً فرق کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس فرق پر کوئی آیت یا حدیث پیش کرو۔ کہنے لگے اس فرق پر تو کوئی آیت یا حدیث نہیں ہاں یہ فرق اس لئے کرتے ہیں کہ قرآن پاک تلاوتاً متواتر ہے اور احادیث متواتر نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ تو پہلے سوال کے جواب میں ہی جھوٹے ثابت ہو گئے کہ نہ آیت پیش کر سکے نہ حدیث اور عجب تو یہ ہے کہ اپنے مصنوعی امام کو بھی چھوڑ گئے۔ آپ نے فرق یہ بیان کیا کہ قرآن متواتر ہے اور حدیث متواتر نہیں۔ آپ کے فرقہ کا بانی لکھتا ہے :

"حدیث کی حفاظت دو طرح سے ہوئی (۱) عملاً (۲) نقلاً۔ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اس پر ہر زمانے میں عمل ہوتا رہا۔ ہر زمانے میں وہ پڑھی جاتی رہی اور پڑھائی جاتی رہی' مثلاً حدیث میں ہے کہ نماز پانچ وقت کی فرض ہے۔ ظہر کی چار رکعت ہیں' مغرب کی تین رکعت ہیں' ہر رکعت میں ایک رکوع' اس کے بعد دو سجدے ہیں' سال میں دو عیدیں ہیں وغیرہ اس قسم کی بے شمار حدیثیں ہیں جو ہر زمانہ میں بچہ بچہ کی زبان پر تھیں اگر زبان سے بیان نہ بھی ہوئیں تو کم از کم ذہن میں اور عمل میں ہر ایک کے موجود تھیں' تواتر کے ساتھ ان پر عمل ہو رہا تھا اور تواتر کے ساتھ نقل کی جا رہی

تھیں۔ ان احادیث کی صحت قطعی اور ان کا تواتر قرآن مجید کے تواتر سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ قرآن مجید کی آیات چند علماء اور حفاظ کی حفاظت میں تھیں لیکن یہ احادیث ہر عالم وجاہل اور مرد وعورت، چھوٹے اور بڑے کے عمل میں آرہی تھیں......(تفہیم الاسلام ص۵۷)

بانی فرقہ نے اس عبارت میں عملی تواتر کو اسنادی تواتر بلکہ قرآنی تواتر سے بھی برتر قرار دیا ہے۔ الحمدللہ! اہل سنت والجماعت کی نماز اسی تواتر سے ثابت ہے اور اسی متواتر نماز کے خلاف پہلا موڑ بانی فرقہ کی صلوٰۃ المسلمین ہے جس میں ساری امت کی متواتر نماز کو غلط قرار دیا ہے، اس کتاب کی حیثیت ایسی ہے جیسے کوئی ان پڑھ قرآن مجید کے خلاف شاذ اور متروک قراتیں کتابوں سے جمع کرکے اس کا نام قرآن المسلمین رکھ دے جو یقیناً ناقص بھی ہوگا اور شاذ ومردود بھی۔ بالکل اسی طرح یہ کتاب صلوٰۃ المسلمین مسائل میں نہایت ناقص ہے، نہ روزمرہ نماز کے مکمل مسائل ہیں، نہ مکمل ترتیب، اور متواترات کے خلاف شاذ روایات پر مبنی ہے۔ کوئی مسلمان جیسے متواتر قرآن کے خلاف کسی شاذ اور ناقص قرآن المسلمین کو قبول نہیں کرسکتا۔ اسی طرح کوئی مسلمان اس شاذ اور ناقص صلوٰۃ المسلمین کو ہرگز قبول نہیں کرتا......

دوسرا سوال :

پھر ان فرقہ پرستوں سے میں نے پوچھا کہ قرآن وحدیث کی تعریف کیا ہے؟ وہ پہلے تو شور مچانے لگے کہ سب جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بتانے میں کیا گناہ ہے؟ جب بتانے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ بتانے میں لوگ کہیں گے کہ آپ کو آتی نہیں تو آپ بتا ہی دیں تاکہ آپ پر جہالت کا الزام نہ رہے۔ تو ایک صاحب نے کہا "قرآن وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، مصاحف میں لکھی ہوئی ہے اور بغیر کسی شبہ کے متواتر منقول ہے ..... اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر کو کہتے

ہیں"۔ میں نے پوچھا کہ یہ دونوں تعریفیں کس آیت یا حدیث کا ترجمہ ہیں ذرا حوالہ پیش فرمائیں۔ کہنے لگے یہ تعریفیں خدا اور رسول سے منقول نہیں علمائے اصول سے منقول ہیں۔ میں نے کہا آپ تو پھر اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہوئے ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور ذرا اصول کی کتب کا حوالہ دیں کہ کس نے کتاب کس زمانہ میں لکھی، وہ کس فرقہ کا آدمی تھا' اس کی رائے کو آپ شریعت سازی قرار دیتے ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں وہ کوئی حوالہ پیش نہ کر سکے.....

تیسرا سوال :

آپ کسی حدیث کو صحیح اور کسی کو ضعیف کہتے ہیں تو ہر ہر حدیث کے بارہ میں یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں یا امتیوں سے کیونکہ خدا اور رسول ﷺ کے علاوہ کسی کی بات دلیل شرعی نہیں۔ وہ کہنے لگے کہ دنیا بھر میں کسی ایک حدیث کا بھی صحیح یا ضعیف ہونا خدا یا رسول ﷺ سے منقول نہیں' اس بات میں ہم صرف اپنے بانی فرقہ پر اعتماد کرتے ہیں اور بانی فرقہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مقلد امام شافعی رحمہ اللہ ' شوکانی زیدی اور البانی غیر مقلد جیسے فرقہ پرست غیر مسلموں پر اعتماد کرتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنی رائے سے صحیح یا ضعیف احادیث کی تعریفیں بنائی ہیں جو قرآن وحدیث میں ہرگز موجود نہیں۔ ہمارے امام مفترض الطاعۃ جناب مسعود صاحب لکھتے ہیں "اس کتاب میں کوئی ضعیف حدیث نہیں لی گئی' اگر کوئی صاحب اس کتاب کی کسی حدیث کے ضعیف ہونے کی نشاندھی فرمائیں گے تو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں اسے اس کتاب میں درج نہیں کیا جائے گا.........(صلوۃ المسلمین ص ۲۴)

میں نے کہا اس سے ایک تو یہ پتہ چلتا ہے کہ احادیث کے رد وقبول کا معیار امتیوں کی رائے پر ہے' دوسرے یہ کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہیں۔ میں نے ۲۳ محرم ۱۴۱۱ھ کو ساتھ صفحات کا ... مون بانی فرقہ کو بھیجا جس میں ضعیف

احادیث اور خیانتوں کی نشاندہی کی مگر آج تک اصلاح نہیں کی گئی۔

چوتھا سوال :

ائمہ اربعہ' محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ نے احکام شرعیہ کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں کہ وضو' نماز وغیرہ میں کتنے فرائض ہیں جن میں سے کسی ایک کے رہ جانے سے وضو' نماز باطل ہو جاتے ہیں اور بعض افعال یا اذکار کے ترک سے سجدہ سہو لازم آتا ہے' بعض افعال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر فرضیت و وجوب کے مواظبت فرمائی ان کو سنت کہا جاتا ہے اور جن کو پسند فرمایا مگر مواظبت نہ فرمائی ان کو مستحب کہا جاتا ہے۔ بانی فرقہ نے پوری امت کے خلاف یہ لکھ دیا ہے "جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوۃ ادا کی وہ طریقہ فرض ہے۔ اس طریقہ میں فرض' واجب' سنت اور مستحب کی تقسیم فرضی ہے".......(صلوۃ المسلمین ص ۴۷)

سوال یہ ہے کہ بانی فرقہ نے یہاں تو یہ فرضی بات لکھ دی مگر صفحہ ۱۵۷ پر تعداد رکعات کی سرخی دے کر فرض' سنت' مستحب کی اس فرضی تقسیم کو تسلیم کر لیا۔ یہ بھی بتایا جائے کہ محدثین کی تقسیم حدیث صحیح' ضعیف' موضوع' مرسل' مدلس' مضطرب' معروف' منکر وغیرہ جس کو بانی فرقہ تسلیم کرتا ہے' قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا محض فرضی؟ اس کے جواب میں ان پانچوں نے تسلیم کیا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے دعویٰ پر کہ "ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں" کبھی پورے نہیں اتر سکتے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت :

بانی فرقہ اس کتاب میں اکثر ان مسائل پر بھی احادیث پیش نہیں کر سکا جن پر امت کا اتفاقی عمل ہے' صرف اختلافی مسائل پر زور مارا ہے مگر اختلافی احادیث میں سے بعض کے قبول اور بعض کے ترک کرنے میں کسی دلیل شرعی پر مدار نہیں رکھتا۔ یہ ہرگز نہیں ہوا کہ جن احادیث کو لکھتا وہ اللہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو لکھ لو اور

جن کو چھوڑا وہ اللہ اور رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان کو چھوڑ دو' ایسی بظاہر اختلافی احادیث کے بارہ میں خود رسول اللہ ﷺ نے جو پیمانے دیئے تھے ان کو توڑ ڈالا.....

معیار اول :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لوگ میری طرف سے اختلافی احادیث بیان کریں گے' ان میں سے جو احادیث کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہوں گی وہ میری طرف سے ہوں گی اور جو حدیثیں کتاب اللہ اور میری سنت کے خلاف ہوں گی وہ میری طرف سے نہیں۔ (الکفایہ خطیب بغدادی ص ۴۳۰)

مگر بانی فرقہ نے تلاش کرکے وہ احادیث کتاب میں جمع کی ہیں جو متواتر قرآن اور سنت یعنی عملی تواتر کے خلاف تھیں' حالانکہ آنحضرت ﷺ نے ان سے منع فرمایا تھا۔

معیار دوم :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری امت کے آخری زمانہ میں ایسے جھوٹے اور دجال قسم کے لوگ ہوں گے جو تمہارے پاس کچھ احادیث لایا کریں گے وہ احادیث ایسی ہوں گی جو تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی ہوں گی (یعنی باپ کے عملی تواتر کے خلاف ہوں گی) ان دجالوں اور کذابوں سے بچ کے رہنا' انہیں اپنے قریب نہ پھٹکنے دینا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم میں گمراہی اور فتنے پھیلا دیں۔ (صحیح مسلم ص ۱۰) بانی فرقہ نے یہی کیا' ایسی احادیث تلاش کر کر کے لکھیں جو جمہور امت کے عملی تواتر کے خلاف تھیں اور اس طرح امت مسلمہ کو متواتر سنتوں سے ہٹا کر گمراہی میں ڈال دیا' اور گھر گھر میں فتنہ ڈال کر کفار تک کو جگ ہنسائی کا موقع دیا۔

معیار سوم :

اختلافات کے ذکر کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: میری اور خلفاء راشدین

کی سنت کو لازم پکڑنا۔ (ترمذی)

بانی فرقہ نے پوری کوشش اور محنت سے ایسی احادیث کو تلاش کیا جن پر خلفاء راشدین ؓ کی مواظبت وہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا' الغرض اہل سنت والجماعت کو غلط قرار دینے کے لئے عملی تواتر کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں تک سے روگردانی کی اور خلفائے راشدین ؓ کی سنت کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اس پر دعویٰ یہ کہ "اصلاح دو عالم ہم سے ہے۔"

زور علم :

عملاً متواتر نماز کے خلاف اس کتاب میں سب سے زیادہ جولانی بانی فرقہ نے رفع یدین کے مسئلہ میں دکھائی ہے' مگر اس کا صحیح حکم بھی بیان نہ کر سکا۔ اپنی کتاب خلاصہ تلاش حق میں ۱۹۶۲ء میں رفع یدین کو فرض لکھا تھا (ص۷۹) اس کتاب میں سارا زور اس کے سنت ہونے پر لگایا ہے لیکن کسی ایک حدیث میں نہ فرض کا لکھا دکھا سکا نہ سنت' اگر یہ الفاظ حدیث میں دکھا دے تو ہم اس لفظ کے ہر ہر حرف پر ایک ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے...... دیدہ باید۔

جھوٹ ہی جھوٹ :

بانی فرقہ صفحہ ۴۵۳ پر لکھتا ہے کہ جن صحابہ کرام ؓ سے متنازعہ رفع یدین کی احادیث مروی ہیں ان میں (۱) حضرت عثمان ؓ (۲) حضرت طلحہ ؓ (۳) حضرت زبیر ؓ (۴) حضرت سعد ؓ (۵) حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ (۶) حضرت ابو عبیدہ ؓ (۷) حضرت زید بن ثابت ؓ (۸) حضرت ابی بن کعب ؓ (۹) حضرت ابن مسعود ؓ اور (۱۰) حضرت زیاد بن حارث ؓ بھی ہیں۔ مگر بانی فرقہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا کہ ان دس صحابہ کرام ؓ نے کسی صحیح سند سے آنحضرت ﷺ سے متنازعہ رفع یدین روایت کی ہو بلکہ یہ بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ کیا صحابہ ؓ خود متنازعہ رفع یدین کرتے تھے؟ ایک ہی سانس میں

دس صحابہؓ پر جھوٹ بول دینا تو پنڈت شردھانند سے بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا' بانی فرقہ خود ایسی بے سند باتوں کو موضوع اور جھوٹی کہتا ہے۔ (دیکھو ص ۴۸۶' ۴۸۷) اگر بانی فرقہ یا کوئی فرقہ پرست مسعودی ان دس صحابہ کرامؓ سے متنازعہ رفع یدین کی احادیث اور ان پر عمل صحیح سند سے ثابت کردے تو ہر حدیث کے حساب سے مبلغ گیارہ ہزار روپیہ انعام حق محنت کے طور پر دیا جائے گا...... مرداں بکوشید

دس یا سترہ :

بانی فرقہ صفحہ ۳۹۳ پر ابو حمید ساعدی کی حدیث میں ایک مجلس کا ذکر آتا ہے لکھتا ہے: اس مجلس میں دس صحابہؓ تھے بحوالہ ابوداؤد' ترمذی مگر صفحہ ۴۵۳ پر اسی مجلس کے ذکر میں ابوحمید کے علاوہ ۱۷ اصحابہؓ کا نام تحریر کیا ہے اور حوالہ غیر مقلد وحید الزماں کی کتاب تسہیل القاری کا دیا ہے۔ کیا بانی فرقہ یا کوئی بھی فرقہ پرست مسعودی کسی صحیح سند سے یہ سترہ نام اس مجلس میں ثابت کرسکتا ہے؟

فرضی کانفرنس :

بانی فرقہ نے حضرت ابوحمیدؓ سے جس مجلس کا ذکر کیا ہے اس کے راوی محمد بن عمرو بن عطاء ہیں جن کی پیدائش ۴۰ھ میں ہوئی (تہذیب) اگر یہ دس سال کی عمر میں اس مجلس کی کاروائی دیکھ رہے ہوں تو یہ مجلس ۵۰ھ میں ہوئی ہوگی' مگر شرکاء مجلس میں حضرت زیدؓ کا نام بھی لیا گیا ہے جو ۴۸ھ میں وصال فرما چکے ہیں' حضرت ابو مسعودؓ ۳۸ھ میں' حضرت سلمان فارسیؓ ۳۴ھ میں' حضرت عمار بن یاسرؓ ۳۸ھ' حضرت ابو قتادہؓ ۳۸ یا ۵۴ھ' حضرت محمد بن مسلمہ ۴۱ھ' حضرت ابو اسیدؓ ۳۰ھ' حضرت امام حسنؓ ۴۹ھ میں وصال فرما چکے تھے۔ یہ بانی فرقہ کی ہی ہمت ہے تقریباً دس دس سال پرانی قبریں اکھاڑ رہا ہے کہ کسی طرح ۵۰ھ میں متنازعہ رفع یدین کا ثبوت مل جائے حالانکہ دور صحابہ کرامؓ ۱۱۰ھ یا ۱۲۰ھ تک رہا ہے مگر بانی فرقہ کی تحقیق انیق کے موافق

رفع یدین کے اکثر راوی ۵۰ھ سے قبل ہی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ بانی فرقہ کو بڑی محنت سے ان کی دوبارہ حاضری کرانی پڑی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بانی فرقہ (قرآن وحدیث تو کجا) تاریخ سے بھی نابلد ہے (ص ۴۸۸)

متفرقات :

صفحہ ۳۱۰ پر جو حدیث ابوبکرؓ کی پیش کی ہے اس کی سند کا پہلا راوی امام بیہقی ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ کا مقلد اور حیات انبیاء علیہم السلام کا قائل ہے' دوسرا راوی حاکم غالی شیعہ ہے' تیسرا راوی عارم ہے جس کا حافظہ بہت بگڑ گیا تھا۔ صفحہ ۳۱۱ پر حضرت عمرؓ کا قول پیش کیا ہے اس سند میں بیہقی مقلد کے علاوہ سلیمان بن کیسان' عبداللہ بن القاسم اور حسین بن علی تین راوی غیر معروف ہیں۔ صفحہ ۳۱۲ پر حضرت علیؓ کی حدیث پیش کی ہے جس کی سند کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کا حافظہ بغداد میں آنے کے بعد خراب ہو گیا تھا اور یہ حدیث اس سے سلیمان بن داؤد بغدادی نے روایت کی ہے پس صحیح نہ ہوئی۔ صفحہ ۳۱۲ پر عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث نقل کی ہے جس کا مرفوع ہونا ہی سرے سے مشکوک ہے۔ صفحہ ۳۱۲ پر حضرت مالک بن الحویرث کی روایت نقل کی ہے جس کا مدار ابو قلابہ ناصبی اور نصر بن عاصم خارجی پر ہے اور اس سے نسائی میں سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا بھی مروی ہے بانی فرقہ نے اس بات کو چھپایا ہے۔ صفحہ ۳۱۳ پر حضرت وائلؓ کی حدیث ذکر کی ہے جس کی سند میں محمد بن جحادہ شیعہ ہے اور ابوداؤد میں اس سے سجدہ کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔ صفحہ ۴۵۴ پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ رفع یدین تو بلااستثناء سب ہی صحابہ کرتے تھے اور دلیل میں حضرت وائلؓ کی حدیث بحوالہ ابوداؤد ذکر کی ہے مگر ابوداؤد میں اس دوسری آمد کے وقت صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین کا ذکر ہے مگر بانی فرقہ اس میں رکوع کی رفع یدین کو شامل کر رہا ہے۔ صفحہ ۳۳۸ پر قرات خلف الامام کی بحث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی ایک حدیث لکھی

ہے کہ امام کے سکتات میں مقتدی قرات کرلیا کرے' اس سند کا پہلا راوی امام بیہقی مقلد امام شافعی ہے' دوسرا راوی ابوعبداللہ الحافظ رافضی خبیث ہے' تیسرا راوی ابوالصلت الھروی رافضی خبیث ہے' چوتھا راوی ابومعاویہ مرجیہ ہے یہ سب بانی فرقہ کے نزدیک فرقہ پرست اور مشرک ہیں اس کے علاوہ محمد بن عبداللہ ابوالطیب الشعیری اور عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز القاضی الجرجانی ان دونوں کی توثیق ثابت نہیں اور شعیب اور محمد دونوں راوی مدلس ہیں۔ یہ ایک سند کا حال ہے جس کو بانی فرقہ صحیح کہہ رہا ہے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اند کے باتو گفتم و زغم دل ترسیدم

کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیارست

الحاصل یہ کتاب صلوۃ المسلمین جو بانی فرقہ نے غیر مسلموں کی کتابوں سے جمع کی ہے ناقابل اعتماد بھی ہے اور مسائل نماز اور ترکیب نماز بیان کرنے میں نہایت ناقص بھی ہے۔ اکثر ضعیف روایات پر مبنی ہے جو عمل تواتر کے خلاف ہونے کی وجہ سے کسی طرح بھی درخور اعتناء نہیں۔ احادیث کے انتخاب اور ان کی تصحیح وتضعیف میں دلیل شرعی کا ہرگز خیال نہیں رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو متواتر قرآن کی طرح متواتر نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور فرقہ پرستوں کے وساوس سے محفوظ فرمائے۔ فقط

انکار حدیث کا نیا روپ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔ امابعد!

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ نے جس طرح کافروں کے مقابلہ میں ہمارا نام مسلم رکھا' اسی طرح اہل حدیث کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ نے ہمارا نام اہل سنت والجماعت رکھا اور اسی جماعت کو نجات پانے والی جماعت فرمایا۔ اہل سنت والجماعت کی سب سے اہم پہچان یہ ہے کہ وہ اختلافی احادیث میں ان احادیث پر عمل کرتے ہیں جو کتاب اللہ شریف کے عین موافق ہوں اور سنت کے موافق ہوں یعنی ان کو عملی تواتر کا شرف نصیب ہو۔ سنت خلفائے راشدین؆ اور خیر القرون کے تعامل کے موافق ہوں۔ چنانچہ جب سے ہمارے ملک میں اسلام آیا یہی طریقہ جاری رہا۔ ہاں ایسے اجتہادی مسائل جو کتاب و سنت میں صراحتاً مذکور نہ ہوں ان میں عملی تواتر اس ملک میں صرف اور صرف مذہب حنفی کو نصیب ہوا۔ اس لئے ہم اہل سنت والجماعت کے ساتھ حنفی کہلاتے ہیں۔ ہمارے مقدس پیغمبر ﷺ نے جس طرح راہ نجات اور جماعت حقہ کے بارے میں وضاحت فرمائی اسی طرح گمراہوں کا ذکر بھی فرمایا۔

اہل قرآن :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے (کتاب اللہ) قرآن عطا فرمایا (جو امت میں تلاوۃً متواتر ہے) اسی طرح سنت بھی عطا فرمائی (جو امت میں عملاً متواتر ہے)۔ فرمایا:

"آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کہیں گے کہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے، سنت کی ضرورت نہیں" چنانچہ وہ فرقہ ملکہ وکٹوریہ کے دور میں اس ملک میں پیدا ہوا اور عوام مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے اس فرقہ نے اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا۔ اب عوام کو کہنے لگے کہ اہلسنّت علماء جھوٹ کہتے ہیں کہ اہل قرآن نیا فرقہ ہے۔ اہل قرآن تو اس دن سے ہیں جس دن غار حرا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن کا نزول شروع ہوا۔ وہ صحابہ ؓ جو اس قرآن پر ایمان لائے سب اہل قرآن تھے۔ جب قرآن حق اور یقیناً حق ہے تو اہل قرآن کے حق ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ جو اہل قرآن کو جھوٹا کہتا ہے وہ پہلے قرآن کو معاذاللہ جھوٹا ثابت کرے۔ سب تابعین اور تبع تابعین اہل قرآن تھے۔ محمد بن قاسم بھی اہل قرآن تھا اس نے نہ بخاری پڑھی، نہ مسلم، نہ ترمذی، نہ نسائی، نہ ابوداوٗد، نہ ابن ماجہ بلکہ ان کتابوں میں اس کی روایت سے ایک بھی حدیث مروی نہیں۔ اگر حدیث اور سنت کا ماننا بھی اسلام کا حصہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی نگرانی میں قرآن پاک کی طرح احادیث لکھواتے اور صحابہ کرام ؓ اور تابعین رحمہم اللہ اس مجموعے کو اسی طرح حفاظت کے ساتھ ہمیں پہنچاتے جس طرح انہوں نے قران پاک پہنچایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان صحاح ستہ میں سے ایک بھی کتاب خیرالقرون میں موجود نہ تھی۔ ادھر نواب صدیق حسن خان نے سب صحاح ستہ والوں کو عجمی اور فارسی النسل قرار دے دیا۔ (عون الباری واتحاف النبلاء) اس پر اہل قرآن کو بھی مزید موقع مل گیا کہ قرآن عربی اور حدیث ایرانی! اس فرقے نے فضائل قرآن اور فضائل حفظ قرآن کی تمام روایات کو اپنے اوپر چسپاں کرلیا اور قرآن کے ماننے کا مطلب انکار سنت قرار دیا۔

اہل حدیث :

سنت کے انکار کا جو انداز اہل قرآن نے اپنایا اس سے عوام کو وحشت سی تھی،

اس لئے عموماً گریجویٹ طبقہ تو ان سے متاثر ہوا مگر عام مسلمانوں میں وہ انکار سنت کا رجحان پیدا نہ کر سکے اس لئے عوام کی وحشت کو ختم کرنے کے لئے انکار سنت کا نرم طریقہ اختیار کیا گیا اور ایک نیا فرقہ وجود میں آیا جس نے اپنا نام اہل حدیث رکھا اور دعویٰ یہ کیا کہ جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہل حدیث ہیں۔ جب حدیث برحق ہے تو اہل حدیث بھی برحق ہیں۔ اہل حدیث کو غلط ثابت کرنا ہے تو حدیث کو غلط ثابت کرو۔ سنت' حفاظ حدیث اور محدثین کے فضائل میں جو کچھ ملا اس کو اپنے اوپر چسپاں کر لیا۔ ان حضرات کی ساری محنت اختلافی احادیث پر ہی ہوتی ہے۔ اختلافی احادیث میں سے یہ حضرات اس حدیث کو تلاش کرتے ہیں جو کتاب اللہ کے خلاف ہو۔ ہر ایسی حدیث کی تلاش میں رہتے ہیں جو سنت نبوی ﷺ اور سنت خلفائے راشدین ؓ اور خیرالقرون کے عملی تواتر کے خلاف ہو۔ کتاب وسنت کے مخالف احادیث پر عمل کرنے اس کا نام عمل بالحدیث رکھتے ہیں اور کتاب وسنت کی موافق احادیث کو ضعیف اور من گھڑت کہہ کر کتاب وسنت پر عمل کرنے والوں کو اصحاب الرائے کا نام دیتے ہیں۔ اجتہاد وقیاس کو کار ابلیس' اجتہادی مسائل میں مجتہدین کی تقلید کو شرک' ائمہ اربعہ کے خلاف بلاعذر دو نمازوں کو جمع کرنے کا جواز' بیس تراویح کو بدعت' باریک جرابوں پر مسح کے قائل ہیں اور اجماعی مسائل سے بھی انکار کرتے ہیں۔

اختلاف نسخہ :

اب تو انہوں نے انکار حدیث کا ایک نیا ڈھنگ نکالا ہے کہ جو حدیث ان کی خواہش نفس کے خلاف ہوتی ہے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ فلاں ملک میں اس کتاب کا جو قلمی نسخہ ہے اس میں یہ حدیث نہیں ہے اس لئے یہ حدیث بالکل من گھڑت ہے۔ کبھی کہتے ہیں یہ تحریف ہے۔ اس فرقہ نے تحریف کے معنی میں تحریف کر دی ہے۔ کہیں کاتب کی غلطی ہو اس کا عنوان تحریف' کہیں نسخہ کا اختلاف ہو اس کا نام تحریف

رکھ دیا ہے۔

موطاامام مالک رحمہ اللہ :

موطاامام مالک رحمہ اللہ کے تقریباً سولہ نسخے ہیں۔ الحافظ المحدث صلاح الدین العلائی فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے مختلف جماعتوں نے موطا کو روایت کیا ہے۔ ان نسخوں میں تقدیم و تاخیراور کمی بیشی روایات کی وجہ سے بہت اختلاف ہے۔ موطا ابی مصعب میں باقی تمام نسخوں سے ایک سو احادیث زائد ہیں' بعض میں کچھ احادیث موقوف ہیں' دوسرے نسخوں میں مرفوع ہیں' بعض نسخوں میں کچھ احادیث مرسل ہیں' دوسروں میں مسند ہیں' بعض ابواب کی کمی بیشی اور تقدیم و تاخیر ہے۔ (التعلیق المجد ص۱۹'۲۰) اس قسم کی کمی بیشی کا نام سب محدثین کے خلاف غیر مقلدین نے تحریف رکھ لیا ہے۔

صحیح بخاری :

امام بخاری رحمہ اللہ ۲۵۶ھ نے "الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول الله وسننه و ایامه" نام سے کتاب لکھی۔ یہ کتاب تقریباً سولہ سال میں مکمل ہوئی' پھر بھی نظر ثانی اور حک و اضافہ کا سلسلہ اس میں اخیر دم تک جاری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ فربری کے نسخہ میں جنہوں نے اس کو امام بخاری رحمہ اللہ سے بعد میں سنا ہے حماد بن شاکر کے نسخہ سے دوسو اور ابراہیم بن معقل کے نسخہ سے تین سو حدیثیں زیادہ مروی ہیں۔ (تدریب الراوی ص۳۰) الحافظ المحدث ابوالولید الباجی (۴۷۴ھ) فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوذر ہروی نے بیان کیا کہ ہمیں ابواسحاق مستملی نے بتایا کہ میں نے صحیح بخاری کو اس کے اصل نسخہ سے جو فربری کے پاس موجود تھا نقل کیا' تو میں نے دیکھا کہ اس میں بعض چیزیں تو ناتمام ہیں اور بعض چیزوں کا مقام خالی ہے چنانچہ بعض تراجم اور ابواب ایسے تھے کہ ان کے بعد کچھ درج نہ

تھا۔ اور بعض حدیثیں ایسی تھیں کہ ان پر ابواب نہ تھے۔ پھر ہم نے ان میں سے بعض کو بعض سے ملا دیا۔ (التعدیل والتجریح ج۱/ص ۳۱۰) امام بخاری رحمہ اللہ نے چھ لاکھ احادیث سے اس کا انتخاب فرمایا۔ صحیح بخاری کو اگرچہ امام صاحب رحمہ اللہ سے ہزاروں آدمیوں نے سنا لیکن امام موصوف کے جن تلامذہ سے صحیح بخاری کی روایت کا سلسلہ چلا وہ یہ چار بزرگ ہیں :

(۱) ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی ۲۹۴ھ یہ جامع بین الحدیث والفقہ حنفی بزرگ تھے۔ حافظ عبدالقادر قریشی نے الجواهر المضیه فی تراجم الحنفیه میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔

(۲) حماد بن شاکر النسفی الحنفی ۳۱۱ھ (تاج العروس)

(۳) محمد بن یوسف الفربری ۳۲۰ھ

(۴) ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی البزدوی ۳۲۹ھ

ان چاروں میں سے ایک بھی غیر مقلد نہیں تھا کہ کسی تاریخ میں لکھا ہو کہ وہ نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا تھا اور نہ تقلید کرتا تھا۔

ایک تازہ تحریف :

انڈیا کے مولوی محمد داؤد راز اور پاکستان کے پیر جھنڈا بدیع الدین راشدی اور جناب کرم الدین سلفی نے مکتبہ اہل حدیث کراچی سے بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے اس میں رفع یدین کے باب میں ایک حدیث پر عمل جراحی کیا ہے: عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوۃ کبر ورفع یدیه واذا رکع رفع یدیه واذا قال سمع الله لمن حمده رفع یدیه واذا قام من الرکعتین رفع یدیه ورفع ذالك ابن عمر الی النبی ﷺ رواه حماد بن سلمة عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ ورواه ابن

طهمان عن ایوب و موسیٰ بن عقبة مختصرا (بخاری ج ۱/ ص ۱۰۲) ابن عمرؓ نے پہلی تکبیر کے وقت اور رکوع کے وقت اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کی اور بتایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ایسا کیا۔ حماد بن سلمہ نے ایوب عن نافع سے اس کو مرفوع کیا ہے اور ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے اس کو مختصراً روایت کیا ہے..... اس جگہ مختصر کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو اس حدیث کو نبی پاک ﷺ تک مرفوع نہیں کیا۔ دوسرے یہ کہ اس میں اتنی جگہ یعنی دس جگہوں سے کم جگہ رفع یدین بیان کی ہے۔ چنانچہ موطا امام مالک اور موطا امام محمد دونوں میں دس جگہ کی رفع یدین کی جگہ صرف پانچ جگہ کی رفع یدین ہے اور دوسرے ان دونوں کتابوں میں یہ موقوف ہے یعنی عبداللہ بن عمرؓ کا فعل ہے نہ کہ نبی پاک ﷺ کی حدیث۔ اور ان دونوں کتابوں میں یہ مالك عن نافع عن ابن عمر کی سند سے روایت ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ سنہری سند فرماتے ہیں اور امام ابوداؤد نے نہایت صراحت سے فرمایا کہ الصحیح قول ابن عمر لیس بمرفوع صحیح یہی ہے کہ یہ ابن عمر تک موقوف ہے 'نبی پاک ﷺ کی حدیث ہرگز نہیں (ابوداؤد ج ۱/ ص ۱۱۵) امام کے آخری فیصلہ کا یہی مقصد تھا جو نام نہاد اہل حدیث کے خلاف تھا۔ اس لئے خط کشیدہ عبارت کو عربی متن سے ہی حذف کردیا (دیکھو کتاب الصلوۃ ص ۲۹۵ حدیث نمبر ۷۰۰)

مسند الحمیدی :

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد عبداللہ بن زبیر الحمیدی (۲۱۹ھ) نے مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر ایک حدیث کی کتاب جمع کی جس کا نام "مسند الحمیدی" ہے۔ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے اس کو آڈٹ کر کے شائع کرایا۔ یہ پہلے حیدر آباد دکن سے' پھر المکتبة السلفیہ المدینة المنورة سے شائع ہوئی۔ اس کی ج ۲/ ص ۲۷۷ پر

ایک حدیث نبوی ﷺ ہے جو غیر مقلدین کی خواہش کے خلاف ہے۔ وہ حدیث پاک یہ ہے: حدثنا الحمیدی (قال ثنا سفیان) قال ثنا الزهری قال اخبرنی سالم بن عبدالله عن ابیه قال رایت رسول اللهﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین (الحمیدی ج۲/ص۲۷۷ المکتبة السلفیة المدینة المنورة) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا مونڈھوں تک اور جب رکوع کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو پھر رفع یدین نہ کرتے اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان کرتے۔ یہی حدیث محدث ابو عوانہ (۳۱۶ھ) نے بھی اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ عن ابن عمر قال رایت رسول اللهﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حتٰی یحاذی بهما وقال بعضهم حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع لا یرفعهما وقال بعضهما ولا یرفع بین السجدتین والمعنی واحد (صحیح ابو عوانہ ص۹۰/ج۲ مطبوعۃ دار الباز مکہ مکرمہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اقدس ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کی تو رفع یدین کیا مونڈھوں تک اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور بعض نے کہا کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کا ایک ہی ہے اور امام ابو عوانہ (۳۱۶ھ) نے اس کے بعد باقاعدہ اس حدیث پر الحمیدی' سفیان' زہری' سالم' ابن عمر مثلہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں امام سفیان بن عیینہ کی حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور دنیا بھر میں حدیث کی کسی کتاب میں سفیان بن عیینہ محدث حرم مکہ کی سند میں یہ صراحت نہیں کہ آپ ﷺ جب رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ہمیشہ

رفع یدین کرتے۔ ہمارے غیر مقلد دوست چار رکعت میں ہمیشہ دس جگہ رفع یدین کرتے ہیں اور اٹھارہ جگہ ہمیشہ ترک کرتے ہیں وہ اس حدیث میں محدث مکہ مکرمہ کی کسی سند میں دس جگہ کا اثبات اور اٹھارہ جگہ کی نفی نہیں دکھا سکتے اور محدث حرم کی یہ حدیث ان کے مسلک کے صراحتاً خلاف ہے۔ ان حضرات کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جو بھی حدیث رسول ان کی حدیث نفس سے ٹکرائے اس کی سند کو فوراً ضعیف اور حدیث کو من گھڑت کہہ دیتے ہیں مگر یہاں یہ ہتھیار ناکام تھا کیونکہ یہ لوگ رفع یدین کرنے کی جو سب سے اعلیٰ درجہ کی حدیث بخاری اور مسلم کے نام سے بیان کرتے ہیں۔ وہ بھی اسی سند سے ہے۔ زہری، سالم، ابن عمر اگرچہ اس کو بھی مرفوع کرتے ہیں۔ سالم منفرد ہے اور اس میں دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنے کا اثبات بھی نہیں اور اٹھارہ جگہ ہمیشہ ترک کی صراحت بھی نہیں اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ایک سنت کے ترک سے بھی نماز خلاف سنت ہو جاتی ہے۔ ان کے عقیدہ کے موافق بخاری و مسلم کی اس متفق علیہ حدیث کے مطابق نماز پڑھنا بھی خلاف سنت ہے۔ لیکن چونکہ یہ اس حدیث سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس لئے حمیدی والی روایت کو من گھڑت نہیں کہنا چاہتے اور جو حدیث رسول ان کی حدیث نفس کے خلاف ہو اس کو ماننے کے لئے بھی ہرگز تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے پہلی ہمت مولوی ارشاد الحق اثری نے کی اور رفع یدین پر "ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ" کے نام سے ایک کتابچہ لکھا اور سارا زور اس پر دیا کہ اس حدیث میں فلا یرفع اور لا یرفعھما کہ آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے، شاذ ہے لیکن اس کو شاذ ثابت نہ کر سکے۔ کیونکہ اس کو ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کے مقابلہ میں جس کو یہ صحیح حدیث کہتے ہیں اس حدیث رسول میں یہ جملہ دکھاتے کہ آپ ﷺ ہمیشہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے رہے تو اس موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ بن جاتی مگر وہ قضیہ مہملہ ہی دکھاتے ہیں اور اس کی نقیض ہی نہیں ہوتی۔ حدیث رسول ﷺ میں تو دوام رفع یدین پر کوئی نص نہیں، ہاں

ان کی حدیث نفس اس دوام کی قائل ہے اور یہ حدیث رسول ﷺ ان کی اس حدیث نفس کے خلاف ہے اس لئے وہ بیچارے اس حدیث رسول کو شاذ کہتے ہیں۔ ان کا یہ جواب ان کی جماعت کو بھی پسند نہ آیا اسی لئے مولوی ارشادالحق کا رسالہ چند دنوں کے بعد ہی ایسا مرحوم ہوا کہ اس کی قبر کا نشان تک نہیں ملتا۔ پھر شور مچایا کہ سات سمندر دور دمشق کے "مکتبہ ظاھریہ" میں جو "سند حمیدی" کا قلمی نسخہ ہے اس میں اگرچہ یرفع یدیہ بھی رکوع کے ساتھ نہیں ہے تو فلا یرفع بھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ حدیث اگر ہمارے کام کی نہیں تو آپ کے کام کی بھی نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کسی بھی قلمی نسخہ میں نہیں؟ یہ بات غلط ہے جب یہ حدیث نسخہ سعیدیہ 'نسخہ دیوبندیہ' نسخہ عثمانیہ اور نسخہ کندیاں شریف میں موجود ہے تو اب اس کے ثبوت میں کیا شک؟ اس حدیث کا انکار صراحتاً نبی ﷺ کی صحیح صریح حدیث کا انکار ہے۔ مزید مزے داری کی بات یہ ہے کہ مسند حمیدی کا "نسخہ دیوبندیہ" میاں نذیر حسین کے دو شاگردوں نذیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زینبی کا لکھا ہوا ہے جو دونوں غیر مقلد ہیں اور مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخے کا فوٹو غیر مقلدین کے جماعتی آرگن الاعتصام میں شائع ہوا ہے۔ دونوں کے عکسی فوٹو کتاب حدیث اور اہل حدیث کے آخر میں لگادیئے گئے ہیں۔

صحیح مسلم :

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب تین لاکھ احادیث سے فرمایا۔ اگرچہ اس کتاب کو بہت سے حضرات نے پڑھا مگر اس کی روایت کا سلسلہ جس بزرگ کے دم قدم سے قائم ہوا وہ مشہور فقہ حنفی فقیہ شیخ ابو اسحاق بن محمد بن سفیان نیشاپوری (۳۰۸ھ) ہیں۔ یہ مشہور حنفی فقیہ وزاہد ایوب بن الحسن نیشاپوری حنفی کے خواص اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے فقہ کی تعلیم براہ راست امام محمد رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی۔ بڑے عابد' زاہد اور مستجاب الدعوات تھے۔ جو لوگ تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں

ان کو مسلم کا کوئی غیر مقلد راوی تلاش کرنا چاہئے۔ ہمیں فخر ہے کہ حدیث کی اس مقدس کتاب کی روایت بھی ایسے حنفی بزرگ سے ہوئی جو جامع حدیث وفقہ کے ساتھ جامع بین الشریعۃ والطریقۃ بھی تھے۔

امام مسلم رحمہ اللہ کی ترمذی شریف کی طرح یہ عادت نہیں کہ ہر حدیث پر اس کا صحیح یا حسن ہونا لکھیں۔ ہاں اس میں امام مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے نماز باجماعت کے طریقہ کے بارہ میں ایک حدیث پاک نقل فرمائی جس میں ارشاد نبوی ﷺ بھی ہے کہ: واذا قرا فانصتوا اور جب امام قرآن پڑھے تو اے مقتدیو! تم خاموش رہو۔ اس حدیث پر امام مسلم نے خاص طور پر تحریر فرمایا کہ یہ جملہ جو میں نے روایت کیا ہے اس کے صحیح ہونے پر محدثین کا اجماع ہے چونکہ یہ حدیث پاک غیر مقلدین کی حدیث نفس کے خلاف تھی تو ان کے مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے آؤ دیکھانہ تاؤ اور اس حدیث کے صحیح مسلم میں ہونے سے ہی انکار کردیا اور اخبارات تک میں اس انکار کو شائع کردیا۔ جب علماء نے کہا کہ یہ تو دوپہر کے سورج کا انکار ہے تو بھی ضد پر قائم رہے اور کہا کہ اگر مولانا سید سلیمان ندوی فیصلہ فرمادیں کہ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے تو میں اس حدیث کو مان لوں گا۔ آخر مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے بھی تحریری بیان اخبارات میں شائع کرادیا کہ صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے لیکن مولانا ثناء اللہ نے پھر بھی حدیث رسول کو نہ مانا۔

تازہ تحریف :

امام مسلم رحمہ اللہ نے ج۱/ص۱۶۹ پر ایک حدیث پاک، روایت کی ہے: لاصلوٰۃ لمن لم یقراء بام القرآن وفی روایۃ فصاعدا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں سورت فاتحہ اور کچھ زائد قرآن نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ نماز میں جس طرح سورت فاتحہ پڑھنا واجب

ہے اسی طرح قرآن میں سے کچھ زائد پڑھنا بھی واجب ہے' اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ اس حدیث کا مقتدی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ہر مسلمان اس بات سے واقف ہے کہ یا تو اکیلا نمازی سورت فاتحہ کے بعد کچھ اور قرآن پڑھتا ہے یا امام۔ مقتدی پر سورت فاتحہ کے بعد کچھ زائد قرآن پڑھنا کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں۔ حضرات غیر مقلدین کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے ایک سو تیرہ سورتیں پڑھنی حرام ہیں اور ایک سورت فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔ مگر اس حدیث میں اگر مقتدی کو بھی شامل کیا جائے تو مسئلہ یوں بنے گا کہ مقتدی پر جس طرح امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا واجب ہے' کچھ اور قرآن پڑھنا بھی واجب ہے اور یہ بات ان کی حدیث نفس کے خلاف تھی۔ آخر انہوں نے کراچی سے ہی صحیح مسلم کا ایک ترجمہ شائع کیا جس میں عربی' اردو دونوں ہیں اور اس میں فصاعدًا کا لفظ جس میں ایک سو تیرہ سورتوں کا حکم آپ نے بیان کیا تھا نکال دیا اور ذرا بھی خوف خدا نہ کیا۔

ایک اور اعجوبہ :

اس جماعت کے مشہور مناظر اسلام مولوی خالد گھرجاکھی کے والد مولوی نور حسین گھرجاکھی نے ایک رسالہ بنام اثبات رفع یدین لکھا' اس میں ص ۱۹ پر ایک سرخی قائم کی "حضرت وائل بن حجر کی شہادت" اور آگے ایک حدیث صحیح مسلم ج ۱/ص ۱۷۳' ابن ماجہ ص ۶۲' دارمی ص ۱۰۷' دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۸' ابوداؤد ج ۱/ص ۱۹۳' جزء رفع یدین بخاری ص ۱۴' مسند احمد ج ۳/ص ۱۴۷ اور مشکوۃ کا حوالہ لکھا اور اس میں علٰی صدرہ کا لفظ عربی میں بھی اپنی طرف سے بڑھا دیا اور اردو ترجمہ میں آپ ﷺ سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے لکھ دیا جب کہ یہ لفظ ان آٹھ کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی اس حدیث میں مروی نہیں۔

ایک اور دھاندلی :

شیخ قاسم بن قطلوبغا نے اپنی کتاب میں مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ سے یہ حدیث نقل کی: حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمہ بن وائل بن حجر عن ابیه قال رایت النبی ﷺ وضع یمینه علی شماله فی الصلوٰۃ تحت السرة (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱/ص ۳۹۰ ادارة القرآن والعلوم کراچی) حضرت وائل نے فرمایا کہ میں نے رسول اقدس ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھا..... شیخ قاسم بن قطلوبغا کا وصال ۸۷۹ھ میں ہوا اس وقت بھی عرب و عجم میں بے شمار حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی محدثین موجود تھے لیکن کسی ایک نے بھی اس حدیث کا انکار نہ فرمایا۔ غیر مقلدین بیچارے تھے ہی نہیں تقریباً چار سو سال تک دنیا بھر میں کسی ایک محدث نے نہ کہا کہ یہ حدیث کسی نسخہ میں نہیں۔ چار سو سال بعد محمد معین ٹھٹھوی شیعہ کے ایک شاگرد محمد حیات سندھی نے اس کا انکار کیا۔ اس کی وفات ۱۱۶۸ھ میں ہے۔ تو اسی وقت شیخ ہاشم سندھی نے قلمی نسخے دکھا کر اس کو تسلی کرادی کہ یہ حدیث واقعتاً بعض نسخوں میں موجود ہے لیکن محمد حیات سندھی نے قلمی نسخوں میں یہ حدیث دیکھ کر اس کے انکار کا اب دوسرا بہانہ بنایا کہ حدیث تو ہے مگر اس میں تحت السرۃ کا لفظ کاتب کی غلطی ہے لیکن اس پر کسی محدث کا قول وہ ۸۷۹ھ سے ۱۱۶۸ھ تک بطور دلیل پیش نہ کر سکا اور اسی انکار پر فوت ہو گیا۔ بیچارے عبدالرحمان مبارکپوری (۱۳۴۵ھ) نے تقریباً دو سو سال بعد کروٹ لی۔ اس نے بھی یہ تو مانا کہ واقعتاً بعض نسخوں میں یہ حدیث ہے مگر محمد حیات سندھی کی اندھی تقلید سے آگے نہ بڑھ سکا اور سندھی کی تقلید میں ساری عمر حدیث رسول ﷺ کا انکار کرتا رہا۔ صحیح حدیث جس کو عملی تواتر کی تائید بھی حاصل ہو اس کا انکار کردینا غیر مقلدیت کی سرشت میں شامل ہے۔ اب اس کے انکار کا ایک اور

بہانہ بنایا کہ حضرت وائل کی یہ حدیث مسند احمد اور دار قطنی میں ہے۔ اس میں تحت السرۃ نہیں۔ اس لئے مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی نہیں۔ علم حدیث کے اعتبار سے یہ اعتراض پہلے اعتراضوں سے بھی زیادہ بودا اور کمزور ہے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ عن هلب (الطائی) قال رایت النبی ﷺ ینصرف عن یمینه وعن شماله ورایته یضع هذه علیٰ صدره وصف یحییٰ الیمنیٰ علی الیسریٰ فوق المفصل (احمد) ترجمہ: "ھلب ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو دیکھا کہ وہ نماز کے بعد کبھی دائیں طرف سے پھرتے کبھی بائیں طرف سے اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اس کو اپنے سینے پر رکھتے تھے۔" اس کے راوی نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا۔ حضرت ھلب ؓ کی حدیث میں دونوں ہاتھ تو کجا ایک ہاتھ کا بھی ذکر نہیں۔ اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب نے هذه علیٰ صدره کو یده علیٰ صدره بنالیا (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱/ص ۴۵۸) یہ حضرت ھلب ؓ کی حدیث ترمذی، ابن ماجہ نے ابوالاحوص عن سماک کی سند سے روایت کی ہے۔ نہ اس میں یده ہے اور نہ صدره ہے۔ امام دارقطنی نے عبدالرحمان بن مہدی اور وکیع عن سفیان سے روایت کی ہے، نہ یده ہے نہ ہی صدره پھر خود امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شریک عن سماک کی سند سے روایت کیا ہے اس میں بھی نہ یده ہے نہ ہی صدره۔ اب دیکھو ۶ جگہ نہ یده ہے صدره، ایک جگہ صدره ہے تو یہاں بھی غیر مقلدین کو اپنے فیصلہ کا اعلان کرنا چاہئے کہ یہ تحریف ہے۔ پھر امام احمد کی مسند کی زائد روایات صاحب مجمع الزوائد، صاحب کنزالعمال اور صاحب جمع الجوامع نے جمع کی ہیں، کسی میں بھی نہ یده کا لفظ ہے نہ تحت السرۃ کا۔

سنن ابی داؤد :

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے پانچ لاکھ احادیث سے اپنی کتاب سنن کا انتخاب فرمایا اور

آپ فقہی ذوق بھی رکھتے تھے۔ امام ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ نے امام ابو داؤد رحمہ اللہ کو طبقات الفقہاء میں ذکر کیا جبکہ صحاح ستہ والوں میں سے اور کسی کا ذکر انہوں نے طبقات الفقہاء میں نہیں کیا۔ آپ اپنے خط میں خود فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں سفیان ثوری، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے مسائل کے دلائل درج ہیں۔ اس کے چار نسخے مشہور ہیں جن میں احادیث کی کمی بیشی اور تقدیم و تاخیر بھی ہے اور احادیث پر جو کلام فرمایا اس میں تو بہت اختلاف ہے۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ :

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ترک رفع یدین کے بیان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک حدیث روایت کی ہے: عن علقمہ قال قال عبداللّٰہ بن مسعود الا اُصَلِّی بکم صلوٰۃ رسول اللّٰہ، فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ (ابو داؤد ج ۱/ص ۱۰۹) ترجمہ: "حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا"۔ یہ نماز آپ نے کوفہ میں پڑھ کر دکھائی اور کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہؓ اور ہزاروں تابعین تھے۔ کسی نے اس حدیث کا انکار نہ فرمایا بلکہ ان سب کا متواتر عمل اسی حدیث کے مطابق رہا، لیکن چونکہ یہ حدیث رسول ﷺ ہمارے دوستوں کی حدیث نفس کے خلاف تھی اس لئے اس کے انکار کے لئے یہ بہانہ بنایا کہ ابو داؤد کے کسی پرانے نسخے میں اس حدیث کے بعد ابو داؤد کا یہ قول ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ محدثین کی اصطلاح میں صحت کی نفی سے اس حدیث کے حسن ہونے کی بھی نفی نہیں ہوتی مگر بعض حدیث دشمن غیر مقلدین نے اس کا ترجمہ "من گھڑت" تک کر دیا۔ جب اس نسخے کا ثبوت مانگا گیا تو نسخہ ابن الاعرابی کا نام لے دیا۔ جب نسخہ ابن الاعرابی کو دیکھا گیا تو

اس میں یہ عبارت (بریکٹ) میں ملی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس نسخے میں بھی اس کا ہونا وہمی ہے نہ کہ یقینی' اگر ہوتی بھی تو ابن الاعرابی کا نسخہ ناقص بھی ہے اور پہلے کا بھی اور لولوی کا نسخہ سب سے آخری نسخہ ہے۔ جب اس میں نہیں تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اگر امام ابوداوٗد کی یہ رائے تھی بھی تو آخر میں انہوں نے اس سے رجوع فرمالیا۔ اسی لئے آخری نسخہ سے اس کو نکال دیا تو اب آپ کے پاس صحیح حدیث کے انکار کا کیا بہانہ رہ گیا۔ مگر کوئی بھی بہانہ نہ ہو' ضد اہل سنت سے ہے اور انکار حدیث رسول ﷺ کا۔

تازہ تحریف :

نماز تراویح کے بارہ میں بیس رکعت سے کم کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔ جب ۱۲۹۰ھ میں غیر مقلدین نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنائی اور آٹھ رکعت تراویح پڑھنی شروع کیں اور بیس رکعت کے خلاف سینکڑوں اشتہار اور رسالے لکھ مارے' جس کا کسی بھی مذہب میں ثبوت نہ تھا تو دیکھا کہ حضرت پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے سب لوگ عقیدت مند ہیں تو عوام کو بتایا کہ وہ تو آٹھ رکعت تراویح کے قائل تھے۔ ان کی کتاب غنیۃ الطالبین میں جہاں بیس رکعت کا ذکر تھا پوری سینہ زوری سے گیارہ کر دیا یعنی آٹھ تراویح اور تین وتر اور اس مترجم کتاب کو مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی نے شائع کیا۔ اصل اور نقل کے فوٹو سٹیٹ حدیث اور اہل حدیث ص ۶۶۸' ۶۶۷ پر دیکھیں۔

ایک اور انکار :

عن الحسن ان عمر بن الخطاب ؓ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لھم عشرین رکعۃ (ابوداوٗد ج ۱/ص ۲۰۲' سیر اعلام النبلاء ج ۱/ص ۴۰۰) ترجمہ: "حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب ؓ پر اکٹھا کر دیا۔ آپ انہیں بیس رکعتیں

پڑھاتے تھے"۔ یہ حدیث چونکہ ان کی حدیث نفس کے خلاف تھی اس لئے انکار کردیا' حالانکہ ذہبی نے بھی ابوداؤد سے بیس رکعت ہی نقل کیا ہے اور سیر اعلام النبلاء کے حاشیہ پر عرب کے غیر مقلدوں شعیب الارنوط اور حسین اسد نے بھی اس نسخہ کی تائید کی ہے اور الشیخ محمد علی الصابونی استاد بکلیۃ الشرعیۃ والدراسات الاسلامیہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ نے بھی الھدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح ص۵۶ پر اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

○ بہرحال غیر مقلدوں کا عجیب حال ہے کہ جب ایسی روایت کسی نسخہ میں مل جائے جو ان کی حدیث نفس کے موافق ہو تو اس کا نام اختلاف نسخہ رکھتے ہیں اور اس کو مانتے ہیں اور اگر کسی نسخہ میں کوئی حدیث مل جائے جو ان کی حدیث نفس کے خلاف ہو تو اس کا انکار کردیتے ہیں اور الٹا اہل سنت پر تحریف کا الزام لگا دیتے ہیں۔

عید کے مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

برادران اہل سنت والجماعت! عید الفطر کی نماز ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی تھی۔ حضرت انس؄ سے روایت ہے کہ سید الرسل حضرت محمد ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں کے لوگوں کے سال میں دو دن تھے جن میں وہ کھیل کود میں مشغول ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیسے دن ہیں؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ ان دنوں میں ہم جاہلیت کے زمانہ میں کھیل کود کرتے تھے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ان دو دنوں کی بجائے دو بہتر دن مقرر کئے ہیں۔ یوم الاضحی اور یوم الفطر (ابوداؤد ج ۱/ ص ۱۶۱)

وجہ تسمیہ :

عید کے معنی لوٹ کر آنے والی چیز' خوشی' فرحت اور سرور کا دن' بار بار لوٹ کر آتا ہے یا خوشی کے بار بار آنے کی خواہش ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کے خصوصی احسانات بندوں پر اسی دن عود کرتے ہیں۔ بہرحال خداوند قدوس اپنے بندوں پر مغفرت اور مہربانیوں کے ساتھ عود (توجہ) فرماتے ہیں۔ رمضان المبارک کے فریضہ کی ادائیگی' رات بھر نماز تراویح اور دیگر نفلی عبادت کی قبولیت کی امید' صدقہ فطر سے صوم و قیام کی کوتاہیوں کا مداوی' یہ سب خدائے واحد کا فضل و کرم ہے۔ اس کے شکر میں

دو رکعت نماز عید ادا کی جاتی ہے۔

نماز عید کا حکم :

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز عید واجب ہے، غسل مستحب ہے کہ عید کے لئے غسل کرے اور اچھی طرح مسواک استعمال کرے۔

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یغتسل یوم الفطر ویوم الاضحٰی (ابن ماجہ ۹۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یلبس یوم العید بردۃ حمراء (مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن سرخ دھاری دار کپڑا پہنتے تھے۔

اس لئے مستحب ہے کہ عید کے دن اچھے سے اچھا لباس پہنا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ عید میں عمدہ لباس پہنتے تھے۔ (بیہقی ج ۳/ ص ۲۸۱) بلکہ جو خوشبو بھی میسر ہو وہی استعمال کرے۔ (ہدایہ ج ۱/ ص ۱۱۸)

صدقہ فطر :

عید الفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرے (ہدایہ ج ۱/ ص ۱۱۸)

عن ابن عمر ان النبی ﷺ امر بزکوٰۃ الفطر قبل خروج الناس الی العید (بخاری ج ۱/ ص ۲۰۴، مسلم ج ۱/ ص ۳۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ عید الفطر کی نماز پڑھنے کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے۔

عن عبداللہ بن عمر قال فرض النبی ﷺ صدقۃ الفطر او قال رمضان علی الذکر والاُنثٰی، الحر والمملوک صاعًا من تمرٍ اَو صاعًا

من شعیر فَعَدلَ الناس بهٖ نصف صاع من بر (بخاری ج ۱/ ص ۲۰۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے مقرر فرمایا "صدقہ فطر" مرد' عورت' آزاد' غلام سب پر ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے تو لوگوں نے اس کو نصف صاع گندم کے برابر ٹھہرایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اس سال یعنی ۲ھ میں صدقہ فطر نکالنے کا حکم دیا۔ ایک صاع کھجور یا جو یا ایک صاع کشمش یا دو مد یعنی نصف صاع گندم کا۔ (طبقات ابن سعد ج ۱/ ص ۲۴۸)

مسئلہ :

صدقہ فطر میں اگر گیہوں یا گیہوں کا ستو دیوے تو ۸۰ تولہ کے سیر کے ساتھ آدھی چھٹانک اور پونے دو سیر بلکہ احتیاط کے لئے پورے دو سیر یا اس سے کچھ زیادہ دے دینا چاہئے کیونکہ زیادہ دینے میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔ (بہشتی زیور ج ۲/ ص ۲۸)

عن عبداللہ بن عباس ؓ قال من السنة ان لا تخرج يوم الفطر حتٰى تخرج الصدقة وتطعم شيئا قبل ان تخرج رواه الطبرانی فی المکبیر (ج ۱۱/ ص ۱۴۲) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ عید الفطر کے دن (عید گاہ کی طرف) صدقہ ادا کرنے سے پہلے نہ نکلے اور نکلنے سے پہلے کچھ کھالے۔

عن ابی سعید الخدری ؓ قال کان النبی ﷺ یخرج یوم الفطر والاضحٰی الی المصلی (بخاری ج ۱/ ص ۱۳۱، مسلم ج ۱/ ص ۲۹۰) "حضرت ابو سعید خدری ؓ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔"

عن ابن عباس ؓ وعن جابر بن عبداللہ ؓ قال لم یکن یوذن یوم الفطر ولا یوم الاضحٰی (بخاری ج ۱/ ص ۱۳۱، مسلم ج ۱/ ص ۲۹۰) حضرت عبداللہ

بن عباسؓ اور حضرت جابرؓ نے کہا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (عید کے لئے) اذان نہیں کہی جاتی تھی۔

عن جابر بن سمرةؓ قال صليت مع رسول الله ﷺ العيدين غير مرة و لا مرتين بغير اذان و لا اقامة (مسلم ج ۱/ ص ۲۹۰) حضرت جابر بن سمرہ ؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کئی بار بغیر اذان اور اقامت کے عیدین کی نماز پڑھی۔

نماز نفل :

عن ابن عباس ان النبی ﷺ خرج یوم الفطر فصلی رکعتین لم یصل قبلھا ولا بعدھا (بخاری ج ۱/ ص ۱۳۵، مسلم ج ۱/ ص ۲۹۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عید فطر کے لئے نکلے صرف دو رکعت عید پڑھائی اس سے پہلے یا بعد کوئی نماز نفل اشراق وغیرہ نہیں پڑھی۔

عن ابی سعید الخدریؓ کان رسول اللهؐ لا یصلی قبل العیدین شیئا فاذا رجع الی منزله صلی رکعتین (ابن ماجہ ص ۹۲) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عید کی نماز سے پہلے کوئی (نفل) نماز نہیں پڑھتے تھے جب گھر لوٹتے تو دو رکعت پڑھتے تھے۔

وقت :

احادیث میں ایک یا دو نیزہ کی مقدار کے برابر سورج بلند ہونے پر آنحضرت ﷺ کے نماز ادا کرنے کا ذکر ہے۔ (ابن ماجہ ص ۹۳، ابو داؤد ج ۱/ ص ۱۶۱)

طریقہ نماز عید :

(۱) ..... عن القاسم ابی عبدالرحمٰن انه قال حدثنی بعض اصحاب رسول الله ﷺ قال صلی بنا النبی ﷺ یوم عید فکبر اربعا و اربعا

ثم اقبل علینا بوجهه فقال لا تنسو كتكبير الجنائز واشار باصابعه وقبض ابهامه (طحاوی ج ۲/ص ۴۳۸) ابو عبدالرحمٰن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہؓ نے بتایا کہ آپ ﷺ نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو چار چار تکبیریں کہیں۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح (چار) ہیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند فرمایا۔ (چار تکبیریں بشمول رکوع کی تکبیر کے) حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں اور حضرت حذیفہؓ اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔

(۲)..... كان رسول الله ﷺ يكبر فى الاضحٰى والفطر وكان يكبر اربعا على الجنائز (ابوداؤد ج ۱/ص ۱۶۳، مسند احمد ج ۴/ص ۴۱۶) رسول پاک ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں جنازہ کی طرح چار چار تکبیریں کہتے تھے۔

(۳)..... عن عبدالله ابن مسعودؓ انه كان يكبر اربعا ثم يقرا ثم يكبر فيركع ثم يقوم فى الثانية فيقرا ثم يكبر اربعا بعد القراة (مصنف عبدالرزاق ج ۳/ص ۲۹۳، طبرانی کبیر ج ۹/ص ۳۰۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (مع تکبیر تحریمہ) چار تکبیریں کہتے پھر قرات کرتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے۔ جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو پہلے قرات کرتے پھر (مع تکبیر رکوع) چار تکبیریں کہتے۔

(۴)..... عن ابن مسعودؓ : فى الاولٰى خمس تكبيراتٍ بتكبيرة الركعة وبتكبيرة الاستفتاح وفى الركعة (الاخرٰى) اربعة بتكبيرة الركعة (مصنف) عید کی نماز میں) پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت پانچ تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر سمیت چار تکبیریں ہیں۔

(۵)..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت حذیفہؓ، حضرت ابو مسعودؓ اور حضرت موسیٰ اشعریؓ کی موجودگی میں نماز عید پڑھانے کا طریقہ یوں بیان فرمایا کہ "امام پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت چار تکبیریں کہے، پھر فاتحہ اور سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ

کر رکوع کرے یہ پانچ تکبیریں ہوئیں' پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ اور سورۃ پڑھے' پھر چار تکبیریں کہے چوتھی تکبیر رکوع کی ہوگی اس طرح نو تکبیروں کے ساتھ دونوں عیدوں کی نماز پڑھے" تو حاضرین (صحابہ و تابعین رحمہم اللہ) میں سے کسی ایک نے بھی اس طریقہ کا انکار نہ کیا۔ (ابن ابی شیبہ ج۲/ص ۱۷۴' طبرانی ج۹/ص ۳۰۲)

(۶)..... امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کا مندرجہ بالا طریقہ سے نو تکبیروں پر اتفاق ہے۔ (طحاوی)

(۷)..... امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی مجلس میں سب صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہوگیا کہ جس طرح جنازہ کی تکبیریں چار ہیں عیدین کی بھی چار چار ہیں۔ (طحاوی ص ۳۳۳/ج۱)

(۸)..... امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب عید میں نو تکبیریں کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲/ص ۱۷۴)

(۹)..... حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ اور سعید بن المسیبؓ نے فرمایا کہ نماز عید میں نو تکبیریں اور قرات پے در پے ہے۔ یعنی پہلی رکعت میں تکبیروں کے بعد' دوسری رکعت میں تکبیروں سے پہلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲/ص ۱۷۱)

(۱۰)..... حضرت عبداللہ بن عباسؓ' حضرت انسؓ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بھی اسی طرح نماز عید پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج۲/ص ۱۷۴)

ان احادیث مقدسہ سے ماہ نیم اور آفتاب نیمروز کی طرح رسول اقدس ﷺ کے قول اور عمل صحابہ کرامؓ کے اجماع سے نماز عید کا یہ طریقہ ثابت ہے۔ مکہ' مدینہ' کوفہ' بصرہ میں خیر القرون میں اسی طریقے سے نماز عید پڑھی جاتی تھی۔ ہمارے ملک میں

تقریباً بارہ سو سال تک اس میں اختلاف نہیں ہوا مگر مولوی عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہل حدیث نے ۱۳۸۶ ہجری میں پوری امت پر یہ فتویٰ جڑ دیا کہ نماز عید میں یہ چھ (زائد) تکبیریں گھڑی گھڑائی ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول ﷺ کا ہے وہ بڑا کاذب بلکہ اکذب ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج۱/ص۱۱۸)

برادران اسلام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عید کا مبارک دن جو مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق کے مظاہرہ کا دن تھا انگریز کے اشارہ ابرو پر اسے بھی لڑائی کا دن بنادیا گیا۔ عید کے دن فجر کے بعد سے ہمارے دوست لاؤڈ سپیکر پر اعلان شروع کردیتے ہیں کہ سب مسلمان غلط عید پڑھتے ہیں۔ صحیح عید پڑھنی ہے تو وہ پوری امت میں صرف ہم تین چار آدمیوں کی ہے۔

جب ساری امت کی نماز عید کو غلط کہہ دیا گیا تو اب صحیح کون سا طریقہ ہے؟ حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے بارہ تکبیروں کے ثبوت میں اپنی کتاب "صلوۃ الرسول" ص۴۱۱، ۴۱۲ پر دو حدیثیں لکھی ہیں۔ ایک کثیر بن عبداللہ کے طریق سے، دوسری امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی روایت سے، لیکن مولوی عبدالرؤف صاحب غیر مقلد اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ اس حدیث کی سند نہایت ضعیف ہے۔ کثیر بن عبداللہ کو بعض نے متروک اور بعض نے کذاب کہا ہے اور دوسری حدیث پر لکھتے ہیں یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند نہایت ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم بن محمد متہم ہے۔ (صلوۃ الرسول ۴۵۲، ۴۵۳)

نتیجہ :

جب پہلے طریقہ عید کو غلط کہا گیا اور دوسرا بتایا، اس کا بھی ثبوت نہ ملا تو اس کا لازمی اثر بعض غیر مقلدین نے تو یہ لیا کہ حدیثیں ساری جھوٹی ہیں اور سارا اختلاف ان

احادیث کی وجہ سے پڑا ہے۔ چنانچہ وہ منکر حدیث بن گئے اور دوسرا اثر یہ ظاہر ہوا کہ کراچی میں ان میں سے ایک نیا فرقہ بن گیا جو اپنے آپ کو غرباء اہل حدیث کی بجائے محمدی اہل حدیث کہنے لگا ہے۔ وہ یہ فوٹوسٹیٹ ہر عید پر شائع کرتے ہیں کہ مسلمانو! اہل سنت کی چھ زائد تکبیروں والی عید بھی غلط ہے اور اہل حدیث کی بارہ تکبیروں والی عید بھی غلط ہے۔ آؤ محمدی اہل حدیث بن جاؤ۔ عید کے دن عام نوافل کی طرح صرف دو نفل پڑھ لیا کرو۔ نہ چھ تکبیریں کہو اور نہ بارہ۔ یہ فرقہ نمازیں بھی جوتے پہن کر پڑھتا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی حدیث نہ صرف متفق علیہ ہے بلکہ متواتر ہے۔ جو لوگ جوتے اتار کر نماز پڑھتے ہیں وہ متواتر حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے ان سب کی نمازیں ضائع ہیں بلکہ ان کے نزدیک تو متواتر حدیث کی مخالفت کرنے والے کا اسلام ہی ثابت نہیں رہتا۔

خطبہ :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہمراہ نماز عید پر حاضر ہوتا رہا۔ وہ سب خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے۔ (بخاری ج۱/ص۱۳۱، مسلم ج۱/ص۲۸۹)

قراءت :

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَه تلاوت فرماتے تھے اور جب عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جاتے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نمازوں میں یہ سورتیں تلاوت فرماتے۔ (مسلم ج۱/ص۲۸۸) اس لئے جمعہ اور عیدین میں ان دونوں سورتوں کی تلاوت مستحب ہے۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عید اور جمعہ ایک ہی

دن میں آجاتے تو آپ ﷺ عید بھی پڑھاتے اور جمعہ بھی۔ لیکن ہمارے غیر مقلدین حضرات عید کے دن جمعہ کے فرض ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اس دفعہ جنتری کے مطابق عید الفطر جمعہ کے دن آ رہی ہے۔ پہلے تو ہمارے دوست سارا رمضان اس بات کی تیاری کرتے تھے کہ عید کے دن یہ اعلان کرنا ہے کہ اہل سنت کی عید کی نماز غلط ہے اس عید پر امت میں لڑائی کرانے کے لئے اس پر تیاری شروع ہو رہی ہے کہ عید اگر جمعہ کے دن آجائے تو صرف عید پڑھ لے اس دن نہ جمعہ فرض رہتا ہے نہ ظہر۔

میاں نذیر حسین صاحب (۱۳۲۰ ہجری) سے سوال ہوا کہ زید عید کے بعد اس دن جمعہ ہو تو نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ جمعہ نہ پڑھ کر میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں۔ زید کا یہ کہنا کیسا ہے؟ تو میاں صاحب کے مدرسہ کے مفتی عبدالرحیم صاحب جواب دیتے ہیں: وہ جو کہتا ہے کہ میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں سو اس کا یہ کہنا اچھا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱/ص ۵۷۲) جناب نواب نور الحسن صاحب فرماتے ہیں: اور جب جمعہ اور عید ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی چھٹی ہو گئی اور یہ چھٹی امام اور سب لوگوں کو ہو گئی (عرف الجادی ص ۴۳) اور نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ ظہر کو بھی ترک کرے۔ (نزال الابرار ج ۱/ص ۱۵۵) اگر یہ حضرات عید کے دن مساجد کو تالا لگا کر گھر میں بیٹھ کر چھٹی بھی منائیں اور مردہ سنت کو بھی زندہ کریں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ ان کے ہاں فرض کو مارے بغیر سنت زندہ نہیں رہ سکتی۔ مگر مصیبت تو یہ ہے کہ وہ جمعہ پڑھنے والوں کو بھی جمعہ نہیں پڑھنے دیتے۔ یہ شور مچا مچا کر کہ آج جمعہ فرض نہیں، آج جمعہ کی چھٹی ہے۔ اس شور سے مردہ سنت کو زندہ کرتے ہیں تو ان سے مودبانہ درخواست ہے کہ وہ دوسروں کا جمعہ ضائع نہ کریں کیونکہ قیامت تک ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضرت ﷺ نے عید کے دن جمعہ نہ پڑھا ہو اور جمعہ پڑھنے والوں کا جمعہ شور مچا مچا کر خراب کیا ہو۔

تنبیہ :

برادران اہل سنت والجماعت! ہمارے غیر مقلد دوستوں کا طریقہ عجیب ہے۔ وہ کسی ان پڑھ نوجوان کو کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے کسی بڑے عالم اور بڑے مدرسہ سے پوچھ آؤ کہ کیا ہدایہ اور شرح وقایہ احناف کے ہاں معتبر کتابیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ یہی فرمائیں گے کہ ہاں معتبر ہیں پھر ان کتابوں کے غیر مقلدین نے ترجمے کئے ہیں اور ترجمہ کے بعد اپنے مقصد کی باتیں خود لکھ لی ہیں۔ وہ ان کو دکھا کر ان کو مذبذب کر دیتے ہیں چنانچہ ایک دن ایک کالج کے تین لڑکے میرے پاس آئے کہ کیا ہدایہ اور شرح وقایہ آپ کے ہاں معتبر کتابیں ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا آپ یہ کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں۔ ایک اہل حدیث عالم نے کہا تھا کہ پوچھ کر آؤ میں نے کہا اب وہ جو تمہیں بتائے وہ لکھوا کر لانا۔ کہنے لگے ٹھیک۔ دو تین دن کے بعد وہ پھر آئے اور کہنے لگے کہ اس مولوی صاحب نے ہمیں کہا کہ دیکھو یہ حنفی کہنے کو تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ کتابیں معتبر ہیں لیکن اگر یہ لوگ اپنی ہی ان کتابوں کو مان لیں تو سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ پہلے حنفی ضدی نہیں تھے وہ حق اور سچ بات کو تسلیم کر لیتے تھے۔ دیکھو سال کے بعد عید کا دن آتا ہے۔ لیکن یہ عید کی نماز بھی غلط پڑھتے ہیں ہم احادیث دکھائیں ان کو نہیں مانتے ہم ان کی اپنی معتبر کتابوں سے ان کو صحیح طریقہ دکھاتے ہیں ان کو بھی نہیں مانتے۔ مولویوں کا تو چندے کا دھندہ ہے' آپ لوگ کیوں اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں؟ دیکھو ہدایہ اور شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ عیدین میں تکبیر جہر سے کہے یہی سنت ہے۔ (ہدایہ ج۱/ص۲۲۶' شرح وقایہ ج۱/ص ۱۵۰) اور لکھا ہے کہ نماز میں بارہ تکبیروں کی حدیث ہے (ہدایہ ج۱/ص ۲۲۲' شرح وقایہ ج۱/ص ۱۵۰) عیدین میں چھ تکبیروں کی بابت صرف ابن مسعودؓ کا قول ہے (شرح وقایہ ص ۱۵۲) عید کی دونوں رکعتوں میں قبل قرات تکبیرات کہے (قدوری) کہنے لگا یہ کتابیں رات دن یہ لوگ

مدارس میں پڑھاتے ہیں مگران مسائل پر کبھی عمل نہیں کرتے۔ وہ لڑکے میرے پاس ایک کاغذ لائے جس پر نہ کسی کے دستخط نہ نام۔ میں نے کہا کہ ان میں سے ایک بات بھی صحیح نہیں۔ وہ کہنے لگے یہ اردو ترجمہ سے انہوں نے دکھائی ہیں۔ میں نے کہا ایک مثال سمجھو: میں تمہیں کہوں کہ قرآن پاک میں ہے کہ ''اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں'' آپ جا کر کسی اور کو یہ بتائیں کہ یہ قرآن پاک میں ہے وہ کہے کہ نہیں۔ قرآن تو عربی میں ہے اور یہ اردو فقرہ ہے۔ آپ کہیں کہ یہ عربی کا ترجمہ ہے' وہ کہے وہ عربی لکھوا کر لاؤ آپ میرے پاس آئیں تو میں فوراً وہ عربی عبارت لکھ دوں گا ایاك نعبد و ایاك نستعین تو میری بات ثابت ہو جائے گی یا نہیں؟ کہنے لگے کہ بالکل ثابت ہو جائے گی۔ میں نے کہا اب ان کے پاس جاؤ کہ ہدایہ' شرح وقایہ اور قدوری عربی زبان میں ہیں۔ آپ ان کتابوں کے متن سے وہ عربی عبارت لکھ دیں جن کا یہ ترجمہ آپ نے لکھا ہے بلکہ میں نے کہا کہ یہ دس روپے لے جائیں ان سے کہنا کہ عربی ہدایہ' عربی شرح وقایہ اور عربی قدوری کے جن صفحات پر یہ عبارت ہے ان پر نشان لگا کر وہ صفحہ فوٹو سٹیٹ کروا دیں۔ وہ نوجوان گئے اب مولوی صاحب نے حوالے دکھانے کی بجائے پہلے یوں رعب ڈالا کہ اگر میں نے حوالے دکھا دیئے تو تمہیں اہل حدیث ہونا پڑے گا۔ وہ نوجوان بیچارے پھر میرے پاس آئے کہ مولوی صاحب نے بڑی جرات کے ساتھ کہا ہے کہ یہ حوالے عربی کتابوں میں ہیں۔ ان کی اس جرات سے کئی لوگ مذبذب ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ واقعی دکھا دے اور ہم جھوٹے ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ تم بھی پوری جرات سے بات کرو کہ اگر آپ دکھا دیں تو ہم اہل حدیث ہو جائیں گے اور آپ نہ دکھا سکے تو آپ کو سنی حنفی بننا پڑے گا۔ وہ نوجوان پھر گئے' اس نے پھر کہا فلاں شہر میں میں نے یہ حوالے دیئے اور یہی شرط لگائی جو عربی کتابوں میں دکھا دیئے تو اتنے نوجوان اہل حدیث ہو گئے۔ فلاں شہر میں اتنے اہل حدیث ہو گئے فلاں شہر میں فلاں مولوی صاحب کو میں نے لاجواب کر دیا۔ وہ بیچارے نوجوان اس کی لن ترانیوں

سے پھر ڈر گئے' پھر میرے پاس آئے' میں نے کہا جب میں نے کہہ دیا ہے کہ آپ کسی عربی کے پروفیسر کو ساتھ لے جائیں۔ مولوی صاحب عربی عبارت پر نشان لگا کر وہ صفحات فوٹو سٹیٹ کرا دیں۔ آپ پروفیسر صاحب سے ان عبارات کا ترجمہ کرا لیں اگر وہی ترجمہ کر دے جو مولوی صاحب نے لکھ دیا ہے تو بالکل آپ اہل حدیث ہو جائیں۔ اب وہ مولوی صاحب تین چار ماہ تک ان کو ٹالتے رہے۔ آخر وہ نوجوان کسی سے یہ عربی کتابیں عاریتاً لے گئے کہ آپ عربی عبارات پر نشان لگا دیں۔ اب تو مولوی صاحب کا پسینہ بہہ رہا تھا' پہلے گالیوں پر' پھر ہاتھا پائی پر اتر آیا۔ اب وہ نوجوان ان کے دوسرے کئی مولوی صاحبان کے پاس پھرے لیکن کوئی بھی اصل عربی متن سے ایسی عبارت نہ دکھا سکا' تو اب انہیں پتہ چلا کہ یہ لوگ جھوٹ بھی کس سینہ زوری سے بولتے ہیں۔ اس لئے میں اپنے اہل سنت بھائیوں سے یہی کہتا ہوں کہ جب وہ لوگ ایسا حوالہ دیں تو ان سے کہو کہ اس کتاب کا عربی صفحہ فوٹو سٹیٹ کرا دو اور حدیث کی کتاب کا وہ صفحہ بھی فوٹو سٹیٹ کرا دو اور پھر جانچ کرو تو ان حضرات کے بہت سے مغلطوں سے جان چھوٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں 'سنی' حنفی' حق اور سچ مسلک پر قائم رکھے۔ آمین

نماز عیدین کی تکبیریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران اسلام! اسلام کامل اور برحق دین ہے۔ اگرچہ اس مقدس دین کا نزول حرمین شریفین میں ہوا مگر یہ دین عالم گیر دین ہے' یہ ساری دنیا کے لئے خدا کا آخری اور کامل پیغام بن کر آیا۔ ہم اہل سنت والجماعت حنفی کس زبان سے اس خدائے واحد کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسلام پھیلانے کی توفیق احناف کو عطا فرمائی۔ کشمیر کے بارے میں مورخ محمد قاسم فرشتہ لکھتا ہے کہ اس ملک کی تمام رعایا حنفی مذہب ہے۔ (تاریخ فرشتہ ص۳۳۷) اس سے قبل مرزا حیدر رشیدی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند (تاریخ فرشتہ ص۳۳۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: اہل روم' اہل ماوراء النہر اور اہل (پاک و)ہند سب کے سب حنفی ہیں۔ (تحصیل التعرف ص۴۶) ..... حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند" (مکتوبات دفتر دوم نمبر ۵۵ ص ۱۴) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "در جمیع بلدان وجمیع اقالیم بادشاہان حنفی اندو قضاۃ واکثر مدرساں واکثر عوام حنفی" (کلمات طیبات ص۱۷۷) یعنی تمام اسلامی دنیا میں سلاطین حنفی ہیں اور قاضی اور اکثر مدرسین اور عوام حنفی ہیں۔

○ اسلام جس طرح عالم گیر دین ہے اسی طرح یہ شان وشوکت کا دین ہے۔ قرآن پاک میں صاف پیشین گوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام ؓ کو دنیوی خلافت سے بھی

نوازیں گے۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور خلافت راشدہ کا نظام قائم ہوا۔ پھر اموی دور حکومت بھی فتوحات اسلامی کا دور تھا۔ ازاں بعد عباسی خلافت کا دور آیا جس کا زمانہ تقریباً پانچ سو سال ہے۔ ان پانچ صدیوں میں تمام شیخ الاسلام اور اکثر قاضی حنفی ہی تھے۔ اس کے بعد سلجوقی اور خوارزمی خاندان کو حرمین شریفین کی خدمت کا شرف ملا۔ پوری اسلامی دنیا ان کی رعایا تھی یہ سب کے سب حنفی تھے اور ان کے اکثر قاضی حنفی تھے ان کی خلافت تقریباً تین سو سال تک رہی۔ اس کے بعد نویں صدی ہجری سے تقریباً ۱۳۴۵ھ تک اہل ترکی کی عثمانی خلافت رہی یہ بھی سب کے سب حنفی تھے (شامی)

○ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ مراکز اسلام حرمین شریفین کی تولیت و حکومت تقریباً بارہ سو سال احناف کے پاس رہی۔ اس کے بعد حنبلی حضرات کو خدمت کا موقع ملا جو آج تک خدمت کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان بارہ صدیوں میں بھی مکہ شریف مکہ ہی تھا اور مدینہ منورہ مدینہ منورہ ہی تھا۔ آج کل بعض دوست عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حنفی مسلک کوفہ سے آیا ہے' مکہ مدینہ سے ان کا تعلق نہیں۔ اللہ معاف فرمائے! دنیا میں اس سے بڑی غلط بیانی کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ دنیا بھر میں جو اسلام پھیلا وہ جن خلافتوں کے ذریعے پھیلا انہوں نے حنفی مسلک کو ہی پھیلایا۔ یہی خلافتیں خادم الحرمین الشریفین بھی تھیں۔ ہم اپنے ان احباب سے یہی عرض کریں گے کہ آپ ان بارہ صدیوں کی تاریخ پر نظر ڈال لیں کہ مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ کی امامت و خطابت' حکومت و تولیت' تدریس و تعلیم کن کے پاس رہی اور دینی کتابیں مکہ اور مدینہ منورہ میں بکثرت کن لوگوں نے لکھیں اور کن کی کتابیں وہاں داخل نصاب رہیں۔ چودہ سو سال میں مکہ و مدینہ کا ایک امام ایسا نہیں تھا جو تقلید کو شرک کہتا تھا۔ ایک کتاب بھی کسی منکر تقلید کی لکھی ہوئی نہیں ملتی۔ ایک بھی کتاب کا نام نہیں لیا جا سکتا جو حرمین شریفین میں لکھی گئی ہو وہاں مقبول عام ہو کر دنیا میں پھیلی ہو اور اس میں غیر مقلدیت کی تعلیم ہو۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "شرح نقایہ" مکہ مکرمہ

میں ہی لکھی گئی اور ساری دنیا سے اس نے خراج تحسین وصول کیا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "درمختار" مدینہ منورہ میں روضہ پاک پر بیٹھ کر لکھی گئی اور دنیائے اسلام کے ہر دارالافتاء کی زینت بنی۔

پاک وہند میں تمام سلاطین اسلام جن سے اسلام کی سطوت وعظمت ان ممالک میں قائم ہوئی سب کے سب حنفی تھے۔ صرف اکبر بادشاہ نے تقلید کے خلاف آواز اٹھائی اور تقلید سے آزاد ہو کر دین الٰہی کی بنیاد رکھی۔ اس وقت اسلام کی حفاظت کا بیڑا حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اٹھایا اور حضرت مجدد صاحب نے قید و بند کی تکالیف شاقہ بھی برداشت کیں۔ آخر کار ترک تقلید کے فتنہ دین الٰہی کا نشان تک مٹ گیا اور حنفیت کا ہی بول بالا رہا۔ اسلام پر دوسرا دور آزمائش کا اس وقت آیا جب انگریز نے اسلامی حکومت کو ختم کر کے یہاں کافرانہ نظام رائج کیا۔ اس وقت بھی جنگ آزادی میں احناف ہی نے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے دونوں باتوں کا اعتراف کیا۔ پہلی بات لکھتے ہیں:

"خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔ اسی مذہب کے عالم وفاضل اور قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلوی رحمہ اللہ (والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم کے) بھی شریک تھے۔" (ترجمان وہابیہ ص۱۱) یہاں صاف اعتراف کیا کہ یہاں حاکم ورعایا سب کے سب حنفی ہی رہے ہیں۔

دوسری بات نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں "کسی نے نہ سنا ہوگا کہ آج تک کوئی موحد، متبع سنت، حدیث وقرآن پر چلنے والا بے وفائی اور قرار توڑنے کا مرتکب ہوا، دیا فتنہ انگیزی یا بغاوت پر آمادہ ہوا ہو۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور حکام

انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے نہ کہ متبعان حدیث نبوی۔" (ترجمان وہابیہ ص ۲۵) اس میں اس بات کا صاف اعتراف ہے کہ ۵۷ء کی جنگ آزادی میں حفاظت اسلام کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے والے سب اہل سنت والجماعت تھے۔

جب انگریز یہاں آیا تو وہ مادر پدر آزادی کی سوغات بھی ساتھ لایا۔ اسلام نے اپنی شوکت اسلامی کو قائم رکھنے کے لئے مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق پر بڑا زور دیا ہے۔ مسلمان پانچ وقت اکٹھے ہو کر نماز باجماعت ادا کرتے ہیں' یہ اسی اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ ہے۔ ہفتہ بعد جامع مسجد میں جمعہ کے عظیم اجتماع میں اکٹھے ہو کر اسلامی شوکت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ انگریز کو یہ اتحاد ایک نظر نہ بھاتا تھا اس کی دلی خواہش تھی کہ مسلمان اپنی اظہار شوکت کے لئے اکٹھے نہ ہوں بلکہ یہ لڑائی جھگڑے کا مظاہرہ کر کے انگریز حکومت پر ثابت کردیں کہ اب مسلمان خدا کی عبادت پر بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے تم ان سے بے خوف ہو جاؤ۔ چنانچہ ان اجتماعات میں لڑائی پیدا کرنے کے لئے پاک و ہند کی تاریخ میں پہلی دفعہ فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر پر چیلنج بازیاں شروع ہو گئیں۔ پہلی دفعہ یہ استدلال سامنے آیا کہ چونکہ امام کی قرات مقتدی کے لئے قرات نہیں اس لئے امام کی فاتحہ مقتدی کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے یہ حنفی بے نماز ہیں اور بے نماز کافر ہوتا ہے اور آمین بالجہر نہ کہنے کی وجہ سے اہل سنت پر یہودی ہونے کی پھبتیاں کسی گئیں اس طرح یہ اسلامی اجتماعات اتفاق کی بجائے افتراق کا ذریعہ بن گئے۔ اسلام کا بہت بڑا اجتماع عید کے موقع پر ہوتا ہے۔ یہ عظیم اجتماع اسلامی شوکت کا عظیم الشان مظاہرہ ہوتا ہے۔ اب انگریز کی کوشش تھی کہ اس اجتماع کو بھی ختم کیا جائے تو اسلامی تاریخ کی چودہ صدیاں گزرنے کے بعد دہلی میں مولوی عبدالوہاب نے الگ نماز عید پڑھنے کا اعلان کردیا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنالی اور نماز عید کا وہ طریقہ جو صدیوں سے حرمین شریفین میں زیر عمل تھا اس کو بدعت اور حدیث کے خلاف قرار

دے دیا گیا۔ اہل سنت والجماعت بلااتفاق ان چار دلیلوں کو بالترتیب مانتے تھے۔ کتاب اللہ' سنت رسول اللہ ﷺ' اجماع' قیاس اور ان چاروں دلیلوں کے مسائل آسان ترتیب سے جن کتابوں میں درج ہوں ان کو فقہ کی کتابیں کہتے ہیں ان کو بھی مانتے تھے۔ ان حضرات نے اعلان کردیا کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں' کسی امتی کے قیاس یا اجماع یا فقہ کو نہیں مانتے اور اپنا نام اہل حدیث رکھ لیا۔ جب ان سے سوال ہوا کہ آپ قرآن یا حدیث سے یہی ثابت کردیں کہ جو شخص اجماع امت' قیاس شرعی اور فقہ اسلامی کا انکار کرے اس کو اہل حدیث کہا کرو۔ تو یہ بیچارے اپنا نام بھی قرآن وحدیث سے ثابت نہ کرسکے۔

نیا انکشاف :

اب تک امت یہ جانتی تھی کہ مجتہدین کا آپس میں اجتہادی مسائل میں اختلاف ہے۔ ان میں سے جو صواب پر ہے وہ دو اجر کا مستحق ہے اور جس سے خطا ہوئی اس پر بھی کوئی طعن نہیں بلکہ ایک اجر کا مستحق ہے۔ لیکن ان لوگوں نے پہلی مرتبہ انکشاف کیا کہ مجتہد کا اختلاف مجتہد سے نہیں بلکہ خدا اور رسول سے ہوتا ہے۔ اب تک پوری امت کا اتفاق تھا کہ مجتہد خدا اور رسول ﷺ کے احکام کا کاشف اور مُظہِر ہوتا ہے لیکن ان حضرات نے امت کو نئی بات سے روشناس کرایا کہ مجتہد خدا اور رسول ﷺ کے احکام کو مٹانے کے لئے ہوتا ہے معاذاللہ۔ پہلے لوگ یہ پوچھا کرتے تھے کہ آپ حنفی ہیں یا شافعی؟ اب سوال یہ ہونے لگا کہ آپ حنفی ہیں یا اہل حدیث؟ حالانکہ جہاں کتاب یا سنت کا فیصلہ موجود ہو وہاں مجتہد اجتہاد کرتا ہی نہیں' لیکن ہمارے دوستوں نے یہ نیا تقابل بنا ہی ڈالا۔ چنانچہ وہ نماز عید جو صدیوں سے حرمین شریفین میں پڑھی جارہی تھی اور وہیں سے ساری دنیا میں پھیلی اس کو غلط قرار دے دیا گیا کہ احناف نے خود گھڑلی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے اس کا ثبوت نہیں۔ ذرا فتوئی کے تیور ملاحظہ فرمائیں: "جو آج

کل لوگوں میں صلوۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں یہ بالکل بدعت اور گمراہی ہیں کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں........ اور یہ جو چھ تکبیریں ہیں یہ مذہبی تکبیر گھڑی گھڑائی ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول ﷺ کا ہے تو وہ بڑا کاذب بلکہ کذاب ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج۱/ص۱۱۸)

برادران اسلام! جس وقت اہل اسلام کو اتحاد کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ ان کے اتحاد و شوکت کے مظاہرہ اجتماع عیدین میں بھی نفاق اور افتراق کی آگ بھڑکا کر سفید آقا کی خوشنودی حاصل کرلی گئی۔

رسول پاک ﷺ کا حکم :

(۱) ابو عبدالرحمٰن قاسم رحمہ اللہ ایک صحابی رسول سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو صلی بنا النبی ﷺ یوم عید فکبر اربعا و اربعا ثم اقبل علینا بوجھه (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو حین انصرف فقال لا تنسوا کتکبیر الجنائز واشار باصابعه وقبض ابهامه (طحاوی ج۲/ص۴۳۸) ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی تکبیروں کی طرح چار ہیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں سے چار کا اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کرلیا۔

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت ﷺ کی نماز عید کا یہی طریقہ روایت کیا ہے۔ (احمد ج۴/ص۴۱۶، ابوداؤد ج۱/ص۱۶۳، طحاوی ج۲/ص۴۳۹)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کوفہ میں حضرت حذیفہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابو مسعود بدریؓ کی موجودگی میں نماز عید کا مذکورہ طریقہ بیان فرمایا تو

کسی نے بھی اس طریقے کا انکار نہ فرمایا۔ (معجم طبرانی کبیر ج۹/ص ۳۰۲)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (مکہ مکرمہ میں) "عید کی نماز" اسی طرح پڑھاتے تھے۔ (طحاوی ج۲/ص ۴۳۹) اور اسی طریقے سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (مکہ مکرمہ میں) نماز عید پڑھاتے تھے۔

(۵) مدینہ منورہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے موافق نماز جنازہ کی چار تکبیروں پر اجماع ہوا اور نماز عیدین کی بھی چار چار تکبیروں (بشمول تکبیر رکوع) پر اجماع ہوا۔ (طحاوی ج۱/ص ۳۳۳)

(۶) حضرت انس بن مالکؓ (بصرہ) میں اسی طرح نماز عید پڑھاتے تھے۔ (طحاوی ج۲/ص ۴۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج۲/ص ۱۷۴)

برادران اہل سنت! میں نے دو چار روایات کی نشاندہی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طریقہ سے نماز عید پڑھائی، اسی طریقہ سے نماز عید پڑھنے کا حکم دیا۔ خیر القرون میں مراکز اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ اور بصرہ میں اسی طریقہ سے نماز عید ہوتی رہی۔ اسی طریقہ پر عہد فاروقی میں صحابہؓ کا اجماع ہوا۔ اب یہ کہنا کہ یہ نماز ابو حنیفہ کی گھڑی ہوئی ہے، احادیث کے خلاف ہے کس قدر غلط بیانی ہے اور یہ کہنا کہ یہ امت کلمہ تو نبی کا پڑھتی ہے لیکن نماز ابو حنیفہ والی پڑھتی ہے۔ ساری امت نبی کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کے پیچھے لگ گئی ہے۔

الغرض جب اہل سنت والجماعت نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ نماز عید احادیث سے ثابت ہے۔ آپ کی یہ بات غلط ہے کہ یہ احادیث سے ثابت نہیں تو فوراً یہ کہہ دیا کہ یہ تمام احادیث ضعیف ہیں۔ اہل سنت نے کہا کہ ان کا ضعیف ہونا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہے یا بغیر دلیل شرعی کے آپ ان کو ضعیف کہتے ہیں؟ آپ کے نزدیک دلیل شرعی صرف خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آپ خدا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پیش فرمائیں کہ یہ سب احادیث ضعیف ہیں اور پھر ایک حدیث جس کو خدا یا

رسول ﷺ نے صحیح فرمایا ہو ایسی پیش فرمائیں جس میں آپ کی نماز عید کا طریقہ ہو تو وہ اس سے بالکل عاجز رہے' عاجز ہیں اور عاجز رہیں گے (ان شاء اللہ)۔ اگر کسی امتی کے قول سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو امتی کی تقلید کرنے والے اہلحدیث تو نہ رہے۔ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور' دکھانے کے اور" پھر اہل سنت والجماعت نے کہا کہ اگر آپ احادیث کا صحیح یا ضعیف ہونا اللہ یا رسول ﷺ سے ثابت نہیں کر سکتے تو آپ اپنے دعویٰ اہل حدیث میں سچے نہ رہے یہ اعلان کر کے ہم اس دعویٰ (عمل بالقرآن والحدیث) میں جھوٹے ہیں پھر ان احادیث پر جرح نقل کرو مگر وہ جرح مفسر ہو اور جرح کا ایسا سبب بیان کریں جو متفق علیہ ہو اور جارح متعصب نہ ہو بلکہ ناصح ہو' کیونکہ دین یا دنیا کی کسی عدالت میں جرح مبہم مقبول نہیں ہوتی لیکن وہ آج تک اس سے عاجز ہیں اور رہیں گے۔ بغیر کسی جرح مفسر متفق علیہ کے نبی کریم ﷺ کی احادیث کا انکار کرنا انکار حدیث تو یقیناً ہے عمل بالحدیث ہرگز نہیں۔ ہمارے اہل سنت والجماعت بھائی ان کے غلط پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں..... ان کا پہلا پروپیگنڈہ یہ ہوتا ہے کہ اہل سنت کے پاس حدیث رسول نہیں صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہوتا ہے وہ بھی حدیث کے خلاف' جب احادیث سنائی جائیں تو فوراً کہتے ہیں یہ ضعیف ہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ خدا یا رسول اللہ ﷺ سے ان کا ضعیف ہونا ثابت کرو یا اہل حدیث کہلانے سے باز آؤ۔ اگر وہ اس بات کو لکھ دیں کہ احادیث کی صحت وضعف چونکہ ہم اللہ یا رسول ﷺ سے ثابت نہیں کر سکتے اس میں ہم سرتاپا امتیوں کے محتاج ہیں اہل حدیث ہرگز نہیں' کیونکہ یہاں ہم حدیث کا فیصلہ بیان کرنے سے عاجز ہیں تو اب ان سے پوچھیں کہ یہ راوی جس کو آپ ضعیف کہہ رہے ہیں اس کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کیا ہے؟ اور جس نے اس پر جرح کی ہے وہ کس دور کا ہے۔ اس نے اس راوی میں جرح کا کون سا سبب بتایا ہے جو متفق علیہ ہو اور اس جرح کو نقل کرنے والے نے کس سند سے اس کو نقل کیا ہے۔ کیا وہ سند صحیح ہے؟

مثال :

ایک شخص کے سامنے میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث بیان کی۔ اس نے فوراً کہا یہ حدیث تو ضعیف ہے میں نے کہا آپ خدا یا رسول سے ثابت کردیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس نے کہا یہ تو کوئی بھی ثابت نہیں کرسکتا۔ میں نے کہا پھر آپ نے اپنا نام اہل حدیث کیوں رکھا ہے اور یہ دعویٰ کیوں کرتے ہو کہ ہم ہر فیصلہ صرف حدیث سے لیتے ہیں۔ اس نے کہا اس بارہ میں آپ ہمیں اہل حدیث نہ سمجھیں' امتی کا فیصلہ سنیں: اس کی سند کا راوی عاصم بن کلیب کوفی ہے اور علی بن المدینی نے کہا ہے کہ جس حدیث میں اکیلا ہو وہ حجت نہیں' میں نے پوچھا یہ بات کہاں لکھی ہے؟ اس نے کہا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التھذیب میں لکھی ہے۔ میں نے کہا کہ اس راوی کا وصال ۱۳۰ھ کے بعد ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ نے یقیناً اس کا زمانہ پایا ہے اور انھوں نے مسند امام اعظم رحمہ اللہ میں اس راوی کی احادیث سے استدلال کیا ہے' پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ جیسے مجتہدین نے بھی اپنی کتابوں میں عاصم بن کلیب کی احادیث سے دلیل لی ہے۔ علی بن المدینی کی وفات ۲۳۴ھ میں ہے' اس نے عاصم بن کلیب کو دیکھا تک نہیں' نہ ہی یہ بتایا ہے کہ اس میں جرح کا کیا سبب ہے؟ نہ یہ بتایا کہ وہ سبب متفق علیہ ہے۔ پھر اس کا ناقل حافظ ابن حجر ہے جس کا وصال ۸۵۲ھ میں ہوا۔ علی بن المدینی اور ابن حجر کے درمیان چھ سو سال سے زائد زمانہ ہے تو آپ نے اس بے سند بات پر کیسے اعتماد کرلیا؟ پھر علی بن المدینی کے بعد تمام صحاح ستہ والوں نے عاصم بن کلیب کی احادیث اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔ گویا علی بن المدینی کی اس بے دلیل اور غیر مفسر جرح کو کسی نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ آپ کو انکار حدیث کا اتنا شوق ہے کہ سب مجتہدین اور محدثین کے خلاف اس غیر مفسر اور بے ثبوت جرح کو انکار حدیث کا بہانہ بنایا لیکن وہ

بھی اس ترک رفع یدین کی صحیح حدیث کا انکار کرنے کے لئے' ورنہ یہی عاصم بن کلیب جب رفع یدین کی حدیث میں آئے جیسا کہ حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے۔ (ابو داؤد) پھر آپ بھی اس کو ضعیف نہیں کہتے۔ یہی عاصم بن کلیب جب سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث میں آجائے اور اس کے ساتھ مومل بن اسماعیل جیسا منکر الحدیث راوی بھی ہو تو آپ اس کو ضعیف نہیں کہتے۔

الغرض یہ لوگ صحیح احادیث کو بڑی جرات سے ضعیف کہتے ہیں لیکن آپ اس انکار حدیث کی پوری طرح حوصلہ شکنی کریں۔ پہلے تو یہی پوچھیں کہ کیا اس کو رسول پاک ﷺ نے ضعیف کہا ہے؟ حدیث کا فیصلہ پیش کرو ورنہ اہل حدیث ہونے سے انکار کرو' پھر مجروح' جارح اور ناقل کا زمانہ بتاؤ اور جرح کا مفسر اور متفق علیہ سبب بیان کرو ورنہ بلا ثبوت صحیح احادیث کا انکار کرنا' انکار حدیث ہے عمل بالحدیث نہیں۔

حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب صلوۃ الرسول میں "بارہ تکبیریں" عنوان لکھ کر دو حدیثیں نقل کی ہیں لیکن ان دونوں کا صحیح ہونا نہ خدا تعالیٰ سے ثابت کیا ہے اور نہ ہی رسول پاک ﷺ سے۔ معلوم ہوا ان کا اہل حدیث ہونے کا دعویٰ صحیح نہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ مولوی عبدالرؤف غیر مقلد فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے صادق صاحب کی صلوۃ الرسول پر حاشیہ لکھتے ہوئے کثیر بن عبداللہ والی حدیث پر لکھا ہے کہ کثیر بن عبداللہ کو بعض نے متروک اور بعض نے کذاب لکھا ہے اور دوسری حدیث پر لکھا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند نہایت ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم بن محمد متہم ہے۔ (صلوۃ الرسول ص ۴۵۳۔ ۴۵۴)

خلاصہ :

یہی ہوا کہ چودہ سو سال سے جو نماز عید حرمین شریفین میں پڑھی جاتی تھی وہیں سے پوری دنیا میں پھیلی۔ انگریز کے دور میں اس نماز عید کو غلط قرار دے کر مسلمانوں

میں سر پھٹول کرایا گیا۔ پہلے یہ جھوٹ بولا گیا کہ اس طریقہ نماز کا ثبوت کسی حدیث میں ہے ہی نہیں' یہ امام ابوحنیفہ کی بنائی ہوئی ہے جب احادیث پیش کر کے پہلے جھوٹ کا پول کھول دیا گیا تو پھر دوسرا جھوٹ بول دیا گیا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں۔ جب ان سے اس کا ثبوت قول رسول ﷺ سے مانگا گیا تو بھی نہ لاسکے اور اس کے راویوں پر جرح مفسر کا ثبوت مانگا گیا تو وہ بھی پیش نہ کر سکے' پھر جب ان سے کہا گیا کہ آپ ثابت کریں کہ رسول اقدس ﷺ نے ہمیشہ بارہ تکبیروں سے ہی عید پڑھی ہے اور اس حدیث کا صحیح ہونا اپنی مسلمہ دلیل شرعی سے ثابت کردیں تو یہ بھی نہ کر سکے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ حضرات کسی علمی مغالطے کا شکار نہیں۔ ان کا مقصد وحید صرف اور صرف مسلمانوں میں افتراق اور انتشار پیدا کر کے دین بیزار لوگوں کی تائید ہے۔ اس لئے ان کے غلط پروپیگنڈے سے برادران اہل سنت والجماعت کو ہرگز متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کی اشاعت و ترویج میں سرگرم عمل رہیں۔

نمازِ قفال کی حقیقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک دن ایک تعلیم یافتہ نوجوان دو تین کتابیں لے کر آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ آپ کبھی محمود کوٹ کے علاقہ میں مناظرہ کے لئے بھی گئے تھے؟ میں نے کہا ہاں ایک دفعہ بستی کدنہ جانا ہوا۔ غیر مقلدین نے وعدہ کیا تھا کہ ہم جو نماز روزانہ پڑھتے ہیں اس کی مکمل ترتیب اور احکام کہ کس فعل یا ذکر کر کے چھوڑ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ کس کے رہنے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے؟ کون سا ذکر اونچا پڑھنا سنت ہے اور کون سا آہستہ وغیرہ' صرف قرآن و حدیث کے ترجمہ سے دکھائیں گے۔ اگر ہمارے مناظر نے کسی جگہ بھی قرآن و حدیث کی بجائے کسی امتی کی بات پیش کی یا کوئی اپنا قیاس پیش کیا تو ہم اپنے مناظر کو فوراً مناظرہ سے روک دیں گے کیونکہ وہ اہل حدیث نہیں رہا' اپنی یا کسی کی رائے بیان کرنے کے بعد وہ اہل الرائے ہو گیا اور ہم یہ مسلک چھوڑ دیں گے کیونکہ ہم جھوٹے اہل حدیث نہیں رہنا چاہتے۔ یہ نماز جو اہم رکن ہے جس کا قیامت کے دن سب سے پہلے حساب ہونا ہے یہ بھی حدیث سے ثابت نہ کر سکے تو اہل حدیث کیسے؟ مگر ان کے علماء نے اپنی روز مرہ والی نماز صرف قرآن و حدیث کے ترجمہ سے ثابت کرنے سے انکار کر کے یہ واضح کر دیا کہ وہ اپنے دعویٰ اہل حدیث میں سچے نہیں بلکہ اس سے راہ فرار کا روایتی طریقہ اختیار کیا کہ ہم صرف فاتحہ خلف الامام پر مناظرہ کریں گے۔ ہم نے کہا کہ پھر یہ لکھ دیں کہ فاتحہ خلف الامام کے علاوہ احناف کی ساری

نماز صحیح ہے اور اس کے بعد یہ ثابت کردیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی مبارک کی آخری نماز جو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پیچھے پڑھی تھی اس میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پیچھے فاتحہ پڑھی تھی مگر وہ یہ دونوں باتیں ثابت نہ کرسکے۔ اس نے کہا کہ یہ ایک رسالہ ہے اس میں یہ تو لکھا ہے کہ امین صاحب کہنے لگے: اپنی مکمل نماز ثابت کرو۔ میں نے کہا: کیا یہ بھی لکھا کہ ہم نے مکمل نماز ثابت کردی؟ اور اس کی کیسٹیں موجود ہیں؟ کہنے لگا: نہیں۔ میں نے پوچھا کہ بعد میں وہاں سے بھاگ کر جو یہ رسالہ لکھا اس میں مکمل نماز ثابت کردی ہے؟ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا کہ جب کئی جگہ کے تجربہ کے بعد یہ کامل یقین ہوگیا کہ یہ لوگ اپنی نماز بھی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں کرسکتے تو میں نے وہ سوالات ایک رسالہ "غیر مقلدین کی غیر مستند نماز" میں شائع کردیئے اس رسالہ کو چھپے ہوئے بھی کئی سال ہوگئے ہیں مگر ان سوالات کا جواب نہ کسی مناظرہ میں ٹیپ کراسکے، نہ کسی کتاب میں جواب دے کر اپنی مکمل نماز ثابت کرسکے۔

اس نے کہا کہ دو تین رسالے میں لایا ہوں اس میں حنفی نماز کا عجیب وغریب نقشہ کھینچا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ طریقہ کسی حنفی کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے؟ کیونکہ احناف کی ہر کتاب میں باب ہوتا ہے، نماز ادا کرنے کا طریقہ۔ اگر حنفی کتاب سے لکھا ہے تو پورا طریقہ لکھا ہے یا نقل میں خیانت کی ہے؟ کہنے لگا کہ حنفی کتاب سے تو نہیں شافعیوں کی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے۔ میں نے کہا آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ حنفی نماز درساً اور عملاً متواتر ہے۔ دنیا بھر میں حنفی روزانہ پانچ مرتبہ نماز پڑھتے ہیں، اس طریقہ پر آپ نے کسی ایک ہی مسجد میں کسی ایک ہی حنفی کو نماز پڑھتے دیکھا؟ اس نے کہا نہیں کسی کو بھی نہیں دیکھا۔ میں نے کہا جس طرح متواتر قرآن پاک کے خلاف کسی کی سی کتاب میں بھی کوئی قرات ہو تو وہ شاذ اور متروک کہلاتی ہے۔ اسی طرح ہماری متواتر نماز کے خلاف بالفرض کسی حنفی کتاب میں بھی کوئی شاذ ومتروک قول ملے تو وہ حجت

نہیں چہ جائیکہ حنفی کتابوں کی بجائے شافعیوں کی کتاب سے کوئی بے سند بات نقل کرے۔

یہ لوگ اپنی نماز کو ثابت نہیں کرسکتے اور حنفی متواتر نماز کے خلاف شوافع کی کتابوں سے بے سند جھوٹے قصے نقل کرنا ہی شکست خوردہ ذہنیت ہے۔ اس پر وہ صاحب ذرا چمک پڑے کہ یہ تبصرہ عام آدمی کا نہیں امام غزالی کا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو غزالی کے لفظ سے غلط فہمی لگی۔ شیخ الشافعیہ علامہ ابن حجر مکی (۹۷۳ھ) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف جو کتاب غزالی کے نام سے ہے وہ حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی کی نہیں جن کا نام محمد ہے بلکہ محمود نامی غزالی کی ہے جو معتزلی ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۴) جب اسے یہ حوالہ دکھلایا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے کہا اور بات بھی یاد رکھیں کہ امام غزالی شافعی بھی معقول کے امام ہیں لیکن منقولات کے بارہ میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دیکھو احیاء العلوم میں بکثرت گھڑی ہوئی روایات ہیں (میزان الاعتدال ج۱/ ص۴۳۱) جب وہ احادیث نبویہ کی پوری تحقیق نہ کرسکے اور موضوعات سے کتاب بھر دی تو احناف کے بارہ میں وہ کیا تحقیق کرسکتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں تو ایک ایک بات سمجھنا چاہتا ہوں چنانچہ اس نے طالب زیدی کی کتاب التحقیق فی مسئلہ رفع الیدین پڑھنی شروع کی۔

(۱)..... "سلطان محمود امام ابو حنیفہ کے مذہب پر تھا"۔ میں نے کہا یہ بات تو احناف اور شوافع دونوں نے متفقہ طور پر مان لی کہ سلطان محمود غزنوی حنفی تھے اور حنفی فقہ کے بہت بڑے عالم تھے کہ حنفی فقہ پر باقاعدہ ایک کتاب تحریر فرمائی تھی جس کا نام کتاب التفرید تھا (مقدمہ کتاب التعلیم ص۲۸۱ امام مسعود بن شیبہ) ان کی پیدائش ۳۴۹ھ میں ہے اور انہوں نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے اور ہندوستان کو فتح کیا اور یہ حقیقت ہے کہ سندھ سے آگے ہند میں انہی کے ذریعہ اسلام پھیلا اور جو لوگ بھی ایمان لائے وہ حنفی ہی بنے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں: "خلاصہ حال ہندوستان کے

مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اسی وقت سے آج تک حنفی مذہب پر قائم رہے ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔" (ترجمان وہابیہ ص ۳) اسی دور میں شیخ محمد اسماعیل محدث لاہوری جو بخارا کے سادات عظام میں سے تھے، سلطان محمود غزنوی کے وقت اواخر ۳۹۵ھ میں شہر لاہور میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ اپنے وقت کے علوم فقہ و حدیث و تفسیر میں امام اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ واعظان اہل اسلام میں سے آپ ہی سب سے پہلے لاہور میں تشریف لائے اور آپ کے وعظ و نصائح کی تاثیر سے ہزاروں کفار مشرف بہ اسلام ہوئے یہاں تک کہ جو شخص آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتا بغیر پڑھے کلمہ توحید کے واپس نہ جاتا۔ آپ ۴۴۸ھ میں فوت ہوئے"۔ (حدائق الحنفیہ ص ۲۲۱)

اسی دور میں شیخ علی بن عثمان غزنوی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ کا لاہور میں ورود مسعود ہوا۔ بطور تبرک آپ کی کتاب مستطاب کشف المحجوب سے دو تین باتیں لکھتا ہوں...... لکھتے ہیں: "حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوفل بن حیان نے وفات پائی تو میں نے خواب دیکھا کہ قیامت بپا ہے اور تمام لوگ حساب گاہ میں کھڑے ہیں۔ میں نے پیغمبر ﷺ کو دیکھا کہ حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہیں اور آپ کے دائیں بائیں بہت سے مشائخ کھڑے ہیں اور ایک نیک صورت بوڑھے شخص کو دیکھا جس نے اپنے سر کے سفید بال چھوڑ رکھے تھے اور اپنے رخسار کو پیغمبر ﷺ کے رخسار پر رکھے ہوئے تھا اور ان کے برابر میں حضرت نوفل کو دیکھا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو میری طرف آئے اور مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا مجھے پانی دیجئے۔ انہوں نے فرمایا میں آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگتا ہوں۔ حضور ﷺ نے اپنی انگلی مبارک سے اشارہ فرمایا کہ پانی دے دو تو انہوں نے مجھے پانی دیا۔ میں نے اس پیالہ سے خود بھی پیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا لیکن اس پیالہ میں

سے کبھی بھی کم نہ ہوا میں نے پوچھا اے نوفل! پیغمبر علیہ السلام کے داہنی جانب بوڑھے بزرگ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل صلوات اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہیں اور آپ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں۔ اسی طرح میں پوچھتا جاتا تھا یہاں تک کہ سترہ آدمیوں کے متعلق میں نے دریافت کیا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرے ہاتھ پر سترہ کا عدد گرہ کیا ہوا تھا اور حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں دیکھا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابوحنیفہ کے علم کے پاس مجھے تلاش کرو۔

میں (علی بن عثمان) ملک شام میں موذن رسول اللہ ﷺ حضرت بلال ؓ کے روضہ مبارک پر سورہا تھا کہ خواب کی حالت میں اپنے آپ کو مکہ مکرمہ میں موجود پایا اور دیکھا کہ پیغمبر ﷺ باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لائے اور ایک بوڑھے شخص کو اس طرح بغل میں لے رکھا تھا جس طرح شفقت سے بچوں کو بغل میں لیتے ہیں۔ میں دوڑ کر آپ ﷺ کے سامنے گیا اور آپ کے پاؤں مبارک کی پشت پر بوسہ دیا اور میں اس تعجب میں تھا کہ یہ بوڑھے بزرگ کون ہیں؟ کہ آنحضرت ﷺ معجزہ کے طور پر میرے باطن اور میری سوچ پر مطلع ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ یہ تمہارے ملک کے مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ ہیں۔ مجھے اور میرے ہم وطنوں کو اس خواب میں اپنے امام کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پہلو میں دیکھ کر بڑی امید ہوئی اور اسی خواب سے مجھ پر یہ بھی واضح ہوا کہ ہمارے امام ان بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہیں جو اوصاف طبع سے فانی اور احکام شریعت سے باقی اور شریعت کے ساتھ قائم ہیں اس لئے کہ اوصاف طبع سے آپ کو نکال کر لے جانے والے خود پیغمبر ﷺ ہی ہیں۔

اس سے قبل لکھتے ہیں ایک رات آپ (امام صاحب رحمہ اللہ) نے خواب دیکھا کہ آپ پیغمبر پاک ﷺ کی مبارک ہڈیوں کو آپ کی قبر منور میں اکٹھا کر رہے ہیں اور

ان سے بعض کو بعض سے چن رہے ہیں۔ آپ اس خواب کی ہیبت سے بیدار ہوئے اور امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے ایک کے پاس جا کر اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے تعبیر بیان کی کہ آپ پیغمبر ﷺ کے علوم نبوت اور آپ ﷺ کی سنت کی حفاظت میں بڑے بلند مرتبہ و مقام پر پہنچیں گے اور اس میں پوری مہارت حاصل کر کے صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے جدا کریں گے ...... آپ نے پھر دوبارہ خواب میں پیغمبر ﷺ کی زیارت کی کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں اے ابو حنیفہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری زندگی کو میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے بنایا ہے (کشف المحجوب ص ۱۴۱) گویا دوسرے خواب میں پہلے خواب کی تعبیر خود حضرت ﷺ نے ارشاد فرمادی۔ ان مبشرات سے یہ بھی پتہ چلا کہ اس ملک کے امام' امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی ہیں۔ چنانچہ حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ کی محنت سے جو اسلام ہند میں پھیلا وہ حنفی طریقہ ہی ہے اور اس وقت سے انگریز کی آمد تک لاہور اور باقی ہندوستان میں صرف حنفی مساجد کا ذکر ہی ملتا ہے۔ انگریز کے دور میں لاہور میں غیر مقلدین کی پہلی مسجد چینیانوالی بنی۔ اس سے پہلے اس فرقے کے نام و نشان کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔

(۲) ..... "اور علم حدیث کی حرص رکھتا تھا مشائخ سے حدیث سنتا اور استفسار کیا کرتا تھا پس اکثر احادیث کو اس نے شافعی مذہب کے مطابق پایا"۔ یہ ایک بے سند بات ہے تھوڑی سی وضاحت حدیث شریف سے عرض کرتا ہوں..... بخاری و مسلم میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے ایک لشکر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور بڑی تاکید سے فرمایا کہ عصر کی نماز ہرگز نہ پڑھنا مگر بنی قریظہ کے راستے میں جب عصر کا وقت ہو گیا تو ان صحابہؓ میں اختلاف ہو گیا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ جب قرآن میں کلیہ قاعدہ آگیا ہے کہ بے شک نماز اپنے وقت پر فرض ہے اس لئے ہمیں نماز راستے میں پڑھ لینی چاہئے۔ حدیث کا مطلب یہ تھا کہ تم عصر تک بنو قریظہ پہنچ جانا' اب ہم نہیں پہنچ سکتے تو نماز کیوں قضا کریں چنانچہ انہوں نے راستے میں نماز ادا کرلی۔ دوسرے فریق نے کہا کہ کلیہ برحق ہے مگر

آج کی نماز کو آپ ﷺ نے اس کلیہ سے مستثنیٰ فرمادیا ہے چنانچہ انہوں نے نماز قضاء کرکے پڑھی۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ سنا تو کسی فریق پر بھی ناراض نہ ہوئے۔ تقریباً یہی فرق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ میں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کلیات کی حفاظت فرماتے ہیں اور جزئیات کی تاویل فرمالیتے ہیں جیسا پہلے گروہ نے کیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ دوسرے گروہ کی طرح جزئیہ کو برقرار رکھتے ہیں اور کلیہ سے مستثنیٰ کرلیتے ہیں اس لئے جہاں امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس حدیث کا جزئیہ ہوتا ہے امام صاحب کے پاس قرآن پاک کا کلیہ ہوتا ہے۔ کسی کے پاس بھی قرآن یا حدیث کے خلاف اپنی رائے نہیں ہوتی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر شوافع میں حدیث وفقہ کے وسیع النظر عالم ہیں۔ وہ خود اپنی کتاب المجمع الموسس میں لکھتے ہیں: میں اکثر حنفیوں سے کہتا رہتا کہ میری خواہش ہے کاش میں تمہارے مذہب پر ہوتا؟ انہوں نے کہا کیوں؟ میں کہتا کہ آپ کے مذاہب میں فروع اصولوں پر مبنی ہیں" (ذیل تذکرہ ص ۳۲۸) یہ حافظ رحمہ اللہ کے مطالعہ کا نچوڑ ہے اور حافظ کے امام بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ سب لوگ فقہ میں امام صاحب کے عیال ہیں۔ پھر اس نے پڑھا۔

(۳)..... "پس اس نے فقہاء کو جمع کیا اور ان سے ایک مذہب کے دوسرے مذہب پر ترجیح کا مطالعہ کیا تو اس بات پر سب کا اتفاق ہوا کہ دونوں مذاہب کے موافق دو دو رکعت نماز پڑھنی چاہئے پس اس نماز میں نظر وفکر کرکے جو مذہب اچھا معلوم ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے"..... اس بے سند قصے سے بھی یہی معلوم ہوا کہ دین فقہاء سے سیکھنا چاہئے اسی لئے فقہاء کو اکٹھا کیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان اور تمام فقہاء حنفی شافعی اختلاف کو راجح مرجوح کا اختلاف مانتے تھے اس لئے وہ ترجیح کے طالب تھے وہ غیر مقلدوں کی طرح اس کو حق وباطل کا اختلاف نہیں سمجھتے تھے۔

(۴)..... "پس قفال مروزی نے نماز پڑھنا شروع کی۔" قفال مروزی کی تاریخ وفات میں سخت اختلاف ہے۔ امام مسعود بن شیبہ نے تین قول نقل فرمائے ہیں: (۱) ۳۶۹ھ ' یہ

سلطان محمود کی پیدائش کا سال ہے۔ (۲) ۳۶۷ھ' اس وقت محمود کی عمر دو سال ہوگی۔ (۳) ۴۱۷ھ' اس وقت عمر ۴۸ سال کی ہوگی مگر یہ قول بالکل غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ تاریخوں میں وفات کے سال میں ایک دو سال کا فرق تو ہوتا ہے نصف صدی کا فرق کبھی نہیں ہو سکتا پہلے دو قول یقیناً اس قصہ کے جعلی بناوٹی اور جھوٹا ہونے کی دلیل ہیں۔ تیسرا قول محض اس جھوٹ کو بیساکھی دینے کے لئے گھڑا گیا ہے۔ یہ جعلی قصہ کسی حنفی کتاب میں تو ہے ہی نہیں اور کسی شافعی کتاب میں اس کی کوئی صحیح سند نہیں۔ دمیری (۸۰۸ھ) تقریباً قفال سے ساڑھے چارسو سال بعد کا ہے اس نے بھی بے سند لکھا ہے اور مغیث الخلق میں بھی رُوِیَ مجہول کا صیغہ ہے۔

(۵) ..... "پہلے اس نے شافعی نماز پڑھی جس کے ارکان بینات' سنتیں' فرض اور آداب کو بوجہ کمال ادا کیا"۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں بلکہ فقہ عَلٰی مذاہب اربعہ دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ چاروں مذاہب کا اتفاق اور اجماع ہے کہ افعال نماز اور اذکار نماز میں درجہ بندی ہے' بعض فرائض ہیں بعض سنتیں' بعض آداب' بعض ہیئات وغیرہ۔ اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ انسانی جسم بہ تمام وکمال اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے مگر اس کے اعضاء میں درجہ بندی ہے۔ مثلاً دل' دماغ بھی اعضاء ہیں ان کے نکال دینے سے انسان زندہ ہی نہیں رہ سکتا' اسی طرح نماز کا کوئی فرض رہ جائے تو سرے سے نماز کا وجود ہی نہیں ہوتا اور اگر ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ناک کاٹ دی جائے تو وجود تو ہے' زندہ بھی ہے لیکن یہ آدمی ناقص ہے۔ یہی مثال اس نماز کی ہے جس میں واجبات ترک کر دیئے جائیں لیکن ہاتھ ہے' ٹانگ ہے مگر لولا لنگڑا ہے۔ یہ مثال اس نماز کی ہے جس میں سنتیں چھوڑ دی جائیں اور بعض چیزیں مستحب ہوتی ہیں ان کا وجود نماز سے تعلق نہیں ہوتا البتہ نماز خوبصورت بن جاتی ہے جیسے زیب و زینت'..... اس درجہ بندی پر اہل سنت کا اجماع ہے لیکن طالب زیدی اس اجماع کا منکر ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے: "سب سے بڑی خرابی جس نے نماز جیسی اہم عبادت

کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا وہ نماز کے افعال کی تقسیم تھی کہ کون سا فعل فرض ہے، کون سا واجب، کون سا سنت اور کون سا مستحب۔ لوگوں نے سستی سے فرض فعل کو ادا کیا اور باقی افعال سے چھٹی کی کیونکہ بقول نام نہاد فقیہوں کے نماز فرض افعال کے ادا کرنے سے ہو جاتی ہے" (التحقیق ص۲۰۹) زیدی نے اجماع کا انکار بھی کر دیا حالانکہ اجماع کا منکر بنص کتاب و سنت دوزخی ہے اور فقہاء کرام پر جھوٹ بھی بول دیا۔ یہ بے چارہ تعلیم الاسلام بھی پڑھ لیتا تو جانتا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ واجب کو بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے (ص ۱۱۲) اور ترک واجب سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے اور سنتوں کے بارہ میں لکھا ہے: سنتوں کو بغیر عذر چھوڑ دینا گناہ ہے اور چھوڑنے کی عادت کر لینا سخت گناہ ہے (ص ۱۱۳) اور مستحب کے چھوڑنے میں ثواب نہیں ملتا اگرچہ عذاب نہ ہو (ص ۱۱۳)

دیکھو ایک آدمی کو لاکھ روپیہ انعام ملے تو جس کو نہ ملے اس کو اگرچہ سزا بھی نہ ہوئی مگر انعام نہ ملنے کی حسرت تو ہوگی۔ کس فقیہ نے کہا ہے کہ نماز میں سنن اور مستحبات کو چھوڑ دیا کرو بلکہ ہم تو بچپن سے سمجھاتے ہیں کہ نفل بھی نہ چھوڑنا ورنہ سنتوں میں سستی ہوگی اس لئے آپ مساجد میں دیکھتے ہیں کہ لوگ فرض اور سنتوں کے ساتھ نفل بھی پڑھتے ہیں کسی مسجد میں ہمارے لوگوں کو دیکھا کہ صرف فرض پڑھ کر بھاگ جاتے ہیں؟ سنتوں کو چھوڑنے کا سبق تو آپ کے ہاں ملتا ہے دیکھئے مولوی ثناء اللہ صاحب سے سوال ہوا کہ کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت موکدہ یا غیر موکدہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا کیا مواخذہ ہوگا؟ وہ فرماتے ہیں سنتوں کی وضع رفع درجات کے لئے ہے، ترک سنت سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہوگا انشاء اللہ (فتاویٰ ثنائیہ ج۱/ص ۶۴۷) مفتی عبدالستار امیر جماعت غرباء اہل حدیث لکھتے ہیں: نوافل اور سنن صلوۃ کے ترک پر گناہ نہیں (فتاویٰ ستاریہ ج۴/ص۳۵) نواب صدیق حسن فرماتے ہیں سنت کی مخالفت بلا کراہت جائز ہے۔

(نزل الابرار ص ۸۳)

زیدی صاحب بخاری کے حوالہ سے حضرت انس ؓ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں آج کل اسلام کی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھتا جو نبی کریم ﷺ کے عہد کے مطابق ہو۔ ان سے کہا گیا نماز؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم نے نماز میں تبدیلیاں نہیں کیں......؟ اور پھر طبقات ابن سعد کے حوالے سے لکھتا ہے کہ حضرت انس ؓ کہتے ہیں میں اسلام کی نبی کے عہد کے مطابق کوئی چیز نہیں پاتا سوائے کلمہ کے (التحقیق ص ۲۰۶) حضرت انس ؓ کا وصال ۹۰ھ میں ہے۔ گویا طالب زیدی کے نزدیک ۹۰ھ سے پہلے ہی کلمہ کے سوا سارا اسلام مٹ گیا تھا اور اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا حنفیوں کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ طالب زیدی کے ہاں نماز کی خرابی مکہ مکرمہ سے شروع ہوئی۔ لکھتا ہے: افعال صلوۃ کی تقسیم کرنے والوں کے ہاں تکبیر تحریمہ کی طرح تکبیرات انتقال جہراً ضروری نہیں تو انہوں نے وہ بھی چھوڑ دیں۔ پھر عکرمہ ؓ و ابن عباس ؓ کا قول نقل کیا ہے"۔ (ص ۲۱۱) اور لکھتا ہے کہ میمون مکی نے ابن عباس ؓ کے پاس جا کر کہا میں نے ابن زبیر ؓ کو (رفع یدین کر کے) ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ کسی نے ایسی نماز ادا نہیں کی (ص ۲۱۴) یاد رہے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا وصال ۶۸ھ میں ہوا۔ طالب زیدی کی تحقیق کے مطابق ۶۸ھ سے پہلے مکہ والے رفع یدین بھی چھوڑ چکے تھے اور تکبیرات انتقال بھی اور حضرت انس ؓ نے جو اسلام بدلنے کی بات کی ہے وہ غیلان بصری سے کی ہے گویا بصرہ میں ۹۰ھ سے پہلے ہی اسلام مٹ گیا تھا اور ص ۲۱۴ پر ابو داؤد کے حوالے سے امام حسن بصری رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) کا قول نقل کیا ہے کہ لوگ رفع یدین چھوڑ چکے تھے اور مدینہ منورہ میں امام مالک رحمہ اللہ پیدائش (۹۰ھ) فرماتے ہیں کہ میں پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرنے والے کو پہچانتا تک نہیں۔ (المدونہ) اور کوفہ میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (۹۰ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے رفع یدین کسی کو کرتے دیکھا نہ سنا۔

(موطا محمد)

(۶)..... "اس کے بعد قفال نے حنفی نماز پڑھی۔" یہ بھی اس قصہ کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جب شافعی نماز شافعی نے پڑھی تھی تو حنفی نماز حنفی کو پڑھ کر اسی طرح پورے فرائض' واجبات' سنن' مستحبات' آداب کے ساتھ پڑھ کر دکھانی چاہئے تھی۔ یہ تو انصاف اور عقل کے خلاف ہے کہ فقہاء کا اتنا بڑا مجمع ہو اور حنفی نماز کا مذاق اڑانے کے لئے شافعی کو کھڑا کیا جائے۔

(۷)..... "کتے کی دباغت کی ہوئی کھال پہن لی۔" امام صاحب یا کسی حنفی نے آج تک کتے کی کھال پہن کر نماز نہیں پڑھی۔ یہ احناف کے صدیوں کے متواتر عمل کے خلاف ہے۔ ہاں اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ فقہ حنفی میں یہ کیوں لکھا ہے کہ کتے کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے' تو یہ قفال نے فقہ کا مذاق نہیں اڑایا بلکہ حدیث کا مذاق اڑایا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا کہ جب کچے چمڑے کو رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے (مسلم ج ۱/ص ۱۵۹ عن ابن عباس و نسائی ج ۲/ص ۱۹۰ از ابن عباس' عائشہ وسلمہ بن المحبق) طالب زیدی بھی اس صحیح حدیث کے انکار بلکہ استہزاء میں ان کا شریک بن گیا۔

طالب زیدی صاحب! اگر پاک کہہ دینے سے یہ نقشہ بتانا ضروری ہے تو آپ کے ہاں تو منی' خون' خمر' خنزیر پاک ہے۔ (نزل الابرار) تو کیا آپ خنزیر اٹھا کر اور باقی چیزوں سے جسم و کپڑوں کو لت پت کر کے جلسہ عام میں اپنی نماز کا نقشہ پیش کریں گے؟ زیدی صاحب! آنحضرت ﷺ کا کتنا پیارا ارشاد ہے اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ زیدی صاحب! آپ تو دباغت شدہ کھال پر ناراض ہیں۔ آپ کے مذہب میں تو کتے کے علاوہ خنزیر کی کھال بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ کتے کی کھال کا ڈول اور مصلّٰی بنانا بھی جائز ہے' کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے (نزل الابرار ج ۱/ص ۳۰) اور کتے کا لعاب اور صحیح قول کے مطابق پیشاب اور پاخانہ بھی پاک ہے۔ (نزل الابرار ج ۱/ص ۴۹) زیدی صاحب! اسلامی حکومتوں میں آپ کے فرقہ کا وجود نہ تھا

ورنہ آپ ہوتے تو قفال تو کھال اوڑھ کر کھڑا ہوا تھا۔ آپ کتے کی کھال کا مصلّٰی بچھا کر کتے کی کھال کے ڈول سے پانی پی کر' کتے کو اٹھا کر نماز پڑھتے کہ کتے کا پاخانہ' پیشاب اور لعاب بھی بہہ رہا ہوتا تو قفال تو یقیناً آپ کی نماز پر عاشق ہو جاتا کیونکہ وہ تو بے چارہ حنفی شافعی نماز کا نقشہ کھینچ رہا تھا اور آپ کے ہاں یہ نبوی نماز ہے۔

(۸)..... "اور اس کو چوتھائی سے آلودہ کر لیا۔" اسی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ جھوٹا ہے کیونکہ یہ حنفی مذہب کا مسئلہ نہیں ہے۔ پہلے مسئلہ سن لیں۔ اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے (نہ کہ خود لگائے) تو جس حصہ میں لگی ہوئی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں یعنی اگر آستین میں لگی ہو تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو' اگر دوپٹہ میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے' اسی طرح اگر نجاست خفیفہ ہاتھ میں بھری ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے' اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ غرضیکہ جس عضو میں لگی ہو اس کی چوتھائی سے کم ہو اور اگر پوری چوتھائی ہو تو معاف نہیں اس کا دھونا واجب ہے یعنی بے دھوئے ہوئے نماز درست نہیں۔ (بہشتی زیور ج ۲/ص ۳) اور نجاست خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی ہو تو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہو گی۔ (تعلیم الاسلام ص ۱۰۹) اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ قفال نے جو پوری کھال کی چوتھائی پر اگر نجاست خفیفہ بھی لگائی تو احناف کے ہاں نماز نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس زمانے کے فقہاء نے بھی اس کا انکار کیا کہ یہ ہرگز حنفی نماز نہیں..... ہاں ایک اور بات بھی یاد رہے کہ جو چیز ہمارے ہاں نجاست خفیفہ ہے وہ آپ کے ہاں نہ صرف پاک بلکہ حلال بھی ہے۔ مثلاً حلال جانوروں کا پیشاب ہمارے ہاں نجاست خفیفہ ہے اور آپ کے ہاں پاک بھی ہے اور بوقت ضرورت اس کا پینا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ' فتاویٰ ستاریہ) اگر آپ قفال کے زمانہ میں ہوتے تو آپ ایک کلو گھوڑے کا پیشاب پی کر' گائے کے پیشاب سے غسل کر کے' بھینس کے پیشاب سے

کپڑے دھو کر اور اونٹ کے پیشاب سے جائے نماز دھو کر مقابلہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور ساتھ ہی نعرہ لگاتے: نہ حنفیہ نہ شافعیہ..... محمدیہ محمدیہ۔

ان حضرات کی کتابوں کے مطالعہ سے یقین ہوتا ہے کہ اس مذہب کی بنیاد کتاب وسنت پر نہیں بلکہ احناف سے ضد پر ہے۔

(الف) فقہ حنفی میں ہے کہ نمازی کے بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ (تعلیم الاسلام ص ۴۴) تو انہوں نے کہا کہ فقہ محمدی یہ ہے کہ پس مصلیٰ بانجاست بدن آثم ست نمازش باطل نیست۔ (بدور الاہلہ ص ۳۸) یعنی گندے بدن سے نماز پڑھنے سے گناہ تو ہوگا لیکن نماز صحیح ہو جائے گی۔ یاد رہے ان کی نجاست اور گندگی صرف انسان کا پیشاب' پاخانہ اور حیض ونفاس کا خون ہے۔

(ب) فقہ حنفی میں نمازی کے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے تو انہوں نے کہا فقہ محمدی یہ ہے کہ ہر کہ درجامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح باشد۔ (عرف الجادی ص ۲۲) یعنی جو ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھے (جو مندرجہ بالا نجاستوں سے لت پت ہوں) تو نماز صحیح ہوگی۔

(ج) فقہ حنفی میں نماز کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے یہ کہتے ہیں کہ فقہ محمدی یہ ہے کہ طہارت واجب ست نہ شرط صحت نماز (عرف الجادی ص ۲۱) نماز کی جگہ کا پاک ہونا ضروری تو ہے لیکن نماز کے صحیح ہونے کی شرط نہیں۔ نماز گندگی پر کھڑے ہو کر بھی ہو جائے گی۔

(د) فقہ حنفی میں ستر چھپانا نماز کی شرط ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ فقہ محمدی یہ ہے کہ: ہر کہ در نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح باشد۔ (عرف الجادی ص ۲۲) یعنی نماز میں جس کی شرمگاہ ننگی رہے اس کی نماز صحیح ہے۔

(س) فقہ حنفی میں نماز وقت سے پہلے پڑھنا درست نہیں لیکن ان کی فقہ محمدی یہ ہے کہ عصر کے وقت فٹ بال کھیلنا ہو تو عصر کی نماز ظہر کے ساتھ پڑھ لو۔ (فتاویٰ ثنائیہ

ج ۱۲/ص ۴۳۱)۔ حیرانی ہے کہ اس نماز کو کبھی محمدی نماز کہا جاتا ہے اور کبھی کے مدینے کی نماز کا نام دیا جاتا ہے۔

(۹)۔ "اور نبیذ کھجور سے وضو کیا"۔ اہل عرب نمکین پانی کی نمکینی کو دور کرنے کے لئے اس میں کچھ کھجوریں ڈال دیتے تھے۔ کھجوریں بھی ثابت رہتی تھیں اور پانی میں کچھ مٹھاس آجاتی تھی ایسے نبیذ سے وضو جائز ہے۔ جب اور پانی نہ ہو تو اس پر اعتراض فقہ حنفی پر اعتراض نہیں بلکہ نبی پاک ﷺ پر اعتراض ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تقریباً چودہ طرق سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمرة طيبة وماء طهور۔ کھجور بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے۔ (عبدالرزاق ج ۱/ص ۱۷۹' ابن ابی شیبہ ج ۱/ص ۲۵' احمد ج ۱/ص ۴۰۲' ابوداؤد ج ۱/ص ۱۲' ترمذی ج ۱/ص ۱۳ اور ابن ماجہ ص ۳۱ پر یہ حدیث ابن عباسؓ سے ہے) آپ ﷺ نے خود اس نبیذ سے وضو فرمایا۔ اسی طرح حضرت علیؓ فرماتے ہیں: لا یری باسا بالوضوء بالنبيذ (ابن ابی شیبہ ج ۱/ص ۲۶) "نبیذ" سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور حضرت عکرمہ بھی فرماتے تھے کہ پانی نہ ملے تو "نبیذ" سے وضو کرلے۔ اخرجه ابویعلٰی ورجاله ثقات۔ (مجمع الزوائد ج ۱/ص ۲۱۵) نبی پاک ﷺ کی حدیث اور خلیفہ راشد حضرت علیؓ کے فتویٰ کا انکار محض قیاس سے کررہے ہیں جبکہ امام نے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ بھی اس کے قائل تھے۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا نكذب الله في انفسنا امامنا في الفقه ابو حنيفه وفي الحديث سفيان فاذا اتفقا لا ابالي بمن خالفهما (میری ص ۱۳۵) یعنی خدا گواہ ہے کہ فقہ میں ہمارے امام: ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حدیث میں: سفیان رحمہ اللہ' جب کسی مسئلہ میں یہ اتفاق کرلیں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں اور اس مسئلہ میں دونوں کا اتفاق ہے۔

ذرا اور سنئے امام بخاری رحمہ اللہ امام زھری سے نقل کرتے ہیں کہ جب کتا پانی

کے برتن میں منہ ڈال دے اور پانی نہ ہو تو اس کتے کے جھوٹے والے پانی سے وضو جائز ہے۔ (بخاری ج ۱/ ص ۲۹) اور حکیم صلوق صاحب نے تو کمال کر دیا لکھتے ہیں: حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر نجاست کے گرنے سے پانی سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزہ بگڑ جائے یا رنگ تبدیل ہو جائے یعنی تینوں وصف پانی میں اکٹھے پائے جائیں تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے (صلوۃ الرسول) اللہ کا شکر ہے کہ اس اسلامی حکومت میں اس فرقے کا وجود نہ تھا ورنہ یہ بالٹی پانی کی لے کر پہلے اس سے کتے کو پلا دیتے پھر اس میں اپنا پیشاب کر لیتے جس سے ان کے تینوں وصف نہ بدلتے اور قفال کو دکھاتے کہ یہ ہے محمدی وضو جس سے صلوۃ الرسول ادا کی جائے گی۔

(۱۰)..... "اور بے نیت کے وضو کیا"۔ ہمارے ہاں نیت سنت ہے۔ سنت کا ترک تو گناہ ہے مگر سنت سے استہزاء کفر ہے۔ چونکہ پانی خود مطہر ہے اس لئے پاکی تو بغیر نیت کے بھی حاصل ہو جائے گی البتہ ثواب نیت سے ملے گا۔ آپ ہی فرمایئے کسی نے رفع حاجت کے بعد پانی سے استنجاء کر لیا مگر طہارت کی نیت نہیں کی پھر وضو کر کے نماز پڑھ لی تو کیا نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ دھوبی آپ کے کپڑے دھو کر لایا۔ آپ اس سے پوچھتے ہیں کہ نیت طہارت کی تھی یا نہیں؟ ایک شخص کے زخم سے خون نکل آیا' اوپر سے بارش ہوئی' سارا خون دھل گیا تو کیا وہ پاک نہیں ہوا؟ حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ مشہور ہے۔ انہوں نے اپنی بہن سے کہا کہ جو کتاب تم پڑھتی ہو مجھے بھی دو۔ ان کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو نہیں چھو سکتے مگر پاک ہو' تم اٹھو اور غسل کر و یا وضو کر لو۔ وہ اٹھے اور وضو کیا پھر کتاب ہاتھ میں لی اس حدیث کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس کو روایت کیا ہے (اعلاء السنن ج ۱/ ص ۳۰) یہ بات مسلم ہے کہ کافر کی نیت معتبر نہیں تو معلوم ہوا کہ وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب نہیں ملتا۔ اسی طرح وضو میں ترتیب بھی ہمارے ہاں سنت ہے۔ قفال نے خلاف سنت وضو کیا تو آج غیر مقلد اس پر کتنا فخر کر رہے ہیں کیونکہ یہ فرقہ بنا ہی

سنتوں کو مٹانے کے لئے ہے۔ ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ ج ۱/ ص ۳۹ پر حضور ﷺ کا بے ترتیب وضو کرنا مذکور ہے۔

(۱۱) ..... ''اب قفال نے جو نماز پڑھی اس میں رفع یدین تحریمہ کے وقت بھی نہ کی' نہ رکوع وسجدہ میں تسبیحات پڑھیں۔ ان سب سنتوں کو چھوڑ دیا جبکہ شافعی نماز پڑھتے وقت اس نے سنت تو کجا کوئی مستحب بھی نہیں چھوڑا''۔ قفال نے جو کیا سو کیا لیکن غیر مقلدین کی سنت دشمنی ملاحظہ ہو کہ سنتوں کے چھوڑنے پر کتنے خوش ہیں۔ پھر میں نے اس شخص کو نسائی شریف دکھائی۔ میں نے پوچھا کہ یہ فقہ کی کتاب ہے یا حدیث کی؟ اس نے کہا کہ یہ تو حدیث کی کتاب ہے اور صحاح ستہ میں شامل ہے۔ میں نے پوچھا حنفی کی لکھی ہوئی ہے یا شافعی کی؟ اس نے کہا کہ صاحب مشکوۃ نے تو اس کو شافعی لکھا ہے۔ میں نے کہا دیکھو اتنا بڑا محدث بھی مقلد تھا۔

امام نسائی اپنی کتاب میں یہ باب باندھتے ہیں اقل ماتجزی بہ الصلوٰۃ۔ کم از کم کتنی نماز جائز ہے۔ اس باب میں وہ مشہور حدیث لائے ہیں جو مسیئ الصلوۃ کے نام سے مشہور ہے کہ ایک نمازی نماز ادا کرتا' آپ ﷺ فرماتے پھر پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ آخر اس نے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے نماز سکھا دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے نماز سکھائی۔ اس نماز میں نہ تکبیر تحریمہ کی رفع یدین ہے' نہ ہاتھ باندھنا ہے' نہ ثناء ہے' نہ تعوذ وتسمیہ ہے' نہ فاتحہ ہے' نہ آمین ہے' نہ تکبیرات انتقال ہیں' نہ تسبیحات رکوع وسجود ہیں' نہ تسمیع اور تحمید ہے' نہ رکوع کی رفع یدین ہے' لیکن آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو نے اتنی نماز پڑھ لی تو تیری نماز پوری ہوگئی اور جو افعال بتائے ان میں کچھ کم کیا تو نماز ناقص ہوگی (نسائی ج ۱/ ص ۱۹۴) میں نے کہا کہ دیکھئے آپ کے دین کے ارکان اربعہ جن پر ہر مسجد کو آپ نے میدان جنگ بنا رکھا ہے یعنی سینے پر ہاتھ باندھنا' فاتحہ' آمین بالجہر' رکوع کی رفع یدین' ان کا ذکر تک اس حدیث میں نہیں۔ ہاں فقہاء چونکہ تمام احادیث کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرتے ہیں

اس لئے فرماتے ہیں نماز میں جو فرائض ہیں ان میں سے اگر ایک بھی چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہونی چاہئے قصداً چھوڑا ہو یا بھولے سے دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور بعض چیزیں واجب ہیں کہ ان میں سے اگر کوئی چیز قصداً چھوڑ دے تو نماز نکمی اور خراب ہو جاتی ہے اور پھر سے نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ اگر کوئی پھر نہ پڑے تو خیر تب بھی فرض سر سے اتر جائے گا لیکن بہت گناہ ہوتا ہے اور اگر بھولے سے چھوٹ جاوے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور ج ۲/ ص ۱۸)

(۱۲) ..... "خدائے بزرگ ترست"۔ سب حنفی اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے ہیں کیونکہ اس کے سوا کسی لفظ سے نماز شروع کرنا گناہ ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اللہ اکبر کی بجائے اللہ اعظم' اللہ اجل کہے تو گنہگار ہوگا (ج ۱/ ص ۱۷۰) تو قفال نے تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر چھوڑ کر احناف کی متواتر نماز کی مخالفت بھی کی اور اپنی گردن پر گناہ بھی لادا۔ دشمنان دین آج اس کو مبارک باد دے رہے ہیں۔ تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى اور اللہ کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔ اس سے تو صرف اتنا ثابت ہوا کہ اللہ کے کسی نام سے بھی نماز شروع ہو جاتی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا نام ہو جس میں عظمت اور بڑائی کے معنی نکلتے ہوں۔ چنانچہ اللہ اجل' اللہ اعظم' اللہ اکبر ان میں یہ معنی نکلتے ہیں۔ اب حدیث میں اللہ اکبر آیا تو آیات وحدیث کو ملا کر خلاصہ یہی نکلا کہ فرضیت تو کسی باعظمت نام سے بھی ادا ہو جائے گی ہاں لفظ اللہ اکبر واجب ہے اس لئے اس کے علاوہ کسی اور نام سے شروع کرنے سے ترک واجب کا گناہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ احناف ہمیشہ لفظ اللہ اکبر سے ہی نماز شروع کرتے ہیں۔ قرآن اور حدیث دونوں کو ملا کر مطالعہ کرنے سے یہی مسئلہ سمجھ میں آتا ہے۔ غیر مقلدین نے چونکہ بالکل قرآن پاک کو چھوڑ دیا ہے اس لئے الجھنوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

(۱۳)..... "مُدْهَامَّتَانِ" کا ترجمہ دو برگ ہائے سبز پڑھا۔ یہ بھی اس قصہ کے جھوٹے ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس کا ترجمہ دو برگہائے سبز بالکل غلط ہے۔ وحید الزمان نے بھی ترجمہ یوں کیا ہے "نہایت سبز ہیں"۔ ہمارے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن۔ قرآن پاک سے جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لو۔ اب جس طرح پانی کے ہر قطرے کو پانی کہتے ہیں اسی طرح قرآن کی ہر آیت کو قرآن کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ غیر مقلدین ایک آیت کے قرآن ہونے سے انکار کرتے ہیں یا اس کی قرات کے آسان ہونے سے انکار کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے بھی نماز سکھاتے ہوئے یہی فرمایا: ثم اقرأ بما تيسر معك من القرآن۔ پھر قرآن سے جو آسان ہو پڑھ۔ اس لئے فرض قرات تو اتنی ہی ہے' البتہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی اگر فاتحہ اور کچھ زائد نہ پڑھا جائے (مسلم' نسائی' ابوداؤد' وَلَهٗ شَوَاهِدٌ) تو ہم نے فاتحہ کو واجب معین اور ما زاد کو واجب مخیر کہا۔ اب صرف ایک آیت پڑھے تو فرض ادا ہو جائے گا مگر دو واجبوں کے ترک کا گناہ ہوگا اور فارسی میں قرات کے قول سے امام صاحب نے رجوع فرمالیا تھا۔ (دیکھئے ہدایہ ج۱/ص ۱۰۲) ويروى رجوعه فى اصل المسئلة الى قولهما وعليه الاعتماد۔ تو قفال نے دو واجبوں کے چھوڑنے کا گناہ تو سر پر لیا تھا۔ فرض قرات بھی ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی۔ آفرین ہے غیر مقلدین پر کہ سنت دشمنی سے ترقی کر کے واجب دشمنی بلکہ فرض دشمنی پر بھی اتر آئے اور اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔

(۱۴)..... "پھر بجائے سجود کے مرغ کی طرح بغیر فرق کے دو ٹھونگیں ماریں اور تشہد پڑھا۔" ہمارے ہاں اطمینان سے ہر رکن کو ادا کرنا واجبات نماز میں سے ہے۔ (بہشتی زیور ص۱۹) یہاں بھی ہم نے پہلے قرآن کو دیکھا تو رکوع کا حکم ملا۔ اب جھک جانے کو رکوع کہتے ہیں۔ یہ فرض درجہ ہے اس میں اطمینان کا ذکر حدیث میں ملا اس کو ہم واجب کہتے ہیں۔ ويجب الاطمينان وهو التعديل فى الاركان (مراقی

الفلاح ص ۳۳۵) اور اطمینان یعنی تعدیل ارکان واجب ہے۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا بھی تعدیل ارکان میں شامل ہے تو گویا قفال نے کئی واجبات کے ترک کا گناہ اپنی گردن پر لے لیا اور گناہ پسند فرقے نے اس پر بہت خوشی منائی۔

(۱۵)..... "گوز مار دیا اور نماز سے بغیر سلام کے نکلا"۔ یہاں بھی پہلے ہمارا مسئلہ سنیں۔ اگر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے موقع پر سلام نہیں پھیرا بلکہ جب سلام کا وقت آیا تو کسی سے بول پڑی' باتیں کرنے لگی یا اٹھ کر کہیں چلی گئی یا اور کوئی ایسا کام کیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ فرض تو اتر جائے گا لیکن نماز کا دہرانا واجب ہے۔ پھر سے نہ پڑھے گی تو بڑا گناہ ہو گا۔ (بہشتی زیور ج ۲/ ص ۱۹) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو نماز سکھائی تو تشہد عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک سکھا کر فرمایا کہ جب تو یہ کام کر لے تو تیری نماز ادا ہو چکی اس کے بعد اگر کھڑا ہونا چاہئے تو کھڑا ہو جا اور اگر بیٹھنا چاہے تو بیٹھا رہ' اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱/ ص ۱۹۸) اسی قسم کی حدیث ابوداؤد میں بھی ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب نمازی تشہد کی قدر بیٹھے اور اس کے بعد اس کو حدث ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ (سنن بیہقی) اس سے معلوم ہوا کہ تشہد کے بعد نماز مکمل ہو گئی مگر دوسری طرف حدیث ہے کہ نماز سے نکلنا سلام کے ساتھ ہے تو ہم نے دونوں حدیثوں کو مانا کہ تشہد تک بیٹھنے سے فرائض نماز تو پورے ہو گئے ہاں لفظ سلام فرض نہیں بلکہ واجب ہے تاکہ احادیث میں ٹکراؤ پیدا نہ ہو اس لئے قفال نے یہاں بھی ترک واجب کا بڑا گناہ سر پر لیا اور گناہ پسند فرقے نے اس پر عید منائی۔

"گوز" کی عربی ضراط ہے' جیسے حدیث میں آتا ہے کہ شیطان اذان کی آواز سن کر پادتا ہوا بھاگتا ہے اور آہستہ ہوا خارج کرنے کی عربی فساء ہے۔ عام طور پر غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ ان کی نماز پاد پر ختم ہو جاتی ہے وہ قیامت تک لفظ ضراط یا فساء اس مسئلہ

میں ہماری کسی فقہ کی کتاب میں نہیں دکھا سکتے۔ رتہ جھول ضلع سیالکوٹ میں' میں نے یہ کہا تھا اگر یہ فقہ میں دکھادیں کہ سلام کی بجائے ضراط یا فساء واجب ہے تو میں ایک لاکھ روپیہ انعام بھی دوں گا اور حنفی مذہب سے توبہ بھی کرلوں گا مگر نہ دکھا سکے اور نہ آئندہ دکھا سکیں گے انشاء اللہ۔ اس لئے میں یہی کہوں گا کہ جھوٹ بولنا کوئی دین کی خدمت نہیں اس سے توبہ ہی کرلیں۔

(۱۶)..... "اس پر سب احناف نے اس کا انکار کیا۔" بالکل بجا کیا یہ نماز آج تک کسی حنفی نے نہیں پڑھی۔

(۱۷)..... "پھر ایک عیسائی کو بلایا گیا"۔ یہ بات بھی اس قصے کے بالکل جھوٹے ہونے کی دلیل ہے کیونکہ سلطان محمود غزنوی خود عالم تھا' اس نے کتاب بھی لکھی تھی' اس کو عیسائی سے تحقیق کرانے کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سب فقہاء نے تو اس نماز کے نماز حنفی ہونے سے انکار کیا مگر ایک مجہول عیسائی نے اس کو نماز حنفی قرار دیا۔ آج جو غیر مقلدین اس کو نماز حنفی کہتے ہیں وہ اس مجہول عیسائی کے اندھے مقلد ہیں۔ تمام فقہاء کے خلاف ایک عیسائی کی اندھی تقلید شخصی غیر مقلدین کو ہی مبارک ہو۔ اس سے اللہ اور رسول ﷺ بے شک ناراض ہو جائیں مگر انگریز کی عیسائی حکومت تو خوش ہو گئی کہ اللہ اور رسول ﷺ نے فقہاء کو ماننے کا حکم دیا تھا مگر اس فرقہ نے اللہ اور رسول ﷺ کا حکم چھوڑ کر عیسائی کی تقلید کرلی۔

(۱۸)..... "تو بادشاہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو چھوڑ کر امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار کرلیا۔" یہ بات بالکل بے سند ہے کوئی ثبوت نہیں۔ غیر مقلدین کے ہاں تو جس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید شخصی شرک ہے اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید شخصی بھی شرک ہے تو غیر مقلدوں کو کیوں خوشی ہوئی۔ اس خوشی سے تو ان کی اندرونی کیفیت کھل کر سامنے آگئی ان کو نفرت نہ شرک سے ہے اور نہ ہی تقلید سے بلکہ نفرت صرف اور صرف اہل سنت والجماعت احناف سے ہے اور اس واقعہ سے یہ

بھی بات واضح ہوگئی کہ سلطان محمود غزنوی کی وسیع ترین اسلامی سلطنت میں غیر مقلدین کا فرقہ تو کجا ان کا ایک فرد بھی نہیں تھا ورنہ ان کا فرض تھا کہ سلطان سے کہتے کہ آپ ایک شرک سے دوسرے شرک کی طرف چلے گئے' آؤ غیر مقلد بن جاؤ تاکہ شرک سے جان چھوٹ جائے۔ خلاصہ یہی نکلا کہ نہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو نماز جانتے تھے نہ حنفی اس کو مانتے ہیں چونکہ ایک عیسائی نے اس کو حنفی نماز کہہ دیا اس لئے غیر مقلدین اس کو حنفی نماز کہتے ہیں۔ ہماری نماز تو وہی ہے جس میں شرائط' ارکان' واجبات' سنن' مستحبات اور آداب مکمل طور پر ادا کئے جائیں۔

سنت اور فقہ میں تعلق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ امابعد!

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا، پھر مسلمان بنایا، کیونکہ سچا دین صرف اور صرف اسلام ہے۔ پھر شکر ہے کہ ہمیں اہل سنت والجماعت بننے کی توفیق عطاء فرمائی۔ کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: "نجات پانے والے اہل سنت والجماعت ہی ہیں۔" یہ مقدس تقریب "سنت" کے سلسلے میں ہے۔ جامعہ خیرالمدارس جو دنیا کی عظیم دینی درس گاہ ہے، جیسا کہ مہتمم صاحب نے بتایا کہ چودہ (۱۴) ملکوں کے طلباء اس میں پڑھ رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہاں جتنے بھی موجود ہیں یا تو عالم ہیں یا متعلم ہیں، یا ان کی سننے والے ہیں اور یا ان سے محبت کرنے والے ہیں۔

سنت کسے کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب (قرآن پاک) جو قیامت تک واجب العمل ہے اس پر نبی کریم ﷺ نے جس طرح عمل کر کے دکھایا، آپ ﷺ کے اس عملی نمونہ کو سنت کہتے ہیں۔ ہمارا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ یہ قرآن پاک لفظی قرآن ہے اور رسول پاک ﷺ اسی قرآن پاک کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ آپ ﷺ کی عبادت، عادت، جہاد اور صلح اسی قرآن پاک کی تفسیر تھی اور

آپ ﷺ کی مقدس زندگی کو محفوظ کر لیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اہل سنت وہ ہیں جو کتاب اللہ پر اسی طرح عمل کرنے والے ہیں جس طرح نبی کریم ﷺ نے عمل کر کے دکھایا اور عملی نمونہ پیش فرمایا۔

سنت کی بنیاد :

ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ بار بار ہمیں سنت پر عمل کی تاکید فرماتے ہیں۔ تو سنت کی بنیاد کیا ہے؟ فرمایا: "سنت یہ ہے کہ سینہ کینہ سے پاک ہو۔" الحمد للہ مذہب اہل سنت والجماعت میں جہاں اور ہزاروں خوبیاں ہیں ان میں سب سے بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ ان کا سینہ، کینہ سے پاک ہے۔ اس کے ارد گرد آپ نظر دوڑائیں گے تو معلوم ہو گا کہ کسی مذہب کی بنیاد صحابہؓ سے کینہ پر ہے، کسی کی بنیاد اہل بیتؓ سے کینہ پر ہے، کسی کی بنیاد محدثین سے کینہ پر ہے، کسی کی بنیاد فقہاء اور اولیاء اللہ سے کینہ پر ہے اور کسی بے بنیاد کی بنیاد بنیاد پرستوں سے کینہ پر ہے۔

الحمد للہ ہمارا مسلک تو محبت و پیار کا مسلک ہے۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کے دلوں کو کینہ سے پاک کر دے (آمین)۔ اہل سنت والجماعت یہی کہتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ، آپ کے صحابہؓ اور اہل بیتؓ کے درمیان محبت و پیار ہی کا تعلق تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس جہان میں عجیب انتظام رکھا کہ سیدنا علیؓ کو چوتھے نمبر پر خلافت عطا فرمائی گئی۔ ان سے پہلے تینوں خلفاء راشدینؓ دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور پہلے تینوں خلفاءؓ میں اختلافات تھے تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ سیدنا علیؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت ابو بکرؓ کی کتنی غلطیاں بیان فرمائیں؟ کیا کہیں ان کے احکام کو تبدیل فرمایا؟ ان کا چوتھے نمبر پر آنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپؓ

تو ان کے کاموں پر مہر تصدیق لگانے کے لئے آئے تھے۔ اس لئے اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ شخص مانتا ہے جو پہلے تینوں خلفاء کو سچا سمجھے اور جو ان میں اختلاف بیان کرے تو گویا وہ اپنے آپ کو (معاذاللہ) حضرت علیؓ سے بڑا عالم بنانا چاہتا ہے۔ اسی طریقہ سے بعض لوگوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈہ ہوا کہ حضرات محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ میں اختلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی یہی انداز رکھا کہ ائمہ مذاہب پہلے گزرے ہیں اور "اصحاب صحاح ستہ" بعد میں ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور پھر ان کے شاگرد امام مالک رحمہ اللہ، پھر ان کے شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ، پھر ان کے شاگر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور پھر ان کے شاگردوں کے شاگرد "اصحاب صحاح ستہ" ہوئے ہیں، رحمہم اللہ۔

اب اگر چاروں مذاہب میں ان کی تقلید اور تابعداری غلط تھی (تو جیسے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے آخری باب باندھا ہے: الرد علی الجهمية اور یہ جہمیہ تو چند گنے چنے لوگ تھے۔ پوری دنیا حنفیوں اور شافعیوں سے بھری ہوئی ہے) تو محدثین کم از کم ان کے خلاف کبھی تو کوئی باب باندھ جاتے کہ الرد علی الحنفية، الرد علی الشافعية ...... لیکن جب محدثین حضرات نے یہ باب نہیں باندھے بلکہ اپنی کتابوں میں فقہ کی تعریف والی احادیث لے آئے تو اب معلوم ہوا کہ جو لوگ فقہ کی مخالفت کرتے ہیں وہ محدثین کا نام اسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے رافضی اہل بیتؓ کا نام استعمال کرتے ہیں۔ ان حضرات میں تو پیار و محبت، اتفاق و اتحاد کا تعلق تھا۔ اس لئے اہل سنت والجماعت کا پیغام ہی یہی ہے کہ جنہوں نے ہم تک دین پہنچایا ہے وہ بھی یہی سمجھے تھے کہ وہ آپس میں پیار و محبت کرتے تھے۔ اور ہمیں بھی پیار و محبت ہی کا درس دے گئے۔

کیا بات ہے؟ (بطرز استفہام) کیا بات ہے؟ (بطرز غصہ) کیا بات ہے؟ (بطرز تعریف) دیکھئے میں نے ایک فقرہ بغیر کسی کی بیشی کے تین دفعہ بولا ہے۔ پہلی دفعہ میرا لہجہ سوالیہ تھا۔ بعض دوستوں نے پیچھے دیکھا کہ نہ معلوم کیا بات ہوئی ہے۔ دوسری دفعہ غصہ والا لہجہ تھا کہ شاید میں کسی کو ڈانٹ رہا ہوں۔ تیسری مرتبہ پیار و محبت کے ساتھ یہی فقرہ میں نے بولا کہ کیا بات ہے! اب اگر یہ فقرہ آپ کاغذ پر لکھ کر کسی ایسے آدمی کو دے دیں جس نے میرا لب و لہجہ نہیں سنا تو وہ اس سے کچھ بھی نہیں سمجھے گا۔ تو معلوم ہوا کہ صرف الفاظ کافی نہیں' بلکہ لب و لہجہ بھی ضروری ہے۔

ان ہی دو جماعتوں (فقہاء و محدثین) نے دین کی خدمت کی ہے۔ محدثین حضرات الفاظ شناس رسول ﷺ ہیں اور مجتہدین کی رسائی دل و دماغ رسول ﷺ تک ہے۔ تو اسی لئے مجتہدین بھی ہمارے سر کا تاج ہیں اور محدثین بھی ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ ان دونوں کو ماننے سے ہی دین صحیح سمجھا جا سکتا ہے' لیکن آج قرب قیامت ہے۔ ہر آدمی اپنے آپ کو دین کا ٹھیکیدار بنانا چاہتا ہے۔

ایک سکھ کا واقعہ :

ایک سکھ انگلینڈ چلا گیا۔ بھوک لگی۔ انگریزی پڑھا تو تھا نہیں' ڈکشنری اپنے ساتھ لے کر ہوٹل میں گیا۔ اس کو زبان کا گوشت چاہئے تھا۔ ڈکشنری کھولی تو کہتا ہے: "A plate of languages" (کہ ایک پلیٹ زبانوں کی) چونکہ اس زبان کو جو منہ میں ہے انگریزی میں "Tongue" کہتے ہیں' اور ایک وہ جو زبانیں ہیں انگریزی ہے' پشتو ہے' پنجابی ہے' عربی ہے اور اردو ہے' ان کو "Languages" کہتے ہیں۔ اب سکھ صاحب اپنی طرف سے پھول رہا ہے کہ میں بڑا انگریزی دان ہوں کہ "A plate of languages" اب وہ انگریزی

والے سوچیں کہ بھائی کہاں سے لاکر رکھیں ایسی ڈش کہ جس میں تھوڑی سی پشتو ہو' تھوڑی سی پنجابی ہو' تھوڑی سی انگریزی اور تھوڑی سی عربی ہو۔ یہ بیوقوف کہاں سے آگیا ہے۔ کوئی دوسرا سکھ بیٹھا تھا۔ اس سے ہوٹل والوں نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا اسے زبان کا گوشت چاہئے۔ وہ اسے دے دی۔ جب کھالی اب ذرا چٹخارہ لگا۔ ایک پلیٹ کی اور ضرورت تھی تو پھر ڈکشنری کھولی' لفظ "اور" کی انگریزی تھی "And" (اینڈ) تو کہتا ہے "One plate and" اب پھر وہ بیچارے پریشان ہوگئے کہ یہ مصیبت کہاں سے آگئی ہے۔ بہرحال لے آئے' پیٹ بھر گیا۔ اب پھل دیکھا کہ چاروں طرف "آلو بخارا" تھا۔ پھر لغت کھولی۔ اب بخار کے لفظ کا معنی لکھا تھا: "Fever" اور آلو کا ملا "Potato" تو کہتا ہے "A plate of potato fever" اب جو لوگ اسلام کو اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کی بجائے صرف لغت کی کتاب سے حل کرنا چاہتے ہیں ایسے سکھوں سے ہمارا واسطہ پڑ گیا ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ایسے سکھوں سے اپنے دین کی حفاظت فرمائے۔

آج سنت کے بارے میں جو وساوس پیدا کئے جا رہے ہیں کہ کوئی کہتا ہے کہ یہ حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔ ان احادیث میں اختلاف ہے' لیکن یہ وہی لوگ کہتے ہیں جن کو نہ قرآن کا معنی آتا ہے نہ حدیث کا' جن کو نہ فقہ آتی ہے اور نہ حدیث تو وہ یہی کہتے ہیں کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے۔

فقہ حدیث کے خلاف نہیں ہے:

(۱) میں ایک جگہ تقریر کر رہا تھا۔ ایک نوجوان کھڑا ہوگیا کہ جی! فقہ حدیث کے خلاف ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے؟ کہا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا کیا حضور پاک ﷺ فرما گئے ہیں؟ کہتا ہے نہیں۔ میں نے کہا کس نے

کہا ہے؟ بولا کہ مجھے تو پتہ نہیں۔ (البتہ) میں نے سنا ہے۔ میں نے پوچھا تم نے حدیث کی یا فقہ کی کون سی کتاب پڑھی ہے؟ کہتا ہے کہ کوئی بھی نہیں۔ میں نے کہا کہ تجھے کیسے پتہ چلا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے اور میں نے کہا کہ جن کی زندگیاں فقہ اور حدیث پڑھاتے پڑھاتے گزر گئیں مولانا خیر محمد صاحب' حضرت بنوری وغیرہ رحمہم اللہ' وہ تو یہی فرما گئے ہیں کہ فقہ احادیث کے مسائل کی ہی تشریح و تفصیل ہے اور تو نے نہ فقہ پڑھی' نہ حدیث پڑھی۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو نہ قرآن آتا ہے اور نہ حدیث آتی ہے۔

(۲)　ایک دفعہ مسجد میں عصر کی نماز (باجماعت) ہو رہی تھی کہ ایک آدمی آیا اور پیچھے الگ نماز پڑھنی شروع کر دی۔ جماعت میں شریک نہ ہوا۔ لوگ جب فارغ ہوئے تو وہ بھی فارغ ہو گیا' چونکہ وہ شروع سے ہی آ گیا تھا۔ ایک دو آدمیوں نے کہا: یہ اللہ کا بندہ چل کر مسجد میں آیا ہے لیکن جماعت کا ثواب ضائع کر دیا۔ اس سے جب پوچھا گیا تو کہنے لگا: "کہ میں ان حدیثوں پر عمل نہیں کرتا جو قرآن کے خلاف ہیں۔" تو سارے لوگ حیران ہو گئے کہ قرآن میں کہاں ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ دیکھو قرآن میں صاف لکھا ہے کہ: وارکعوا مع الراکعین کہ "رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔" اس نے کہا کہ رکوع کا لفظ ہے نماز کا تو نہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا رکوع روزے میں ہوتا ہے؟ حج میں ہوتا ہے یا جہاد میں؟ کہنے لگا کہ ہوتا تو نماز ہی میں ہے مگر مجھے نماز کا لفظ دکھاؤ۔ میں کوئی اور لفظ نہیں دیکھوں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا آپ ہی کوئی آیت دکھائیں کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اس نے کہا کہ میں نماز کا لفظ دکھاؤں گا۔ ان الصلوٰۃ تنہیٰ کہ "بے شک نماز تنہا (اکیلے) ہوتی ہے۔" پھر شور مچانے لگا کہ تم جتنی حدیثیں سناتے ہو وہ ساری قرآن کے خلاف ہیں۔ آپ (سامعین) ہی بتلایئے کہ یہ قرآن کے خلاف

ہے یا اس کے ترجمہ کے خلاف ہے؟ اسی طرح جو لوگ کہتے ہیں کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے وہ بھی نہ فقہ کو جانتے ہیں نہ حدیث کو۔ اب جب میں نے اس سے بار بار پوچھا کہ کس نے کہا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے' حالانکہ نہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' نہ نبی کریم ﷺ نے' نہ کسی صحابیؓ اور مجتہد نے اور نہ ہی کسی محدث نے تو آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے؟ اس نے کہا کہ بس سنی سنائی بات ہے۔ میں نے کہا کہ پھر تو کوئی افواہ ہی ہے جس کو "بے بنیاد" (Basis less) کہتے ہیں۔ البتہ میں بتا دیتا ہوں کہ سب سے پہلے یہ بات کس نے کہی تھی۔ کہنے لگا کہ کس نے کہی؟ میں نے کہا: وہ "ہری چند ولد دیوان چند' قوم کھتری' سکنہ علی پور' ضلع گوجرانوالہ" ہے' جس نے سب سے پہلے کہا تھا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے۔ ہم تو یہی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا حشر حضرات فقہاء و محدثین کرام کے ساتھ کرے جو فرماتے ہیں کہ فقہ و حدیث لفظ اگرچہ دو ہیں لیکن مقصد ایک ہی ہے' جیسے ہماری آنکھیں تو دو ہیں مگر ایک ہی نظر آتا ہے دو نہیں۔

چاروں ائمہ اور چاروں مسلک برحق ہیں :

جب میں کراچی میں تھا' ایک دفعہ دس بارہ آدمی جن میں پروفیسر' وکیل اور ٹیچر تھے آکر میرے پاس بیٹھ گئے کہ جی ہم سب پریشان ہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ خیر کرے' کیا پریشانی ہے؟ (جب کوئی بڑوں کو چھوڑتا ہے تو پریشانی ساری عمر جان نہیں چھوڑتی۔ آخر مرزا قادیانی' مودودی اسی پریشانی ہی کی پیداوار تھے کہ بڑوں کو چھوڑا تو ساری عمر پریشان رہے) کہنے لگے کہ کیا کریں چار مذہب ہو گئے چار' چار۔ میں نے کہا کہاں؟ یہاں تو ہمیں صرف ایک ہی مذہب (حنفی) نظر آتا ہے۔ بھینگے کو بھی ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ آپ کو ایک کے چار کیسے نظر آگئے؟

کہتے ہیں کہ کسی ملک میں ہوں گے۔ میں نے کہا پھر پریشانی ان کو ہونی چاہئے' آپ کیوں پریشان ہیں؟ پوچھا کہ یہ چار مذہب کیوں ہوئے؟ میں نے کہا کہ میں نے تو نہیں بنائے بلکہ پہلے سے چلے آرہے ہیں۔ آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں' کوئی فیصلہ کرلیا ہوگا۔ بولے جی ہاں کہ چاروں کو ہی چھوڑ دیا جائے۔ میں نے کہا ذرا جلدی نہ کرنا۔ یہ جو سات قاری ہیں' قراءت میں ان کا اختلاف ہے' تو یہ اختلاف بڑا ہے' لہٰذا پہلے قرآن کو چھوڑ دو تاکہ نام بھی بڑا ہو اور کام بھی بڑا ہو۔ پھر صحاح ستہ میں بھی اختلافی احادیث ہیں۔ یہ بھی چار سے زائد ہیں۔ لہٰذا ان کو بھی چھوڑ دو۔ پھر مذاہب اربعہ کو چھوڑ دینا۔ اب خاموش ہوگئے۔ ایک کہتا ہے جی کیا چاروں مذہب برحق ہیں؟ میں نے کہا ہاں چاروں برحق ہیں۔ پھر بولا کہ آپ ایک کے علاوہ دوسروں کی تقلید کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ ہماری مرضی۔ بولا مرضی کیوں ہے۔ جب چاروں برحق ہیں تو باری باری آپ چاروں کی تقلید کیا کریں۔ میں نے کہا کہ آپ کو چار سے بڑا ہی غصہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور سارے ہی برحق ہیں۔ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا جمعہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں آپ جمعہ پڑھتے ہیں تو ہفتہ کے دن یہودیوں کے ہاں بھی جاتے ہیں۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی برحق ہیں۔ اور اتوار کے دن "گرجا" میں بھی جاتے ہو' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی برحق ہیں۔ تو یہ سارے برحق ہیں۔ لیکن تابعداری صرف محمد ﷺ کی کرتے ہیں۔ باقی سب کو بھی مانتے ہیں۔ کہنے لگا وہاں ناسخ منسوخ کا مسئلہ ہے۔ میں نے کہا یہاں راجح مرجوح کا مسئلہ ہے۔ کہنے لگا کہ اگر چاروں برحق ہیں تو ان میں حرام و حلال کا اختلاف کیوں ہے؟ میں نے کہا کہ اسی طرح انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں میں بھی حلال و حرام کا اختلاف تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ ہوا' اب حرام ہے' حالانکہ وہ بھی برحق نبی ہیں'

اور حضور علیہ السلام بھی برحق نبی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا اور آج حرام ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں دو بہنیں بیک وقت تھیں اور آج حرام ہے' جبکہ حضرت آدم اور حضرت یعقوب علیہما السلام بھی برحق ہیں اور نبی پاک ﷺ بھی برحق ہیں۔ کہنے لگا کہ وہاں زمانوں کا اختلاف ہے۔ میں نے کہا کہ یہاں علاقوں کا اختلاف ہے۔ شافعی سری لنکا میں ہیں اور حنفی یہاں پر۔ جیسے سارے نبی برحق ہیں' ان کے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں' احکام میں اختلاف ہے۔ اسی طرح چاروں اماموں میں بھی عقائد کا اختلاف نہیں' البتہ احکام میں اختلاف ہے' کیونکہ امام "انبیاء علیہم السلام" کے وارث ہیں۔ ایک امام کی تقلید میں پوری سنت کا اجر ملتا ہے۔

اب کہنے لگا کہ قرآن مکہ مدینہ میں آیا تھا نہ کہ کوفہ میں۔ لہٰذا مکہ مدینہ والے امام کو ماننا چاہئے۔ میں نے کہا کہ سات قاریوں میں مکی قاری بھی تھا اور مدنی بھی' جبکہ تم تو دن رات "عاصم کوفی" کی قراءت پڑھتے ہو' لہٰذا تم سے بڑا کوفی کون ہے؟ اب اس کا دماغ کچھ ٹھکانے لگا۔ کہنے لگا کہ کوفہ والوں نے قرآن خود تو نہیں گھڑا تھا' بلکہ صحابہؓ جب کوفہ آئے تو قرآن بھی لے آئے۔ میں نے کہا کہ جب قرآن مکہ مدینہ سے لائے تھے تو کیا نماز وہیں رکھ آئے تھے۔ کہنے لگا کہ نماز بھی وہیں سے لائے تھے۔ میں نے کہا کہ جب اول تم نے اہل کوفہ پر قرآن کے بارے میں اعتماد کیا ہے تو نماز کے بارے میں بھی اعتماد کرنا چاہئے۔ ہمیں تو یہ نماز بھی الحمدللہ تواتر کے ساتھ پہنچی ہے اور قرآن بھی تواتر کے ساتھ پہنچا ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے کہ ایک رافضی ہمارے قرآن کو غلط کہتا ہے اور دوسرا رافضی ہماری نماز کو غلط کہتا ہے۔

الحاد و بدعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد !

ہر مسلمان ہر نماز میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں درخواست کرتا ہے کہ یااللہ! مجھے سیدھے راستے پر قائم رکھ اور چونکہ رہبروں کی رہنمائی اور تقلید کے بغیر سیدھے راستہ پر رہنا ناممکن ہے' اس لئے یہ گزارش کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی توفیق دینا جن پر تیرے انعامات کی بارشیں ہوئیں اور وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام' صدیقین' شہداء اور صالحین رحمہم اللہ ہیں۔ پھر سیدھے راستے سے بھٹکانے اور گمراہ کرنے کے لئے اس دنیا میں بہت سے رہزن بھی ہیں۔ اس لئے مومن اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ! جو لوگ راہ حق کے رہزن ہیں' جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہوئے ان کی پیروی اور تقلید سے ہمیں بچانا۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ صراط مستقیم پر رہنے کے لئے جس طرح رہبروں کی تقلید ضروری ہے' اسی طرح رہزنوں سے بچنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ وہ راہ حق سے بھٹکانے اور گمراہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔

بنیادی اصول :

جب گمراہی سے بچنا ہر شخص کی دلی خواہش ہے۔ تو ضروری ہے کہ اس

بارہ میں علم بھی ہو کہ گمراہی کہاں سے پھوٹتی ہے اور کس طرح گمراہی کا سیلاب سیدھے سادھے عوام کو بہا کر لے جاتا ہے۔ تو معزز قارئین! یہ یاد رکھیں کہ جس طرح ہمارا علم حساب کتنا بھی پھیل جائے مگر اس کے بنیادی قاعدے صرف دو ہیں، جمع اور تفریق۔ اسی طرح گمراہی اور ضلالت کتنی بھی پھیل جائے مگر اس کے بنیادی اصول دو ہی ہیں، الحاد و بدعت۔

الحاد :

الحاد کہتے ہیں کہ جو عقائد یا اعمال دین میں ثابت ہوں۔ ان کا انکار کرنا، مثلاً اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ دلائل شرعیہ بالترتیب چار ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت اور قیاس مجتہد۔ جو ان چاروں دلائل اور ان سے ثابت شدہ مسائل کو مانتا ہے وہ اہل سنت والجماعت ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں قیاس مجتہد سے ظاہر کردہ مسائل کو نہیں مانتا تو اس نے اس فقرے سے شریعت کے ان لاکھوں مسائل کے ماننے سے انکار کر دیا جو ائمہ مجتہدین نے کتاب و سنت سے بذریعہ قیاس استنباط فرمائے۔

یاد رہے یہاں قیاس سے مراد اٹکل پچو باتیں نہیں بلکہ اہل سنت کی اصطلاح میں قیاس وہ خاص طریقہ علم ہے جس سے مجتہد کتاب و سنت میں پوشیدہ مسائل کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اس لئے ہر مجتہد کا یہ اعلان ہوتا ہے: القیاس مظهر لا مثبت۔ کہ قیاس سے مسائل گھڑے نہیں جاتے بلکہ کتاب و سنت میں پوشیدہ مسائل کو صرف ظاہر کیا جاتا ہے۔

استنباط :

قرآن پاک نے اس کو استنباط کے لفظ سے بیان فرمایا ہے کہ وہ پانی جو زمین کی تہہ کے نیچے چھپا ہوا ہے اس کو نکال کر ظاہر کر دینا۔ اس مثال سے اللہ تعالیٰ

نے سمجھا دیا کہ انسانی زندگی کے لئے جس طرح پانی ضروری ہے اس کے بغیر انسان زندگی نہیں گزار سکتا' اسی طرح اسلامی زندگی کے لئے اجتہادی مسائل میں مجتہد کے لئے اجتہاد ضروری ہے اور عامی کے لئے تقلید اور یہ بات بھی ذہن نشین ہوگئی کہ جس طرح کنواں کھودنے والا اس پانی کا خالق اور پیدا کرنے والا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہی پیدا کیئے ہوئے پانی کو ظاہر کرنے والا ہے۔ سب لوگ اسی عقیدے سے یہ پانی استعمال کرتے ہیں کہ اس کے ایک ایک قطرے کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے پانی پی کر اسی خدا کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہاں اس کنواں کھودنے والے کے لئے بھی دعا کرتے ہیں جس نے خدا کے پیدا کردہ پانی کا حصول ہمارے لئے آسان کر دیا۔

مثال:

اگر کھانے پینے کی چیز میں مکھی گر جائے' اس کو نکال کر پھینک دینے کا ذکر حدیث پاک میں ہے اور ثابت ہے کہ وہ چیز پاک رہتی ہے' ناپاک نہیں ہوتی۔ لیکن اگر شربت میں بھڑ' شوربے میں چیونٹی' دودھ میں مچھر' چائے میں جگنو وغیرہ گر جائیں تو ان کے بارہ میں کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں کہ کیا کیا جائے۔ مگر یہ مسائل ہر گھر کی ضرورت ہیں۔ چنانچہ مجتہد نے غور فرمایا کہ اسلام کا جب یہ دعویٰ ہے کہ اس میں انسان کی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے مگر ان مسائل کا حل صراحتاً نہیں ملتا تو تلاش کرنا چاہئے۔ ان کی اجتہادی بصیرت نے رہنمائی فرمائی کہ مکھی میں دم مسفوح (رگوں میں دوڑنے پھرنے والا خون) نہیں ہے' جسے قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ اسی لئے اس کے گرنے سے چیز ناپاک نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ مکھی کی طرح مچھر' چیونٹی' جگنو' بھڑ وغیرہ اور بھی بیسیوں جانور ہیں جن میں دم مسفوح نہیں ہوتا۔ تو اس قاعدے سے سب کو

مکھی پر قیاس کرلیا گیا کہ ان کے گرنے سے بھی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ یہ حکم ذاتی رائے یا من گھڑت نہیں ہے۔ اس کے جواب کو ذاتی رائے نہیں کہتے بلکہ اصل شرعی کے مطابق ظاہر کیا گیا ہے۔ جس طرح حساب کے قاعدے سے جو سوال نکالا جائے اسے حساب کا جواب کہتے ہیں۔ اسی طرح مسئلہ کا جو جواب شرعی قاعدہ سے نکالا جائے اسے کسی کی ذاتی رائے نہیں کہا جاتا بلکہ وہ شرعی مسئلہ ہوتا ہے۔ تو ایسے لاکھوں مسائل جو بذریعہ قیاس کتاب و سنت سے اخذ کئے گئے ہیں ان کو شرعی مسائل نہ ماننا بھی الحاد ہی کی ایک قسم ہے۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ اس شخص کی زندگی اکثر مسائل میں اسلامی احکام سے محروم ہو جائے گی۔ اور اگر خود نااہل ہو کر ٹامک ٹوئیاں مارے گا تو گمراہی کے سوا کچھ نصیب نہ ہوگا۔ وکیل اہل حدیث ہند مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں: ”جو لوگ قرآن و حدیث سے خبر نہ رکھتے ہوں علوم عربیہ ادبیہ (جو خادم قرآن و حدیث ہیں) سے محض ناآشنا ہوں صرف اردو فارسی تراجم پڑھ کر یا لوگوں سے سن کر یا ٹوٹی پھوٹی عربی جان کر مجتہد اور ہر بات میں تارک تقلید بن بیٹھیں، ان کے حق میں ترک تقلید سے بجز ضلالت (گمراہی) کے کسی ثمرہ کی توقع نہیں ہو سکتی۔ پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔“ (اشاعت السنة ص ۵۳، ج ۱۱)

دیکھئے اہل سنت والجماعت نے جو بات ابتداء میں فرمادی تھی مولانا محمد حسین بٹالوی بھی ۲۵ سال کے تجربہ کے بعد وہیں پہنچے کہ ترک تقلید سے گمراہی کے سوا کچھ نہیں ملتا، بلکہ بعض اوقات ترک تقلید کا نتیجہ ترک اسلام کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

اجماع :

اسی طرح جو شخص اجماع کے حجت ہونے کا انکار کرتا ہے اس نے گویا ہزاروں ان مسائل شرعیہ کا انکار کردیا ہے جو اجماع سے ثابت ہیں۔ یہ بھی الحاد ہے اور جو شخص سنت کو ماننے سے انکار کرتا ہے اس نے بھی ایسے سینکڑوں مسائل شرعیہ کا انکار کردیا جو سنت سے ثابت ہیں۔ ملحد کی مثال کیڑے کی سی ہے' جیسے بعض کیڑے صرف پتوں کو کھاتے ہیں۔ بعض پھلوں کو خراب کرتے ہیں۔ بعض شاخوں کو اور بعض جڑوں ہی کو کاٹ جاتے ہیں۔ ایسے ملحدین کی مختلف اقسام ہیں جو ان عقائد کا انکار کریں جو ضروریات دین میں سے ہیں۔ جیسے انکار ختم نبوت وغیرہ' وہ کافر ہیں۔ جو ایسے مسائل کا انکار کریں جو ضروریات اہل سنت والجماعت میں سے ہوں وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں' جیسے عذاب قبر و حیات النبی ﷺ کا انکار کرے یا اہل سنت کی کتاب "المہند علی المفند" میں درج شدہ مسائل کا انکار کرے۔ اسی طرح جو شخص مطلق تقلید کا انکار کرکے خودرائی اور ذہنی آوارگی میں مبتلا ہو یہ بھی الحاد کی ہی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ الحاد سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھیں۔

گمراہی کی دوسری بنیاد---بدعت :

الحاد کی طرح گمراہی کی دوسری بنیاد بدعت ہے۔ یعنی جو مسئلہ نہ کتاب اللہ سے ثابت ہو نہ سنت رسول اللہ سے ثابت ہو' نہ اجماع امت سے' نہ قیاس مجتہد سے' ایسے مسئلہ کو دین و شریعت کا مسئلہ سمجھنا' اس کو بدعت کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے شرک کے بعد سب سے زیادہ مذمت بدعت کی ہی فرمائی ہے۔ بدعت کی مثال خود رو جڑی بوٹیوں کی ہے۔ جس طرح گندم کا پودا سارے ملک میں ایک جیسا ہے لیکن گندم میں جڑی بوٹیاں ہر علاقے کی الگ الگ ہوتی ہیں۔ جو

جڑی بوٹیاں پنجاب میں اگتی ہیں بلوچستان میں ان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح جو جڑی بوٹیاں سرحد میں اگتی ہیں سندھ والے ان کی شکل سے بھی ناواقف ہوتے ہیں۔ اسی طرح بدعات ہر علاقے بلکہ ہر خاندان کی الگ الگ ہوتی ہیں۔ بعض خود رو جڑی بوٹیاں فصل کی جڑوں کو ناکارہ کردیتی ہیں' بعض شاخوں اور پھلوں کو خراب کرتی ہیں' اسی طرح بعض بدعات سے ضروریات دین متاثر ہوتی ہیں۔ ان کو بدعات کفریہ کہتے ہیں۔ ان کے بارہ میں کتاب و سنت میں شدید وعیدیں آئی ہیں۔ جیسے انکار بشریت انبیاء علیہم السلام وغیرہ اور بعض بدعات عملیہ ہوتی ہیں وہ حرام اور مکروہ کے درجہ میں ہوتی ہیں۔ پہلی کی مثال یہ ہے جیسے کوئی آدمی حلوہ پکا کر اس میں زہر ملا دے جس کے کھانے سے جان ہی رخصت ہو جائے گی' یا کوئی شخص حلوہ پکا کر اس میں پیشاب ملا دے' اب یہ نجس اور حرام ہے' یا کوئی شخص حلوہ پکا کر اس میں پیاز کا پانی اور لہسن ملا دے تو یہ طبعی طور پر ناپسندیدہ اور مکروہ ہو گا۔

نقطۂ اعتدال:

اہل سنت والجماعت نقطۂ اعتدال پر ہیں اور الحاد اور بدعت والے افراط و تفریط کا شکار اور انتہا پسند لوگ ہیں اور محض ضد میں مبتلا ہیں۔ مثلاً ایک فریق نے یہ انتہاء کی کہ "دم بدم پڑھو درود۔ حضرت بھی ہیں یہاں موجود۔" دوسرا ضدی اٹھا کہ یہ بالکل غلط ہے' حضرت ﷺ تو روضہ اقدس میں بھی حیات نہیں ہیں۔ ایک شخص اٹھا' اس نے کہا امداد کن' امداد کن' از بند غم آزاد کن' در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا۔ غیراللہ سے مرادیں مانگنی شروع کردیں۔ دوسرا اٹھا' اس نے کہا کہ یوں کہنا کہ اے اللہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما' یہ بھی شرک ہے۔

خطرناک گناہ :

یہ الحاد و بدعت دونوں گناہ انتہائی خطرناک ہیں، جو گناہ کی شکل میں نہیں بلکہ نیکی کا روپ دھار کر آئے ہیں۔ جو گناہ گناہ ہی کی شکل میں ہو اس سے توبہ کی توفیق آسان ہے، لیکن جو گناہ نیکی کی شکل میں آئے اس سے توبہ کی توفیق عموماً سلب ہوتی ہے۔ بدعتی اپنے گناہ کو گناہ نہیں بلکہ عشق رسول اور حب اولیاء اللہ کا نام دیتا ہے تو اس سے کب توبہ کرے گا۔ جو شخص اپنے مرض کو ہی مثالی صحت سمجھنے لگے اسے علاج کی کب فکر ہوگی۔ اسی طرح ملحد جب فقہ کا انکار کرتا ہے تو اس کا نام عمل بالحدیث رکھ لیتا ہے، وہ اپنی سوچ کو عین نبی کی سوچ سمجھتا ہے۔ اپنے فہم کو معصوم عن الخطاء سمجھتا ہے۔ جو اس کے فہم کو نہ مانے اسے نبی کا منکر خیال کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ صحابہؓ، اہل بیتؓ مجتہدین رحمہم اللہ کی سوچ میں خطا ہوتی ہے، لیکن میری سوچ نبی ﷺ کی سوچ ہے جو خطا سے معصوم ہے تو وہ کب اس پر نظر ثانی کے لئے تیار ہوگا۔ اسی طرح دوسرے ملحد نے انکار سنت کا نام عمل بالقرآن رکھا ہے۔ وہ اپنی سمجھ کو عین خدا کی سمجھ خیال کرتا ہے۔ اہل سنت کو مخلوق پرستی کا طعنہ دیتا ہے، لیکن اپنی عقل سقیم کو خالق کے مقام پر سمجھتا ہے تو وہ کب توبہ کی طرف آئے گا۔

محاکمہ :

اب یہ دیکھنا ہے کہ گمراہی کے ان دونوں اصولوں میں سے کون سا بد ہے اور کونسا بدتر۔ تو علماء کرام کی تحقیق یہی ہے کہ الحاد کا گناہ بدعت کے گناہ سے شدید تر ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد اہل اللہ سے بغاوت پر ہے اس کا پہلا قدم اسلاف سے بدگمانی اور دوسرا قدم اسلاف پر بدزبانی ہے۔ لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا۔ اور اللہ والوں سے عداوت رکھنا اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ ہے۔

بدعتی اہل اللہ کی محبت میں غلو کر کے گمراہ ہوتا ہے اور ملحد اہل اللہ کی شان میں گستاخی کر کے۔ اہل اللہ سے محبت کرنے کا ایک درجہ جس کو الحب فی اللہ کہتے ہیں خود شریعت میں مطلوب ہے' تو کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ اس کی محبت غلو سے اتر کر نقطہ اعتدال پر آجائے تو اسے توبہ کی توفیق ہو جائے اگرچہ شاذ و نادر ہو' مگر اہل اللہ کی شان میں گستاخی کا کوئی درجہ بھی شرع شریف میں مطلوب نہیں کہ اتنی گستاخی کرلینا اس سے زیادہ نہ کرنا' اس لئے اس کا توبہ کرنا ناممکن ہے۔ اسی لئے عارفین نے بتایا ہے کہ بدعتی کی مثال کچی روٹی کی سی ہے۔ اگر اسے دوبارہ آگ پر رکھا جائے تو شاید کسی کام آجائے' لیکن ملحد کی مثال جلی ہوئی روٹی کی ہے۔ جو اب کسی کام نہیں آسکتی۔

ایک مثال :

مکرم قارئین ! آپ ملحد' بدعتی اور اہل سنت کا فرق کرنسی نوٹ کی مثال سے بہ آسانی سمجھ جائیں گے۔ ایک سو روپے کا نوٹ آج چل رہا ہے۔ ملک کا بازار اور بنک اسی پر کاروبار کر رہا ہے۔ یہ مثال اہل سنت والجماعت کی ہے کہ یہ ان ہی مسائل پر عامل ہیں جن پر ادلہ شرعیہ میں سے کسی دلیل کی مہر لگی ہے اور امت میں عملاً متواتر شدہ ہیں اور ایک نوٹ وہ تھا جو چند سال ہوئے بند ہو گیا۔ اگرچہ اس پر لفظ منسوخ تو نہیں چھپا لیکن جب ملک کا بازار اور بنک اس کو نہیں لیتا تو یہ ہی اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی سادہ آدمی کو وہ پرانا اور منسوخ نوٹ دے اور وہ کہے کہ بھائی یہ تو میں نے عام لوگوں کے پاس نہیں دیکھا' وہ کہے کہ دیکھو اس پر حکومت پاکستان لکھا ہے' اس پر سٹیٹ بنک کی مہر ہے' اس پر کہیں لفظ منسوخ نہیں لکھا' تم یہ نوٹ نہ لوگے تو حکومت کے باغی سمجھے جاؤ گے اور یہ جھانسا دے کر چالو نوٹ لے جائے تو سب لوگ اس کو

دھوکا اور فریب کہیں گے۔ یہی حال ملحد کا ہے۔ وہ کوئی ایسی حدیث یا کسی آیت کا ایسا مطلب بیان کرتا ہے جو نہ کسی فقیہ و مجتہد نے بیان کیا نہ اس حدیث پر مجتہد نے عمل کیا جو اس مجتہد کے نزدیک منسوخ یا مرجوح یا موول ہے اور اس کے بہانے متوارث سنت چھڑوا دیتا ہے تو یہ یقیناً دین کے ساتھ ایک فراڈ ہے۔ تیسرا شخص وہ جعلی نوٹ لے آتا ہے جو عید کے موقع پر چھپا ہوتا ہے اور پانچ پیسے میں سو روپے کا نوٹ فروخت ہو رہا ہے۔ یہ مثال بدعتی کی ہے جیسے وہ جعلی نوٹ دے کر کسی سے چالو نوٹ لے جائے۔ یہ فراڈ ہے۔ اسی طرح بدعتی سنتیں مٹا مٹا کر ان کی جگہ بدعات کو مروج کرتا ہے' سنت اور اہل سنت کا دشمن ہے۔ آج اہل سنت پر دو طرفہ حملے ہو رہے ہیں۔ کوئی عشق رسول کے بہانے سنتیں چھین کر بدعات پر لگا رہا ہے' کوئی حدیث رسول کے بہانے نبی پاک ﷺ کی سنتوں کو مٹا رہا ہے۔

مبارک مہینہ :

آج ربیع الاول کا مبارک مہینہ ہے جس میں ظہور قدسی ہوا۔ اس میں اہل سنت کا فرض ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی سنتوں کو اپنانے' ان کی اشاعت پر جان و مال اور وقت لگانے کا تازہ عہد کریں اور ان لوگوں سے ہوشیار رہیں جو اس مقدس اور مبارک مہینہ کو بھی الحاد یا بدعت کی نجاست سے آلودہ کرنا چاہتے ہیں۔ کسی طرف سے آپ ﷺ کی بشریت کا انکار ہوگا' دوسرا آپ ﷺ کو سراج منیر ماننے سے بھی انکار کرے گا' ایک طرف سے ان کے ہر وقت حاضر ناظر ہونے کا اعلان ہوگا دوسری طرف آپ کی حیات پاک کا بھی انکار ہوگا۔ ایک طرف آپ ﷺ سے استغاثہ تک روا رکھا جائے گا' دوسری طرف سے آپ ﷺ کے توسل کا بھی انکار کیا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک کا مستند ماخذوں سے جاننا' اس کو اپنانا اور عمل میں لانا ہی دونوں جہانوں میں کامیابی اور

کامرانی کا ذریعہ ہے۔ غیر شرعی اشعار پڑھنا' عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے جلوس نکالنا' اس کو نہ صرف دین بلکہ شعار اسلام قرار دینا' اس کا شرع شریف میں کوئی ثبوت نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ گھروں میں بھی آپ ﷺ کی سیرت پاک کا تذکرہ رہے اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی عشق رسول ﷺ سے بھری ہوئی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" کا کچھ حصہ روزانہ پڑھ لیا جائے اور مساجد میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی کتاب "سیرت المصطفیٰ ﷺ" کا درس جاری رہے۔ جب صحیح سیرت کی روشنی آئے گی تو ان شاء اللہ العزیز الحاد و بدعت کی ظلمت مٹ جائے گی اور سنت کے نور سے گھر اور مسجد تاباں ہوں گے۔ آخر میں اسی دعائیہ شعر پر ختم کرتا ہوں :

محمد از تو میخواہم خدا را
الٰہی از تو حب مصطفیٰ را

رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" (طبع سوم) پر تبصرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ امابعد :

جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی نے چند سال قبل ایک رسالہ بنام "اکابر کا مسلک و مشرب" تحریر فرمایا تھا۔ اب اس کا تیسرا ایڈیشن مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کے مقدمہ اور مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب کے حاشیہ کے ساتھ چھپا ہے۔ اس رسالہ کا مقصد مولف کے الفاظ میں یہ ہے: "اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں مگر انگریز کی پرانی سازش اور طرفین میں سے بعض کے غلو کی بناء پر آپس میں اتنا بُعد ہو گیا کہ ایک ہی جماعت اہل سنت والجماعت کا اختلاف رائے دو فرقوں میں تبدیل ہو گیا۔ اس وقت ضرورت اس چیز کی ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت (دیوبندی اور بریلوی) متحد ہو کر یہود و نصاریٰ، قادیانیت و رافضیت، خارجیت و مودودیت اور الحاد و بے دینی کا مل کر یک جان ہو کر مقابلہ کریں۔ (ص ۷۳)

دیوبندی بریلویوں کی نظر میں :

معلوم ہوا کہ آپ دیوبندی بریلوی اتحاد کے داعی ہیں۔ مولانا صاحب بریلوی

حضرات کو بار بار اہل سنت والجماعت لکھتے ہیں۔ مگر ان سے بھی پوچھ لیتے کہ وہ بھی آپ کو اہل سنت والجماعت ماننے کو تیار ہیں۔ خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں: "ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کے تمام جہان میں جس سے نکاح ہو گا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد، انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زناء خالص ہو گا اور اولاد ولد الزنا۔" (ملفوظات ج ۲، ص ۱۰۵)

اہل سنت والجماعت و بریلوی اختلاف کی حدود :

مولانا جب اتحاد کا پیغام لے کر اٹھے ہیں تو ان کو پہلے اختلاف کا اندازہ لگانا چاہئے تھا۔ اس عاجز کے خیال میں مولانا کو پہلی غلطی اسی اندازہ میں لگی ہے۔ مولانا نے صرف اس اختلاف کا ذکر کیا ہے جو مولانا عبدالسمیع رام پوری اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ میں تھا، کہ مولانا عبدالسمیع صاحب رام پوری نے انوار ساطعہ نامی ایک رسالہ لکھا جس میں مروجہ محفل مولود اور فاتحہ مرسومہ کا جواز ثابت کیا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب کو متن بنا کر اس کا جواب تحریر فرمایا۔ اس کا نام رکھا: "براهين قاطعة الملقب بالدلائل الواضحة علىٰ كرهة المروج من المولود والفاتحة على ظلام الانوار الساطعة" اس پر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے تصدیق تائید لکھی۔ اس کتاب نے علمی طور پر بدعات کو ایسا دفن کیا کہ رام پوری صاحبان آج تک اس کا جواب نہ لکھ سکے۔ اہل بدعت جب اس طرف سے لاجواب ہو گئے تو خان صاحب بریلوی میدان میں اترے اور انہوں نے تکفیر کی مہم کا آغاز فرمایا اور اس کو انتہاء تک پہنچا دیا۔

تکفیری مہم :

متحدہ ہندوستان میں انگریز نے مرزا قادیانی کو نبوت عطا فرمائی۔ اہل اسلام نے اس کے خلاف فتویٰ کفر دیا اور علمائے حرمین شریفین سے بھی اس کے عقائد پر فتویٰ کفر

کا حاصل کیا۔ چنانچہ قادیانی کے کفر کا حرمین شریفین میں بھی خوب چرچا ہو گیا۔ خان صاحب بریلوی نے جھٹ ایک استفتاء تیار کیا جس میں پہلے قادیانی اور اس کے کفریات کا ذکر کیا اور پھر علمائے دیوبند کو بھی قادیانی ظاہر کر کے ان کی طرف ایسے کفریہ عقائد منسوب کئے جن کی ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ علمائے حرمین شریفین اردو نہ جانتے تھے۔ خان صاحب نے ان کے سامنے ظاہر کیا کہ یہ لوگ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو معاذاللہ جھوٹا کہتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ کی توہین کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

لطیفہ :

کہتے ہیں ایک مرتبہ لکھنؤ میں ایک بہت بڑے مشاعرے کا اہتمام ہوا۔ موضوع سخن سیدنا حسین ؓ تھے۔ ملک بھر سے بڑے بڑے شعراء کا نام چھپا۔ مقامی نعت خوانوں نے میٹنگ کی کہ اگر ایسے بڑے شعراء جلسوں میں آنے لگے تو ہماری روزی بند ہو جائے گی، ہمیں کوئی بھی نہ پوچھے گا۔ اس لئے اپنی روزی برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان شاعروں کو چلنے ہی نہ دو "خوب بدنام کرو۔" ایک نے کہا کہ میں جس جگہ شور مچادوں تم سب شور مچادینا' بات سمجھ آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ یہ سب مشاعرہ میں پہنچے اور اپنے اپنے مورچے سنبھال کر بیٹھ گئے۔ ایک بہت بڑے شاعر نے مشاعرہ کا آغاز کیا اور سب سے پہلے یہ مصرع پڑھا :

کان نبی کا گوہر یکتا حسین ہے

اس نے بڑی لے دے سے دو تین مرتبہ یہی مصرع دہرایا تو شور مچ گیا یہ کافر ہے' کافر ہے' پکڑو' مارو۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کو "کانا" کہتا ہے۔ وہ شاعر گھبرایا۔ اس نے مصرعہ بدل دیا :

بحر نبی کا گوہر یکتا حسین ہے

بس پھر کیا تھا وہ لوگ شور مچاتے سٹیج پر چڑھ گئے کہ اس کافر نے پہلے ہمارے نبی پاک ﷺ کو "کانا" کہا اور اب "بہرا" بھی کہہ دیا۔ اب دیکھئے جو مطلب ان دو مصرعوں کا ان مخالفین نے بیان کیا اس بے چارے شاعر کے فرشتوں کو بھی اس غلط مطلب کا علم نہ تھا۔ بالکل یہی کچھ خان صاحب نے علمائے اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے ساتھ کیا اور جھوٹ بول کر یہ فتویٰ لے آیا کہ یہ کافر ہیں' جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

علمائے حق کی کرامت :

مثل مشہور ہے کہ "کردنی خویش آمدنی پیش۔ چاہ کن را چاہ درپیش" خان صاحب علمائے حق کے خلاف جو فتویٰ لائے تھے وہ خود ہی اس فتویٰ کے نیچے ایسے دبے کہ آج تک کوئی ان کو نکال نہیں سکا۔ خلاصہ یہ ہے کہ :

(۱)...... خان صاحب نے علمائے حرمین شریفین کو بتایا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔ انہوں نے جواب لکھا کہ ختم نبوت کا منکر کافر ہے۔ جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اب یہ فتویٰ خان صاحب پر کیسے لوٹا۔ خان صاحب الکوکبۃ الشہابیۃ میں لکھتے ہیں کہ اسماعیل دہلوی اپنے پیر کو صاحب شریعت نبی مانتا ہے یعنی ختم نبوت کا منکر ہے۔ اور پھر تمہید ایمان میں لکھا کہ میں اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتا' تو ختم نبوت کے منکر کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے حسام الحرمین کے فتویٰ کی رو سے کافر قرار پائے۔ یہ فتویٰ ان کے اپنے ہی کام آگیا اور سب لوگوں نے تائید کردی کہ حق بحق دار رسید۔

(۲)...... خان صاحب نے علماء حرمین کو بتایا کہ علماء دیوبند حضرت گنگوہی رحمہ اللہ خدا کی توہین کرتے ہیں اور اس کو جھوٹا کہتے ہیں۔ علمائے حرمین نے جواب دیا کہ خدا کی توہین کرنے والا کافر ہے' جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اب یہ فتویٰ خان صاحب پر کیسے پلٹا۔ خان صاحب نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ پر الزام لگایا کہ اس کا عقیدہ ہے

کہ خدا فاعل بھی ہے اور مفعول بھی۔ اس کے ساتھ مردوں والی علامت بھی ہے اور عورتوں والی بھی (فتاویٰ رضویہ) پھر تمہید ایمان میں لکھا کہ میں اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتا' تو اسی فتویٰ کے مطابق خدا تعالیٰ کی توہین کرنے والے کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے وہ فتویٰ خان صاحب پر لاگو ہو گیا اور سب نے کہا عطائے تو بلقائے تو۔

(۳)...... خان صاحب نے علمائے حرمین شریفین کے پاس حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ پر الزام لگایا کہ یہ معاذاللہ توہین رسالت کے مرتکب ہیں۔ علمائے حرمین شریفین نے فتویٰ دیا کہ توہین رسالت کا مرتکب کافر ہے' جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ یہ فتویٰ بھی لوٹ کر خان صاحب پر چلا گیا' کیونکہ خان صاحب نے الکوکبۃ الشہابیۃ میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ پر الزام لگایا کہ معاذاللہ اس نے ہمارے نبی پاک ﷺ کو چوہڑا چمار کہا اور ایسی صریح گالیاں دیں کہ کسی پادری اور پنڈت نے بھی ایسی گندی گالیاں ہمارے نبی پاک ﷺ کو نہیں دیں' لیکن اس کے بعد تمہید ایمان میں لکھا ہے کہ میں اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتا' کیونکہ ہمیں اہل لا الٰہ الا اللّٰہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے۔ تو توہین رسالت کے مرتکب کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے خان صاحب اسی فتویٰ کفر میں دب گئے۔ یہ ہے اہل حق علماء کی زندہ کرامت۔

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے اس اختلاف کا ذکر ہی نہیں فرمایا۔ مولانا! یہی وہ اختلاف ہے جس کے بارہ میں بعض اکابر فرماتے ہیں کہ ہمیں آج تک پتہ نہیں چلا کہ اس اختلاف یعنی علمائے دیوبند کی تکفیر کی ان کے پاس کیا بنیاد ہے؟ کیونکہ یہ لوگ علمائے دیوبند پر الزام ہی الزام لگاتے ہیں۔ اور تقریباً ایک صدی ہونے کو ہے وہ الزام الزام ہی ہے۔ کسی دیوبندی نے آج تک ان کا التزام نہیں کیا۔

مزید اختلافات :

مولانا فرماتے ہیں: "انگریز کے خلاف جہاد آزادی کے بعد اہل سنت والجماعت میں دو گروہ بن گئے جو حقیقت میں اصول و فروع کے اعتبار سے ایک ہی تھے۔ اگرچہ آپس میں مزاج اور مشرب میں معمولی اختلافات تھے۔" (ص ۲۸) ان دو گروہوں میں سے ایک کی کارکردگی تو آپ نے یہ بیان فرمائی: "کچھ علمائے ربانی اس (انگریز) کی چال میں نہیں آئے۔ انہوں نے جنگ کی بجائے نفس دین و علوم دینیہ کی حفاظت اور نئے سرے سے منظم ہونے کے لئے کچھ مدارس (خصوصاً دارالعلوم دیوبند) اور خانقاہیں قائم کیں اور ان مراکز سے انگریز کے خلاف کارروائیاں اور تحریکات جاری رکھیں اور رجال کار تیار کرنے کا کام کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مدرسہ دیوبند کی شاخیں قائم ہوگئیں۔" (ص ۲۹) یہ تو علمائے دیوبند کی کارکردگی تھی۔ دوسرے گروہ کی کارکردگی مولانا نے یہ ذکر فرمائی: "لیکن اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ ان ہی امور خیر (بقول مولانا میلاد و عرس) میں دشمنوں اور سازشیوں نے اعتقادی اور عملی شرکیات اور منکرات کو شامل کرکے عوام کو رواج دیا۔ جس کی اصلاح اور انسداد علمائے حقہ پر ضروری تھا۔" (ص ۳۰) اس میں مولانا نے یہ تسلیم فرمالیا کہ عرس اور میلاد ہی ان کے شرکیات اور منکرات کے رواج کا ذریعہ بنے۔ میلاد میں آپ ﷺ کے نور ہونے کا اس طرح بیان کرنا کہ آپ ﷺ کی بشریت کی نفی ہو، آپ ﷺ کو عالم الغیب، حاضر ناظر، مختار کل ثابت کرنا، یہی شرکیات و منکرات اس کی ماہیت میں ان حضرات نے شامل کرلئے۔ دونوں گروہوں کی کارکردگی بیان کرنے کے بعد مولانا کا یہ فرمان یقیناً نظر ثانی کا محتاج ہے کہ "اس میں طرفین کے بعض اکابر سے منتسب علماء نے اخلاص و جوش یا محض اپنی انانیت و ہٹ دھرمی کی بناء پر سازشیوں کی چالوں میں آکر ایک دوسرے پر بدزبانی اور سخت طعن و تشنیع کا رویہ اختیار کیا، جس سے فی الحقیقت دین کو نہیں بلکہ

انگریز کی پالیسی کو ہی تقویت پہنچی۔" (ص ۳۱) مولانا کا یہ تبصرہ اکابر علمائے دیوبند کے متوسلین کے بارہ میں یقیناً صحیح نہیں، بلکہ مولانا کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت، حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہی درست ہے کہ "ان کی تحقیقات محض للھیت کی راہ سے ہیں۔ ہرگز ان میں شائبہ نفسانیت نہیں۔" (ص ۳۱)

حنفی شافعی اختلاف :

رسالہ میں ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ بریلوی ہمیں کافر کہتے ہیں، دوسری طرف یہ بھی فرماتے ہیں کہ بریلوی حضرات نے بقول مولانا میلاد اور عرس جیسے امور خیر کو بھی شرکیات اور منکرات کے رواج کا ذریعہ بنا رکھا ہے اور تیسری طرف یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف حنفی شافعی جیسا اختلاف ہے اور اس تیسری بات کی نسبت مفتی اعظم ہند فقیہ الامت عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ العالی خلیفہ اجل قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز کی طرف فرمائی ہے۔ حالانکہ یہ نسبت صحیح معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ حضرت اقدس اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں (بریلوی دیوبندی) اختلاف ایسا نہیں جیسا شافعیہ حنفیہ کا اختلاف ہوتا ہے، بلکہ بریلوی لوگ حضرات علمائے دیوبند کو بلکہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۶، ص ۱۱۰) جناب! کیا واقعی آپ کا دل مانتا ہے کہ حنفی شافعی اختلاف شرک و کفر کا اختلاف ہے؟ جب آپ خود تسلیم فرماتے ہیں کہ وہ لوگ شرکیات کو رواج دیتے ہیں پھر حنفی شافعی اختلاف کا نام دینا ہم جیسے ناکاروں کی سمجھ سے باہر ہے۔

رد عمل :

حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ صاحب مدظلہ نے مماتی گروہ کی گستاخیوں کا تذکرہ

بڑے درد دل سے فرمایا ہے اور حق یہی ہے کہ وہ لوگ گستاخی میں بہت بڑھ گئے ہیں مگر یہ رد عمل تو بریلویت کا ہی ہے۔ یہ کہتے تھے کہ :

دم بدم پڑھو درود .... حضرت بھی ہیں یہاں موجود

وہ کہنے لگے کہ حضور اقدس ﷺ روضہ پاک میں بھی معاذاللہ حیات نہیں۔ یہ کہتے تھے کہ جو یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حضور ﷺ ہر ہر جگہ سے ہر کسی کی آواز سنتے ہیں وہ کافر۔ انہوں نے کہا جو روضہ پاک پر سماع کا عقیدہ رکھے وہ کافر۔ یہ ہر بدعت شرعیہ کو بدعت حسنہ کا نام دینے لگے۔ انہوں نے ہر بدعت لغویہ کو بھی بدعت سیئہ کہنا شروع کر دیا۔ یہ لوگ نذر لغیر اللہ کو بھی جائز کرنے پر تل گئے۔ انہوں نے ایصال ثواب کو بھی بدعت قرار دے دیا۔ ہم اہل سنت والجماعت بریلویوں کے اس عمل اور مماتیوں کے اس رد عمل دونوں کو نقطہ اعتدال سے کوسوں دور مانتے ہیں اور الحمد للہ ہم اپنے اکابر کی تابعداری میں نقطہ اعتدال پر قائم ہیں' لیکن مولف موصوف اس کوشش میں ہیں کہ مماتیوں کی ضد میں ہمیں کٹر بریلوی بن جانا چاہئے۔ ہماری گزارش یہی ہے کہ وہ اس موقف پر نظر ثانی کریں اور یقین رکھیں کہ حق نہ افراط میں ہوتا ہے نہ تفریط میں' بلکہ اعتدال اور اکابر کی اقتداء میں ہوتا ہے۔

ثمرات :

یہ ایک حقیقت ہے کہ درخت اپنے پھل سے اور دوائی اپنے اثر سے پہچانی جاتی ہے۔ اس رسالہ مسلک و مشرب کا اثر ملک میں کیا ہوا؟ بریلویوں نے تو رسالہ پڑھ کر یہ تاثر لیا کہ ایک صدی تک علمائے دیوبند ہمارے عقائد و اعمال کی تردید کرتے رہے۔ آج دیوبندیوں نے مان لیا کہ میلاد و عرس کو بدعت کہنا تشدد تھا' غلو تھا۔ جس طرح ان کو سو سال تک بدعت کہنے کے بعد اب مستحب بلکہ سنت کہنے لگے ہیں اسی طرح یہ باقی مسائل میں بھی عنقریب حق کو تسلیم کر لیں گے۔ ہاں یہ سوال آپ کے ذہن میں ابھر رہا

ہو گا کہ جب ان حضرات نے ان کی بدعات کو جواز و استحباب کا درجہ دیا تو کتنے بریلوی علماء ان کے ساتھ ملے۔ تو جواب نفی میں ہے کہ کوئی بھی نہیں۔ بلکہ بعض بریلوی علماء نے تو بڑا روکھا جواب دیا کہ صرف میلاد یا عرس کرنے سے ہمارا تمہارے ساتھ اتحاد نہیں ہو سکتا جب تک اپنے اکابر کو کافر نہ کہو۔ سچ ہے :

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

مماتی لوگوں کے ہاتھ ایک ہتھیار آگیا۔ وہ لوگوں کو دکھاتے پھرتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ کہتے تھے کہ مماتی دیوبندی نہیں۔ اب دیوبندیوں سے کٹ کر بریلویوں سے کون ملے ہیں۔ کتنے نوجوان اس رسالے کو پڑھ کر مماتی اور غیر مقلدین بن رہے ہیں اور دیوبندیوں میں اس کا اثر کیا ہوا؟ خود حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ کے خلفاء اور متوسلین پریشان ہیں۔ وہ خود بھی اس رسالہ سے اظہار بیزاری فرما رہے ہیں اور دوسرے علماء کو بھی دعوت دے رہے ہیں کہ اس سے بیزاری کا اعلان کرو۔ ایک نئی گروہ بندی پیدا ہو گئی ہے۔ بریلویوں کا اتحاد تو نصیب دشمناں ہے' اپنوں میں سخت پھوٹ پڑ گئی ہے۔

کیا کھویا اور کیا پایا :

مولانا! ہر آدمی اس کا حساب ضرور لگاتا ہے کہ میں نے فلاں کام کر کے کیا کھویا اور کیا پایا۔ اس میں شک نہیں کہ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم' حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب زید مجدہم' حضرت مولانا سید نفیس شاہ صاحب دام فیوضہم' فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ' حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب دام ظلہم' حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید مجدہم' حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی دامت برکاتہم' حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی قدس سرہ اور ان جیسے سینکڑوں جو آپ

پر بیٹوں کی طرف شفقت فرماتے تھے' اب ان کی شفقتوں سے آپ محروم ہو گئے ہیں۔ مولانا! میں کس درد سے گزارش کروں کہ آپ نے ان جیسے سینکڑوں بزرگوں کا دل دکھایا ہے۔ کیا واقعی آپ کا دل یہی کہتا ہے کہ یہ حضرات دین اور دینی مصالح سے ناواقف ہیں اور صرف آپ ہی دین کے مزاج شناس ہیں؟ آپ نے ان کو تو کھویا مگر ان جیسا تو کجا ان کی خاک پا کے برابر بھی کوئی بریلوی عالم آپ سے آکر ملا؟

ہمیں تو یہی نظر آ رہا ہے کہ آپ نے بہت کچھ کھودیا اور پایا کچھ بھی نہیں۔ کاش آپ پھر ان بزرگوں کے سایہ شفقت میں واپس آجائیں۔

مسلک و مشرب :

آپ نے اپنے رسالہ کا نام اکابر کا مسلک و مشرب رکھا ہے۔ مولانا! مسلک و مشرب وہ عقائد اور اعمال ہوتے ہیں جو اکابر و اصاغر میں متواتر چلے آ رہے ہوں۔ جس طرح قرآن پاک وہی کتاب ہے جو سب میں تلاوتاً متواتر ہے۔ کوئی چند شاذ قراء تیں اکٹھی کر کے اس کا نام اکابر کا قرآن رکھ لے تو متواتر قرآن کے خلاف آپ بھی یقیناً اس کو قرآن ماننے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ مذہب حنفی ان مسائل کا نام ہے جو مفتٰی بہا اور معمول بہا ہیں۔ اس مذہب کے خلاف شاذ واقعات و روایات کو یقیناً آپ بھی مذہب حنفی ماننے کو تیار نہ ہوں۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ میلاد' عرس اور نعلین شریفین کا عمل حضرات دیوبند میں متواتر چلا آ رہا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو چند قابل تاویل واقعات کو مسلک و مشرب کا نام دینا میرے خیال میں مسلک و مشرب کے معنی سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

مولانا! آپ نے کتنی اچھی بات لکھی ہے: "عوام کے لئے موٹی بات ہے کہ اکابر کے مسلک کے خلاف اب کسی بھی ان اکابر سے منسوب مفکر اسلام یا علم کے دعوے دار کی بات پر جب ہی غور کیا جا سکتا ہے جب کہ وہ متفقہ عالی مقام اکابر امت راسخین

فی العلم والفضل کے پاسنگ بھی ہو" (ص ۲۸) مولانا! اکابر کا ایک صدی کا عمل آپ کے لئے قابل غور ہے یا نہیں؟ شاید گزشتہ صدی میں آپ جیسا راسخ فی العلم نہیں ہے؟ مولانا! اگر آپ تھوڑا سا غور فرمالیں تو شاید آپ بھی اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ جس شخص کو مسلک و مشرب کا معنی بھی نہ آتا ہو اس کو کسی مسلک و مشرب کی ترجمانی کا کیا حق ہے؟

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہ :

آپ نے اپنے اس رسالہ میں یہ بھی تاثر دینے کی کوشش فرمائی ہے کہ معاذاللہ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس اللہ سرہ بھی آپ کی طرح بدعات کی سرپرستی فرماتے تھے۔ یہ بات بالکل خلاف واقعہ ہے۔ آپؒ کے سوانح عمری میں ہے:"ایک مرتبہ شیخ نے ایک قابل احترام دیوبندی عالم اور بزرگ کے متعلق سنا کہ وہ ۱۲ ربیع الاول کے ایک میلادی جلسہ میں شرکت فرمانے والے ہیں۔ شیخ نے اس پر اس ناچیز کو لکھا "ابھی چند روز ہوئے اخبار میں ۱۲ ربیع الاول کے میلادی جلسہ میں...... کی شرکت کا وعدہ پڑھا۔ جب سے سوچ میں ہوں کہ جس چیز پر اکابر نے ایسے ایسے خم ٹھونکے وہ ایسی بن گئی کہ اخبار جمعیۃ تو گویا اس کے پروپیگنڈہ کے لئے وقف ہوگیا۔" (ص ۲۱۲) اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ بعض حضرات نے بزرگان دین کے ان عرسوں کو دوبارہ قائم کرنے کو مفید سمجھا جن میں مسلمان بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے اور ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ تقسیم (ملک) کے بعد وہ بند ہوگئے تھے یا بہت پھیکے پڑ گئے تھے۔ شیخ کو جب اس طرح کی اطلاعات ملیں تو ان کے دل کو بڑی چوٹ لگی۔ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: اللہ کی شان انقلابات زمانہ اور اپنے اعمال بد کے ثمرات دیوبندی جماعت جو عرس کے بند کرنے کی ہمیشہ ساعی رہی اب وہ عرسوں کو فروغ دینے والے بن گئے۔ جس شخص کے بڑے نظام الدین کے عرس کے زمانہ میں بستی بھی چھوڑ دیا کرتے تھے ان کا

ناخلف یہ سوچتا ہے کہ اس موقع پر جایا جائے تاکہ پاکستان سے آنے والے احباب سے جن کو عرس کے عنوان سے اجازت مل جاتی ہے ملاقات ہو جائے۔ (سوانح شیخ رحمہ اللہ ص ۲۱۰) مولانا! اس عبارت کو ٹھنڈے دل سے پڑھ کر غور فرمائیں کہ آپ نے جو اپنا رسالہ میلاد و عرس کے جواز میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلایا ہے حضرت شیخ قدس اللہ سرہ کے قلب مبارک پر کتنی چوٹیں لگی ہوں گی؟ اسی ارشاد گرامی کے مطابق حضرت شیخ نے اگر آپ کو ناخلف قرار دے دیا تو آپ کے پلے میں کیا رہ جائے گا؟

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "درحقیقت رضاخانیوں کو کھڑا کرنے والے انگریز ہیں اور انگریزوں کا مقصد مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا تھا۔" (مجالس حکیم الاسلام ص ۳۵۵) جناب نے فرمایا ہے کہ اب خبیث سازشی انگریز ملک بدر ہو گیا ہے۔ (ص ۳۵) تو کیا وہ جاتا ہوا تکفیری مہم اور ان کے شرکیات اور منکرات بھی ساتھ لے گیا ہے۔ اگر وہ منکرات موجود ہیں تو اتحاد کیسا؟ ان کا تو رد لازم ہے۔

محمد شفیع اوکاڑوی :

آپ کے رسالہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے یہ رسالہ لکھنے سے بہت پہلے مولوی محمد شفیع اوکاڑوی بریلوی نے مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ سے کہا تھا کہ جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی عبارت حفظ الایمان میں تبدیلی فرمادی تو اب کوئی وجہ نزاع باقی نہیں رہی (ص ۴۶)۔

مولانا! حضرت اقدس رحمہ اللہ نے حفظ الایمان ۱۳۱۹ھ میں تحریر فرمائی۔ خان صاحب بریلوی نے ۱۳۲۶ھ میں اسی عبارت کو کفریہ قرار دیا۔ پھر حضرت نے اپنی عبارت کی وضاحت کے لئے بسط البنان ۱۳۲۹ھ میں تحریر فرمائی، مگر خان صاحب بریلوی مرغے کی ایک ہی ٹانگ پر اڑے رہے تو حضرت نے ۱۳۴۲ھ میں تغییر العنوان میں اس

عبارت کو تبدیل فرمادیا۔ مگر بریلوی حضرات کے تکفیر میں وہی دم خم رہے۔ خود مولوی محمد شفیع اوکاڑوی نے ۱۴۰۸ھ میں اس کے پچاس سال بعد تعارف علمائے دیوبند نامی کتابچہ لکھا جو بریلوی مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں ص۵۹ پر عبارت کی تبدیلی کے باوجود مولوی صاحب نے اسی زور شور سے تکفیر کی۔ ان لوگوں کے وعدے دوشیزہ کی کہہ مکرنی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بریلوی حضرات پر اعتماد کرنے کی بجائے اپنے اکابر پر اعتماد کی توفیق عطا فرمائیں۔

قصہ ہفت مسئلہ کا :

احباب موقع بے موقع ہفت مسئلہ کا قصہ چھیڑ دیتے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۳۱۲ھ میں لکھا گیا۔ قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ نے تو یہاں تک فرمادیا: "اسے حمام میں جھونک دو۔" کسی نے کہا اپنے شیخ کا رسالہ حمام میں جھونک رہے ہیں۔ فرمایا شیخ کے ہاتھ پر ہم نے جو بیعت کی ہے وہ تصوف میں کی ہے 'فقہ میں نہیں کی۔ فقہ میں وہ ہمارے تابع ہیں (مجالس حکیم الاسلام ص۱۲۹) البتہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا کچھ میلان ہفت مسئلہ کی طرف تھا۔ آخر ۱۳۱۵ھ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے آپ کی طویل خط و کتابت ہوئی اور حضرت حکیم الامت نے آخر یہی فرمایا کہ مجھے اپنی غلطی پر تنبہ ہوا اور علم کا ایک وسیع باب میرے سامنے کھل گیا۔ اس کے بعد ۱۳۱۶ھ میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب والد گرامی حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب قدس سرہما نے عجیب خواب دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب ہفت مسئلہ کے بارہ میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ بھئی علماء اس میں تشدد کیوں کرتے ہیں 'گنجائش تو ہے اور مولانا محمد احمد صاحب عرض کر رہے ہیں کہ گنجائش نہیں ہے۔ ورنہ مسائل کی حدود ٹوٹ جائیں گی۔ ارشاد فرمایا یہ تو تشدد معلوم ہوتا ہے۔ آخر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر خود صاحب شریعت ﷺ ہی فیصلہ فرمادیں؟ مولانا محمد احمد صاحب نے عرض کیا پھر

کس کی مجال کہ خلاف کرے۔ تھوڑی دیر بعد دونوں حضرات آنحضرت ﷺ کی زیارت باکرامت سے مشرف ہوئے۔ آپ ﷺ نے مولانا محمد احمد کے کندھے پر دست مبارک رکھ کر زور سے فرمایا حاجی صاحب! یہ لڑکا جو کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت حاجی صاحب پر عجیب کیفیت تھی' بار بار پاؤں تک جھک جاتے تھے اور فرماتے تھے بجا و درست' بجا و درست۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب نے یہ خواب تحریر کر کے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ معلوم ہوا کہ اسے پڑھ کر حضرت حاجی صاحب پر ایک کیفیت بے خودی کی طاری ہوئی اور کچھ اس قسم کے الفاظ فرمائے کہ کاش یہ خواب لکھ کر قبر میں میرے ساتھ کردیا جائے تو میرے لئے دستاویز ہو جائے۔ احقر محمد طیب غفرلہ (اشرف السوانح ج ۳'ص ۳۵۰)

یہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا خواب اور حضرت حاجی صاحب کی تائید و تصدیق ہے۔ ۱۳۱۷ھ میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ اس وقت سے لے کر آج ۱۴۱۶ھ تک ایک صدی گزر رہی ہے' کسی اکابر علمائے دیو بند نے دوبارہ ہفت مسئلہ کی طرف دعوت نہ دی۔ اب اسی کو لے کر کھڑے ہو جانا گویا اکابر کی ایک صدی کی محنت پر پانی پھیرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے محافظ ہیں۔

کچھ مکاشفات کے بارے میں :

دلائل شرعیہ بالاتفاق چار ہیں: کتاب اللہ' سنت رسول ﷺ' اجماع اور قیاس۔ ان میں سے پہلی تین دلیلیں حجت ملزمہ ہیں اور چوتھی حجت مطمئنہ۔ منامات و مکاشفات دلیل کی کوئی قسم نہیں۔ ہاں یہ مبشر یا منذر ہو سکتے ہیں۔ ان کو ادلہ شرعیہ پر پیش کیا جائے گا۔ شریعت کے موافق ہوں گے تو مقبول ہوں گے' مخالف ہوں گے تو مؤول یا مردود ہوں گے۔ اب دلائل شرعیہ سے صرف نظر فرما کر صرف اس بات کو بنیاد بنا لینا کہ یہ تازہ مکاشفہ ہوا ہے کہ فلاں فقہی مسئلہ جو فقہاء میں مسلم ہے اس کے

خلاف عمل کرنا چاہئے۔ تو ایسے مکاشفات شرع شریف میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہاں جو مکاشفات شرعی احکام کے موافق ہوں ان کو ہم مبشر یا منذر کی حیثیت میں تسلیم کرتے ہیں۔ صرف مکاشفات کی بناء پر علم شریعت کو اہمیت نہ دینا کوئی دانشمندانہ سوچ نہیں ہے۔

جن حضرات کے ہاں مکاشفات کے خاصے چرچے ہیں انہیں حضرت مولانا محمد احمد صاحب کے خواب اور حاجی صاحب کی تائید پر بہت غور کرنا چاہئے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کے بارہ میں ایک غلط پروپیگنڈہ ان کی حیات میں ہوا جس کی تردید حضرت شیخ الاسلام مولانا حافظ حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے نقش حیات ج ۲ ص ۶۷۵ پر یوں فرمائی: حضرت مولانا حافظ احمد صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم اور مہتمم دار العلوم دیوبند کو گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب سر جیمس گورنر یو-پی نے دلوایا تھا۔ حضرت رحمہ اللہ نے اس کو واپس کروایا اور ایسی موثر تقریر مجمع خصوصی میں فرمائی کہ نہ صرف حافظ صاحب مرحوم بلکہ تمام مجمع متاثر ہو کر بیک زبان واپسی کا متقاضی ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہماری لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں۔ ان سطور سے نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے اور نہ کوئی علمی تعلی۔ بس اپنے دل کا دکھڑا تھا جو احباب کے سامنے رکھ دیا۔ دعا ہے کہ اسی درد دل سے اس کو پڑھا اور اس پر غور کیا جائے۔

ایک یادگار ملاقات

"فضائل اعمال"

مصنفہ حضرت شیخ الحدیثؒ

پر اعتراضات کے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی کے سفر میں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو اپنا نام مرزا وحید بیگ بتا رہے تھے۔ وہ اصل میں پنجابی ہیں مگر عرصہ دراز سے امریکہ میں مقیم ہیں۔ انہوں نے اپنی سرگزشت یوں بیان فرمائی کہ میں یہاں سے ایف-اے کرکے امریکہ گیا تھا۔ ایک سال اس حال میں گزرا کہ دونوں عیدیں اور چند نمازیں بھی پڑھیں۔ آخر عید کی نماز میں دو تین ساتھیوں سے ملاقات ہوئی جو تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے میرا ایڈریس نوٹ کیا اور مجھ سے رابطہ رکھا۔

زندگی میں تبدیلی :

ان حضرات کی صورت اور سیرت شریعت محمدیہ ﷺ کی ترجمان تھیں۔ ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے مجھے بھی اسلامی زندگی کا احساس ہوا۔ میں نے تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانا شروع کردیا۔ مجھے ایک عجیب ذہنی سکون اور قلبی راحت محسوس ہوئی اور الحمدللہ میں نماز روزے کا پابند بن گیا۔ حرام حلال کا امتیاز کرنے لگا۔ اپنے وقت اور

مال سے کچھ حصہ دین سیکھنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے لئے وقف کردیا۔ بیوی بچوں، دوست احباب، سب پر محنت کی اور ایک پر سکون دینی ماحول بن گیا اور میری زندگی کے پورے چار سال اسی طرح گزرے۔ میں نے اور میری بیوی نے گزشتہ زندگی کی نمازوں کو قضا کیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جو کوتاہیاں ہوئی تھیں شرعی مسائل پوچھ کر ان کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ندامت اور توبہ کا شغل اختیار کیا۔ فضائل اعمال، تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور مستقل خریدے اور ان کی تعلیم اور عمل میں کوشش کرتے۔

نیا موڑ :

چار سال کے بعد ایک عید کے موقع پر ہی دو تین نوجوانوں نے مجھے آگھیرا۔ بڑی گرم جوشی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میرے دینی جذبات اور کوشش کی تعریف کی۔ اگرچہ ان نوجوانوں کے چہرے پر نہ شرعی داڑھی تھی نہ ان کا لباس شرعی انداز کا تھا، لیکن وہ دین سے لگاؤ اور محبت کا ذکر اس جوش سے کرتے تھے کہ میں ان کا گرویدہ ہوگیا۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوگیا۔ اسی نیت سے کہ ان کے جذبہ کی قدر کرکے ان کو شرعی صورت و سیرت اور شرعی لباس اور احکام پر آسانی سے آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ میں ان کے ہاں گیا۔ ان کے پاس اسلامی کتابوں کی ایک لائبریری تھی۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ لوگوں کا دین انڈیا سے آیا ہے اور ہمارا مکہ مدینہ سے اور یہ کہتے ہوئے ایک کتاب صلوۃ الرسول، مصنفہ مولانا محمد صادق سیالکوٹی، مجھے دی کہ اگر مکے مدینے کا دین ماننا ہے تو یہ کتاب پڑھو۔ میں نے یہ کہتے ہوئے کتاب لے لی کہ یہ کتاب تو سیالکوٹی کی ہے نہ کہ مکہ مدینہ کی۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ سیالکوٹ میں لکھی گئی مگر باتیں مکہ مدینہ کی ہیں۔

پہلا فرق :

میں نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے بھی فضائل اعمال میں آیات

قرآنیہ' احادیث نبویہ ﷺ اور نیک لوگوں کے واقعات ہی ذکر فرمائے ہیں۔ بہت عجیب کتاب ہے' میری زندگی میں یہ تبدیلی اسی کتاب کی مرہون منت ہے کہ میں بے نماز تھا' نمازی بن گیا۔ جھوٹ بولتا تھا' اس سے توبہ کی۔ حلال حرام کا خیال نہیں کرتا تھا اب پوری کوشش کر کے حرام سے بچتا ہوں۔ میری صورت اور سیرت میں جو اسلامی رنگ ہے یہ اسی کتاب کی برکت ہے۔ انہوں نے فوراً میری بات کاٹتے ہوئے کہا کہ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں' شیخ الحدیث صاحب نے بہت سی باتیں بلا حوالہ نقل کردی ہیں۔ انہوں نے مجھے کئی ایک مقامات دکھائے جہاں کوئی حوالہ نہ تھا اور پھر صلوۃ الرسول دکھا دکھا کر کہہ رہے تھے کہ دیکھو ہر ہر بات باحوالہ ہے' دین ہمیشہ باحوالہ اور مستند ہونا چاہئے نہ کہ بے حوالہ اور غیر مستند۔ اس بات میں میں ان کے سامنے بالکل لاجواب ہو گیا اور واقعی مجھے بہت بڑا دھچکا لگا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے بہت جگہ حوالے کیوں نہیں دیئے؟ اس نے یہ بتاتے ہوئے مجھے کہا کہ آپ مجھے اس کا جواب دیں۔ میں نے کہا اس کا جواب حضرت شیخ الحدیث خود دے چکے ہیں۔ فرماتے ہیں: "اس جگہ ایک ضروری امر پر متنبہ کرنا بھی لابدی ہے' وہ یہ کہ میں نے احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوۃ 'تنقیح الرواۃ' مرقاۃ' احیاء العلوم کی شرح اور منذری کی ترغیب و ترہیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے ان سے لیا ہے۔ اس لئے ان کے حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ان کے علاوہ کہیں سے لیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کردیا" (فضائل قرآن ص ۷) اس نے اس عبارت کو تین دفعہ پڑھا اور کہنے لگا کہ حضرت نے واقعی بات واضح فرمادی۔ لیکن میں نے بھی پورا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ پھر میں نے کہا کہ "صلوۃ الرسول" میں بھی کئی باتیں بلا حوالہ درج ہیں' ص ۴۴۹ تا ص ۴۵۴ میں جو اذکار اور اعمال درج کئے ہیں وہ سب بلا حوالہ ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالرؤف غیر مقلد صلوۃ الرسول کلاں کے حاشیہ پر آیت کریمہ کے عمل کا یوں مذاق اڑاتا ہے: کیا ایسا بہتر نہیں کہ یہ وظیفہ آیت کریمہ کرنے والے کو ایک مچھلی نما صندوق میں بند کر کے کسی دریا یا سمندر میں پھینک دیا

جائے تاکہ حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے کا نہ صرف نقشہ ہی کھنچ جائے بلکہ یونس علیہ السلام والی صحیح کیفیت پیدا ہو جائے۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے اکتالیس دن انتظار کی ضرورت نہیں' بلکہ چند ہی گھنٹوں میں بفضلہ تعالیٰ ہر قسم کے ہموم و غموم کے بادل چھٹ جائیں گے۔ کسی طرح کی بھی مشکل و مصیبت باقی نہ رہے گی بلکہ سب پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات ابدی حاصل ہوگی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے نہایت تعجب بھی ہے اور افسوس بھی کہ اس قسم کی لایعنی چیزیں اور خرافات ہم سلفیین میں کدھر سے گھس آئیں باللّٰہ علیکم۔ کیا اس قسم کی باتیں اللہ عزوجل کی ذات اقدس سے استہزاء کے مترادف نہیں؟ یہ طریقے کس آیت قرآنی اور کس حدیث نبوی سے ماخوذ ہیں۔ (صلوۃ الرسول محشی ص ۵۰۴)

غلط حوالے :

وہ شخص تو یہ بے حوالہ باتیں اور ان پر تبصرہ پڑھ کر ہی حیران ہو رہا تھا کہ میں نے بتایا کہ صلوۃ الرسول میں تو بہت سے حوالے بھی غلط ہیں۔ دیکھئے صلوۃ الرسول ص ۱۳۶ پر زیر عنوان "نماز کے لامثال محاسن" فضائل کی ۲۴-احادیث نقل کی ہیں اور حوالہ صحاح ستہ کا دیا ہے' مگر ان میں سے ۱۴-احادیث ۱' ۵' ۶' ۷' ۸' ۱۰' ۱۱' ۱۲' ۱۳' ۱۴' ۱۵' ۱۶' ۱۷' ۲۰ کا نشان تک صحاح ستہ میں نہیں ہے۔ اسی طرح مولوی عبدالرؤف صاحب ہی لکھتے ہیں: بعض ایسی احادیث بھی ہیں کہ موصوف نے انہیں جن کتب کی طرف منسوب کیا ہے ان کتب میں وہ نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً ۷۸' ۲۸۴' ۳۱۱' ۳۴۳' ۳۵۸' ۵۰۹' ۵۷۱' ۶۲۰' ۶۳۹' ۶۶۵' ۶۶۷' ۶۷۷ (صلوۃ الرسول محشی ص ۱۴) یہ بارہ احادیث بھی ایسی ہیں جن کے حوالے غلط ہیں۔ مثال کے طور پر یہ ۲۶ غلط حوالے دیئے ہیں' ورنہ ایں خانہ ہمہ آفتاب ست۔ میں نے کہا اس چھوٹی سی کتاب میں غلط حوالوں کی اتنی بھرمار۔ اب تو مرزا وحید بیگ بھی دریائے حیرت میں غرق تھا اور بار بار کہہ رہا تھا کہ یا اللہ! تیرے سادہ

دل بندے کدھر جائیں۔

ضعیف احادیث :

جناب وحید صاحب نے کہا کہ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ اکثر باتیں تو شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے بلا حوالہ لکھیں اور جن کا حوالہ دیا ان مین سے بھی اکثر ضعیف' جھوٹی اور من گھڑت احادیث لکھ دیں۔ لیکن صلوۃ الرسول میں ایک بھی ضعیف حدیث نہیں ہے۔ وحید صاحب نے بتایا کہ ان کا یہ اعتراض تو واقعی بہت وزنی تھا جس سے میں فضائل اعمال سے دل برداشتہ ہو گیا۔ میں نے کہا ان کا یہ اعتراض محدثین کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے۔ کیونکہ محدثین کا اصول ہے کہ فضائل اور ترغیب و ترھیب میں ضعیف احادیث مقبول ہیں۔ خود حضرت شیخ الحدیث نے اس اصول کو بیان فرمایا۔ چنانچہ فضائل نماز کے آخر میں آخری گزارش کے تحت فرماتے ہیں: "اخیر میں اس امر پر تنبیہہ ضروری ہے کہ حضرات محدثین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابل تسامح' باقی صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے۔" (فضائل نماز ص ۹۶) ایک جگہ فرماتے ہیں: "اگرچہ محدثانہ حیثیت سے ان پر کلام ہے لیکن یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس میں دلیل اور حجت کی ضرورت ہو۔ مبشرات اور منامات ہیں۔" (فضائل درود ص ۵۶)

میں نے کہا کہ میں اس کی تھوڑی سی تفصیل عرض کر دیتا ہوں۔ جس طرح سارے حساب کا خلاصہ دو ہی قاعدے ہیں جمع اور تفریق۔ حدیث کی سند کے راوی میں بھی بنیادی طور پر دو ہی باتیں دیکھی جاتی ہیں: حفظ اور عدالت' کہ اس کا حافظہ اچھا ہو اور وہ نیکوکار ہو' فاسق و فاجر نہ ہو۔ اگر راوی میں ضعف حفظ کی وجہ سے ہے تو اس کو محدثین ضعف قریب کہتے ہیں۔ کیونکہ متابعت یا شواہد سے ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک

میں اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دے دیا ہے۔ وجہ یہ ہی بتائی ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے گی تو دوسری یاد دلا دے گی۔ اسی سے محدثین نے یہ اصول بنالیا کہ اگر ایک حدیث کی دو سندیں ہوں اور دونوں میں ایک راوی ایسا ہو کہ جس کا حافظہ کمزور ہو تو دونوں سندیں مل کر وہ حدیث صحیح مانی جائے گی۔ اسی لئے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ بہت جگہ یہ تحریر فرمادیتے ہیں کہ یہ مضمون بہت سی روایات میں آیا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ شواہد اور متابعات کی وجہ سے مقبول ہے۔ اب ان روایات کو رد کرنا گویا قرآنی اصول کا انکار کرنا ہے۔ تو اعتراض حضرت رحمہ اللہ کی بجائے قرآن پر کرنا چاہئے اور اگر راوی عادل نہ ہو تو اس کو ضعف شدید کہتے ہیں۔ اس لئے احکام میں اس کی روایت حجت نہیں ہوتی۔ مگر فضائل اور تاریخ میں سرے سے عدالت ہی شرط نہیں۔ رسول اقدس ﷺ فرماتے ہیں: حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج (بخاری ج ۱ ص ۴۹۱، ترمذی ج ۲ ص ۱۰۷) بنی اسرائیل سے روایت کرو کوئی حرج نہیں۔ جب ترغیب و ترہیب کے واقعات کافروں تک سے روایت کرنے کی اجازت ہے تو یہ غیر عادل راوی کیا ان یہود سے بھی بدتر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر یہاں بھی جب کئی طریقوں سے روایت ہو اس کے بیان میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں احکام میں ایسے راویوں کی روایت حجت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے جو روایات لی ہیں وہ قرآن پاک، احادیث نبویہ اور محدثین کے اصولوں کے عین مطابق لی ہیں۔ اور سب محدثین نے فضائل میں یہی طریق اختیار فرمایا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ مقدمہ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱ اور شیخ ابن تیمیہ فتاویٰ ج ۱۸، ص ۶۵-۶۸ پر تصریح فرماتے ہیں کہ فضائل میں ضعاف مقبول ہیں۔

دوسرا رخ :

میں نے کہا آپ حیران ہوں گے کہ صلوۃ الرسول میں نہ صرف فضائل میں بلکہ

احکام میں بھی ضعیف احادیث کی بھرتی کردی گئی ہے۔ مولوی عبدالرؤف صاحب نے نمبروار ۸۴ احادیث کی نشاندہی کی ہے جو انتہائی ضعیف احادیث ہیں۔ ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۲۲، ۳۴، ۵۲، ۵۳، ۵۶، ۶۶، ۷۳، ۸۵، ۸۸، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۵۳، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۲، ۱۷۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۱۴، ۲۲۴، ۲۲۶، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۸، ۳۶۳، ۳۸۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۹، ۴۴۴، ۴۴۸، ۴۵۹، ۴۶۱، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۸۵، ۵۴۱، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۵۱، ۵۵۷، ۵۶۵، ۵۷۸، ۵۸۴، ۵۸۶، ۶۲۶، ۶۳۰، ۶۵۴، ۶۶۰، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۷۳، ۶۷۹، ۶۸۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۹، ۷۰۳۔ یہ تمام احادیث انتہائی ضعیف ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں: "دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت" یہ دیکھ کر تو جناب وحید صاحب بہت پریشان تھے کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور"۔

شرک ہی شرک:

پھر مجھے انہوں نے بتلایا کہ یہ تبلیغی نصاب تو سارا شرک سے بھرا ہوا ہے۔ فضائل صدقات، فضائل درود اور فضائل حج میں ایسے واقعات ہیں جو واقعتاً شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ کچھ دن تو میں پریشان رہا کہ یہ کتاب ساری دنیا میں پھیل چکی ہے، ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں اس نے انقلاب پیدا کردیا ہے، سینکڑوں علماء نے بھی اسے دیکھا ہے مگر کسی مفتی، محدث اور فقیہ کی نظر یہاں تک نہیں گئی جہاں تک ان کلرکوں کی پہنچ گئی ہے۔ مگران واقعات کی کوئی تاویل مجھے بھی سمجھ نہ آتی تھی۔ آخر نہ صرف یہ کہ میں نے تبلیغی جماعت کو چھوڑ دیا بلکہ ان کے سخت مخالف ہوگیا، کیونکہ میرے علم کے مطابق یہ لوگ شرک کے مبلغ تھے اور ان کی نمازیں بھی غلط در غلط تھیں۔ اب میرے نزدیک نماز، روزے، حج اور جہاد سے سب سے بڑی نیکی تبلیغی جماعت کی مخالفت تھی۔ گھر میں، بازار میں، دفتر میں، مجالس میں، مساجد میں، میرا یہی

جہاد ہے کہ یہ جماعت توحید نہیں شرک کی داعی ہے اور اسلام نہیں حنفیت کا پرچار کرتی ہے۔ اگرچہ اب مجھ میں جماعت اور تکبیر اولیٰ کی پابندی کا کوئی ذوق نہیں، حلال حرام کی بھی زیادہ تفتیش باقی نہیں رہی مگر توحید و سنت کا نشہ ہے جس کے بعد ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، اپنی نماز کا وہ اہتمام باقی نہیں رہا مگر دوسروں کو مشرک اور بے نماز کہنے کا ذوق بہت بڑھ گیا ہے۔ اپنی اصلاح کی بھی خاص فکر نہیں رہی، کیونکہ ان سب سے مقدم اس ساری دنیا کو شرک سے بچانا ہے جن کو فضائل اعمال کے مطالعہ نے مشرک بنا دیا ہے۔ اگرچہ دنیا میں مجھے اس میں خاص کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ دو سال کی محنت شاقہ سے میں بمشکل دو کلرکوں کو تبلیغی جماعت سے کاٹ سکا ہوں، جبکہ ہزاروں نئے آدمی اس جماعت سے جڑ گئے ہیں، لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ سے پورے پورے اجر کا امیدوار ہوں۔

کرامات:

میں نے کہا کہ جن واقعات کی طرف آپ اشارہ فرما رہے ہیں وہ کرامات ہیں، ان کو خرق عادات بھی کہتے ہیں۔ یعنی عادت یہ ہے کہ مرد عورت دونوں کے ملاپ سے اولاد پیدا ہو، مگر خرق عادت یہ ہے کہ بی بی مریم کو بغیر مس بشر کے بیٹا مل جائے۔ عادت یہی ہے کہ اونٹنی اونٹنی سے پیدا ہو اور خرق عادت یہ ہے کہ اونٹنی پہاڑ سے پیدا ہو۔ عادت یہی ہے کہ سانپ سپنی کے انڈے سے نکلے اور خرق عادت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ بن جائے۔ عادت یہی ہے کہ آپریشن یا دوا سے جھلی دور ہو جائے اور نابینا دیکھنے لگے اور خرق عادت یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص اور عیسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ لگنے سے بینائی آجائے۔ عادت یہی ہے کہ بیل بیلوں کی طرح آواز نکالے اور بھیڑیا بھیڑیوں کی طرح، مگر خرق عادت یہ ہے کہ بیل اور بھیڑیا انسانوں کی طرح کلام کریں۔ ان میں جو باتیں عادت ہیں ان میں کچھ انسان کا بھی اختیار ہوتا

ہے، لیکن خرق عادت میں اختیار اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور ظہور مخلوق کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ دیکھئے قرآن پاک میں مسیح علیہ السلام کے معجزات مذکور ہیں۔ مسلمان بھی ان معجزات کو برحق مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے مگر یہ سب قدرت خداوندی کا ظہور تھا۔ جب مسلمان ان کو قدرت الٰہی کا ظہور مانتے ہیں تو ان کو ہر ہر معجزہ دلیل توحید نظر آتا ہے۔ لیکن عیسائی ان معجزات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عادت اور ان کے اختیار سے مانتے ہیں۔ تو انہوں نے ایک ایک معجزہ کو دلیل شرک بنالیا۔ اب ان معجزات سے شرک کشید کرلینا اس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا قصور تھا نہ عیسیٰ علیہ السلام کا۔ قصور تو عیسائی ذہنیت کا تھا جس نے توحید کو شرک بناڈالا۔ بالکل اسی طرح ہم اہل سنت والجماعت جب کرامات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کو خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کا کرشمہ یقین کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کرامات میں توحید ہی توحید نظر آتی ہے اور آپ لوگ جب تبلیغی نصاب کا مطالعہ عیسائی ذہن سے کرتے ہیں تو آپ کو وہ کرامات شرک ہی شرک نظر آتی ہیں۔ تو قصور نہ اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اس نے ان بزرگوں کی عزت افزائی کے لئے اپنی قدرت نمائی کیوں کی اور نہ ہی ان بزرگوں کا۔ قصور تو سارا اس عیسائی ذہنیت کا ہے۔ اگر آپ بھی اس عیسائی ذہنیت سے توبہ کرکے اسلامی ذہن سے مطالعہ کریں تو آپ کو توحید ہی توحید نظر آئے گی۔

یہ ہو ہی نہیں سکتا :

اب وحید صاحب بڑے غصے میں تھے کہ ان واقعات میں تو ایسی ایسی باتیں ہیں جو ہو ہی نہیں سکتیں، بالکل ناممکن ہیں۔ میں نے پوچھا کس سے نہیں ہوسکتیں، خالق سے یا مخلوق سے؟ اگر مخلوق سے نہیں ہوسکتیں تو بالکل درست، مگر ان کو مخلوق کا فعل قرار دینا ہی تو عیسائی ذہنیت ہے۔ اور اگر کہو کہ خالق سے بھی نہیں ہوسکتیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کا انکار ہے۔ اگر آپ اس کے منکر ہیں اور خالق کی قوت اتنی ہی مانتے

ہیں جتنی آپ کی کہ جو آپ سے نہ ہو سکے وہ خدا سے بھی نہیں ہو سکتا تو اپنی توحید کی خیر منایئے اور توبہ کیجئے۔ اللہ والوں کی کرامات کا انکار نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔

جھوٹ ہی جھوٹ :

اس پر وحید صاحب نے کہا لوگ اپنے بزرگوں کے لئے غلط اور جھوٹے واقعات گھڑ لیتے ہیں تو ان کا کیا اعتبار؟ میں نے کہا جھوٹ کہاں نہیں گھڑا گیا؟ لوگوں نے جھوٹے خدا بنائے، جھوٹے نبی بنائے، جھوٹی حدیثیں بنائیں، جعلی کرنسی بنائی تو کیا صرف جھوٹے خداؤں کا ہی انکار کرو گے یا ساتھ ہی سچے کا بھی انکار کرو گے؟ صرف جھوٹے نبیوں کا ہی انکار کرو گے یا سچوں کا بھی انکار کرو گے؟ صرف جھوٹی حدیثوں کا انکار کرو گے یا سچی احادیث کو بھی چھوڑ دو گے؟ صرف جعلی کرنسی سے بچو گے یا اصلی کرنسی بھی گلی میں پھینک دو گے؟ یہاں بھی جھوٹے واقعات کو ماننے کی آپ کو کس نے دعوت دی ہے؟ اور سچے واقعات سے انکار کیوں ہے؟

عقل نہیں مانتی :

وحید صاحب نے کہا ایسے واقعات کو کیسے مان لیا جائے؟ ان میں ایسی باتوں کا ذکر ہے جو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ ؓ کے لئے بھی ظاہر نہیں ہوئیں۔ نبی اور صحابہ کا مقام تو ولی سے بہت بلند ہے۔ یہ بالکل ناممکن ہے کہ ایک خرق عادت نبی اور صحابی کے ہاتھ پر تو ظاہر نہ ہو اور کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے۔ میں نے کہا عجیب بات ہے جہاں قیاس جائز ہو وہاں تو آپ اس کو شرک کہتے ہیں اور خرق عادات میں قیاس شروع کر دیا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو خواب نظر آتے ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا آتے ہیں۔ میں نے کہا بالکل وہی جو انبیاء اور صحابہ کرام ؓ کو آئے یا اور بھی؟ اس نے کہا یہاں انبیاء اور صحابہ کا کیا ذکر؟ اللہ تعالیٰ جس کو خواب چاہیں دکھا دیں۔ میں نے کہا بعض

اوقات ایک چھوٹے بچے کو خواب نظر آتا ہے اور صبح بتاتا ہے کہ آج خواب میں میں نے دیکھا کہ نانا ابو آئے ہیں' اور واقعتاً وہ آبھی جاتے ہیں اور خواب سچا ہو جاتا ہے۔ مگر اس خواب کا کوئی یہ کہہ کر انکار نہیں کرتا کہ گھر کے بڑوں کو یہ خواب نہیں آیا تو ہم کیسے مان لیں کہ بچے کو خواب آگیا؟ دیکھو حضرت بی بی مریم ولیہ ہیں' ان کو بے موسم پھل مل رہے ہیں۔ مگر حضرت زکریا علیہ السلام جو نبی ہیں ان کو نہیں مل رہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کو خاوند کے ہوتے ہوئے لڑکی بھی نہیں دی اور بی بی مریم کو بغیر خاوند کے لڑکا عطا فرمادیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ مبارک روزانہ منہ پر پھرتے ہیں مگر بینائی واپس نہیں آئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی صرف قمیص لگنے سے بینائی واپس آگئی۔ جو ہوا سلیمان علیہ السلام کا تخت اُٹھائے پھرتی تھی اس ہوا کو یہ حکم نہیں ملا کہ سفر ہجرت میں آپ ﷺ کو ایک لمحہ میں مدینہ پہنچادے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں' لیکن تخت بلقیس کا آنا ان کے صحابی کی کرامت ہے۔ تو بھئی یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ وہ چاہیں تو ہزاروں میل دور بیت المقدس کا کشف ہو جائے' جنت دوزخ کا کشف ہو جائے اور نہ چاہیں تو چند میل سے سیدنا عثمان ؓ کی شہادت کی غلط خبر آئے اور آپ بیعت لینا شروع فرمادیں۔ وہ نہ چاہے تو کعنان کے کنوئیں میں یوسف علیہ السلام کا یعقوب علیہ السلام کو پتہ نہ چلے اور جب چاہے تو مصر سے یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو کنعان میں سونگھادے۔ میں نے کہا آپ جو ساری دنیا کو مشرک کہہ رہے ہیں اس پر نظر ثانی کریں اور توبہ کریں۔

نماز :

اب اس نے کہا آپ جو نماز پڑھتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ محض اندھی تقلید ہے۔ کیا یہ نماز قبول ہوگی؟ میں نے کہا آپ ایمان داری سے بتائیں کہ آپ کو تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک نماز کے ہر ہر قول اور ہر ہر فعل کی دلیل تفصیلی یاد

ہے۔ اگر ہے تو ذرا سنا دیں۔ اس نے کہا دو تین مسائل کے علاوہ مجھے کسی مسئلے کی دلیل یاد نہیں۔ میں نے کہا تو آپ کے اقرار سے آپ کی نماز ستانوے فیصد تقلیدی ہے' وہ کیسے قبول ہوگی؟ اب وہ پریشان سا ہوا۔ کہنے لگا وہ کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور حنفیوں سے حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں اور لاکھوں روپے انعام رکھتے ہیں مگر کوئی حنفی جواب نہیں دیتا۔ میں نے کہا میں بھی دو حدیثیں آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ ہی میرا مطالبہ پورا فرمادیں اور کروڑ روپیہ فی حدیث انعام لے لیں۔

(الف)..... ایک حدیث ایسی لائیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو ۱۱۳ سورتیں پڑھنی حرام ہیں' صرف ایک سورۃ فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔ اس کے پڑھے بغیر مقتدی کی نماز نہیں ہوتی اور اس حدیث کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو' کیوں کہ اللہ و رسول ﷺ کے سوا کسی کی بات حجت نہیں۔

(ب)..... چار رکعت نماز میں آٹھ سجدے ہوتے ہیں۔ آپ نہ سجدوں میں جاتے وقت رفع یدین کرتے ہیں اور نہ اٹھتے وقت۔ گویا سولہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تو کل اٹھارہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے اور چار رکعت میں چار رکوع ہوتے ہیں۔ آپ رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہیں تو یہ آٹھ رفع یدین ہوئیں' اور پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں تو یہ کل دس جگہ رفع یدین ہوئیں۔ آپ ایک اور صرف ایک ایسی حدیث پیش فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ اٹھارہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور دس جگہ کرتے تھے اور یہ آپ ﷺ کا ہمیشہ کا عمل تھا۔ جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور اس حدیث کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو۔ ہم آپ کو انعام بھی دیں گے اور اہل حدیث بھی ہو جائیں گے۔ صرف ایک غیر جانبدار عربی پروفیسر یہ تصدیق کر دے کہ واقعی دونوں حدیثوں میں مطلوبہ پانچ پانچ باتیں پائی گئی ہیں۔ وحید صاحب نے کہا کہ مجھے تو ایسی حدیثیں معلوم نہیں۔ میں اپنے علماء سے ان کا مطالبہ

کروں گا۔ اگر میں لے آیا تو آپ کو اہل حدیث ہونا پڑے گا اور اگر نہ لا سکا تو میں اہل سنت والجماعت حنفی بن جاؤں گا۔ میں نے کہا بالکل درست۔ وہ چلا گیا۔

دوسری مجلس :

تین دن بعد وحید صاحب آئے اور کہا میں نے تین دن آرام نہیں کیا۔ ایک ایک مولوی صاحب کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ صرف دو مطلوبہ حدیثیں لکھ دو۔ لیکن کسی نے حامی نہیں بھری، بلکہ ناراض ہوئے کہ ایسے سوالات ہمارے پاس آئندہ نہ لانا، یہ سوالات محض شرارت کے لئے ہیں۔ وحید صاحب کہتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ اگر ایسے سوال آپ کریں تو اس کو تو آپ عمل بالحدیث کہتے ہیں اور وہ لوگ آپ سے حدیث پوچھ لیں تو اس کو آپ شرارت کہتے ہیں۔ وحید صاحب نے کہا کہ وعدہ کے مطابق تو مجھے اب اہل سنت والجماعت حنفی بن جانا چاہئے مگر میرے ابھی اور بھی اشکالات ہیں۔

سورۃ فاتحہ فرض ہے :

وحید صاحب نے کہا کہ سورۃ فاتحہ فرض ہے اور مقتدی اگر سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ میں نے کہا کہ دو آیتیں یا حدیثیں مجھے لکھوا دیں، میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا۔ ایک تو یہ کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض ہے اور دوسری حدیث یہ لکھوائیں کہ نماز میں کل فرائض کتنے ہیں؟ آپ کے تمام علماء مل کر یہ دو حدیثیں نہیں دکھا سکتے۔ وحید صاحب! اہل سنت والجماعت کا دین کامل ہے۔ ان کی فقہ میں فرائض کی پوری تفصیل ہے۔ غیر مقلدین کا دین ناقص ہے۔ یہ بے چارے کسی حدیث سے مکمل فرائض نہیں دکھا سکتے۔ اس نے کہا یہ کیا بات ہے؟ اگر نہ دکھا سکیں گے تو میں وہ ناقص دین چھوڑ دوں گا۔ میں نے کہا اب تک آپ جو نماز پڑھتے آ رہے ہیں آپ کو فرائض تک معلوم نہیں چہ جائیکہ ان کے دلائل، تو آپ یہ نماز کن کی اندھی تقلید میں

پڑھ رہے ہیں۔ تقلید تو آپ کے ہاں شرک ہے۔ تو نماز پڑھ کر آپ نمازی بنتے ہیں یا مشرک؟

رفع یدین سنت ہے :

اس نے کہا اٹھارہ جگہ رفع یدین نہ کرنا سنت ہے اور دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنا سنت ہے اور حنفیوں کی نماز بالکل خلاف سنت ہے۔ میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ کامل اہل حدیث بنوں نہ کہ آپ کی طرح ناقص۔ اس لئے یہاں بھی آپ دو احادیث مجھے دکھائیں۔ ایک وہ حدیث جس میں صراحت ہو کہ اٹھارہ جگہ ترک رفع یدین سنت ہے اور دس جگہ رفع یدین کرنا سنت ہے' اور دوسری وہ حدیث دکھائیں کہ چار رکعت نماز میں کل کتنے اقوال اور افعال سنت ہیں' تاکہ پتہ چلے کہ آپ کا دین کامل ہے یا ناقص؟ اس نے کہا کہ مجھے تو ایسی حدیث یاد نہیں۔ میں نے کہا بڑی حیرت ہے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو آپ مشرک اور بے نماز کہتے نہیں تھکتے اور اپنی نماز سے اتنے غافل ہیں کہ نہ نماز کے فرائض کی حدیث یاد ہے نہ نماز کی سنتوں کی حدیث یاد ہے۔ قیامت کو حساب پوری نماز کا ہوگا یا صرف ایک فرض اور ایک سنت کا؟ آپ اپنے آپ پر رحم کریں اور دوسروں کو بے نماز کہنے کی بجائے اپنی مکمل نماز حدیث سے ثابت کریں۔

نماز نہیں ہوتی :

وحید صاحب نے کہا کہ پوری امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ میں نے کہا آپ پوری امت شاید کسی غیر ذمہ دار غیر مقلد کو سمجھتے ہیں۔ وحید صاحب! آپ کو شاید معلوم نہیں کہ آپ کے علماء نے اس مسئلہ میں ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ سنئے! امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قراءت کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قراءت نہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ فرمایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور

یہ آپ کے صحابہ ؓ اور تابعین رحمھم اللہ ہیں اور یہ امام مالک ہیں اہل حجاز میں' یہ امام ثوری رحمہ اللہ ہیں اہل عراق میں اور یہ امام اوزاعیؒ ہیں اہل شام میں' اور یہ امام لیثؒ ہیں اہل مصر میں' ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قراءت کرے اور مقتدی قراءت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے (مغنی ابن قدامہ ج ا' ص ۶۰۲) وحید صاحب! معلوم ہوگیا کہ پورے خیرالقرون میں ایک مسلمان بھی بے نماز کہنے میں آپ کا ہم نوا نہیں ہے۔

مزید پڑھئے! امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر دور قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے' وہ بے نماز ہے وغیرہ۔ اس لئے اگر آج بعض حضرات نے جو قدم اٹھایا ہے اسے پیش قدمی نہیں کہا جا سکتا۔ پھر جماعت کے نامور اور ذمہ دار حضرات میں بھی ان کا شمار نہیں ہوتا (توضیح الکلام ج ا' ص ۴۳)

مزید سنئے! ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں: "فاتحہ نہ پڑھنے والے پر تکفیر کا فتویٰ یا اس کے بے نماز ہونے کا فتویٰ امام شافعی رحمہ اللہ سے لے کر مولف خیرالکلام تک کسی ذمہ دار محقق عالم نے نہیں دیا۔" (توضیح الکلام ج ا' ص ۹۹) نیز لکھتے ہیں: "امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر تمام محققین علمائے اہل حدیث میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو فاتحہ نہ پڑھے وہ بے نماز ہے' کافر ہے۔" (توضیح الکلام ج ا' ص ۵۱۷) نیز تحریر کرتے ہیں: "ہمارا تو مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بناء پر اجتہادی ہے۔ پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری' اپنی تحقیق پر عمل کرلے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔" (خیرالکلام از حافظ محمد گوندلوی ص ۳۳ و توضیح الکلام از ارشاد الحق اثری ج ا ص ۴۵)

اب وحید صاحب بار بار ان اردو عبارات کو پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اہل حدیث مذہب بھی عجیب ہے۔ تقریروں میں رات دن ہمیں کہتے ہیں کہ یہ حنفی بے نماز

ہیں مگر تحریروں میں ایسے سب لوگوں کو غیر محقق اور غیر ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔ اس سے تو یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ ان لوگوں کا کوئی ٹھوس مسلک نہیں۔ محض اہل سنت والجماعت سے ضد ہے۔ اپنے گھر بیٹھ کر خوب ضد کو ظاہر کیا۔ ان کو بے نماز اور مشرک تک کہا۔ جہاں اہل سنت سے آمنا سامنا ہوا تو ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے سارے فرقے کو غیر محقق اور غیر ذمہ دار قرار دے دیا۔ گویا یہ فرقہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے۔

خدا جھوٹ سے بچائے :

وحید صاحب نے کہا کہ ضد اور جھوٹ تو حنفیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ دیکھو پہلے حنفی ضد نہیں کرتے تھے، لیکن آج کل کے حنفی تو نہ قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور نہ فقہ حنفی کو۔ دیکھئے ہدایہ میں لکھا ہے پگڑی پر مسح جائز ہے (ج ۱ ص ۱۰)۔ آنحضرت ﷺ کا عمل دوام غلس (اندھیرے) میں تھا (ج ۱ ص ۷۱)، اذان میں ترجیع ثابت ہے (ج ۱ ص ۲۹۴)، حضرت مرزا مظہر جان جاناں ہمیشہ سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے (ج ۱ ص ۳۹۱)، ایک وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے (ہدایہ ج ۱ ص ۵۲۹) ابن ہمام نے کہا رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کی حدیث صحیح ہے (ج ۱ ص ۵۳۰) لیکن آج کل کے حنفی محض اہل حدیث کی ضد میں ان ہدایہ کے مسائل پر عمل نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ آپ نے ہدایہ کے حوالوں میں باقاعدہ جلد اور صفحہ بھی بتایا ہے مگر یہ سب حوالے بالکل جھوٹے ہیں۔ ہدایہ میں تو ان کے خلاف لکھا ہے: (۱) لا یجوز المسح علی العمامة (ج ۱ ص ۴۰) کہ پگڑی پر مسح جائز نہیں۔ (۲) یستحب الاسفار بالفجر لقوله علیه السلام اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر۔ (ھدایہ ج ۱/ ص ۶۶) مستحب ہے کہ نماز روشنی میں پڑھی جائے۔ اس لئے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا خوب روشن کر کے نماز پڑھو، اس میں زیادہ اجر ہے۔ (۳) لا ترجیع فی المشاهیر۔ احادیث

مشہورہ میں ترجیح نہیں ہے (ج ۱ ص ۲۱۰) (۴) صاحب ہدایہ کا وصال ۵۹۰ھ میں ہوا' جبکہ مرزا مظہر جان جاناں ۱۱۱۱ھ میں ہوئے تو چھ سو سال پہلے کی کتاب میں ان کا سینے پر ہاتھ باندھنا کیسے لکھا گیا؟ آپ تو کرامات کو بھی شرک مانتے ہیں' (۵) ہدایہ میں تو ہے: حکی الحسن اجماع المسلمین علی الثلاث۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے سب مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ وتر تین ہیں۔ (۶) شیخ ابن ہمام نے ۸۶۱ھ میں وصال فرمایا' جبکہ صاحب ہدایہ ۵۹۰ھ میں وصال فرما چکے تھے۔ تو اپنی پیدائش سے (تقریباً) تین سو سال قبل ہی ہدایہ میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا مسئلہ کیسے لکھ گئے؟ آخر آپ لوگ عقل کے پیچھے کیوں لٹھ لئے پھر رہے ہیں؟ وحید صاحب نے کہا یہ حوالے ہمارے مولوی محمد یوسف جے پوری نے حقیقۃ الفقہ میں لکھے ہیں۔ اگر میں یہ اصل عربی ہدایہ سے نہ دکھا سکا تو پھر اہل حدیث کے مذہب کے جھوٹے ہونے میں مجھے ذرہ بھر شک نہیں رہے گا۔ میں نے کہا جیسے پہلے آپ کی خواہش کے مطابق ہم نے دو احادیث مانگیں' وہ آپ نہ لا سکے' نماز کے مکمل فرائض اور مکمل سنتیں حدیث سے نہ دکھا سکے' اب فقہ پر ایک ہی سانس میں چھ جھوٹ بول دیئے' یہ بھی آپ ہرگز نہ دکھا سکیں گے۔ دیکھئے ضد اور جھوٹ حنفیوں کی عادت ہے یا آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے؟

ضد ہی ضد :

میں نے کہا اس ملک میں اہل سنت والجماعت حنفی ہی اسلام لائے' قرآن لائے' سنت لائے' فقہ لائے اور لاکھوں کو مسلمان کیا' لیکن جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو اس نے ضد کو ہی اپنا روزمرہ کا معمول بنا لیا۔ چند مسائل بطور نمونہ دیکھیں :

(۱) ..... حنفی کہتے تھے منی ناپاک ہے۔ انہوں نے ضد میں کہہ دیا منی بالکل پاک ہے۔

(عرف الجادی ص ۱۰' کنز الحقائق ص ۱۲' نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹' بدور الاھلہ ص ۱۵)

(۲) ..... حنفی کہتے تھے کہ تھوڑے پانی مثلاً ایک لوٹے میں تھوڑی سی نجاست بھی گر

جائے اگرچہ اس پانی کا رنگ یا بو یا مزا نہ بدلے تو بھی ناپاک ہے۔ مگر حکیم صادق سیالکوٹی نے صاف کہا کہ جب تک نجاست کی وجہ سے تینوں وصف رنگ' بو' مزہ نہ بدلیں اس وقت تک پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (صلوۃ الرسول ص ۵۳)

(۳)..... حنفی کہتے تھے کہ خمر (شراب) نجس العین ہے مثل پیشاب کے' مگر ضد کا خدا برا کرے' وحید الزمان نے صاف لکھ دیا کہ پاک ہے۔ (نزل الابرار ج ا'ص ۴۹)

(۴'۵'۶)..... حنفی مردار' خنزیر اور خون کو ناپاک کہتے تھے' انہوں نے محض ضد میں ان کو پاک کہہ دیا۔ (بدور الاہلہ' عرف الجادی ص ۱۰)

معلوم ہوا کہ ان کے ہاں منی' خنزیر' مردار' خون سے پورا جسم اور کپڑے لت پت ہوں تو بھی ان کا جسم اور کپڑے پاک ہیں۔ وحید صاحب! کیا ہی خوب ہو کہ ایک دن یہ پورا نقشہ بنا کر آپ نماز پڑھیں۔ چلو زندگی کی ایک ہی نماز عمل بالحدیث پر ادا ہو جائے' کیا خیال ہے؟

(۷)..... حنفی کہتے تھے کہ استنجاء کرتے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پشت' لیکن انہوں نے ضد میں کہہ دیا ولا یکرہ الاستقبال والاستدبار للاستنجاء (نزل الابرار ج ا'ص ۵۳) یعنی استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پشت کرنا مکروہ نہیں۔

(۸)..... احناف کہتے تھے کہ بے وضو آدمی کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے' مگر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ محدث را مس مصحف جائز باشد (عرف الجادی ص ۱۵) یعنی بے وضو شخص کا قرآن کو چھونا جائز ہے۔ ضد کا تو یہ حال ہے۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں: "ایک اور عجوبہ سماعت فرمائیں۔ آبادی کے اندر بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کا جواز مختلف فیہ ہے۔ اس لئے احتیاط بہرحال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے۔ مگر اہل حدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا جہاد ہے۔ چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے استنجاء خانے گرا کر از سر نو قبلہ رخ تعمیر کرائے ہیں۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ

تھی، ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۱۰۹)

حدیث کے خلاف :

وحید صاحب کہنے لگے کہ اگر اہل حدیثوں نے حنفیوں سے ضد کی ہے تو حنفی حدیث رسول سے ضد کرتے ہیں۔ دیکھو رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات دفعہ دھودو، لیکن "بہشتی زیور" میں ہے کہ سات دفعہ نہیں تین دفعہ دھودو۔ دیکھو مکے والا دین کوفہ میں آکر کس طرح بدلا گیا۔ اس ضد کا کوئی ٹھکانہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کچھ کہیں اور امام صاحب کچھ! میں نے کہا وحید صاحب! حضرت عطاء مکہ کے مفتی تھے، جنہوں نے دو سو صحابہ ؓ کی زیارت کی۔ وہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہئے کہ پانی بہادے اور برتن کو تین بار دھولے۔" (الکامل لابن عدی) پھر حضرت عطاء رحمہ اللہ خود ابو ھریرہ ؓ سے بھی یہی فتویٰ نقل فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ دھویا جائے (دارقطنی ج ۱، ص ۶۶) پھر خود عطاء رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارہ میں سات دفعہ دھونا بھی سنا ہے۔ پانچ دفعہ بھی اور تین دفعہ بھی۔ (عبدالرزاق ج ۱، ص ۹۷) وحید صاحب! افسوس کہ آپ نے "بہشتی زیور" کے بارہ میں غلط بیانی فرمائی ہے کہ اس میں سات دفعہ دھونے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت تھانوی ؒ نے بہت احتیاط فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: "کتے کا جھوٹا نجس ہے، اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاوے گا، چاہے مٹی کا برتن ہو چاہے تانبے وغیرہ کا، دھونے سے سب پاک ہو جاتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھووے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی ڈالے کہ خوب صاف ہو جاوے۔" (بہشتی زیور حصہ اول، جانوروں کے جھوٹے کا بیان مسئلہ ۲) وحید صاحب! فرمایئے کہ یہ کس حدیث کے خلاف ہے؟ اب ذرا نواب صدیق حسن خاں کی بھی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:

کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث پورے کتے' اس کے خون' بال اور پسینے کے ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ (بدور الاہلہ ص ۱۶) اور نواب وحید الزمان فرماتے ہیں: "لوگوں نے کتے' خنزیر اور ان کے جھوٹے کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ زیادہ راجح یہ ہے کہ ان کا جھوٹا پاک ہے۔ ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب' پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں (نزل الابرار ج ۱ ص ۵۰) وحید صاحب! آپ نے دیکھا کتے سے کتنا پیار ہے؟ اس کا خون بھی پاک' پیشاب بھی پاک' پاخانہ بھی پاک' لعاب اور جھوٹا بھی پاک۔

ایک تضاد :

وحید صاحب نے کہا کہ حکایات صحابہؓ میں شیخ الحدیث صاحب نے یہ متضاد بات لکھ دی ہے: ص ۷۲ پر لکھتے ہیں کہ حضرت حنظلہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم بیوی بچوں میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ حالت باقی نہیں رہتی جو حضور اقدس ﷺ کی پاک صحبت میں ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے نفاق کا ڈر ہے اور ص ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ حضرت حنظلہؓ کی نئی شادی ہوئی تھی' وہ بلا غسل میدان جہاد میں تشریف لے گئے اور شہید ہو گئے' تو ملائکہ نے انہیں غسل دیا' تو ان کے بچے تھے کہاں جن میں مشغولیت سے انہیں نفاق کا خوف ہوتا؟ ایسی متضاد باتوں کی وجہ سے ہی پڑھے لکھے لوگ اس کتاب سے متنفر ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا الحمدللہ! پڑھی لکھی دنیا اس کتاب کی برکات سے دین کی دلدادہ بن رہی ہے۔ ہاں ان پڑھ اور ضدی کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ جس واقعہ میں حضرت حنظلہؓ نے نفاق کا ڈر ظاہر کیا ہے وہ حضرت حنظلہ بن الربیع کاتب رسولؐ ہیں۔ اور جن حضرت حنظلہؓ کو فرشتوں نے غسل دیا وہ حضرت حنظلہؓ بن مالکؓ ہیں۔ یہ تفصیل بحوالہ مرقاۃ حاشیہ مشکوۃ ص ۱۹۷' ج ۶ پر ہے۔ جب وحید صاحب کو یہ دکھایا گیا تو وہ بہت پریشان ہوا اور توبہ توبہ کر رہا تھا کہ ہم تو اس اعتراض کو بہت اچھالتے ہیں اور کتنے لوگوں

کو ہم نے پریشان کیا۔ یہ تو اب پتہ چلا کہ یہ ہماری اپنی کم علمی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔

خون پینا :

وحید صاحب نے کہا کہ خون کا حرام ہونا قرآن پاک کی قطعی نص سے ثابت ہے۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث صاحب نے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خون پینے کا واقعہ ذکر کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی ناراضگی نہ فرمائی۔ بلکہ فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون ملا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔ کیا اللہ کے نبی قرآن کی مخالفت کرسکتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ان دو میں ایک واقعہ تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن سنان کا ہے۔ اس کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ ج ۳، ص ۳۴۶ اور ابن عبد البر نے الاستیعاب ج ۳، ص ۳۷۰ پر کیا ہے۔ تو کیا آپ ان دونوں حفاظ کو بھی حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ اعتراض میں شامل کریں گے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن سنان احد میں ہی آخر میں شہید ہوگئے۔ (الاستیعاب ج ۳، ص ۳۷۰) دیکھئے احد میں شہید ہونے والوں میں بعض وہ بھی تھے جنہوں نے شراب پی تھی۔ کیونکہ ابھی شراب کی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ تو کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ احد سے پہلے خون یعنی دم مسفوح کی حرمت نازل ہو چکی تھی؟ امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ج ۲، ص ۲۱۶ پر فرماتے ہیں کہ دم مسفوح والی آیت حجتہ الوداع کے دن عرفہ میں نازل ہوئی۔ تو جب تک آپ کسی دلیل قطعی سے یہ ثابت نہ کریں کہ احد سے پہلے یہ حرمت نازل ہو چکی تھی آپ کا اعتراض ہی باطل ہے۔ ہاں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجبات میں سے ہے۔ اس لئے کسی صحابی کے شراب پینے کا ذکر پڑھ کر ہم فوراً یقین کرلیں گے کہ یہ حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ایسے ہی کسی صحابی کے خون پینے اور اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ

ڈانٹنے سے یقیناً یہی سمجھا جائے گا کہ یہ حرمت سے قبل کا واقعہ ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضور ﷺ کے وصال کے وقت نو سال کے تھے۔ ان کا واقعہ بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ ج ۲، ص ۳۱۰ پر نقل کیا ہے۔ تو کیا اس اعتراض میں حافظ ابن حجر کو بھی شریک کیا جائے گا یا نہیں؟ انہوں نے بچپن میں یہ حرکت کی۔ تو اگر حرمت سے پہلے کی بات ہے تو اعتراض ہی نہیں اور بعد میں کی تو اس جملہ میں ڈانٹ موجود ہے۔ جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو آگ نہیں چھو سکتی۔ مگر تیرے لئے بھی لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کو تجھ سے۔ وحید صاحب! اس قسم کے اعتراض کسی علمی بنیاد پر نہیں محض ضد پر مبنی ہیں۔ دیکھو حنفی کہتے ہیں کہ امام ناپاک ہو، غسل کئے بغیر نماز پڑھا دے یا بغیر وضو کے نماز پڑھا دے تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی۔ لیکن علامہ وحید الزمان ضد میں آکر یہ لکھ گئے کہ امام جنابت یا بے وضو ہونے کی حالت میں نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ (نزل الابرار ج ۱، ص ۱۰۱) اہل سنت کہتے ہیں کہ کافر کے پیچھے مسلمان کی نماز نہیں ہوتی، مگر وحید الزمان صاحب کہتے ہیں کہ ہو جاتی ہے۔

(نزل الابرار ج ۱، ص ۱۰۱)

فضلات :

وحید صاحب نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے تو تحریر کیا ہے کہ حضور ﷺ کے فضلات پیشاب، پاخانہ وغیرہ سب پاک ہیں۔ میں نے کہا فضلہ کا معنی بچا ہوا پھوک ہے۔ معدہ کھانے کو پکاتا ہے۔ اس میں اصل قوت جگر کھینچ لیتا ہے اور پھوک پاخانہ بن کر نکل جاتا ہے۔ یہ معدے کا فضلہ ہے۔ پھر جگر خون تیار کر کے دل کو دیتا ہے اور جو پھوک رہ جاتا ہے وہ پیشاب بن کر خارج ہو جاتا ہے۔ یہ جگر کا فضلہ ہے، پھر وہ خون ایک ایک رگ کو سٹیم مہیا کرتا ہے۔ اس خون سے جو فضلہ بچتا ہے وہ مسامات میں پسینے کی شکل میں خارج ہوتا ہے۔ پھر جو خون جزو بدن اور گوشت بن گیا اس کا پھوک

میل کچیل کی شکل میں مسامات کے ذریعے نکلتا ہے۔ لیکن یہ تو صراحتا ثابت ہے کہ عوام کے میل کچیل پر مکھی بیٹھتی ہے مگر آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور یہ بھی متفق علیہ حقیقت ہے کہ عوام کا پسینہ بدبودار ہوتا ہے مگر آنحضرت ﷺ کا پسینہ مبارک دنیا کی اعلیٰ ترین خوشبوؤں کو شرماتا تھا۔ آپ ﷺ کی نیند مبارک کو بھی نیند ہی کہا جاتا تھا مگر وہ نیند ہماری ہزار بیداریوں سے اعلیٰ و ارفع تھی۔ آپ ﷺ کا خواب بھی وحی ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی نیند مبارک سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔ تو جیسے آپ ﷺ کا پسینہ مبارک پسینہ ہی کہلاتا ہے مگر یہ کس نے کہا کہ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو عام انسانوں جیسا سمجھا جائے۔ وہ آپ ﷺ کے لئے پسینہ ہی تھا مگر عشاق کے لئے بہترین خوشبو۔ بادام روغن نکالنے کے بعد جو بادام کا فضلہ بچتا ہے وہ بادام کا تو فضلہ ہی ہے مگر بنولہ کہے کہ میرے فضلہ جیسا ہے تو کوئی عقل منداس کو تسلیم نہیں کرے گا۔ آنحضرت ﷺ بے شک انسان تھے لیکن آپ ﷺ کو جن خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا ان خصائص کا انکار کیوں کیا جائے؟ یاقوت بھی پتھر ہے؟ حجر اسود بھی ایک پتھر ہے' مگر یاقوت اس کا مقابلہ کہاں کر سکتا ہے' حجر اسود جنت سے آیا ہوا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت کے خواص رکھ دیئے ہیں' اسی لئے ان اجسام مطہرہ کو مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے۔ ان اجسام مطہرہ کا پسینہ مثل جنت کے پسینے کے خوشبودار بنا دیا گیا۔ اسی طرح دوسرے فضلات بھی اگر خصوصیت طہارت رکھتے ہوں تو اس میں کیا اشکال ہے۔

وحید صاحب میری یہ ساری باتیں ٹیپ کر کے لے گئے۔ دو دن بعد آئے اور کہنے لگے کہ جس طرح مطلوبہ احادیث وہ لوگ پیش نہیں کر سکے اسی طرح حقیقۃ الفقہ والے نے جو غلط حوالہ جات ہدایہ کے دیئے ہیں وہ بھی عربی ہدایہ سے نہیں دکھا سکے اور صلوۃ الرسول کے غلط حوالے بھی صحاح ستہ سے نہیں دکھا سکے' نہ ہی صلوۃ الرسول کی فضائل تو کجا احکام میں ضعیف احادیث پیش کرنے کا کوئی جواب ان کے پاس ہے اور مجھے

یقین ہوگیا ہے کہ اس فرقہ کا کوئی اصول نہیں۔ اس کی بنیاد صرف اور صرف اہل سنت والجماعت کی ضد پر ہے۔ آپ نے جو مسائل ان کے بتائے وہ ضد کا واضح ثبوت ہی ہیں۔ میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو چھوڑ کر جن کی صورت اور سیرت سے پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں نمایاں تھیں' جو خوف خدا کی دولت سے مالا مال تھے' جو حرام حلال کا امتیاز کرتے تھے' جن کا دن رات اس فکر میں گزرتا تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کسی طرح دنیا میں جاری ہو جائیں۔ میں ان چھوکروں کے پیچھے لگ گیا جن کے پلے میں بجز اکابر اہل اسلام پر بد زبانی کرنے اور ان کے خلاف بدگمانی پھیلانے اور مسلمانوں کو اکابر اہل اسلام سے متنفر کرنے کے کوئی کام نہیں ہے۔ اب میں تہہ دل سے توبہ کرتا ہوں کہ الحمدللہ مسلک حقہ اہل سنت والجماعت حنفی پر ہی قائم رہوں گا اور اس کے خلاف وسوسے پھیلانے والوں سے خود بھی خبردار رہوں گا اور دوسروں کو بھی خبردار کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے حق پر استقامت نصیب فرمائیں اور دین میں وسوسے ڈالنے والوں کے شر سے محفوظ فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ امابعد!

برادران اہل سنت والجماعت! جس طرح ہمیں اس بات کا مکمل یقین ہے اور پختہ ایمان ہے کہ ہمارے پاک پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں، اسی طرح ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ ہمارے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی (باقی) سب انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات کے صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں۔ اسی طرح ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی (باقی) تمام انبیاء علیہم السلام کے اہل بیت سے زیادہ شان والے ہیں۔ قرآن پاک سے ازواج مطہرات کا اہل بیت سے ہونا بالکل واضح ہے اور حدیث شریف سے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ کا اہل بیت ہونا بھی ثابت ہے۔ یہ چند سطور سیدنا امام حسینؓ کے بارہ میں ہیں۔

نسب مبارک :

سیدنا امام حسینؓ کا نسب اتنا اعلیٰ اور باعظمت ہے کہ ان کے حقیقی بہن بھائیوں کے سوا دنیا میں کسی کو بھی یہ برتری نصیب نہیں۔ آپ کے نانا مقصود کائنات، فخر موجودات سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

آپ کی نانی پاک ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ ؓ کو اللہ تعالیٰ عرش سے سلام بھیجتے ہیں اور ان کے لئے جنت کے بہترین محل کی بشارت دیتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ ؓ کے سر مبارک پر سیدة النساء اهل الجنة کا تاج آنحضرت ﷺ سجا رہے ہیں (بخاری، مسلم)۔ آپ کے والد ماجد حضرت علی ؓ کو آپ ﷺ حکمت کے گھر کا دروازہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے علی! تمہارا تعلق مجھ سے ایسا ہے جیسا موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کے ساتھ، مگر مجھ پر نبوت ختم ہو چکی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور فرمایا کہ علی ؓ سے منافق محبت نہیں کرتے اور مومن بغض نہیں رکھتے اور خود سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں (یعنی میری اولاد ہیں) اور مجھے حسین رضی اللہ عنہ سے خصوصی تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندہ سے محبت فرماتے ہیں جو حسین ؓ سے سچی محبت کرے اور فرمایا حسن ؓ اور حسین ؓ دونوں بھائی جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

پیدائش :

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "الاصابہ" میں یہ تحقیق فرمائی ہے کہ سیدنا حسین ؓ کی پیدائش ماہ شعبان ۴ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے آپ وصال نبوی ﷺ کے وقت چھ سال چھ ماہ اور بارہ دن کے تھے۔ آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت ام فضل ؓ جو رسول اقدس ﷺ کے چچا حضرت عباس ؓ کی اہلیہ ہیں اور جو حضرت خدیجہ ؓ کے بعد عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں، انہوں نے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے ان کا دل بہت متاثر ہوا۔ لہٰذا خواب سے بیدار ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: حضرت آج میں نے بہت خوفناک خواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا خواب ہے؟ عرض کیا حضرت! میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر سے ایک ٹکڑا قطع کیا

گیا اور وہ میری گود میں رکھ دیا گیا۔ خواب سناتے وقت ام فضل رض کا چہرہ بہت مرجھایا ہوا تھا' لیکن خواب سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔ فرمایا ام فضل! یہ تو بڑا مبارک خواب ہے۔ ان شاء اللہ فاطمہ رض کے ہاں لڑکا ہو گا جو تمہاری گوش میں پرورش پائے گا۔ چنانچہ اس خواب کے بعد سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رض کے ہاں سیدالشہداء حضرت امام حسین رض پیدا ہوئے (مشکوۃ) رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

ولادت کے بعد حضرت حسین رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ غایت شفقت و محبت سے تحنیک فرمائی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک میں کھجور چبا کر حضرت حسین رض کے تالو میں لگائی اور برکت کے لئے اپنا لعاب مبارک بھی ان کے منہ میں داخل فرمایا اور نام حسین رض تجویز فرمایا۔ پیدائش کے ساتویں دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی حضرت حسین رض کے سر کے بال اتروائے اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی اور ختنہ اور عقیقہ بھی اسی دن کیا گیا۔

صحابیت :

آپ رض کو صحابیت کا شرف بھی حاصل ہے' نہ صرف رویئت سے بلکہ روایت سے بھی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رض نے اپنے نانا پاک یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کی ہے۔ اپنے والد ماجد' اپنی والدہ ماجدہ' اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ اور حضرت عمر بن خطاب رض سے احادیث روایت فرمائی ہیں (تہذیب التہذیب ج ۲'ص ۳۴۵) ایک دو احادیث مبارکہ کا ترجمہ بطور تبرک لکھتا ہوں۔

(الف) آپ رض فرماتے ہیں کہ نانا پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو کسی مصیبت میں مبتلا کیا جائے' پھر اتفاق سے اس مصیبت کا خیال آجائے اور اس مصیبت کا

منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے اس وقت وہ شخص انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ ویسا ہی اجر عطا فرمائیں گے جیسے پہلے اس مصیبت کے وقت عطا فرمایا تھا۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۶)

(ب) نیز آپ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اسلام کا کمال یہ ہے کہ مسلمان ان باتوں کو چھوڑ دے جو لایعنی اور بے فائدہ ہوں۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۱۴۵) دوسری طرف حکیم فیض عالم خطیب اہل حدیث کا عقیدہ بھی پڑھ لیں۔ کہتا ہے حضرات حسنینؓ کو زمرہ صحابہؓ میں شمار کرنا صریحا سبائیت کی ترجمانی ہے یا اندھادھند تقلید کی خرابی۔ (سیدنا حسن بن علیؓ ص ۲۳)

حلیہ مبارک :

مثل مشہور ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" سیدنا حسینؓ سیرت اور صورت میں سرور کائنات ﷺ سے کمال مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضرت حسنؓ نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ نصف اعلیٰ میں سر مبارک سے لے کر سینہ مبارک تک بہت مشابہ تھے اور حضرت حسینؓ نصف اسفل میں سینہ مبارک سے قدم مبارک تک (آپ ﷺ کے) جسم مبارک کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے (ترمذی)

حضرت حسینؓ آنحضرت ﷺ کی نظر میں :

رسول اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "اے اللہ میں حسنؓ اور حسینؓ سے محبت کرتا ہوں' اے اللہ! آپ بھی ان دونوں کو اپنا محبوب بنا لیجئے اور ان لوگوں سے بھی محبت فرمایئے جو ان کے ساتھ سچی محبت رکھتے ہیں۔" (ترمذی) حضرت ام فضلؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور آپ ﷺ رو رہے ہیں۔ میں نے حیرت سے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو کیوں جاری

ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ابھی جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ میرے امتی میرے اس پیارے بیٹے کو شہید کر دیں گے۔ میں نے تعجب سے حضرت حسین ؓ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا کہ حسین ؓ کے ساتھ ہی یہ معاملہ پیش آئے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں حسین ؓ کے ساتھ ہی یہ معاملہ پیش آئے گا (بیہقی)۔ آہ! یہ بذریعہ وحی ملی ہوئی اطلاع پوری ہو کر رہی۔ جن اشقیاء کے اس فعل بد کی وجہ سے حضرت ﷺ کے آنسو گرے ان کی قسمت میں قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی رونا پیٹنا ہی لکھ دیا گیا۔

جنت کی سرداری :

حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ نے بڑھاپے کی حالت میں اس دنیا کو خیرباد کہنا تھا' اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام اگلے اور پچھلے سن رسیدہ جنتیوں کے سردار حضرت ابوبکر ؓ اور عمر ؓ ہوں گے (ترمذی) اور ان دونوں شہزادوں حضرات حسنین ؓ کی شہادت عالم جوانی میں مقدر تھی' اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ حسن ؓ اور حسین ؓ دونوں بھائی جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں (ترمذی)۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے فرمایا کہ جب حضرات شیخین ؓ جنت کے سن رسیدہ لوگوں کے سردار ہوں گے تو بات واضح ہے کہ وہ نوجوانان جنت کے بھی سردار شمار ہوں گے (مرقاۃ)۔

صحابہ کرام ؓ کی نظر میں :

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ حضرت حسین ؓ کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور خصوصی شفقت اور عنایت کا معاملہ فرماتے تھے۔ یہی طرز عمل ان کے ساتھ حضرت فاروق اعظم ؓ اور حضرت عثمان ؓ

کا تھا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۳۶) حضرت فاروق اعظم ؓ نے جب صحابہ کرام ؓ کے وظیفوں کے لئے فہرست مرتب فرمائی تو حضرات حسنین ؓ دونوں بھائیوں کا وظیفہ اہل بدر کے برابر پانچ پانچ ہزار سالانہ مقرر فرمایا۔ ایک مرتبہ یمن سے کچھ حُلّے حضرت عمر ؓ کے پاس آئے۔ حضرت فاروق اعظم ؓ نے حسب معمول ان کو مسلمانوں میں تقسیم فرمادیا مگر حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ کے بارہ میں فرمایا کہ یہ حلے ان کے شایان شان نہیں اور یمن میں آرڈر بھیجا کہ دو خصوصی حلے تیار کر کے بھیجیں، پھر وہ خصوصی حلے منگوا کر حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ کو عنایت فرمائے۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ حرم پاک میں خانہ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت حسین ؓ آتے ہوئے نظر آئے۔ حضرت حسین ؓ کے چہرہ انور کو دیکھ کر آپ نے والہانہ جذبے سے فرمایا کہ یہ حضرت حسین ؓ روئے زمین کے تمام انسانوں میں سے آسمانی مخلوق یعنی فرشتوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ حضرات حسنین ؓ کی سواری کی رکاب پکڑ کر ساتھ چلنے کو خدا کا بہت بڑا انعام سمجھتے تھے (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۸) سیدنا حسن ؓ کی مصالحت کے بعد جب حکومت مستقل حضرت معاویہ ؓ کو حاصل ہوگئی تو جب کبھی حضرت حسین ؓ اپنے بڑے بھائی حضرت حسن ؓ کے ساتھ سیدنا معاویہ ؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو حضرت معاویہ ؓ ان کا بہت اکرام فرماتے اور ان کی آمد پر "مرحبًا و اھلاً" کے کلمات سے اظہار مسرت فرماتے اور دونوں حضرات پر بہت ہی نوازش فرماتے (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۰)

امت کی نظر میں :

اہل حق اہل سنت والجماعت کے مسلک کی ترجمانی حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے "حضرت حسین ؓ بلاشبہ تمام مسلمانوں کے سردار ہیں اور علماء صحابہ ؓ کی مقدس جماعت میں داخل ہیں اور حضرت نبی کریم ﷺ کی

سب سے زیادہ محبوب صاحبزادی کے فرزند ہونے کی سعادت رکھتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نہایت درجہ عابد، زاہد، بہادر اور سخی تھے۔" (البدایہ ج ۸، ص ۱۵۱) ہم پختہ یقین رکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے مبارک دور کے بعد کوئی کتنا بڑا عالم، عابد، زاہد ہو جائے لیکن کسی صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ سیدنا حسینؓ بھی شرف صحابیت اور شرف اہل بیت سے متصف ہیں۔ لیکن روافض کے ہاں آج بھی ہر شخص (معاذاللہ) امام حسینؓ ہی نہیں بلکہ ان سے بڑھ کر درجہ پا سکتا ہے اور اس مقام پر پہنچنے کے لئے نہ قرآن پاک پر ایمان کی ضرورت ہے، نہ کثرت عبادت کی، نہ سخاوت کی فراوانی کی، نہ راہ خدا میں جسم و جان کی قربانی کی، بلکہ کہتے ہیں کہ جس نے ایک دفعہ متعہ کیا وہ حضرت حسنؓ کا درجہ پا گیا اور جس نے دو دفعہ متعہ کیا وہ امام حسینؓ کا درجہ پا گیا۔ اور جس نے تین دفعہ متعہ کیا وہ حضرت علیؓ کا درجہ پا گیا اور جس نے چار دفعہ متعہ کیا وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم مرتبہ ہو گیا (تفسیر منہج الصادقین ص ۳۵۶) اس کے ساتھ فیض عالم خطیب اہل حدیث جہلم کی تحقیق بھی پڑھ لیں۔ کہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ (حضرت حسینؓ) برسام کے مریض تھے اور اس مرض کے مریض اول تو مر جاتے ہیں، ورنہ پاگل ہو جاتے ہیں اور اگر بچ بھی نکلیں تو ان کی زبان لکنت آمیز ہو جاتی ہے اور ذہن کماحقہ سوچنے سمجھنے کی قوتوں سے محروم ہو جاتا ہے (خلافت راشدہ ص ۱۳۹) نیز لکھتا ہے سیدنا حسنؓ کی موت کے متعلق میں اپنی تالیفات "عترت رسول" اور "حسن بن علیؓ" میں دلائل سے ثابت کر چکا ہوں کہ کثرت جماع، ذیابیطس اور تپ محرقہ سے ہوئی۔ آپ کہاں شہید ہوئے تھے، آپ کو کس نے شہید کیا تھا۔ (خلافت راشدہ ص ۱۱۵)

حالات زندگی :

سیدنا حسینؓ جناب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق کے ساتھ روحانی

تعلق بھی نہایت درجہ کامل رکھتے تھے۔ آپ بڑے عابد' زاہد' شب زندہ دار ہونے کے ساتھ بہت بڑے مجاہد بھی تھے۔ کیوں نہ ہو آخر شیر کا بیٹا شیر ہی ہوتا ہے۔ اس مختصر تحریر میں آپ کے کن کن کمالات کا ذکر کروں۔

گل حسن تو بسیار اند و دامن نگاہ تنگ

آپ کے چند اشعار کا ترجمہ عرض کرتا ہوں جس سے آپ ؓ کے قلبی جذبات اور علو ہمت کا ایک اجمالی نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ فرماتے ہیں اگر یہ بات صحیح ہے کہ دنیا کی نعمتیں ایک نفیس چیز شمار ہوتی ہیں تو دار آخرت میں جو ثواب ملے گا وہ بہت اعلیٰ اور بہتر ہے اور چونکہ یہ تمام بدن انسانوں کے فنا کے لئے ہی بنائے گئے ہیں' لہٰذا انسان کا اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے فنا ہو جانا سب سے بہتر ہے' اور چونکہ تمام روزیاں اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادی ہیں لہٰذا انسان کو روزی کمانے میں مختصر سی کوشش کرنا ہی بہت مناسب ہے اور چونکہ سارے اموال جو جمع کرتا ہے آخر کار ان کو ایک دن چھوڑنا ہی ہے' پھر تعجب کی بات ہے کہ جو چیز چھوڑنی ہے اس میں انسان کیوں بخل کرتا ہے (البدایہ والنہایہ)

آنحضرت ﷺ اور حضرت صدیق اکبر ؓ کا زمانہ تو حضرت حسین ؓ کے بچپن کا زمانہ تھا۔ دور فاروقی میں آپ ؓ کی عسکری قابلیت کی وجہ سے حضرت فاروق اعظم ؓ نے اہل بدر کے برابر آپ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ دور عثمانی میں ۲۶ھ میں سیدنا حسین ؓ نے لشکر اسلام میں شریک ہو کر طرابلس کی فتح میں کارہائے نمایاں دکھائے۔ اس کے بعد افریقہ کی فتح میں بھی آپ برابر شریک رہے۔ (ابن اثیر) ۳۰ھ میں حضرت سعید بن العاص ؓ کے ساتھ مل کر طبرستان کو فتح فرمایا۔ بڑے خونریز معرکہ کے بعد جرجان فتح ہوا۔ ۳۴ھ میں باغیوں نے شہید مظلوم سیدنا عثمان ذی النورین ؓ کا گھیراؤ کیا تو آپ کے محافظ دستہ میں اس شیر دل شہزادے نے بھی اپنی خدمات وقف فرمادیں۔ سیدنا عثمان ؓ نے سختی سے اپنے محافظ دستہ کو پہل

کرنے سے منع فرما رکھا تھا' اس لئے آپ ؓ کی شہادت کا سانحہ ہائلہ پیش آگیا۔ رضی اللّٰہ عنه وارضاہ۔ انا للّٰہ وانا الیه راجعون۔ خلیفہ مظلوم کی شہادت کے بعد مہاجرین اور انصار نے سیدنا علی ؓ کو مجبور فرمایا کہ آپ خلافت قبول فرمائیں۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اجتمع علی بیعته المهاجرون والانصار (استیعاب)۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین ؓ حضرت علی ؓ کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں بھی شریک تھے۔ حضرت حسین ؓ نہایت درجہ باعظمت اور باوقار تھے اور ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کی فرمانبرداری کرتے رہے۔ (البدایہ ج ۸' ص ۱۵۰)

شہادت :

جب یزید بادشاہ بن بیٹھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اختلاف ہوا۔ مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں: لما حدث فی یزید ما حدث من الفسق اختلفت الصحابه ؓ حینئذ فی شانه۔ یعنی "جب یزید میں فسق و فجور ظاہر ہوا اس وقت صحابہ ؓ میں اس کے بارے میں اختلاف رائے ہوا۔" یاد رہے، اختلاف اس میں نہیں ہوا کہ یزید فاسق ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کا فسق اب محتاج بحث مسئلہ نہ تھا۔ اختلاف اس میں تھا کہ اس فاسق کے بارہ میں کیا طریق کار اختیار کیا جائے؟ پس صحابہ ؓ کی ایک جماعت یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کے فسق و فجور کی وجہ سے بیعت توڑنے کی قائل تھی، جن کے سربراہ حضرت حسین ؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ تھے۔ اور صحابہ کی دوسری جماعت خروج کی منکر تھی۔ اس لئے نہیں کہ ان کو یزید کے فاسق ہونے میں شک تھا' بلکہ اس لئے خروج سے منکر تھی کہ اس سے فتنہ اٹھے گا اور قتل و قتال ہوگا۔ پھر حالات بھی ایسے نہیں کہ یہ دعوت پوری ہو۔ صحابہ کرام ؓ کی اس جماعت نے

اسی فتنہ و فساد کے خوف سے یزید کے خلاف خروج سے احتراز کیا اور یہ صحابہ کرامؓ یزید کی ہدایت اور اس سے مسلمانوں کی نجات کے لئے دعا کرنے میں مشغول ہوگئے۔ ان صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے حضرت حسینؓ کو بھی مشورہ دیا کہ آپ خروج نہ فرمائیں۔ مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید فاسق نہیں' بلکہ یہ کہہ کر کہ جن اہل کوفہ پر آپ بھروسہ کر رہے ہیں وہ منافق ہیں۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں: "یہ سب حضرات (دونوں فریق) مجتہد تھے۔ ان میں کسی پر نکیر کرنا جائز نہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ان سب حضرات کا نصب العین صرف نیکی اور حق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اقتداء کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔

سیدنا امام حسینؓ کے اس خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور تھا اور ان کی تحریک کی بنیاد خلافت عادلہ کا قیام تھا۔ وہ خدانخواستہ ایک غیر اسلامی چیز یعنی نسلی تعصب کی بناء پر مدعی خلافت نہ تھے۔ یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمانوں میں فتنہ فساد سے بہت ڈرتے تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ محدث لکھتے ہیں: "اصحاب بدر میں سے کچھ صحابہؓ شہادت عثمانؓ کے بعد اپنے گھروں میں ایسے بیٹھے کہ پھر وہ اپنی قبروں کی طرف ہی گھروں سے نکلے۔" (البدایہ ج ۷' ص ۲۵۴) خود عباسی بھی اتمام الوفا کے حوالہ سے لکھتا ہے: "اس زمانہ میں صحابہؓ کی کثیر تعداد حجاز' شام' بصرہ' کوفہ' مصر میں موجود تھی۔ ان میں سے کوئی بھی یزید کے خلاف نہ خود کھڑا ہوا نہ حسینؓ کے ساتھ اور نہ انہوں نے یزید کے ساتھ ہو کر قتال کیا بلکہ اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے" (تحقیق مزید ص ۲) صاف معلوم ہوا کہ جو صحابہؓ یزید سے نہیں لڑے وہ بھی یزید کو فتنہ ہی سمجھتے تھے۔ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ کسی ایک صحابی نے بھی سیدنا حسینؓ کو اس خروج میں گناہ گار قرار نہ دیا (ص ۱۸۰) مورخ ابن خلدون یہ بھی لکھتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ ان میں یہ اہلیت جیسی وہ

سمجھتے تھے ویسی ہی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی۔ (ص۱۸۱) نیز فرماتے ہیں کہ دوسرے صحابہ کرامؓ شیعان کوفہ کو منافق جانتے تھے' اس لئے ان کو ذی شوکت نہیں مانتے تھے۔ امام حسینؓ ان کو قوت سمجھتے تھے۔ اس بارہ میں دوسرے صحابہ کرامؓ کا اندازہ صحیح نکلا اور سیدنا حسینؓ کا اندازہ صحیح نہ نکلا۔ لیکن یاد رہے کہ یہ ایک دنیوی امر میں اندازہ کی غلطی تھی جس سے دین میں کوئی نقصان نہیں (ص۱۸۱) اور یہ طے شدہ بات ہے کہ مجتہد اگر معصوم نہیں ہوتا تو مطعون بھی نہیں ہوتا۔ وہ ہر حال میں ماجور ہوتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حضرت حسینؓ سے یزید کا قتال اس کی ان حرکتوں میں سے ایک حرکت ہے جو اس کے فسق کو اور پختہ کردیتی ہے۔ ہاں حضرت حسینؓ شہید تھے۔ اللہ کی طرف سے اجر و ثواب کے مستحق ہوئے۔ وہ برحق تھے اور اپنے اجتہاد پر عامل۔ (ص۱۸۰)

حالات و واقعات :

یزید جب بادشاہ بنا تو اس نے پہلا اعلان یہ کیا کہ حضرت معاویہؓ مسلمانوں کو بحری جہاد پر بھیجتے تھے۔ میں کسی مسلمان کو بحری جہاد پر نہ بھیجوں گا۔ اور حضرت معاویہؓ تمہیں روم (کے کافروں) سے جہاد کے لئے بھیجتے تھے' میں تمہیں بالکل نہیں بھیجوں گا اور حضرت معاویہؓ تمہیں وظیفہ تین قسطوں میں دیتے تھے' میں یک مشت دوں گا۔ (البدایہ ج۸'ص۱۴۶)

یعنی اب کافروں سے جہاد بند کردیا گیا۔ اس کے بعد پہلا خط اس نے گورنر مدینہ کو یہ لکھا: خذ حسینًا وعبداللّٰہ بن عمر و عبداللہ بن الزبیر بالبیعۃ اخذًا شدیدًا لیست فیہ رخصۃ حتٰی یبایعوا .... والسلام۔ یعنی فوری طور پر حسینؓ' عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کرلو اور گرفتار کرکے شدید سختی کرو۔ ذرہ بھر رعایت نہ کرو جب تک بیعت نہ کرلیں۔ (البدایہ ج۸'ص۱۴۹)

کتنے ظلم کی بات ہے کہ یزید نے کافروں سے جہاد ختم کردیا۔ اس کے چار سالہ بادشاہی کے دور میں اس کی فوج کے ہاتھوں کسی کافر کی نکسیر تک نہ پھوٹی۔ مگر اہل بیت رسول کو خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ اہل مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک حرم مدینہ کو لوٹ مار اور قتل و غارت کے لئے حلال قرار دیا گیا۔ حرم مکہ بھی اس حملہ سے محفوظ نہ رہا۔ اس کی بادشاہی میں یہودی اور ہر قسم کے کافر بھی بستے تھے، مگر پورے چار سالہ دور میں کسی ایک کافر کی گرفتاری کا اتنا سخت آرڈر نہیں دیا گیا جس قدر سخت آرڈر نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول کی گرفتاری کا دیا گیا۔ اس کی پوری بادشاہی میں کافروں کو امن تھا مگر نوجوانان جنت کے سردار کے لئے کوئی امن نہیں تھا۔ چنانچہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ گرفتاری سے بچنے کے لئے مدینہ منورہ سے حرم مکہ میں پناہ گزین ہوئے، مگر یزید کے گماشتوں نے وہاں بھی آپ کا رہنا دوبھر کردیا تو آپ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر خواب میں آپ کو شہادت کی بشارت دے دی گئی۔ چنانچہ آپ دس محرم کو یزید کی ظالم فوج کے ہاتھوں شہید کردیئے گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ آپ آخر دم تک صبر و سکون پر قائم رہے۔ شیعہ کی کتاب انارۃ البصائر ص ۲۹۷ پر ہے کہ جناب سید الشہداء نے اپنی شہادت سے قبل اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو فرمایا اے میری بہن جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت و مفارقت پر صبر کرو۔ پس میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا۔ تم فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کے وصال کی مصیبت پر صبر فرمایا تھا، اسی طرح تم بھی میری موت پر صبر کرنا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی نصیحت پر عمل فرمایا۔ جب شیعان کوفہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا تو پھر خود ہی آپ رضی اللہ عنہ پر ماتم اور سینہ کوبی شروع کردی۔ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان شیعوں کا ماتم اور رونا پیٹنا دیکھا تو فرمایا بعد حمد و صلوۃ کے اے اہل کوفہ! اب تم روتے ہو اور

ماتم کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے پھرو، تم بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو۔ (اخبار ماتم ص ۸۰۵) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یہ دعا ان کے حق میں ایسی قبول ہوئی کہ نہ صرف قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد تک بھی رونا پیٹنا، ماتم اور سینہ کوبی ہی ان کا مقدر بن گیا۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کا موقف

اپنے پیر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ہر　کہ　بدگفت　خواجہ　مارا
ہست　او　بیگماں　یزید　پلید

(سواطع الالہام ص ۱۰۳)

ایک عدالتی بیان میں آپ نے فرمایا کہ "کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا۔" (مقدمات امیر شریعت ص ۲۵۷)

ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ سے کہا سید کوئی بھی ہو، اندر سے آدھا شیعہ ہوتا ہے۔ شاہ جی نے قہقہہ لگایا۔ پھر فرمایا مگر تمہیں یہ معلوم نہیں کہ جو سنی ہوتے ہوئے اندر سے سادات کا دشمن ہو وہ پورا یزید ہوتا ہے (ہمارے دور کے چند علمائے حق، ص ۱۸۴، از سید محمد امین گیلانی)

ایک تقریر میں ارشاد فرمایا: "حسین جو لوائے حق کو اونچا کر رہا تھا اس کے ساتھ گھر کے بہترین نفوس تھے، جن میں چھ برس کے بالے بھی تھے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنے نانا کی گدی پر اس شخص کو دیکھنا نہیں چاہتا جو اس گدی کی بے حرمتی کا باعث ہو...... نیز فرمایا...... اسلامی تاریخ کا یہ سب سے بڑا سانحہ ہمیں بتاتا ہے کہ اصل چیز حق ہے جو اقلیت میں رہ کر بھی حق ہی رہتا ہے اور باطل اکثریت کی ہمنوائی کے باوجود بھی باطل ہی کہلاتا ہے۔

(نوادرات امیر شریعت ص ۶۱، ۶۲ سید منظور احمد شاہ حجازی)

کھلا خط بنام

مولوی ضیاء الرحمٰن صدیقی ہزاروی

(دربارۂ یزید)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم مولوی ضیاء الرحمن صدیقی ہزاروی سلمہ اللہ تعالیٰ

شریک دورہ حدیث جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۱۵ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! محبت نامہ ملا۔ آپ نے چند باتیں پوچھی ہیں

(۱) کہ میں نے یزید کے بارہ میں جو خط لکھا ہے اس میں مدار کار شیعوں کی کتابوں پر رکھا ہے۔ یہ بات اگر کسی نے جہالت سے کہی ہے تو اس کو توبہ کرنی چاہئے اور اگر شرارت سے کہی ہے تو ایسا شخص ضال اور مضل ہے۔ اس سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانا واجب ہے۔ میں نے مسئلہ کا مدار اکابر اہل سنت والجماعت کی کتابوں پر رکھا ہے۔

(۲) یہ کہ میری پیش کردہ روایات کے اکثر راوی شیعہ ہیں اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ یہ بات بھی صحیح نہیں اور ایک اہم بات کا دھیان نہیں رکھا گیا وہ یہ ہے کہ ہر فن کی کتابوں میں بعض الفاظ اصطلاحی ہوتے ہیں۔ ان الفاظ کا معنی ان اہل فن کے مطابق لینا چاہئے نہ کہ جو آپ کے خیال میں آئے۔ اسلاف کی کتابوں میں شیعہ کا لفظ ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

کو حضرت عثمانؓ سے افضل جانتے ہیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے افضل اور خلیفہ برحق مانے۔ سب صحابہؓ کو مانے۔ ہاں اگر کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخینؓ سے بھی افضل کہے اور صحابہ کرامؓ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق چھیننے والا کہے تو اس کو اسماء الرجال والے رافضی یا رافضی خبیث کہتے ہیں۔ آجکل ہمارے عرف میں شیعہ رافضی کو کہتے ہیں' لیکن اسماء الرجال میں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کہے وہ "شیعہ عثمانؓ یا عثمانی" اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل کہے اسے "علوی یا شیعہ علیؓ" کہتے تھے۔ صحیح بخاری ص ۴۳۳' ج ۱ پر اسی معنی میں عثمانی اور علوی کا لفظ ملتا ہے۔ بخاری شریف کے کئی راوی اس معنی میں شیعہ ہیں اور صحیح مسلم کے بارہ میں تو بعض نے یہاں تک فرمایا ہے کہ کتاب مسلم ملان من الشیعة۔

(۳) ایک اور فرق: قرآن پاک کے ایک لفظ کا ثبوت جس تواتر سے ہے سنت کا اس طرح نہیں۔ پھر احکام کی احادیث کی صحت کے لئے جو شرائط ہیں فضائل کے لئے نہیں اور تاریخ کے لئے تو سرے سے عدالت بھی شرط نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج۔ تو جب تاریخ کے واقعات کی روایات کفار تک سے لی جاتی ہیں تو یہاں یہ بحث چھیڑنا کس قدر غلط ہے۔ ہاں اصولی طور پر تاریخی باتیں تین قسم کی ہوں گی: (۱) جن کو ہمارے عقائد کے موافق پاکر ہمارے اکابر نے قبول فرمالیا وہ مقبول ہیں۔ (۲) جن کو عقائد اہل سنت سے متصادم پاکر اکابر نے رد کردیا وہ مردود ہیں۔ (۳) جن کا ہمارے عقائد وغیرہ سے نہ تصادم ہے نہ تعاون' وہ بحیثیت تاریخ کے اکابر نے قبول کرلیں تو ان کو لے لیا جائے گا۔ بہرحال ان کے رد و قبول کا کام اکابر کرچکے ہیں۔ ہمیں کسی نئی پریشانی کی ضرورت نہیں رہی۔

(۴) آپ نے ابو مخنف کے بارہ میں لسان المیزان کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسماء الرجال کی کتابوں میں جو جرح کی جاتی ہے وہ یہ بتانے کے لئے کہ یہ احکام حلال و حرام کے بارہ میں احادیث روایت کرنے کے

قابل نہیں، اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ کسی اور فن میں بھی قابل اعتماد نہیں۔ دیکھئے قاری حفص رحمہ اللہ کو محدثین نے ضعیف بلکہ کذاب تک لکھ دیا ہے، مگر اس سے ان کی قراءت پر قرآن پاک کی تلاوت تو ناجائز نہیں ہوئی۔ امام غزالی، ابو طالب مکی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ کو نقل احادیث میں میزان الاعتدال میں ناقابل اعتماد قرار دیا ہے مگر تصوف کے تو وہ امام ہیں۔ اس میں ان سے استفادہ منع نہیں ہے۔ کتنے فقہاء کرام کو نقل حدیث میں اسماء الرجال والوں نے ناقابل اعتماد قرار دیا ہے، مگر مسائل فقہ میں آج تک ان کا فتویٰ چلتا ہے۔ محمد بن اسحاق کو احادیث حلال حرام کی روایت میں کذاب دجال تک کہا گیا ہے، لیکن تاریخ اور مغازی کے وہ امام ہیں۔ بالکل یہی حال ابو مخنف کا ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابو مخنف لوط بن یحیٰی وقد کان شیعیا وھو ضعیف الحدیث عندالائمۃ ولکنہ اخباری حافظ عندہ من ھذہ الاشیاء مالیس عند غیرہ ولھذا یترامی علیہ کثیر من المصنفین فی ھذا الشان ممن بعدہ واللہ اعلم" (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲) ہم بھی اسے محدث یا مفتی نہیں مانتے، مورخ مانتے ہیں۔

(۵) زندہ قومیں اپنی تاریخ کا انکار نہیں کیا کرتیں۔ یہ منکرین کی ایک گہری سازش ہے۔ انہوں نے پہلے براہ راست سنت کا انکار کرانا چاہا لیکن جمہور اہل اسلام ان کے قبضہ میں نہ آئے، اس لئے انہوں نے ایک قدم پیچھے ہٹالیا کہ پہلے تاریخ کا انکار کراؤ، کیونکہ احادیث کی صحت و ضعف کی پرکھ احوال رُواۃ پر مبنی ہے جو تاریخ ہے۔ تاریخ کے انکار سے احادیث کا انکار خود بخود ہو جائے گا، پھر قرآن پاک کی من مانی تشریحات کا ہر ملحد اور بے دین کو حق مل جائے گا۔ تاریخ کا انکار کرانے کے لئے منکرین حدیث نے اسی حربے سے کام لیا کہ مورخین کی اکثریت شیعوں کی ہے۔ تاریخ کا بڑا ماخذ طبری تھی، اس کو شیعہ مشہور کر دیا گیا۔ بعض لوگوں نے اندھا دھند اسے قبول کرلیا، جس سے منکرین حدیث کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اب انہوں نے حدیث کے امام زہری کو شیعہ ثابت

کرنے پر سارا زور لگا دیا۔ پہلے تو لوگوں کو یہ بتایا کہ حدیث قرطاس کا راوی زہری ہے' قصہ فدک کا راوی زہری ہے' بخاری سے جتنی روایات شیعہ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں ان میں سے اکثر کا راوی زہری ہے۔ چنانچہ بعض جذباتی لوگوں نے اس بات کو بھی مان لیا۔ بڑے خوش ہوئے کہ بہت بڑی تحقیق ہو گئی ہے۔ جب صحیح بخاری ہی ناقابل اعتماد ہو گئی تو تاریخ کا دفاع کون کرے گا۔ لیکن اب جب تمنا عمادی کی کتابیں جمع القرآن اور اعجاز القرآن سامنے آئیں' اس میں اس نے بتایا کہ یہ جو بخاری کی احادیث میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جامع القرآن ہیں' ان حدیثوں کا مرکزی راوی بھی زہری ہے اور وہ شیعہ ہے۔ یہ جمع قرآن کا افسانہ شیعوں نے گھڑا' زہری نے پھیلایا اور بخاری نے اس کو قبول کر کے صحیح بخاری میں لے لیا۔ اب منکرین حدیث ان کے جامع قرآن ہونے کا بھی انکار کر رہے ہیں۔ اسدی صاحب حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کر رہے ہیں اور یہی کہہ رہے ہیں کہ حیات مسیح کی دو اعلیٰ ترین حدیثیں جو بخاری میں ہیں ان دونوں کا راوی زہری ہے اور وہ شیعہ ہے۔ اس لئے حیات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ غلط ہے' شیعوں کا گھڑا ہوا ہے۔ امام مہدی کے بارہ میں ساری احادیث بھی اس کے نزدیک شیعہ کی گھڑی ہوئی ہیں۔

میں نے ایک اس کے چیلے سے پوچھا کہ تو نماز کیسے پڑھتا ہے؟ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرتا ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اس کا راوی تو زہری ہے (بخاری ص ۱۰۲' ج ۱) میں نے پوچھا نماز میں سورت فاتحہ پڑھتا ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اس کا راوی تو زہری ہے (بخاری ص ۱۰۴' ج ۱) میں نے پوچھا تو سجدوں کو جاتے اور سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر کہتا ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اس کا راوی تو زہری ہے (بخاری ص ۱۱۰' ج ۱) اب تو وہ بہت گھبرایا۔ پھر میں نے اسے سمجھایا کہ جس راستے پر آپ کو منکرین حدیث اور ان کے ایجنٹوں' خارجیوں اور یزیدیوں نے لگا دیا ہے اس کی آخری منزل اسلام کو ہی سلام کرنا ہے۔ بہرحال یہ سارا جال منکرین حدیث کا تنا ہوا ہے۔ یہ تو بے چارے ان کے ایجنٹ ہیں۔ کلمہ نبی پاک کا پڑھتے ہیں اور ایجنٹی منکرین حدیث کی

کرتے ہیں۔

یزید کے ہاتھ میں ہاتھ :

آپ نے لکھا ہے: "ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت! تو خدا کی قسم یہ بات میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔ ہاں اگر باعزت طریقہ سے معاملہ ختم مقصود ہے تو پھر مدینہ کو واپسی یا سرحد پر چلے جانے کے علاوہ تیسری صورت یہ ہے کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو' تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔ پھر وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے گا فیصلہ خود کرے گا (البدایہ والنہایہ ص۱۷۰' ج۸) اور یا میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ میں رکھ دوں تو وہ میرے اور اپنے بارے میں جو مناسب رائے ہو قائم کرے گا۔ (طبری ص۲۳۵' ج۶) اب میں آپ کے سامنے اصل عربی عبارت رکھ دیتا ہوں' یہ آپ تلاش کردیں کہ آپ کی تحریر کس عبارت کا ترجمہ ہے۔ (۱) حانی بن ثبیت الحضرمی جو عمرو بن سعد اور امام حسینؓ کی گفتگو کے درمیان امام حسینؓ کے نمائندہ تھے' فرماتے ہیں کہ کافی رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں: حتٰی ذھب من اللیل ھنیع ثم انصرف کل واحد منھما الی عسکرہ باصحابہ وتحدث الناس فیما بینھما ظنًا یظنونہ ان حُسینًا قال لعمرو بن سعد اخرج معی الٰی یزید بن معاویہؓ وندع العسکرین (طبری ص۲۳۴' ج۴) فتکلما طویلاً حتٰی ذھب ھنیع من اللیل' ولم یدر احد ما قالا' ولکن ظن بعض الناس انہ سالہ ان یذھب معہ الی یزید بن معاویہؓ الی الشام ویترکا العسکرین متواقفین (البدایہ والنہایہ ص۱۷۷' ج۸) یہ سارا قصہ ۲ محرم جمعرات کا ہے (البدیہ ص۱۷۶' ج۸) ۱۰ محرم جمعہ کو جب قیس بن الاشعث نے کہا کہ آپ ابن زیاد کی بات مان لیں تو فرمایا :

لا واللہ ولا اعطیھم بیدی عطاء الاصل ولا اقر اقرار العبید عباد اللہ انی عذت بربی وربکم ان ترجمون۔ اعوذ بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب۔ (الکامل ص۵۳' ج۴)

(۲) **عقبہ بن سمعان کی روایت:** قال لقد صحبت الحسین ؓ من مکة الی حین قتل واللّٰہ ما من کلمة قالها فی موطن الا وقد سمعتها' وانه لم یسال ان یذهب الی یزید فیضع یده الی یده ولا ان یذهب الی الثغور' من ثغر ولکن طلب منهم احدا مرین' اما ان یرجع من حیث جاء' واما ان یدعوه یذهب فی الارض العریضة حتّٰی ینظر ما یصیر امر الناس الیه (**البدایہ ص۱۷۷' ج۸۔ طبری ص ۳۱۳' ج۴**)

(۳) **عمار دہنی شیعہ کی روایت:** قال له الحسین ؓ: اختر واحدةً من ثلاث' اما ان تدعونی فانصرف من حیث جئت واما ان تدعونی فاذهب الی یزید' واما ان تدعونی فالحق بالثغور فقبل ذٰلک عمر' فکتب الیه عبیداللّٰہ بن زیاد لا ولا کرامة حتّٰی یضع یده فی یدی' فقال الحسین ؓ: لا واللّٰہ لا یکون ذالک ابدًا' فقاتله فقتل اصحاب الحسین ؓ کلهم وفیهم بضعة عشر شابا من اهل بیته (**البدایہ والنہایہ ص۱۹۹' ج۸' طبری ص ۲۹۲' ج۴**)۔

(۴) جس کا راوی ابومخنف ہے (**شیعی محترق**) اس کا استاد مجالد بن سعید ہے کذاب (**الجرح والتعدیل ص۳۶۱' ج۶**) اور الصعقب بن زبیر (**شیخ**) لیس بمشہور (**الجرح والتعدیل ص۲۵۵' ج۲**) سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ حسین ؓ اور عمر بن سعد کے دو تین مرتبہ تنہائی میں مذاکرات ہوئے تو عمر بن سعد نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ کی آگ کو بجھادیا ہے اور اتفاق ہوگیا ہے۔ حسین ؓ نے مجھے کہا ہے کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس چلا جاتا ہوں یا کہیں سرحدوں کی طرف چلا جاتا ہوں' یا یہ کہ ان یاتی یزید امیرالمومنین فیضع یده فی یده فیَری فیما بینه وبینه رایه (**طبری ج۴' ص ۳۱۳**)

یہ آپ کے سامنے چاروں روایات ہیں۔ دوسری روایت میں شدید انکار ہے کہ

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دوں گا اور پہلی روایت میں تصریح ہے کہ لوگوں نے محض اپنے ظن اور خیال سے یہ بات پھیلا دی ہے۔ کسی نے یہ بات حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے سنی نہیں اور آپ بھی جانتے ہیں: ان الظن لا یغنی من الحق شیئًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی کوئی سند صحیح یا حسن نہیں ہے۔ شیخ محمد الخضری المصری فرماتے ہیں: ولیس بصحیح انه عرض علیهم ان یضع یده فی ید یزید (محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ص۱۲۸) آپ کوئی صحیح سند اس کی پیش فرمائیں اور یہ بھی فرمائیں کہ آپ نے البدایہ والنہایہ کی طرف جو عبارت منسوب کی ہے وہ البدایہ والنہایہ کی کس عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اچھی طرح ذہن نشین کریں کہ بیان کرنے والوں نے محض ظن سے بیان کیا ہے اور رد کرنے والے نے پورے یقین سے اس بات کو رد کیا ہے۔

آپ نے جو روایت بحوالہ طبری نقل فرمائی ہے اس کا حال نمبر۴ میں آپ دیکھ چکے ہیں جو البدایہ کے حوالہ سے لکھی ہے۔ اس نے بھی طبری سے ہی لی ہے۔ اگر طبری ناقابل اعتماد ہے تو جناب نے اس کی روایات کیوں نقل فرمائیں۔ طبری سے جو روایت آپ نے نقل کی ہے اس کا راوی ابومخنف ہی ہے اور ساتھ اور کتنے اس سند میں خوابیدہ ہیں نمبر۴ دیکھ لو۔

ایک اعجوبہ :

آپ نے لکھا ہے کہ ابومخنف طبری کی پیدائش سے ۵۵ سال پہلے فوت ہو چکا تھا۔ براہ راست سماع بھی نہیں۔ جناب آپ نے لسان المیزان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابومخنف کا تعارف یوں کرایا ہے: ابومخنف دوسری صدی کا آدمی ہے اور ابن حجر نویں صدی کا جو سات سو سال بعد ہوا۔ اس کا سماع ثابت ہے نہ ہی ابن حجر کا براہ راست سماع دارقطنی سے' نہ ابوحاتم سے' نہ عقیلی سے۔ اگر کہو کہ ابن حجر نے پہلوں کی کتابوں سے حوالہ لیا ہے تو طبری ابومخنف کی کتاب سے کیوں نہیں لے سکتا۔

یزید کا پہلا حکم :

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر یزید نے پہلا حکم نامہ گورنر مدینہ کو لکھا:
و کتب الیہ فی صحیفۃ کانہا اذن الفارۃ: اما بعد فخذ حسین رضی اللہ عنہ وعبداللّٰہ بن عمر رضی اللہ عنہ وعبداللّٰہ بن الزبیر بالبیعۃ اخذاً شدیداً لیست فیہ رخصۃ والسلام (البدایہ والنہایہ ص۱۴۹، ج۸۔ ابن اثیر ص۲۶۹، ج۲۔ طبری ص۲۵۰، ج۴) یعنی بیعت کے سلسلہ میں حسین رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پوری سختی سے پکڑو اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کرلیں انہیں رخصت نہ ملنے پائے۔ (والسلام)۔

دوسرا حکم :

علیك بالحسین بن علی رضی اللہ عنہ و عبداللّٰہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ فابعث الیہما الساعۃ فان بایعا والا فاضرب اعناقہما قبل ان یعلن الخبر (الاخبار الطوال ص۲۲۷، ابو حنیفہ دینوری) تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلوالو۔ اگر وہ دونوں بیعت کرلیں تو خیر، ورنہ دونوں کی گردنیں ماردو۔ یہ کام معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کے اعلان سے پہلے پہلے ہوجانا چاہئے۔

دارالامارت میں :

چنانچہ یہ دونوں حکم جب گورنر کو پہنچے تو فوراً حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دارالامارت میں بلایا گیا اور ان دونوں سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ بیعت اس طرح چھپ کر نہیں لی جایا کرتی۔ مروان نے گورنر ولید کو کہا: تخرجہ حتّٰی یبایع والا ضربت عنقہ۔ ان کو نکلنے نہ دینا۔ یہ بیعت کریں، ورنہ ان کی گردن ماردے۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور مروان میں تلخ کلامی ہوگئی۔ ولید نے کہا: ”اے مروان! اللہ کی قسم مجھے ساری دنیا بھی دی جائے تو میں حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کروں گا۔ سبحان اللہ! میں حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت نہ کرنے پر قتل کروں۔ خدا کی قسم! میرا یقین ہے

کہ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے کی ترازو قیامت کو ہلکی ہوگی" (اس آیت کی طرف اشارہ کیا: واما من خفت موازینہ فامہ ھاویہ) حضرت حسین رضی اللہ عنہ بغیر بیعت کئے نکل گئے اور یزید نے گورنر کو اس حکم (قتل) میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے معزول کردیا (البدایہ والنہایہ ص۱۵۰،۱۵۱، ج۸۔ طبری ص۲۵۱،۲۵۲، ج۴۔ الکامل لابن الاثیر ص۵۳۰، ج۲)

ان حوالہ جات کو پڑھ کر اپنی اس عبارت پر غور کریں: "یزید کے بارے میں کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ اس نے کسی شخص کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کا حکم دیا ہو یا قتل حسین رضی اللہ عنہ پر رضامندی ظاہر کی ہو۔"

والحق ان رضاء یزید بقتل الحسین رضی اللہ عنہ واستبشارہ بذالک واھانتہ اھل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احاداً فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلٰی انصارہ واعوانہ (شرح عقائد نسفی)

مکہ مکرمہ میں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں پناہ لی، لیکن وہاں بھی ان کے لئے امان نہ تھی۔ اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا ارادہ فرمالیا تو یزید نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دھمکی آمیز خط لکھا جس میں قتل تک کی دھمکی تھی۔ یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے ان سوف یتر ککم ماتدعون بھا قتلی تھادا کم العقبان الرخم۔ چنانچہ یہ خط پڑھ کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: واللہ انی لاظنک ستقتل غدا بین نسائک وبناتک کما قتل عثمان بین نساءہ وبناتہ۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لان اقتل بمکان کذا و کذا احب الی من ان اقتل بمکۃ وتستحل بی' قال فبکی ابن عباس (البدایہ ص۱۶۶، ج۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ ان کو شہید کرنے کے

لئے حرم پاک کی حرمت کو بھی بالائے طاق رکھ دیا جائے گا۔

یزید کا خط :

جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے تو یزید نے ابن زیاد کو لکھا: "وفی روایة ان یزید کتب الٰی ابن زیاد: قد بلغنی ان الحسین رضی اللہ عنہ قد توجه الی نحو العراق فضع المناظر والمسالح' واحترس واحبس علی الظنة وخذ علی التهمة غیر ان لا تقتل الا من قاتلك' واکتب الیَّ فی کل ما یحدث من خبر والسلام (البدایہ والنہایہ ص ۱۶۷' ج ۸) اس روایت کا راوی نامعلوم ہے۔

یزید کا اشارہ :

عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ہم سفر مسافر بن شریح الکندی کو بتایا: اما قتلی الحسین رضی اللہ عنہ فانه اشار الیَّ یزید بقتله او قتلی فاخترت قتله (الکامل ص ۶۱۲' ج ۲۔ طبری ص ۴۰۲' ج ۴) اور جب یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا کہ وہ حرم مکہ میں ابن زبیر پر حملہ کرے تو ابن زیاد نے کہا: لا اجمعهما للفاسق ابداً اقتل ابن بنت رسول اللہ ﷺ واغزوا البیت (طبری ج ۴' ص ۳۷۱)

یزید کا رونا :

آپ نے لکھا ہے کہ یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو دیکھ کر رو پڑا۔ اس پر آپ نے الاصابہ ص ۹۰' ج ۱ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر مجھے الاصابہ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حالات میں یہ عبارت نہیں ملی۔ البتہ طبری ص ۳۵۲' ج ۴ پر یہ روایت ہے۔ مگر اس کا راوی آپ کا ممدوح ابو مخنف ہی ہے۔ اولاً تو روایت ہی صحیح نہیں' پھر برادران یوسف کی طرح رونے سے اب کیا فائدہ؟

آئے تربت پہ مری' روئے' کیا یاد مجھے
خاک اڑانے لگے جب کر چکے برباد مجھے

امام زین العابدین رحمہ اللہ سے گفتگو :

جب سیدنا حسین ؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے ابن زیاد پر لعنت کی۔ پھر امام زین العابدین رحمہ اللہ سے مخاطب ہوا: یا علی ان اباك الذی قطع رحمی وجهل حقی ونازعنی سلطانی فصنع الله به ما قد رایت فقال علی ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراها فقال یزید لابنه خالد اردد علیه فما دری خالد ما یرد علیه فقال له یزید قل ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر (طبری ص ۳۵۲، ج ۴) کیا ایسے موقع پر یہ بکواس ندامت کی دلیل ہے یا تکبر اور رعونت کی۔

حضرت فاطمہ ؓ و سکینہ ؓ :

ثم ادخل نساء الحسین ؓ علیه والراس بین یدیه فجعلت فاطمة وسکینة ابنتا الحسین ؓ تتطاولان لتنظرا الی الراس وجعل یزید یتطاول لیستر عنهما الراس فلما راینا الراس صحن فصاح نساء یزید و اول بنات معاویه ؓ فقالت فاطمة بنت الحسین ؓ وکانت اکبر من سکینة ابنات رسول الله سبایا یا یزید؟ فقال یا ابنة اخی انا لهذا کنت اکره۔ قالت والله ما ترك لنا خرص فقال ما اتی الیکن اعظم مما اخذ منکن۔ فقام رجل من اهل الشام فقال هب لی هذه یعنی فاطمه فاخذت بثیاب اختها زینب وکانت اکبر منها فقالت زینب کذبت ولومت وما ذالك لك ولا له۔ فغضب یزید وقال کذبت والله ان ذالك لی ولو شئت ان افعله لفعلته قالت کلا والله ما جعل الله لك ذالك الا ان تخرج من ملتنا وتدین بغیر دیننا فغضب یزید واستطار ثم قال ایای تستقبلین بهذا؟ انما خرج من

الدین ابوك واخوك قالت زینب بدین اللّٰه ودین ابی واخی وجدی اهتدیت انت وابوك وجدك قال كذبت یا عدوة اللّٰه۔ قالت انت امیر تشتم ظالما وتقهر بسلطانك؟ فاستحیٰی وسكت ثم افرض وادخلن دور یزید فلم تبق امراة من آل یزید الا انتهن واقمن الماتم وسألهن عما اخذ منهن فاضعفه لهن فكانت سكینة تقول ما رایت كافرًا باللّٰه خیرًا من یزید بن معاویةؓ (الکامل ج ۲ ص ۵۷۷) دیکھئے آپ نے اس بے غیرت کی ان باتوں پر پردہ ڈالا۔ یہ تو ایک روایت تھی۔

دوسری روایت :

اب دوسری روایت جو ابومخنف کی نہیں ہے' وہ بھی ملاحظہ فرمائیں: لما قتل عبیداللّٰه بن زیاد الحسینَ بن علیؓ وبنی ابیه بعث برءوسهم الی یزید بن معاویةؓ ' فسر بقتلهم اولا وحسنت بذالك منزلة عبیداللّٰه عنده ثم لم یلبث الا قلیلاً حتٰی ندم علی قتل الحسینؓ فكان یقول وما كان علی لو احتملت الاذی وانزلته معی فی داری وحكمته فیما یریده' وان كان علی فی ذالك وكف وهن فی سلطانی حفظا لرسول اللّٰه ' ورعایة لحقه وقرابته' لعن اللّٰه ابن مرجانة فانه اخرجه واضطره وقد كان ساله ان یخلی سبیله ویرجع فلم یفعل او یضع یده فی یدی او یلحق بثغر من ثغور المسلمین یتوفاه اللّٰه عزوجل فلم یفعل فابٰی ذٰلك ورده علیه فقتله فبغضنی بقتله الی المسلمین وزرع لی فی قلوبهم العداوة فابغضنی البر والفاجر بما استعظم الناس من قتلی حسینًا مالی ولابن مرجانة لعنه اللّٰه وغضب علیه (طبری ص ۳۸۹' ج ۴) خود یزید کی اس اپنی شہادت سے معلوم ہوا کہ اس دور کے نیک وبد سب کے سب مسلمان یزید سے بغض رکھتے تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ دار اسی کو قرار دیتے تھے۔ گویا اس پر صحابہؓ و تابعین

رحمھم اللہ کا اجماع تھا۔ یہی روایت الکامل ص۵۷۸'ج ۲۔ البدایہ والنہایہ ص۲۳۵'ج ۸ پر ہے۔ بلکہ الکامل میں تو یہ الفاظ ہیں: ولما وصل راس الحسین ؓ الی یزید حسنت مال ابن زیاد عندہ وزادہ ووصلہ وسترہ مافعل ثم لم یلبث الا یسیرًا حتی بلغہ بغض الناس لہ ولعنھم وسبھم فندم علی قتل الحسین ؓ فکان یقول وما علی الخ۔ کیا ثعلبیہ سے امام ؓ نے کوفہ کا راستہ چھوڑ کر شام کا راستہ اختیار فرمالیا تھا کہ یزید کو جاکر ملیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ "مقام ثعلبیہ پر پہنچتے ہی شہادت مسلم کی خبر پہنچی۔ مسلم کے بیٹوں سے مشورہ کرکے یزید کی ملاقات کا فیصلہ کیا۔ کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیاد اور شمر جو قاتل مسلم تھے نے سمجھ لیا کہ اگر حسین ؓ یزید کے پاس پہنچ گئے تو ساری سازش عیاں ہوجائے گی۔ پھر انہوں نے آپ کا راستہ روک لیا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا "خدا کی قسم! یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔" اس پر آپ نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔

اس میں یہ تو درست ہے کہ الثعلبیہ کے مقام پر دو اسدیوں کے ذریعے امام ؓ کو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ھانی کی شہادت کی اطلاع ملی (طبری ص۲۹۹'ج ۴) اور یہ بات کہ وہاں سے مسلم ؒ کے بیٹوں کے مشورہ کے بعد شام کا رخ کرلیا بالکل جھوٹ ہے۔ الثعلبیہ سے چل کر آپ زبالہ پہنچے۔ وہاں آپ کو حضرت عبداللہ بن بقطر کی شہادت کی اطلاع ملی (طبری ص۳۰۰'ج ۴) وہاں آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جو واپس جانا چاہے وہ جا سکتا ہے۔ اس کے بعد بطن العقبہ پہنچے۔ وہاں بھی آپ ؓ کو ایک شخص نے پیش قدمی سے روکا۔ یہ منزلیں آپ ؓ نے ذی الحجہ میں طے فرمائیں۔ محرم میں آپ مقام شراف پر اترے۔ یہاں یزیدی فوج کا ہراول دستہ جو ایک ہزار آدمی تھے امام ؓ سے ملے۔ وہاں آپ نے بوقت عصر خطبہ دیا: فحمداللہ واثنی علیہ ثم قال امابعد! ایھا الناس فانکم ان تتقوا و تعرفوا الحق لاھلہ یکن ارضی للہ ونحن اھل البیت اولی بولایۃ ھذا الامر علیکم من ھولا

المدعیین ما لیس لهم والسائرین فبکم بالجور والعدوان (طبری ص ۳۰۳، ج ۴) پھر آپ مقام بیضہ پر اترے، حر اور اس کے ساتھی بھی ساتھ تھے۔ آپ نے خطبہ دیا: فحمدالله واثنٰی علیه ثم قال: ایهاالناس! ان رسول الله ﷺ قال من رای سلطانًا جائرًا مستحلاً لحرم الله ناکثا لعهد الله مخالفا لسنة رسول الله یعمل فی عباد الله بالاثم والعدوان فلم یغیر علیه بفعل ولا قول کان حقا علی الله ان یدخله مدخله الا وان هولاء قد لزموا طاعة الشیطان وترکوا طاعة الرحمٰن واظهروا العناد وعطلوا الحدود واستاثروا بالغنی واحلوا حرام الله وحرموا حلاله (طبری ص ۳۰۴، ج ۴)

یہاں سے چل کر آپ رضی اللہ عنہ کربلا کے متصل العقر میں پہنچے۔ راستے میں کوفہ سے آنے والے چار آدمیوں سے ملاقات ہوئی، جس سے واضح ہے کہ یہ راستہ کوفہ کا تھا، شام کا نہ تھا۔ یہیں عمر بن سعد مزید چار ہزار فوج لے کر پہنچ گیا اور پھر پانچ ہزار فوج نے امام رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ کرلیا۔ آپ کا یہ لکھنا کہ الثعلبیہ کے مقام پر ابن زیاد اور شمر نے راستہ روک لیا بالکل غلط ہے۔ ابن زیاد تو میدان جنگ میں آخر تک نہیں آیا۔ ہاں شمر آخری دن کربلا میں پہنچا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ان خطبات سے بھی صاف ظاہر ہے کہ امام رضی اللہ عنہ آخر وقت تک اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ وھو الصحیح۔ آپ نے جو شمر کو مسلم بن عقیل کا قاتل لکھا ہے، یہ بھی صحیح نہیں۔ قتل کا حکم ابن زیاد بدنہاد نے دیا تھا اور قتل بکیر بن حمران نے کیا تھا۔ (طبری ص ۲۷۹، ۲۸۳۔ ج ۴)

کھلا خط بنام
ابو ریحان عبد الغفور
(دربارہ یزید)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعالی خدمت جناب ابو ریحان عبد الغفور صاحب

نسأل اللہ لنا ولکم العافیة۔

بعد از تحیات مسنونہ معروض آنکہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ میں تین چار ماہ سفر پر رہا۔ آخر شوال میں واپس پہنچا تو ڈاک بہت جمع تھی۔ چھوٹے موٹے خطوط کے جواب میں ہی ذی قعدہ بھی گزر گیا۔ پھر ہفتہ میں ایک دو سفر کرنا ہی پڑتے ہیں۔ ذوالحجہ کے آخر میں جناب کے گرامی نامہ کی باری آئی۔ اس کو پڑھا۔ معلوم ہوا کہ اس عاجز کے تینوں مضامین جناب نے پڑھے ہیں اور ان کے پڑھنے کے بعد ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں۔ سارے خط میں نہ آپ کو دعویٰ یاد رہا ہے' نہ دلیل سے مطابقت کا خیال آیا ہے۔ باحوالہ مضامین کے جواب میں بے حوالہ سب و شتم کو جواب سمجھ لینا ہی جناب کی علمی معراج ہے۔ اگر کہیں حوالہ کی نشاندہی کی ہے تو اقتباس تو نہیں کہا جا سکتا' اختلاس ہی اختلاس ہے

(۱)..... جناب نے بہت نوازش فرمائی کہ غیر مقلدین کے بارہ میں تو اس عاجز کے مضامین کو محققانہ ارشاد فرمایا' لیکن یزید کے بارہ میں مجھے امام بارہ کا ذاکر بنا ڈالا۔ ایسی نوازشات جناب سے قبل قادیانیوں وغیرہ کی طرف سے بھی ہوتی رہتی ہیں۔ وہ بھی یہی لکھا کرتے ہیں کہ آپ کے مضامین تحقیقی ہوتے ہیں' تقریر بڑی عام فہم ہوتی ہے' مگر حیات مسیح

کے مسئلہ میں جب آپ بیان فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گرجا میں کوئی فادر بول رہا ہو۔ میں نے جناب کی کوئی تقریر تو سنی نہیں' دو تحریریں پڑھنے کا شرف ضرور نصیب ہوا۔ "سبائی فتنہ" اور یہ خط۔ خدا لگتی کہتا ہوں کہ تحقیق کے عنوان سے تلبیس کا حق ادا کردیتے ہیں۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی ناصبی ذاکر مرثیے پڑھ رہا ہے یا نوحہ خوانی کر رہا ہے۔

(۲) ..... میں نے یہ لکھا تھا کہ یزید کا فاسق ہونا اہل سنت میں متفق علیہ ہے۔ اس پر ابن خلدون اور ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی شہادتیں نقل کی تھیں۔ جناب نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ "اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یزید کا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ ہونا' نہ ہونا بھی صحابہ ؓ و تابعین رحمھم اللہ کے دور سے اسی طرح اختلافی چلا آ رہا ہے جس طرح دوسرے فقہی اختلافی مسائل۔" مگر اس پر جناب نے کوئی مستند حوالہ پیش فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ جناب کا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے قادیانی پہلے نمبر پر مسلمانوں کے دلوں میں یہی وسوسہ ڈالتے ہیں کہ ختم نبوت اور حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ دور صحابہ ؓ سے امت میں اختلافی چلا آ رہا ہے۔ اس لئے کسی فریق کو دوسرے فریق پر تشدد کرنا درست نہیں۔ پھر وہ کچھ حوالے بھی بصورت اقتباس نہیں بلکہ بصورت اختلاس جناب کی طرح پیش فرماتے ہیں' مگر کوئی صریح حوالہ نہ وہ لا سکتے ہیں نہ جناب۔

(۳) ..... جناب نے بڑی فراخ دلی سے یہ تسلیم فرما لیا ہے کہ بعض صحابہ ؓ و تابعین رحمھم اللہ یزید کو فاسق' فاجر اور زانی و شرابی مانتے تھے۔ اس پر بھی اگر آپ چند مستند حوالے ذکر فرما کر اپنے دعویٰ کے اس جزء کو مبرہن فرمادیتے تو جناب کو خط کے ص ۱۰ پر مولانا عبدالرشید نعمانی اور امام اہل سنت وکیل صحابہ جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتھم سے یہ شکوہ نہ ہوتا کہ وہ صریح حوالہ فسق پر پیش نہیں کر سکے۔ جناب ان صحابہ ؓ و تابعین رحمھم اللہ کے صریح حوالہ جات پیش فرما دیتے تو ایک معیار بھی بن جاتا کہ آپ کے ہاں صریح کی کیا تعریف ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہ ؓ و

تابعین جمع کے صیغے ہیں' تو کم از کم تین صحابہ ؓ اور تین تابعین رحمھم اللہ کے حوالے تحریر فرمادیں جن میں صراحت ہو کہ یزید روز اول سے ہی فاسق' فاجر' زانی' شرابی وغیرہ تھا اور جو لوگ اس کو فاسق' فاجر' زانی' شرابی وغیرہ نہیں مانتے ان کے ساتھ اس مسئلہ میں ہمارا فقہی اختلاف ہے' اور یہ بھی یاد رہے کہ حوالہ میں پورا اقتباس ہو۔ خط میں جو قادیانی عادت کے مطابق اختلاس کیا ہے اس سے پرہیز فرمائیں۔ ہاں حوالہ دینے میں یہ بھی خیال رکھیں کہ وہ صحابہ ؓ و تابعین رحمھم اللہ یزید کی حویلی میں رہنے والے ہوں' کیونکہ اس حویلی سے سینکڑوں میل دور رہنے والوں کی شہادت تو جناب کے ہاں معتبر نہیں۔ تو جو بات جناب کو ناپسند ہو وہ دوسروں کے لئے پسند نہ فرمانا۔

(۴)..... پھر بقول جناب جن صحابہ ؓ و تابعین رحمھم اللہ نے یزید کو فاسق' فاجر' زانی' شرابی وغیرہ مان لیا' یہ جرح مفسر ہے اور ان کے علم پر مبنی ہے اور بقول جناب جنھوں نے نہیں مانا ان کے پاس عدم علم ہے اور تعدیل مبہم بھی ان سے ثابت نہیں۔ تو آنجناب ہی غصہ تھوک کر ارشاد فرمائیں کہ اصولاً یہاں فسق ہی ثابت ہوگا یا نہیں' یا جناب اس متفقہ اصول سے بھی منحرف ہو جائیں گے۔ ہاں صحابہ ؓ و تابعین رحمھم اللہ کی جناب کو کیا پرواہ' جب کہ قیامت کے دن یزید ہی جناب کا شفیع ہوگا۔

(۵)..... اس کے بعد جناب نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ کے حوالہ سے یزید کا امہات اولاد اور بہنوں' بیٹیوں تک سے زنا اور ترک نماز وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور پوچھا ہے کہ اس پر بھی صحابہ ؓ اور اہل بیت نبوت نے اس کے خلاف خروج سے روکا۔ کیا ان میں غیرت نہیں تھی؟ لیکن جناب کی جہالت واقعتاً یزیدی پارٹی میں قابل داد ہے۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان آخر ۶۲ھ کا ہے اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن' ابن عمر ؓ' ابو سعید خدری ؓ' جابر ؓ اور ابو واقد اللیثی ؓ کا امام حسین ؓ کو روکنا ۶۰ھ میں ہے اور جناب نے حضرت عمرہ تابعیہ کو صحابیہ بنا ڈالا۔ اہل بیت نبوت میں کون کون سے صحابہ ؓ تھے' ذرا ان کے نام اور ان کا عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی چارج شیٹ کا انکار ضرور ثابت کریں۔

(۶)..... حضرت جابر ؓ اور حضرت ابو سعید خدری ؓ نے ۶۰ھ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو

روکا‘ مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید عادل اور صالح ہے‘ صرف اس لئے کہ اس لڑائی میں فتنہ پہلے سے نہ بڑھ جائے اور ۶۳ھ میں یہ دونوں صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ میں ہی تھے جب یزید نے حملہ کیا۔ ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ چارج شیٹ کا نہ انکار کیا اور نہ ہی ان کو خلع بیعت سے روکا۔ اس کے حملہ میں دوسرے صحابہ کی طرح یہ بھی روپوش ہوگئے (البدایہ والنہایہ ص ۲۲۴‘ ج ۸) اس پر بھی یزیدی لشکر نے ان کو معاف نہیں کیا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کا گھر بھی لوٹ لیا بلکہ آپ کی داڑھی بھی نوچ لی (وفاء الوفاء‘ ص ۱۳۵‘ ج ۱)

(۷)..... حضرت ابو واقد اللیثیؓ نے ۶۰ھ میں سیدنا حسینؓ کو روکا‘ مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید صالح اور عادل ہے‘ بلکہ اس لئے کہ آپ کے شہید ہونے کا خطرہ ہے اور واقعہ حرہ میں یہ بھی مدینہ منورہ میں ہی تھے‘ کیونکہ ۶۶ھ تک یہ مدینہ منورہ میں رہے ہیں۔ ۶۷ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ۶۸ھ میں وہیں وصال فرمایا (الاستیعاب) تو انہوں نے نہ عبداللہ بن مطیعؓ اور عبداللہ بن حنظلہؓ کی چارج شیٹ کا انکار کیا اور نہ ہی اہل مدینہ کو بیعت توڑنے سے روکا۔

(۸)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نام بھی آپ نے لیا ہے۔ مگر آپؓ کے موقف کو جناب نے واضح نہیں فرمایا۔ جب یزید کی بیعت ہوگئی تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ اچھا ہوا ہے تو ہم خوش ہیں اور اگر برا ہوا ہے تو ہم صبر کریں گے (لسان المیزان ص ۲۹۴‘ ج ۶) جناب نے یہ تو لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ۶۰ھ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو روکا۔ کیا یہ کہہ کر کہ یزید عادل اور صالح ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر آپ نے یہ نہ بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل عراق حالت احرام میں مکھی مارنے کا مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کردیا تھا جن کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ حسن اور حسین دنیا میں میرے پھول ہیں (بخاری) واقعہ حرہ میں جب اہل مدینہ نے یزید کی چارج شیٹ سنائی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے

ان کی چارج شیٹ میں سے کسی ایک بات کی بھی تردید نہ فرمائی۔ اگر اس وقت انہوں نے کوئی تردید کر کے فرمایا ہو کہ یزید صالح اور عادل خلیفہ ہے' اس پر شراب پینے' نماز چھوڑنے اور دیگر فاحشات میں ملوث ہونے کا الزام غلط ہے تو اس کا مستند حوالہ پیش فرمائیں۔ رہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیعت توڑنے سے روکنا تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ فتنہ کے زمانہ میں جنگ و قتال کو ترک کر دیا جائے' اگرچہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ایک فریق حق پر ہے اور دوسرا باطل پر۔'' (فتح الباری ص ۴۰' ج ۱۳) اسی قسم کی رائے ابن کثیر رحمہ اللہ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے جب یزید کی بیعت توڑی' اس وقت اہل مدینہ یزید سے بہت سخت عداوت رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی یزید کے بارہ میں یہ تو کہا کہ وہ شراب خور ہے اور بعض گندے کام کرتا ہے لیکن روافض کی طرح اس کو زندیق نہیں کہا۔ بل قد كان فاسقا والفاسق لا يجوز خلعه لاجل ما يثور بسبب ذالك من الفتنة ووقوع الهرج كما وقع في زمن الحرة (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵' ج ۸): بلکہ تحقیق وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں جب فتنے اور قتل و قتال کا خوف ہو۔ جناب نے فریب کی انتہا کردی کہ ۶۲ھ کے بیان کو رد کرنے کے لئے ۶۰ھ کے اقوال کا سہارا لیا اور بدقسمتی کا یہ عالم کہ ایک بھی صحابی سے ۶۲ھ کی چارج شیٹ کی تردید نہ دکھا سکے۔

(۹)..... اس کے بعد جناب نے اپنی نوحہ خوانی میں فریب کا ایک اور پانسا پھینکا ہے کہ یزید پر لعنت کرنے کا اختلاف اس پر مبنی ہے کہ اس سے افعال فسق صادر ہوئے یا نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب لعنت کرنے میں اختلاف ہے تو اس کا فسق بھی مختلف فیہ ہے اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے نام سے دھوکا دیا ہے۔ حضرت کے اصل الفاظ آپ نے نہیں لکھے۔ حضرت فرماتے ہیں: ''لہٰذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہرچند موجب لعن ہیں مگر جن کو محقق اخبار سے قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی اور خوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدوں توبہ کے مر

گیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا۔ اس کے بعد وہ ان افعال کا مستحل تھا یا نہیں اور (مستحل ہونا) ثابت ہوا یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا۔ پس بدوں تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹۲) اس سے تو میرا موقف ثابت ہوا کہ جو لوگ یزید پر لعنت کرتے ہیں وہ بھی اس سے افعال کا صدور مانتے ہیں۔ اور جو لوگ لعنت کو جائز نہیں کہتے وہ بھی اس سے افعال نسق کا صدور مانتے ہیں۔ گویا اس کا فاسق ہونا ہر دو فریق کے ہاں متفق علیہ ہے۔ اس کے بعد لعن میں اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اپنے افعال فسق کا مستحل تھا یا نہیں اور ان افعال فسق کے حلال جاننے سے توبہ کر کے مرا یا بلا توبہ مرا۔ جس فریق کے ہاں اس کو اپنے افعال فسق کو حلال جاننا اور اس سے بلا توبہ مرنا ثابت ہے وہ لعنت کو جائز کہتے ہیں اور جس فریق کے نزدیک اس فاسق کا اپنے افعال فسق کو حلال جاننا ثابت نہیں یا حلال جاننے سے توبہ کرنا ثابت ہے وہ اس کو فاسق تو کہتے ہیں مگر لعن کو جائز نہیں کہتے اور یہی اہل سنت کا موقف ہے۔ جناب کو اتنے بڑے فریب سے سوائے خسر الدنیا والآخرۃ کے کیا ملا۔

یزید :

یزید ۲۵ھ یا ۲۶ھ یا ۲۷ھ میں پیدا ہوا۔ بچپن سے ہی شوخ مزاج تھا۔ ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ ایک غلام کو پیٹ رہا ہے۔ تو انہوں نے ڈانٹا کہ تو اس کو مار رہا ہے جو تجھ سے بدلہ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح عطاء بن سائب فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے پر اس قدر غضبناک ہوئے کہ اس سے قطع تعلق کر لیا۔ اس پر حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سفارش کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید سے راضی ہوئے اور ایک لاکھ درہم بھی دیئے۔ یزید نے پچاس ہزار درہم اور پچاس کپڑے احنف رحمہ اللہ کو دے دیئے۔

طبرانی میں ہے کہ یزید نوجوانی میں ہی شراب پیتا تھا اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نرمی سے نصیحت فرمائی

کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے' دشمن خوش ہوں' دوست برا سمجھیں اور فرمایا کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت و عیش میں گزارتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے (البدایہ) باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا۔ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جہاد کے لئے ایک بڑا لشکر بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیل حکم میں سستی کی اور معذرت کردی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اسے رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے تو یزید نے یہ شعر کہے جن کا ترجمہ ہے: "مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ روم میں مسلمانوں کے فوجی کیمپ "غد قدونہ" میں مسلمانوں کو چیچک اور بخار کا سامنا ہے۔ جب کہ میں دیر مران میں گدوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں اور میرے سامنے ام کلثوم ہے۔" ام کلثوم یزید کی بیوی عبد اللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو قسم دے کر بتاکید کہا کہ اسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے' تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ روانہ ہوا تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوہ کثیر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کردیا اور اسی لشکر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی تھے' اور عبد العزیز بن زرارہ کلابی بھی۔ چنانچہ یہ لوگ بلاد روم میں گھستے ہی چلے گئے تا آنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ جا پہنچے (اس غزوہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے (کامل ابن الاثیر ص ۷۹ '۴' ج ۲)

ایک مسئلہ :

اس حدیث سے علماء اہل سنت نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ فاسق کی سرکردگی میں جہاد ہو سکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے ثابت ہوا کہ جہاد ہر حکمران کی معیت میں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ حدیث غازیان شہر قیصر کی تعریف پر مشتمل ہے۔ حالانکہ اس غزوہ کا امیر یزید بن معاویہ ؓ تھا اور یزید تو یزید ہی تھا (فتح الباری ص ۶۵، ج ۱۱) امام ابو بکر جصاص ؒ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے اصحاب خلفاء اربعہ ؓ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یزید لعین کی معیت میں بھی جہاد فرمایا ہے (احکام القرآن ص ۷۴ ج ۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی تھی تو طے پایا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ حاکم ہوں گے (البدایہ ج ۸، ص ۸۳) مگر ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۵۰ھ) کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بوجہ کبر سنی امارت کوفہ سے معزول کر دیا اور ارادہ کیا کہ سعید بن العاص ؓ کو اس کی جگہ گورنر بنایا جائے، تو مغیرہ ؓ اس سے نادم ہوئے اور انہوں نے آکر یزید کو کہا کہ تم اپنے باپ سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں ولی عہد بنا دے، تو یزید نے باپ سے عرض کر دیا۔ معاویہ ؓ نے پوچھا کہ تمہیں مطالبہ کا مشورہ کس نے دیا ہے؟ یزید نے کہا مغیرہ بن شعبہ ؓ نے۔ معاویہ ؓ کو مغیرہ ؓ کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس کو امارت کوفہ پر برقرار رکھا، اور اسے حکم دیا کہ یزید کی ولی عہدی کے لئے کوشش کرو۔ حضرت مغیرہ ؓ نے یہ کوشش شروع کر دی۔ تو معاویہ ؓ نے بصرہ کے گورنر زیاد کو بھی اس بارہ میں لکھا۔ زیاد نے اس کو ناپسند کیا۔ کیونکہ وہ یزید کے لعب و صید سے واقف تھا۔ اور اس نے عبید بن کعب کو دمشق بھیجا کہ یزید سے کہو کہ اس بات سے باز آنا ہی اس کے لئے بہتر ہے۔ فانزجر یزید عما یرید من ذالك۔ تو یزید ڈر گیا اور معاویہ ؓ سے بھی بات کی۔ تو باپ بیٹے دونوں کا اتفاق ہو گیا کہ سردست یہ خیال چھوڑ دینا چاہئے۔ پھر اسی سال کے آخر میں ۵۱ھ میں جب زیاد مر گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منظم طور پر ولی عہدی کی تحریک شروع کی، تو پانچ حضرات کے

علاوہ سب نے بیعت ولی عہدی کرلی۔ ان پانچ حضرات کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دھمکاتے ڈراتے رہے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت احنف بن قیس سے اس معاملہ میں پوچھا، جنہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کی صلح کروائی تھی، تو حضرت احنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اے معاویہ! اگر ہم جھوٹ بولیں تو اللہ سے ڈرتے ہیں اور سچ بولیں تو آپ سے ڈرتے ہیں، جبکہ آپ یزید کے دن اور رات سے خوب واقف ہیں، اس کے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتے ہیں اور اس کے آنے جانے کی جگہیں بھی آپ کو خوب معلوم ہیں۔ باقی جو ارادہ آپ نے فرمایا ہے اس کو آپ خوب جانتے ہیں۔ ہمارا کام یہی ہے کہ آپ کا حکم سنیں اور اطاعت کریں اور آپ پر یہ لازم ہے کہ امت کی خیر خواہی کا خیال رکھیں۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی تھی تو انہی کو اپنا ولی عہد بھی بنایا تھا۔ لیکن جب ان کی وفات ہوگئی تو یزید کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رجحان قوی ہوگیا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ وہ خلافت کا اہل ہے اور یہ رائے باپ بیٹے کی شدید محبت کی وجہ سے تھی۔ نیز اس لئے تھی کہ وہ یزید میں دنیوی نجابت اور شاہزادوں کی سی خصوصیات، فنون جنگ سے واقفیت، انتظام سلطنت اور اس کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی صلاحیت دیکھتے تھے۔ اور ان کا گمان یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صاحبزادوں میں سے کوئی اس اعتبار سے بہتر انتظام نہ کرسکے گا۔ اس لئے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ میں عوام کو بکریوں کے منتشر گلے کی طرح نہ چھوڑ جاؤں جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سب لوگ اس کی بیعت کرلیں گے میں بھی اس وقت کرلوں گا، اگرچہ وہ کوئی غلام ہو اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سعید نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا یزید کی بجائے مجھے ولی عہد بناؤ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا۔ اس پر سعید نے کہا کہ میرے ہی ابا نے آپ کو اس باعزت مقام پر پہنچایا ہے اور آپ اپنے بیٹے کو مجھ پر مقدم کر رہے ہیں، جبکہ میں ماں باپ کے لحاظ سے بھی اور خود بھی اس یزید سے بہتر ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں تیرے باپ کے احسانات کا انکار نہیں کر سکتا اور تیرا باپ یقیناً یزید کے باپ سے بہتر ہے اور تیری ماں قریشی ہے اور یزید کی ماں کلبیہ ہے۔ اس لئے تیری ماں بھی اس کی ماں سے بہتر ہے اور تیرا یہ کہنا کہ میں یزید سے بہتر ہوں تو خدا کی قسم! اگر غوطہ تک زمین تیرے جیسے آدمیوں سے بھر دی جائے تو یزید تم سب سے مجھے زیادہ پیارا ہے۔

اور ہم (ابن کثیر) نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک خطبہ میں یہ دعا فرمائی "اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے اسے اس لئے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اس کا اہل ہے تو اس کی ولایت کو اس کے لئے پورا فرمادے اور اگر میں نے اس لئے اس کو ولی عہد بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو اس کی ولایت کو پورا نہ فرما۔" (البدایہ ص ۸۳، ج ۸) اے اللہ! اگر میں نے یزید کو اس کی فضلیت (دنیوی انتظام) دیکھ کر ولی عہد بنایا ہے تو اسے اس مقام تک پہنچادے جس کی میں نے اس کے لئے امید کی ہے اور اگر مجھے اس کام پر صرف اس کی محبت نے آمادہ کیا ہے جو باپ کی بیٹے سے ہوتی ہے تو اس کے مقام حکومت تک پہنچنے سے پہلے اس کی روح قبض کر لے (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ یزید والد کی حیات میں اپنے فسق کو چھپاتا تھا اور جو فاسق اپنے فسق کو چھپائے اس کی پردہ پوشی ہی کا حکم ہے۔ پھر جب باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو وہ فسق میں کھلتا گیا۔ آخر ۶۳ھ میں اس کا فاسق معلن ہونا ایسا واضح ہو گیا کہ اس شہرت کا کوئی بھی انکار نہ کر سکا۔

یزید کی وکالت :

جناب ذرا اس بات پر غور فرمائیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر اہل دمشق کی طرف سے یہ الزام لگایا گیا کہ وہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں خود شریک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبات میں بھی اور خطوط میں بھی اس الزام سے اظہار بیزاری فرمایا اور یہ ان پر لازم تھا، مگر یزید پر اہل مدینہ نے جب زانی، شرابی اور بے نماز ہونے کا الزام لگایا اور اسی طرح اہل مکہ نے تو یزید نے ایک لفظ بھی اپنی صفائی میں بیان نہیں کیا اور ایک دفعہ بھی اس الزام کا

انکار نہیں کیا' بلکہ الٹا حرمین شریفین پر حملہ کرایا۔ جب یزید نے خود اپنے زانی' شرابی اور تارک نماز ہونے کا انکار نہ کیا تو اب اگر عبدالغفور اور عطاء المحسن بلا دلیل شور مچائیں تو مدعی سست گواہ چست کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔ ہاں آپ حضرات میں اگر ہمت اور جرات ہے تو ایک اور صرف ایک مستند حوالہ پیش فرمائیں کہ جب حرمین شریفین میں صحابہؓ و تابعین رحمھم اللہ یزید کے کھلم کھلا فاسق ہونے کا اعلان کر رہے تھے تو یزید نے ایک دفعہ بھی اس کا انکار کیا ہو۔ آپ کے امام الحق والصدق اور آپ کے امیرالمومنین نے تو قیامت تک یزیدیت کو دفن کر دیا کہ میرے شوخ بچو! جب میں اپنے فسق کا انکار نہیں کر سکا تو تمہاری کائیں کائیں کون سنے گا۔ جناب من! جب تمہارا امام یزید اہل حرمین کے جواب میں انکار نہ کر سکا تو تم نے صحابہؓ اور اہل بیتؓ کو چھوڑ کر اہل سنت سے منہ موڑ کر یزید کو اپنا بنایا تھا مگر میرے مضمون کا جواب لکھ کر تو اپنے امام کی سنت خاموشی کا آپ نے بلا تکبیر ہی جھٹکا کر ڈالا۔ آپ کا امام ہی اپنی صفائی نہ دے سکا تو آپ کس باغ کی مولی ہیں۔ یزید آپ کو یہی کہہ رہا ہے کہ بیٹا! چپ ہی بھلی ہے' خاموش ہی رہو' اسی میں میری تابعداری ہے۔ بیٹا اگر میری تابعداری سے بھی تم باہر ہو گئے تو مجھے یہی کہنا پڑے گا "در کفر ہم ثابت نئی زنار را رسوا مکن۔"

قادیانی تقلید :

جس طرح قادیانی عوام کو دھوکا دینے کے لئے چند بزرگوں کا نام لیا کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ ان کے ساتھ بھی کچھ اکابر ہیں' جناب نے بھی حیلوں بہانوں سے بعض بزرگوں کے نام لئے ہیں تاکہ لوگ ان کو جناب کا ہم نوا سمجھ لیں۔ ان کی عبارات پر ہم عرض کر دیتے ہیں تاکہ عوام جناب کے دھوکے سے بچ سکیں۔

یزید کی تخت نشینی کی بلا اسلام پر :

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امیر معاویہؓ نے ۶۰ھ میں وفات پائی اور ان کی بجائے یزید تخت نشین ہوا اور یہی اسلام کے سیاسی' مذہبی' اخلاقی اور روحانی ادبارو

نکبت کی اولین شب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے متعدد روایتیں ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ ۶۰ھ کے شروع ہونے سے اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگا کرو اور دنیا ختم نہ ہوگی کہ اس پر ایسے ویسے حکمران نہ ہولیں (سیرۃ النبی ص ۴۸۷، ج ۳)

خلاصۃ الفتاوی :

الشیخ الامام الزاہد قوام الدین الصفاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت معاویہؓ پر لعنت نہ کرو۔ ہاں یزید پر لعنت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں (ص ۳۹۰، ج ۴)

فتاویٰ بزازیہ :

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ والحق ان یلعن یزید علٰی اشتہار کفرہ وتواتر فظاعۃ شرہ۔ یعنی حق یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرے، کیوں کہ اس کے کفر کی شہرت ہے اور اس کے شرور تواتر سے ثابت ہیں (علی الھندیہ ص ۳۴۴)

لامع الدراری :

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: ”علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کے نزدیک یزید کی قباحتوں کا ثبوت متواتر ہے۔ اس لئے وہ اس پر لعنت کرتے تھے۔“ (ص ۲۴۶، ج ۷)

معارف شیخ :

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رہی یہ بات کہ اس کے فسق و فجور کی روایات سب یکسر غلط ہیں، یہ دعویٰ مشکل ہے جب کہ تاریخی روایات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کو رد کرنا جو بحد تواتر تقریباً پہنچ گئی ہوں تاریخ سے کلیتاً اعتماد اٹھاتا ہے اور اگر یہ سب روایات اتنی کثرت کے باوجود رد کی جاسکتی ہیں تو پھر یہی کونسی نص قطعی ہے کہ یزید اس لشکر میں شریک تھا۔ یہ بھی تاریخ ہی کی روایات ہیں۔ مخالف

کو حق ہے کہ وہ اس کی بھی تغلیط کردے کہ یزید اس لشکر میں شریک تھا۔ (ص ۶۷ ج ۱)

ناصبی مجلس :

ناصبی ذاکر یوں مجلس پڑھتا ہے: ”حضرت معاویہ ؓ کی وفات سے متصل ہی تو حضرت حسین ؓ اور اہل مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کے لئے پر تولنے شروع کردیئے تھے۔ اگر یہ سب اہتمام اس کے فسق و فجور اور شراب نوشیوں اور زناکاریوں کی وجہ سے تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ راتوں رات ہی مہاپاپی فاسق فاجر بن گیا تھا۔ جبکہ زمانہ خیرالقرون میں کسی کا راتوں رات ایسا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی بن جانا نہایت ہی حیران کن اور حد درجہ بعید از عادت ہے۔“

دنیائے یزیدیت میں تو اس مجلس پر خوب داد ملی ہوگی، مگر جہالت کی حد ہوگئی ہے۔ حضرت حسین ؓ نے ۵۱ھ سے ہی اس کی ولی عہدی کو قبول نہیں کیا تھا۔ ان کے نظریہ کا وفات معاویہ ؓ سے کیا تعلق؟ اور اہل مدینہ نے ۶۳ھ میں اس کے فسق کا اعلان کیا۔ کیا ۵۱ھ سے ۶۳ھ تک یا ۶۰ھ سے ۶۳ھ تک ایک ہی رات ہوتی ہے؟ ہائے یزید! ان لوگوں نے تیری حمایت میں دین تو برباد کیا ہی تھا دنیا بھی گئی، حساب بھی بھول گئے۔ اسی کو کہتے ہیں: خسر الدنیا والآخرة۔ نامعلوم یزیدیت کی رات کتنے سالوں پر محیط ہوتی ہے۔ باحوالہ باتوں پر بے حوالہ مرثیے پڑھنا کوئی علمی کارنامہ نہیں۔

بغض علی رضی اللہ عنہ :

یزید پلید کے بارہ میں، میں نے جو باحوالہ باتیں تحریر کی تھیں ان کو بلا حوالہ امیرالمومنین امام الاشجعین اسداللہ الغالب سیدنا علی ؓ بن ابی طالب پر پلٹنے کی کوشش کی ہے۔ جس کے بارہ میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ آنچہ مردم مے کند بوزینہ ہم۔ اور یہی لکھا جا سکتا ہے :

مہ فشاند نور سگ عو عو کند
ہر کسے بر طینت خود خو کند

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یزید کو بڑھانا اس کو واقعتاً صرف ناصبیت اور خارجیت تو نہیں کہا جا سکتا' کیونکہ اس بد باطنی اور چیرہ دستی سے تو شاید وہ بھی پناہ مانگتے ہوں گے۔

حق بات :

میرا موقف اپنا نہیں ہے۔ میں تو اکابر اہل سنت والجماعت کے موقف کا ترجمان ہوں۔ اس کو جناب نے بھی تسلیم کر لیا' لکھا ہے: "چنانچہ اکابر علماء اہل سنت نے یہی کیا کہ یزید کو فاسق و فاجر کہہ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقف کو تو صحیح بنا لیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقف کی تاویل کر لی۔" (ص ۱۸) اسی اعتراف حق میں تو جناب نے اپنی مکمل کتاب سبائی فتنہ پر بھی پانی پھیر دیا اور اس مضمون پر بھی۔ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دام ظلہم نے بھی ان ہی اکابر اہل سنت کی ترجمانی فرمائی تھی' جناب نے یہاں اس کو تسلیم کر لیا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

فسق یزید اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم :

یزیدی پارٹی یہی شور مچایا کرتی تھی کہ یزید کو فاسق نہ کہو' ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو فاسق کہنا لازم آئے گا۔ مگر جناب نے ان کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا اور لکھ دیا کہ "دراصل بات یہ ہے کہ یزید کو فاسق کہا جائے یا غیر فاسق۔ محض اس کہنے سے کسی بھی صحابی' تابعی یا اہل بیت کو فاسق کہنا لازم نہیں آتا۔" (ص ۱۱) سچ ہے : ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

یزیدیوں کو آپ جیسے ایک دو وکیل اور مل جائیں تو پھر اہل سنت کو یزید کے خلاف لکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

دید اور شنید :

فسق یزید کی روایات تاریخ میں درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں بلکہ معنًی متواتر

ہیں۔ اس تواتر کے خلاف ناصبی ذاکر پھر محمد بن الحنفیہ کی بے سند روایت کو ترجیح دے رہا ہے۔ یہ نہایت مضحکہ خیز بات ہے بلکہ جہالت اور ضد کا کرشمہ ہے۔ جب یزید کا فسق حرمین شریفین تک مشہور ہو چکا تھا اور یزید نے ایک دفعہ بھی اس سے انکار نہیں کیا تو ایک محمد بن حنفیہ کے سامنے نہ پینے سے اس شہرت کا انکار کیسے ہو سکتا ہے؟ یحییٰ خاں کی شہرت تھی کہ وہ شراب پیتا ہے اور اس شہرت کے باوجود اس نے کبھی اس کی تردید نہ کی، مگر جب علماء کرام کے وفد اس کے پاس جاتے تو وہ ان کے سامنے کبھی نہ پیتا تھا۔ تو کیا یہاں بھی علماء کے سامنے اس کے شراب نہ پینے کو دید اور اس شہرت اور اس کے عدم انکار کو محض شنید کہہ کر رد کر دیا جائے گا؟

موضوع سے فرار :

اصل بحث فسق یزید سے بھاگ کر ناصبی ذاکر نے مشاجرات صحابہؓ کے واقعات پر ہمارا فیصلہ پوچھا ہے۔ تو اس کا فیصلہ تو اہل سنت صدیوں پہلے دے چکے ہیں کہ یہ ان کے اجتہادی اختلافات تھے جس میں مصیب فریق دو اجر اور مخطی ایک اجر کا حق دار تھا۔ کسی پر طعن و تنقید کا ہمیں حق نہیں۔ شہزادوں کی لڑائیوں پر کسی ناصبی یا رافضی بھنگی کو تبصرہ کا کیا حق؟

صحابی زادہ :

میں نے عرض کیا تھا کہ جب نوح علیہ السلام کا لڑکا بگڑ سکتا ہے تو صحابی زادہ کا بگاڑ بھی ممکن ہے۔ جب یزید کا فسق تواتر معنوی سے ثابت ہے تو صحابی زادہ ہونا اس کو کیا مفید ہو گا؟ بس اس پر تو جناب کپڑوں سے باہر ہو گئے اور ناصبی نوحہ خوانی میں پوری مجلس پڑھ دی کہ ”علی زادہؓ کیوں خطا نہیں کر سکتا؟ زبیر زادہؓ سے غلطی کیوں نہیں ہو سکتی؟ حنظلہ زادہؓ کیوں بھول چوک نہیں کر سکتا؟“ ناصبی صاحب! غصہ اور جہالت تھوک کر دیکھیں۔ یہ تینوں صرف صاحبزادے ہی نہیں بلکہ خود بھی صحابی ہیں۔ علی زادہؓ تو نوجوانان جنت کا سردار ہے۔ زبیر زادہؓ نبی ﷺ کا صحابی اور صدیق کا نواسہ ہے۔ جس کے سر پر آنحضرت ﷺ نے ہاتھ

پھیرا،جس کے لئے آپ ﷺ نے دعائے برکت فرمائی،جن کے پیٹ میں سب سے پہلی چیز جو پہنچی وہ آنحضرت ﷺ کالعاب مبارک تھا،جو ہجرت کے بعد اسلام میں پہلے مولود تھے،جو شہید مظلوم تھے۔ حنظلہ زادہ صحابی ہونے کے ساتھ اہل مدینہ صحابہ و تابعین رحمھم اللہ کے معتمد امیر تھے۔افسوس کہ یزید کی محبت نے تجھے کسی کا نہ چھوڑا۔

اکابر سے دشمنی :

میں نے اکابر اہل سنت کا موقف عرض کر دیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اہل باطل کا پہلا قدم اکابر سے بدگمانی اور دوسرا قدم اکابر کے خلاف بدزبانی ہے۔ جناب نے دونوں قدم اٹھا لئے۔ پہلا مضحکہ خیز جواب تو یہ دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ جب فسق کی متواتر روایات کے مقابلہ میں محمد بن الحنفیہ کی بے سند بات کو نہیں مانتے تو میں اکابر کی ان مستند تحریروں کو کیوں مانوں جن کی بنیاد تواتر معنوی پر ہے۔ یزید بھی تڑپ گیا ہوگا کہ کیسا وکیل ملا کہ جس طرح یہود کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچ بس گئی تھی ایسے ہی میرے وکیل کے دل میں یزید ہی یزید رہ گیا ہے۔ دوسرے قدم میں تو بدزبانی میں اکابر اہل سنت پر یہ الزام لگا دیا کہ "عدالت کو صحابہؓ کے کفر و نفاق تک کا فیصلہ دینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی اور یہ سب فیض ہوگا اکابر کی ہی تصریحات وارشادات کا الخ۔" (ص ۳۶)

آہ! وہ اکابر اہل سنت جو جان پر کھیل کر بھی عظمت صحابہؓ کے محافظ رہے۔ آج ناصبی یہ کہہ رہا ہے۔ ان کا فیض صحابہ کے کفر و نفاق کے سوا کیا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبدالغفور نے ملا باقر مجلسی کا قلم چھین لیا ہے۔ اکابرین کی تصریحات تو آپ نے نہیں لکھیں لیکن اس تحریر میں یزید کو نہ صرف حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ، حضرت عبداللہ بن مطیعؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بلکہ خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے بھی بڑھا دیا اور حضرت عمرؓ کا وارث بنا ڈالا۔ اب دیکھئے جناب یزید صاحب کے سر پر نبوت کا تاج کب سجاتے ہیں؟ کیونکہ ان صحابہ کرامؓ کو ایذا پہنچا کر اس نے خدا اور رسول خدا کو یقیناً ایذا پہنچائی، تو اب نبی بھی تو اپنا الگ بنانا پڑے گا۔

کھلا خط بنام مہتمم جامعہ یوسفیہ شاہو دام بنگو ضلع کوہاٹ (دربارہ یزید)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ:

موقر رسالہ "الخیر" میں محرم کے شمارہ میں اس عاجز کا ایک مضمون سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے عنوان سے شائع ہوا۔ ظاہر ہے کہ امام مظلومؓ کی سیرت میں آپ کی شہادت کا واقعہ بھی آنا تھا۔ یہاں آپؓ کا ٹکراؤ یزید کی حکومت سے تھا۔ اب یہاں دو ہی راستے ہو سکتے تھے۔ ایک یہ کہ یزید کو خلیفہ عادل و صالح مان لیا جائے اور اس کے مخالفین کو فاسق اور باغی تسلیم کر لیا جائے یا مخالفین یزید کو عادل اور صالح مان لیا جائے اور یزید کو فاسق کہہ لیا جائے۔ یزید کے مد مقابل کون تھے: (۱) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جو صحابی بھی ہیں، اہل بیت بھی ہیں اور نوجوانان جنت کے سردار بھی ہیں۔ (۲) مدینہ منورہ کے صحابہ کرامؓ جن میں مہاجرین اور انصار شامل تھے اور مدینہ منورہ کے جلیل القدر تابعین باحسان رحمہم اللہ۔ (۳) نواسہ صدیق اکبرؓ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور اہل مکہ جس میں اس وقت صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام رحمہم اللہ تھے۔ اب اگر ہم پہلا راستہ اختیار کر کے یزید کو صالح اور عادل کہتے ہیں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ

بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان سب مہاجرین و انصار صحابہ ؓ کو باغی اور فاسق قرار دیں تو یہ اہل سنت والجماعت کے بنیادی عقیدہ عظمت صحابہ ؓ اور عدالت صحابہ ؓ کے خلاف ہے۔ کوئی اہل سنت والجماعت یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے بھی اپنے مضمون میں دوسرا راستہ اختیار کیا، کیونکہ عظمت صحابہ کرام ؓ اور عدالت صحابہ کرام ؓ پر کتاب و سنت اور اجماع کی نصوص مثل آفتاب نیمروز ماہتاب نیم ماہ روشن ہیں اور تاریخ کی باتیں اس وقت تک قابل قبول ہوں گی جب تک وہ کتاب و سنت اور اجماعی عقائد سے نہ ٹکرائیں۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فسق یزید کا مسئلہ محض تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ اس کے ساتھ عظمت صحابہ ؓ کا تعلق ہے جو عقائد کا مسئلہ ہے۔

مولانا محمد امین صاحب اورکزئی :

اس مضمون کے بارہ میں مولانا محمد امین صاحب اورکزئی مہتمم جامعہ یوسفیہ شاہودام بنگو ضلع کوہاٹ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ”مولانا اوکاڑوی صاحب کے مضمون میں یزید کے بارے میں سنیت و حنفیت سے زیادہ رفض و تشیع کی ترجمانی کی گئی ہے۔“ مولانا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوی قدس سرہ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے ادارے کا نام بھی جامعہ یوسفیہ حضرت کے انتساب سے رکھا ہے۔

(۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ :

مولانا! اگر یزید کو فاسق کہہ دینا ہی رفض و تشیع کی ترجمانی ہے تو حضرت اقدس مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ کا فرمان: یزید لا ریب فی کونہ فاسقًا (معارف السنن ص۱۸، ج۶) کہ ”یزید کے فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں“ کس مسلک کی ترجمانی ہے؟ اسی طرح حضرت اقدس رحمہ اللہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ”ملاحدہ اور زنادقہ کی زبان کب بند ہو سکتی ہے؟ کیا اس دور میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو افسانہ نہیں بتایا گیا اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں اور کیا امام حسین ؓ کو باغی واجب

القتل اور یزید بن معاویہ کو امیرالمومنین اور خلیفہ برحق نہیں ثابت کیا گیا؟" (تقریظ بر تسکین الصدور ص ۲۳ طبع دوم)

(۲) حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ :

مولانا! رفض و تشیع سے جو جنگ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے لڑی ہے اس کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے، مگر اس کے باوجود فرماتے ہیں: "اور یزید بد قسمت صحابہ کرامؓ میں سے نہیں۔ اس کی بدبختی میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ اس نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگی بھی نہیں کر سکتا۔ بعض علماء نے اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے۔ اس پر راضی ہونے کی بنا پر نہیں، بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کے باعث کیا ہے۔" (مکتوبات دفتر اول نمبر ۵۴)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ :

آپ نے بھی اپنے دور میں رفض و تشیع کے چھکے چھڑا دیئے۔ فرماتے ہیں: "اور گمراہی و ضلالت کے داعی شام میں یزید، اور عراق میں مختار تھے" (حجۃ اللہ البالغہ مبحث فتن) اور حدیث مغفور لھم پر فرماتے ہیں: "اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے یعنی حضرت حسینؓ کو قتل کرنا، مدینہ طیبہ کو تاراج و برباد کرنا، شراب خوری پر اصرار کرنا، ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ پر موقوف ہے۔ وہ چاہے تو معاف کردے، چاہے تو عذاب دے، جیسا کہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے۔" (ابواب و تراجم بخاری ص ۳۲)

(۴) شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ :

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے رفض کے خلاف جو کام کیا ان کے بعد آنے والے آج تک ان کے خوشہ چین ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: "جب اشقیاء شام و عراق نے موافق کہنے یزید پلید اور تحریص رئیس اہل بغض و فساد ابن زیاد کے امام ہمامؓ کو کربلا میں شہید کیا" (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۱)

ایک شخص نے (حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ) سے سوال کیا کہ جب حضرت امام حسینؓ اور یزید کا مقابلہ تھا تو حق تعالیٰ کس طرف تھے؟ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا میزان عدل پر تھے کہ صبر حضرت امام حسینؓ کا اس مردود کے ظلم پر غالب آیا۔ (کمالات عزیزی ص۱۱)

(۵) حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ:

آپ فرماتے ہیں: "اور یہ سچ ہے کہ سنی اصحاب اربعہ یعنی چار یار کو بالترتیب معلوم جانشین حضرت سید المرسلین ﷺ اور خلیفہ راشد سمجھتے ہیں۔ امیر معاویہ' یزید پلید اور عبدالملک وغیرہ کو سنیوں میں سے کوئی ایک بھی خلیفہ راشد نہیں سمجھتا۔"

(اجوبہ اربعین ص۸۵)

(۶) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ:

آپ نے رافضیوں کے رد میں ایک کتاب تحریر فرمائی۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں اب حقیت خلفائے خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کا مثل آفتاب کے روشن ہوگیا۔ اگر کور باطن نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمہ آفتاب راچہ گناہ

(ہدایۃ الشیعہ ص۹۵)

(۷) حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

آپ فرماتے ہیں: "یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔"

(امداد الفتاویٰ ص۵۴' ج۵)

(۸) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ:

آپ فرماتے ہیں: "تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں

انجام دیئے تھے' اس کے فسق و فجور کا علانیہ ظہور ان (حضرت معاویہؓ) کے سامنے نہ ہوا تھا اور خفیہ جو بد اعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی اطلاع ان کو نہ تھی۔" (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۷۱/ج ۱' مکتوب نمبر ۷۸)

(۹) امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنویؒ:

آپ نے رفض کو وہ ناک چنے چبوائے کہ روز قیامت تک روافض ان کے جواب سے عاجز ہیں۔ فرماتے ہیں: "حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ کربلا سبق لینے کے لئے کافی ہے کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کو کٹوا دیا اور خود بھی جان دے دی۔ بھلا جس کے بیٹے کی استقامت و حمیت کا یہ حال ہو اس کے باپ کی نسبت یہ گمان کیسے ہو سکتا ہے کہ اس نے بخوف جان یا بطمع دنیا ظالموں اور غاصبوں کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔" (ابو الائمہ حضرت علیؓ کی مقدس تعلیمات ص ۲۴)

(۱۰) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ:

آپ فرماتے ہیں: "بہرحال یزید کے فسق و فجور پر جب کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب متفق ہیں خواہ مبائعین ہوں یا مخالفین' پھر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علمائے راسخین' محدثین اور فقہاء مثل علامہ قسطلانی' علامہ بدر الدین عینی' علامہ ہیثمی' علامہ ابن جوزی' علامہ سعد الدین تفتازانی' محقق ابن ہمام' حافظ ابن کثیر اور علامہ الکیا الہراسی رحمہم اللہ جیسے محققین یزید کے فسق پر علمائے سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں۔ تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔" (شہید کربلا اور یزید ص ۱۵۲)

مولانا! ارشاد فرمایئے یہ بزرگ سب رفض و تشیع کی خدمت ہی کرتے رہے۔

مولانا آپ نے بات بھی پوری نہیں کی۔ میں نے پوری بات عرض کر دی ہے کہ یزید فاسق تھا اور اس کے مدمقابل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' مدینہ کے مہاجرین و انصار صحابہ

کرامؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور مکہ مکرمہ کے دیگر صحابہؓ و تابعین عادل تھے۔ آپ نے یزید کے فسق کا تو انکار فرمایا، اب اس کے مدمقابل سب صحابہ کرامؓ کو آپ غلط کار، باغی اور فاسق کہتے ہیں یا کیا؟ بات تو پوری بتانی چاہئے۔

(۱۱) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ:

آپ فرماتے ہیں: "شہادت حسینؓ کے بعد یزید کو ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا۔ تمام اسلامی ممالک میں خون شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہوگئیں۔ اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ یا ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی۔ دنیا میں بھی اللہ نے اس کو ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہوگیا۔" (شہید کربلا ص ۱۰۳)

اسی طرح فقیہ دوراں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ اور محدث جلیل حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مدظلہ فرماتے ہیں: "جو لوگ یزید کو خلیفہ عادل اور راشد قرار دے کر حضرت حسینؓ کو باغی قرار دینے کی سعی میں مصروف ہیں ان کا یہ نظریہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل ہے۔ یہ نظریہ خوارج کا تو ہو سکتا ہے، اہل سنت والجماعت کے مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔" (تائید رسالہ دفاع صحابہ ص ۳)

مولانا! اگر آپ یزید کے عشق میں بے قرار ہو کر ان سب کو رافضیوں میں شامل فرمادیں تو آپ کے محبوب اور مخدوم اور آپ کے خلیفہ عادل و صالح کے صاحبزادہ معاویہ بن یزید سے آپ کی تسلی کروا دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: "میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے نزاع کی، آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہوگئی، اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہوگیا۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ پھر کہنے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے۔ اس نے واقعی رسول اللہ ﷺ کی عترت کو قتل کیا، شراب کو مباح کردیا، بیت اللہ کو

برباد کیا اور میں نے خلافت کی حلاوت ہی نہیں چکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں؟ اس لئے اب تم جانو اور تمہارا کام۔ خدا کی قسم! اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل کر چکے اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابو سفیان کی اولاد نے دنیا سے کمالیا وہ کافی ہے۔" (الصواعق المحرقہ ص ۲۲۴)

شاید آپ ایک شہادت کو ناکافی سمجھیں تو دوسری شہادت مطالعہ فرمایئے۔ یہ آپ کے خلیفہ عادل کے گورنر ابن زیاد کی شہادت ہے: "اور یزید نے عبیداللہ بن زیاد کی طرف یہ لکھا کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف جائے اور مکہ میں ان کا محاصرہ کرے۔ تو ابن زیاد نے انکار کردیا اور کہا کہ بخدا میں اس فاسق کے لئے دو باتوں کو اکٹھا نہ کروں گا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو بھی قتل کروں اور بیت الحرام سے بھی جنگ کروں اور اس کی ماں مرجانہ نے بھی اس (ابن زیاد) سے کہا: (جبکہ حضرت حسینؓ قتل ہوئے تھے) کہ تجھ پر ہلاکت ہو۔ تو نے کیا کیا ہے اور تو کس راہ پر چلا ہے۔ اس نے اس کو بہت سخت ست کہا تھا۔" (البدایہ والنہایہ) یہ دو شہادتیں گھر کی ہوگئیں۔

ابن زیاد کی شہادت :

ابن زیاد نے کہا: اما قتلی الحسین فانه اشار الی یزید بقتله او قتلی فاخترت قتله۔ اور میں نے جو امام حسینؓ کو قتل کیا اس لئے کہ یزید نے مجھے اشارہ کیا کہ اگر تو نے امام حسینؓ کو قتل نہ کیا تو تو قتل کیا جائے گا۔ اس لئے میں نے اپنے قتل سے بچنے کے لئے امام حسینؓ کو قتل کیا (الکامل فی التاریخ ص ۲۱۲، ج ۲) مرجانہ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اے خبیث! تو نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کیا ہے۔ تو کبھی بھی جنت نہ دیکھے گا (البدایہ) کیا پھر بھی ابن زیاد قتل سے بچ سکا؟

صحابی زادہ :

مولانا! آپ جانتے ہیں کہ نبی زادہ بھی بگڑ سکتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے

بیٹے سے آپ واقف ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"خیرالقرون میں بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے جو منافق یا فاسق تھے اور ان ہی میں حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار ہیں۔" (حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میری امت انصاف پر قائم رہے گی، یہاں تک کہ بنی امیہ میں سے یزید نامی ایک شخص اس میں شگاف ڈالے گا (مجمع الزوائد ص ۲۴۱، ج ۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "میری امت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔" (بخاری ص ۱۰۴۶، ج ۲)

بخاری شریف کے حاشیہ پر کرمانی شرح بخاری کے حوالہ سے درج ہے: ان لونڈوں میں سے پہلا لونڈا یزید تھا جس نے شہروں میں معمر لوگوں کو عہدوں سے ہٹا کر نوعمروں کو مسلط کیا (حاشیہ نمبر ۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دو قسم کے علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محفوظ کئے ہیں۔ ان میں سے ایک علم کو میں پھیلاتا ہوں، اگر دوسرے کو پھیلاؤں تو میری شہ رگ کاٹ ڈالی جائے گی۔ (بخاری ص ۲۳، ج) حاشیہ پر فتح الباری شرح بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جو علم آپ نہیں پھیلاتے تھے ان احادیث میں ظالم بادشاہوں کے نام تھے۔ ہاں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ۶۰ھ اور لونڈوں کی حکومت سے بچانا۔ ان کا اشارہ یزید بن معاویہ کی طرف تھا، کیونکہ وہی ۶۰ھ میں بادشاہ بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی دعاء قبول فرمائی اور ان کا وصال ۵۹ھ میں ہوگیا۔

"صحابہ کے ایک جم غفیر کا امام تھا۔" میں نے یہ جملہ بار بار پڑھا، کیونکہ یہ یقین نہیں آتا تھا کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی ایسی بے بنیاد بات لکھ سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کس مسجد میں اس کو امام رکھا ہوا تھا۔ ہاں مجبوراً کسی جہاد وغیرہ کے موقع پر نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے۔ جب وہ فاسق معلن ہوا کسی ایک صحابی کا بھی اس کے پیچھے باختیار خود

ایک نماز بھی ثابت نہیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن الغسیل ؓ نے مدینہ منورہ میں حلفیہ اعلان فرمایا: واللہ ماخرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان کان رجلاً ینکح امہات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوۃ (الصواعق المحرقہ ص۲۲۱) خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں اٹھے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اب نہ اٹھنے سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں۔ یہ وہ آدمی ہے جو باپ کی ان لونڈیوں سے صحبت کرتا ہے جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی اور وہ بیٹیوں اور بہنوں سے بھی صحبت کرتا ہے، شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔" مولانا! صحابہ ؓ تو فرماتے ہیں وہ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتا اور آپ اسے جم غفیر صحابہ ؓ کا امام بنا رہے ہیں۔ اس نے اہل مدینہ پر جو مظالم ڈھائے ان میں ایک یہ بھی تھا:

وبطلت الجماعۃ من المسجد النبوی ایامًا واختفت اھل المدینۃ ایامًا فلم یکن احدًا دخول مسجدھا حتی دخلتہ الکلاب والذیاب وبالت علی ممبرہٗ (الصواعق المحرقہ ص۲۲۲)

"مسجد نبوی میں کئی دن جماعت نہ ہو سکی۔ اہل مدینہ روپوش رہے اور کوئی مسجد میں نہ آسکا' یہاں تک کہ کتے اور بھیڑیئے مسجد نبوی میں آتے تھے اور منبر نبوی ﷺ پر پیشاب کرتے تھے۔" مولانا! نمازی مساجد کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں؟ پھر اس نے حرم مکہ پر حملہ کروایا۔ غلاف کعبہ تک جل گیا۔ کیا نمازیوں کی یہی کرتوتیں ہیں؟ مولانا! سبائی پانچ دن مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں جماعت کراتے رہے اور صحابہ ؓ ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ آپ ان سبائیوں کو اپنا پیرو پیشوا مان لیں گے کہ صحابہ کرام ؓ کے ایک جم غفیر نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔

تابعیت کا مرتبہ پانے والا :

مولانا! قرآن کی آیت بھی حب یزید نے آپ کو بھلا دی: والذین اتبعوھم باحسان میں تابعیت کے ساتھ نیکی کی شرط ہے اور جس کے فسق پر سب صحابہ ؓ اور

ائمہ کا اجماع ہو وہ اس تابعیت میں کیسے آسکتا ہے؟

احتمالاً ہی سہی، مغفوریت موعودہ کا شرف رکھنے والا:

مولانا! آپ کی تو حدیث پر وسیع نظر ہے۔ کیا ابوداؤد شریف کی یہ حدیث آپ کی نظر سے نہیں گزری کہ اسلم ابی عمران کہتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے جہاد کے لئے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت امیر حبیش حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید تھے۔ یہ عبدالرحمٰن بن سیف اللہ ۴۶ھ میں حمص میں ہی وصال فرماگئے۔ یہ پہلا لشکر تھا۔ کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ اس میں یزید شامل تھا؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر حدیث کے خلاف اس تاریخی احتمال کو مان لیا جائے کہ اس لشکر میں جو تھے وہ سب مغفور لھم تھے اور اس کا مطلب لیا جائے اب آخر عمر تک ان کے خلاف زبان کھولنا یا ان کو فاسق کہنا حدیث نبوی ﷺ کی مخالفت ہے اور ائمہ اہل سنت میں سے کسی نے یہ مطلب نہیں لیا، خود آپ کے امام عادل کو بھی یہ مطلب نہیں سوجھا۔ مولانا! آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا حسین ؓ بھی اسی لشکر میں شامل تھے۔ آپ کے امام عادل نے ان کو جس بے دردی سے شہید کروایا وہ ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اگر مغفور لھم کو فاسق کہنا اس حدیث کی مخالفت ہے تو اس لشکر میں شامل ہونے والے کو شہید کروانا اس حدیث پر ایمان ہے؟ مولانا! آپ جانتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ بھی اس لشکر میں شریک تھے اور مغفور لھم کے وعدہ میں شامل تھے۔ مگر آپ کے امام عادل انہیں ملحد قرار دیتے ہیں۔ ان کو حرم پاک میں بھی معاف نہیں کرتے۔ ان کے لئے حرم پاک گراتے ہیں اور جلاتے ہیں۔ مدینہ منورہ پر جب حملہ کیا وہاں بھی کئی صحابہ ؓ اور تابعین موجود تھے جو اس لشکر میں شریک تھے اور مغفور لھم کے وعدہ کے مصداق تھے۔ مگر آپ کے امام عادل نے مدینہ میں بھی معاف نہیں کیا۔ ان کی جانوں اور مال کو مباح قرار دے دیا۔

مولانا! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بھی شریک تھے۔ وہ آپ کے امام عادل کو کیا خط لکھ رہے ہیں؟ لکھتے ہیں: "تو نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور ابن

زبیرؓ سے ان کو نفرت دلاؤں اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں' سو ایسا بالکل نہیں ہو سکتا۔ نہ تمہاری خوشی ہمیں منظور ہے اور نہ تمہارا اعزاز۔ اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے حالانکہ تم نے حسینؓ اور جوانان عبدالمطلب کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں ستارے تھے۔ تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو آغشتہ بخون ایک کھلے میدان میں اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا وہ چھینا جا چکا تھا۔ پیاس کی حالت میں انہیں قتل کیا گیا اور بغیر کفن بے سہارا پڑا رہنے دیا گیا۔ ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں اور بھوکے بجو باری باری ان کی لاشوں پر آتے جاتے رہے تا آنکہ حق تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی قوم کو بھیجا جن کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ تھے۔ ان لوگوں نے آکر ان کو کفن دیا اور دفن کیا' حالانکہ بخدا ان ہی کے طفیل تمہیں یہ عزت ملی ہے اور تجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب بیٹھا ہوا ہے۔ اب میں خواہ سب چیزیں فراموش کر دوں مگر اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا کہ تو نے ہی حسینؓ کو مجبور کر کے رسول اللہ ﷺ کے حرم سے حرم الٰہی میں پہنچایا۔ پھر تو اپنے سواروں کو برابر ان کے پاس بھیجتا رہا اور مسلسل لگا رہا تا آنکہ ان کو عراق کی طرف روانہ کر کے چھوڑا۔ چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت میں نکلے کہ ان کو دھڑکا لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو جا لیا۔ یہ سب کچھ تو نے خدا' رسول ﷺ اور ان اہل بیت کی عداوت میں کیا جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کر کے ان کو خوب پاک اور صاف کر دیا تھا۔ حسینؓ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیشکش کی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یار و مددگار ہیں اور ان کے خاندان کا استیصال کیا جا سکتا ہے موقع کو غنیمت جانا اور تم ان کے خلاف باہم تعاون کر کے اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا تم مشرکوں اور کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو۔ بس میرے نزدیک اب اس سے زیادہ کیا تعجب کی بات ہو گی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے' حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اب تو تو میرے انتقام کا ہدف ہے اور اس خیال میں نہ رہنا کہ آج تو

کے مقابلہ میں اس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ میں نے مطالبہ کیا تھا کہ کسی ایک صحابی نے قتل حسینؓ' جنگ مدینہ منورہ اور جنگ مکہ مکرمہ میں یزید کو عادل اور صالح کہا ہو' اس کا حوالہ پیش کرنا تھا۔ آپ صحابہؓ سے ہٹ کر ایک تابعی کی طرف لپکے۔ مگر یہ قول ان سے کسی قابل اعتماد سند سے ثابت ہی نہیں۔ اگر آپ ثابت فرمادیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ پھر صحابہ کرامؓ کے اجماع اور متواتر تعامل مخالفت یزید کے خلاف کوئی ایسا قول بسند صحیح بھی مل جاتا تو وہ شاذ ہوتا جس طرح قرآن پاک کی متواتر آیت یہی ہے: یٰایھا الرسول بلغ ماانزل الیك من ربك وان لم تفعل فمابلغت رسالته۔ اب درمنثور وغیرہ میں یوں بھی ہے: یٰایھاالرسول بلغ ماانزل الیك فی ولایة علی والائمة' تو یہ شاذ ہے۔ متواترات کے خلاف شواذ پیش کرنے کا سبق کہیں روافض سے تو نہیں پڑھ لیا۔ ذرا تفصیل ملاحظہ ہو۔ آپ کے استاذ محترم شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حرم مکہ میں پناہ لی' اسی لئے ان کو عائذالبیت کہتے تھے اور مکہ مکرمہ میں وہ غالب رہے اور یزید حاکم مدینہ کو حکم دیتا تھا کہ اہل مدینہ سے لشکر تیار کر کے مکہ مکرمہ پر حملہ کرو۔ یہ حکم اور اس قسم کے بعض دوسرے احکام کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی' جس کے نتیجہ میں مدینہ منورہ میں واقعہ حرہ پیش آیا جس میں مدینہ منورہ میں سینکڑوں صحابہؓ اور صحابہ زادے قتل کئے گئے۔ اور (علاوہ دیگر کے) ایک ہزار کنواری لڑکیوں سے زنا کیا گیا' جیسا کہ کہا جاتا ہے اور مدینہ منورہ میں بہت بڑا شر اور بہت بڑا فساد پھیل گیا جیسا کہ تاریخ ہمیں بیان کرتی ہے' فانا للہ وانا الیه راجعون (معارف السنن ص ۷' ج ٦)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے خطبوں میں فرماتے تھے: یزید القرود' شارب الخمور' تارك الصلوات' منعکف علی القینات (البدایہ ص ۲۲۲' ج ۸) ''بندروں والا یزید' شرابیں پینے والا' نمازوں کا تارک' گانے والیوں کو چمٹنے والا۔'' یہ خطبہ وہ حرم پاک میں دیتے تھے۔ میرے خیال میں کوئی سنی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ

صحابی رسول ؐ، نواسہ صدیق ؓ حرم پاک میں برملا جھوٹ بولتے ہوں اور کوئی ایک آدمی بھی سارے مکہ مکرمہ میں ان کو ٹوکنے والا نہ ہو۔

وفد اہل مدینہ :

جبکہ ایک طرف یزید اہل مدینہ کو بار بار مجبور کرتا تھا کہ مکہ مکرمہ پر حملہ کرو۔ ادھر مکہ مکرمہ والے اس کو برملا فاسق کہتے تھے تو اہل مدینہ نے اشراف اہل مدینہ (صحابہ ؓ و جلیل القدر تابعین رحمھم اللہ) کا ایک بہت بڑا وفد تشکیل دیا۔ اس وفد کے سربراہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ صحابی اور حضرت عبداللہ بن مطیع ؓ صحابی تھے۔ یہ تحقیقاتی کمیشن جب واپس لوٹا تو اس کی رپورٹ کیا تھی: ولما رجع وفدالمدینة الیھا اظھروا شتم یزید وعیبه وقالوا: قدمنا من عند رجل لیس له دین یشرب الخمر وتعزف عنده القینات بالمعازف، وانا نشھد کم انا قد خلعناه، فتابعھم الناس علی خلعه۔ اور منذر بن زبیر نے بھی کہا کہ وہ شراب میں بدمست رہتا ہے اور نماز بھی نہیں پڑھتا (البدایہ ص ۲۱۸، ج ۸) اور یہ بھی کہا کہ ان یزید یشرب الخمر ویترك الصلوٰة ویتعدی حکم الکتاب (البدایہ ص ۲۳۶، ج ۸) خلاصہ اس تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کا یہ تھا کہ یزید ایک بے دین آدمی ہے، شراب پیتا ہے، احکام الٰہی سے تجاوز کرتا ہے، نماز نہیں پڑھتا، گانے والیاں باجوں طبلوں کے ساتھ اس کے اردگرد گاتی بجاتی رہتی ہیں۔ تو سب اہل مدینہ نے اس تحقیق کو تسلیم کرکے یزید کی بیعت توڑ ڈالی۔ یزید نے تقریباً بارہ ہزار کا لشکر بھیجا۔ فخرج اهل المدینة بجموع کثیرة وھیئة لم یر مثلھا (البدایہ ص ۲۲۵، ج ۸) اہل مدینہ بھی اتنی کثرت سے نکلے کہ اس طرح نکلنا کبھی دیکھا نہ گیا۔ گویا ان سب نے وفد کی تحقیقات کو مانا۔ اس لڑائی میں سات سو مہاجرین وانصار شہید ہوئے اور ان کے علاوہ دس ہزار آدمی اور شہید ہوئے۔ تین دن تک یزید کی فوج نے مدینہ منورہ کو مباح قرار دیا، جو سامنے آتا اس کو قتل کرتے، اہل مدینہ کے مال لوٹتے۔ ایک ہزار عورتوں نے بغیر خاوندوں کے بچے جنے (البدایہ ص ۲۲۴، ج ۸) حافظ ابن کثیر رحمہ

اللہ آخر میں لکھتے ہیں کہ یزید نے یہ فاحش خطا کی کہ مدینہ منورہ کو تین دن مباح قرار دیا اور صحابہؓ اور صحابہ زادوں کو قتل کیا۔ اس نے عبید اللہ بن زیاد سے امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروایا۔ ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں ایسے ایسے مفاسد پیش آئے جن کو نہ گنا جا سکتا ہے‘ نہ بیان کیا جا سکتا ہے‘ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یزید نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ اس کی حکومت مضبوط ہو‘ لیکن خدائے قاہر نے اسی کو عذاب میں پکڑ لیا۔ فقصمه الله قاصم الجبابرة اخذه واخذ عزيز مقتدر (و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهى ظالمة ان اخذه اليمٌ شديد) (البدایہ ص ۲۲۵‘ ج ۸) اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور وہ جابروں کی کمر ایسے ہی توڑتا ہے۔ اس کو ایسا پکڑا جو غالب اور قادر کی پکڑ ہوتی ہے‘ ہلنے تک نہ دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ بڑی دکھ دینے والی اور سخت ہے۔ مولانا! ان سب صحابہؓ و تابعین رحمھم اللہ کے مقابلہ میں آپ ایک محمد بن الحنفیہ کی بات جو بے سند ہے پیش کرتے ہیں‘ جس کی بات کو تمام اہل مدینہ نے رد کر دیا وہ آپ کو پسند آ گئی۔

آخری بات :

آخر میں موضوع سے ہٹنے کی یہ بدترین مثال آپ نے پیش کی ہے کہ ”یزید کو ملعون‘ مردود اور پلید کہہ کر حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہؓ کے بارہ میں جو عامة الناس کے اذہان کو سوء ظن سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔“ مولانا! آپ اپنے امام عادل کو عادل و صالح ثابت کریں‘ اسے چھوڑ کر آپ حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہؓ کا ذکر کرنے لگے۔ تقریباً چودہ سو سال تک اہل سنت والجماعت کا اجماع فسق یزید پر رہا۔ ذرا اسلامی لٹریچر سے دکھائیں کہ اس فسق یزید کے قول سے کتنے عوام صحابہ کرامؓ سے بدظن ہوئے؟ مولانا! کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ یا کسی اور صحابی کے مشورہ سے یزید نے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرایا تھا؟ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے میں کون سے صحابی کا مشورہ شامل تھا؟ حرم کعبہ پر گولے برسانے میں کس صحابی کا مشورہ

شامل تھا؟ کسی ایک صحابی نے ان کاموں میں اس کو عادل اور صالح قرار دیا ہو؟ سیدنا امیر معاویہ ؓ کی حیات میں اس قسم کی کھلم کھلا بے حیائیاں اس نے نہ کی تھیں تو امیر معاویہ ؓ پر کیا اعتراض۔ بالفرض اس وقت کسی درجہ میں فاسق تھا تو کسی شرعی مصلحت کے لئے فاسق کی تولیت اور امارت فتنہ سے بچنے کے لئے کسی فاسق کی بیعت کس اصول اہل سنت کے موافق گناہ ہے؟ ذرا واضح فرمائیں۔

ہاں یہ فرمائیں کہ اگر واقعی صالح اور عادل تھا تو اس کے خلاف سیدنا امام حسین ؓ اور ان کے ساتھیوں کے خروج کا کیا حکم ہے؟ کیا یزید کو صالح اور عادل مان کر آپ اس کو فسق سے بچا سکتے ہیں؟ اگر یزید عادل تھا تو سات سو مہاجرین و انصار اور دس ہزار دیگر اہل مدینہ نے جو اس کی بیعت توڑ کر جانیں تک قربان کردیں اور سینکڑوں صحابہ ؓ، تابعین روپوش رہے، کیا آپ ان جلیل القدر صحابہ ؓ کو فسق کے فتویٰ سے بچا سکتے ہیں؟ آپ خود سوچیں کہ ان سب کو فاسق کہنا عظمت صحابہ ؓ کے موافق ہے یا عظمت صحابہ ؓ کے تحفظ کے لئے ایک یزید کو فاسق کہہ دینا بڑا جرم ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ اور تمام اہل مکہ نے صالح اور عادل کی بیعت توڑ کر نیکی کی یا گناہ کیا؟ آپ ان سب کو جن میں صحابہ ؓ اور تابعین رحمہم اللہ ہیں فاسق قرار دیتے ہیں۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ ایک یزید کو عادل کہنے سے کتنے صحابہ ؓ، جلیل القدر تابعین رحمہم اللہ اور اہل بیت کو فاسق کہنا لازم آتا ہے؟ ناموس صحابہ کرام ؓ کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ اس کو فاسق کہا جائے۔ آخر میں عرض ہے کہ اگر کوئی جملہ سخت نکل گیا ہو تو درگزر فرمائیں اور غور فرمائیں کہ ناموس صحابہ ؓ کے تحفظ کے لئے کونسا راستہ درست ہے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ اور اکابر والا یا آپ کا؟ مزید دعوات صالحہ میں یاد رکھیں۔ فقط

محمد امین عفی عنہ

۲۲/۱/۱۶

فقہ کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ اَمَّا بَعد :

برادران اہل سنت والجماعت! آج کا زیر بحث موضوع "فقہ" ہے۔

فقہ کی تعریف :

الفقه لغة العلم بالشیء ثم خص بعلم الشريعة واصطلاحا عند الاصوليين العلم بالاحكام الشرعية الفرعية المكتسب من ادلتها التفصيلية۔ فقہ لغت میں دریافت کرنا ہے شے کا۔ پھر عرف میں فقہ مخصوص علم شریعت سے ہے اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح میں احکام شرعیہ فرعیہ کا علم جو اس کے مفصل دلائل سے حاصل ہوا ہو۔ (درمختار ج ا ص ۱۹)

موضوع فقہ :

۔ انسان اپنے ارادہ واختیار سے جو بھی کام کرے یا اس سے رکے اس ہر کام کا حکم فقہ بیان کرتی ہے۔ وموضوعه فعل المكلف ثبوتا او سلبا (درمختار ص ۲۰)

بنیاد فقہ :

واستمداده من الكتاب والسنة والاجماع والقياس۔ اور فقہ میں مدد لی جاتی ہے کتاب اللہ' سنت رسول اللہ' اجماع اور قیاس سے (در مختار ص ۲۰)

غرض و غایت :

اس علم کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان احکام شرعیہ کے موافق زندگی گزار کر دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے شاد کام ہو۔ وغايته الفوز بسعادة الدارين (در مختار ص ۲۱)

فقہ کی سند :

وقد قالوا الفقه زرعه عبدالله بن مسعود ؓ وسقاه علقمة وحصده ابراهيم النخعي وداسه حماد وطحنه ابوحنيفة وعجنه ابويوسف وخبزه محمد وسائر الناس ياكلون۔ یعنی علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے کتاب و سنت کا بیج لے کر فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود ؓ نے بویا اور علقمہ نے اس کو سینچا اور ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا اور حماد نے اس کو مانڈا' یعنی اناج جدا کیا بھوسہ سے اور ابوحنیفہ نے اس کو پیسا اور ابو یوسف نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسن نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی سب لوگ اس کو کھانے والے ہیں۔ (در مختار ص ۲۷)

الحمدللہ اس سند کی ابتداء بھی محمد رسول اللہ ﷺ اور انتہاء بھی امام محمد پر' یہی فقہ محمدی ہے' وللہ الحمد۔

فقہ کی کتابیں :

فقہ کی کتابیں امام محمد رحمہ اللہ نے لکھیں جو امام صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ ان کا وصال ۱۸۹ھ میں ہوا ہے۔ ان کی چھ کتابیں تواتر اور شہرت کی وجہ سے ظاہر

الروایۃ کہلاتی ہیں' یہ ان سے متواتر ہیں۔ ہمارے متون فقہ قدوری' کنز' وقایہ' نقایہ وغیرہ ان ہی کتابوں سے ماخوذ ہیں' جیسے مشکوۃ' صحاح ستہ وغیرہ۔

فقہ کے مسائل :

فقہ کے مسائل تین طرح کے ہیں :

(۱) وہ جو تواتر اور شہرت سے امام صاحب سے منقول ہیں۔ عموماً متون فقہ ان پر ہی مبنی ہیں۔

(۲) جو اخبار آحاد کے طرز پر منقول ہیں۔ ایسی روایات کو نوادر کہتے ہیں۔ یہ شروح و فتاویٰ کی کتابوں میں مذکور ہوتے ہیں۔

(۳) وہ مسائل جو امام صاحب رحمہ اللہ کے بعد پیش آئے اور امام صاحب کے اصولوں پر ان کا حکم استنباط کرلیا گیا وہ بھی فقہ حنفی ہی کہلاتے ہیں' جیسے حساب کے اصول سے جو جواب نکالا جائے' جیسے ۸×۹=۷۲' اس کو حساب کا ہی جواب کہتے ہیں۔

نقل مسائل :

فقہ کے روز مرہ پیش آنے والے مسائل جو متون متواترہ اور مشہورہ میں ہیں وہ سند کے محتاج نہیں ہوتے' جیسے قرآن پاک' لغت کے روزانہ استعمال ہونے والے الفاظ مثلاً گلاس' چارپائی یا صرف و نحو کے روزانہ استعمال ہونے والے قاعدے' جیسے کل فاعل مرفوع وغیرہ' اور جو مسائل کتب متواترہ یا مشہورہ میں نہ ہوں ان کا ثبوت صحت سند پر موقوف ہوتا ہے۔

مذہب حنفی :

جس طرح قرآن پاک کی بڑی تفاسیر میں متواتر قراتوں کے علاوہ شاذ اور متروک قراتیں بھی درج ہوتی ہیں' مگر ان شاذ متروک قراءتوں کو قرآن نہیں کہا جاتا۔ قرآن وہی ہے جو عوام متواتراً تلاوت کر رہے ہیں۔ اسی طرح کتب حدیث میں متواتر' مشہورہ' آحاد کے علاوہ ضعیف' شاذ بلکہ موضوع حدیثیں تک درج ہوتی ہیں۔ مگر ان

شاذ' متروک اور موضوع احادیث کو سنت نہیں کہا جاتا۔ سنت وہی احادیث ہیں جن کے ساتھ عملی تواتر شامل ہو جائے۔ اسی طرح کتب فقہ کے فتاویٰ وغیرہ کی بڑی کتابوں میں متواتر' مشہور اور مفتی بہا اقوال کے علاوہ شاذ' متروک اور غیر مفتی بہا اقوال بھی موجود ہوتے ہیں' مگر ان میں سے مذہب حنفی صرف ان مسائل کا نام ہے جو احناف میں عملاً متواتر اور مفتی بہا ہیں۔ متروک العمل اور غیر مفتی بہا اقوال مذہب حنفی نہیں۔ مذہب کا معنیٰ ہی شاہراہ ہے جس پر لوگ رات دن چلتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں: یٰاَیھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولاً سدیدًا (۳۳:۷) ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور مضبوط بات کہو۔" فقہ کی کتابوں میں جو بات احناف میں عملاً متواتر اور مفتی بہ ہے وہی مضبوط کہلاتی ہے۔ متروک العمل اور غیر مفتی بہ مسائل پر اعتراض کرنے والے خوف خدا سے خالی ہیں۔

اسی طرح لکھا ہے: وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق لاجماع۔ اور یہ کہ قاضی کا حکم اور مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت ہے اور اجماع کا پھاڑنا ہے' یعنی حرام اور باطل ہے (درمختار ج ۱/ ص ۴۱)

گویا متروک العمل اور غیر مفتی بہ اقوال پر اعتراض کرنے والے سمّاعون للکذب اکّالون للسحت کی مد میں ہیں اور جاہل ہیں۔ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلامًا۔ اور مخالفین اجماع ہیں' جن کے لئے کتاب و سنت میں دوزخی ہونے کی وعید ہے۔

غلطی لگنا اور غلطی چلنا :

ہم صرف خدا کی کتاب کو لا ریب فیہ مانتے ہیں۔ انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں خواہ حدیث کی ہوں' خواہ فقہ کی' ان سے بھول چوک اور غلطی ہو جاتی ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ لیکن دوسرے اہل فن اس غلطی کو چلنے نہیں دیتے' جیسے رمضان المبارک میں قاری صاحب تلاوت کرتے ہیں۔ ان کو بعض اوقات غلطی لگتی ہے' مگر سامع حافظ لقمہ دے کر اس غلطی کو درست کرا دیتا ہے' اس کو چلنے نہیں دیتا۔ اب کوئی ایسی

غلطیوں کو اکٹھا کر کے قرآن یا قاری کو غلط کار کہے' اشتہار دے تو یہ اس کی جہالت ہے۔ جب وہ غلطی چلی نہیں تو اس پر شور مچانا ہی غلط کاری ہے۔ اسی طرح اگر کسی مصنف سے غلطی ہوئی تو شارحین وغیرہ نے فوراً اس کی اصلاح کر دی' اس کو چلنے نہیں دیا۔ اس لئے کسی ایسی غلطی کو پیش کرنا جو چلی نہیں خدا کے حکم قولوا لھم قولاً معروفا (۵:۴) واذا قلتم فاعدلوا (۶۱:۱۵۲) کے بھی خلاف ہے اور خرق اجماع ہے۔ ہاں کسی ایسی غلطی کی نشان دہی فرمائیں جو اہل سنت میں چل گئی ہو' سب احناف کا اس پر عمل اور فتویٰ ہو اور کسی نے اس کی اصلاح نہ فرمائی ہو۔ اگر کوئی صاحب پیش فرمائیں تو ہم شکریہ ادا کر کے اس پر غور کریں گے۔ ان دس تمہیدی اور ضروری باتوں کو ذہن میں رکھ کر اگلی معروضات پہ غور فرمائیں۔ ان مذکورہ دس باتوں میں سے اگر کسی بات کو قرآن کی صریح آیت یا نبی پاک ﷺ کی صحیح' صریح' غیر معارض حدیث کے خلاف ثابت کر دیا جائے تو ہم اس بات سے دستبردار ہو جائیں گے۔

آمدم بر سر مطلب :

جس طرح قرآن نے شرک کو توحید کی ضد فرمایا اور شرک سے منع فرمایا اور بدعت کو سنت کے خلاف نبی کریم ﷺ نے ضد فرمایا اور بدعت سے منع فرمایا' اسی طرح کسی آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ فقہ کو نہ ماننا کہ وہ قرآن کے خلاف ہے اور پاک پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کو نہ ماننا کہ وہ میری سنت کو مٹانے والی ہے۔ اس طرح کی آیت یا حدیث ہمیں نہیں ملی' کوئی صاحب پیش فرمائیں تو ضرور قبول کریں گے۔

(۱) آیت قرآنی :

یوتی الحکمة من یشاء ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرًا کثیرًا۔ وما یذکر الا اولو الالباب (البقرہ:۲۶۹) ترجمہ: "اللہ عنایت کرتا ہے حکمت جس کو چاہتا ہے اور جو حکمت دیا گیا وہ خیر کثیر دیا گیا اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں

جو عقل والے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں حکمت کو خیر فرمایا ہے اور حکم کی حکمت و علت تک پہنچنے کو ہی فقہ کہتے ہیں۔ اسی لئے رسول پاک ﷺ نے فرمایا: من یرد اللّٰہ بہٖ خیرًا یفقھہ فی الدین (بخاری ج۱/ص۱۶) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی اور خیر کا ارادہ فرمائیں تو اس کو دین کا فقیہ بنا دیتے ہیں اور یہ بھی فرمایا: خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا (بخاری ج۱/ص۴۷۹) جاہلیت میں جو خیار تھے وہ اسلام میں بھی خیار بن سکتے ہیں بشرطیکہ فقیہ بن جائیں۔ جب اللہ و رسول ﷺ نے فقہ کو خیر اور فقہاء کو خیار فرمایا تو فقہ سے محروم یقیناً خیر سے محروم ہے اور فقہ سے روکنے والا خیر سے روکنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لا تطع کل حلافٍ مھین۔ مناع للخیر معتد اثیم۔ عتل بعد ذالک زنیم (القلم) "نہ کہا مان ہر قسمیں کھانے والے کمینے کا جو خیر سے روکتا ہے' حد سے بڑھا ہوا گنہگار ہے اور اجڈ اور بدنسل ہے۔" خدا سے ڈرو' خیر سے روک کر اس حکم کی زد میں نہ آؤ۔

فرمان خداوندی:

وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (التوبہ:۱۲۲) اور ایسے تو نہیں کہ سب مسلمان کوچ کریں (جہاد کے لئے) سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ (قوم) میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ تفقہ فی الدین حاصل کریں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ تعلم کا لفظ چھوڑ کر تفقہ کا لفظ اختیار فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ علم دین کا محض پڑھ لینا کافی نہیں' وہ تو بہت سے کافر' یہودی و نصرانی بھی پڑھتے ہیں اور شیطان کو سب سے زیادہ حاصل ہے' بلکہ علم دین سے مراد دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے۔ یہی لفظ تفقہ کا ترجمہ ہے اور یہ فقہ سے مشتق ہے۔ فقہ کے معنی سمجھ بوجھ کے ہی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ قرآن مجید نے یہاں مجرد کے صیغے سے لیفقھوا الدین' یعنی "دین کو سمجھ لیں" نہیں فرمایا' بلکہ لیتفقھوا فی الدین فرمایا جو باب

تفعل سے ہے۔ اس کے معنی میں محنت و مشقت کا مفہوم شامل ہے۔ مراد یہ ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے میں پوری محنت و مشقت اٹھا کر مہارت پیدا کریں۔ اس آیت کریمہ میں دو طبقوں کا ذکر ہے: مجاہدین کا اور فقہاء کا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اسلام کی سربلندی کا مدار ان ہی دو گروہوں پر رکھا ہے (بخاری ج۱/ص۸،۱۶، مسلم ج۲/ص ۱۴۴) مجاہدین کا کام ملک گیری ہے کہ کافروں سے ملک چھین کر اسلامی سلطنت میں شامل کرنا اور فقہاء کا کام ملک داری ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون فقہ اسلامی کی شکل میں نافذ کرنا، ان دو ہی چیزوں میں اسلام کی سربلندی ہے۔ اس آیت کریمہ کے اولین مخاطبین صحابہ کرامؓ ہیں جن کی مادری زبان عربی تھی۔ وہ قرآن کی عربی آیت اور نبی کی حدیث سن کر اس کا مطلب اور ترجمہ ہم سے بہت اچھا سمجھ لیتے تھے۔ ان عربی دانوں میں سے ایک جماعت کو کہنا کہ فقیہ بنو اور دوسرے عربی دانوں کو کہنا کہ ان فقہاء کے فقہی فتاویٰ پر عمل کرو، اس سے معلوم ہوا کہ فقہ صرف ترجمہ جان لینے کا نام نہیں بلکہ وہ ایک خاص علمی گیرائی اور گہرائی کا نام ہے جس تک ہر عربی دان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا اور فرمایا کہ اگر مسئلہ کتاب و سنت سے نہ ملا تو فیصلہ کس طرح کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اس پر آپ خوش ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جو اجتہادی اور فقہی فیصلے فرماتے ان فیصلوں کو سب اہل یمن تسلیم کر لیتے، حالانکہ اہل یمن کی اپنی مادری زبان عربی تھی۔ نہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ معاذ! جب بات اجتہاد تک آجائے تو ان سب کو کہنا کہ اجتہاد کر لیں، کیونکہ سب کے سب عربی ہیں اور قرآن و حدیث بھی عربی میں ہے، وہ اس کا مطلب اور ترجمہ جانتے ہیں، نہ ہی حضرت معاذؓ نے ان عربی دانوں کو یہ حق دیا، نہ ہی ان عربی دانوں نے حضور ﷺ سے یا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے اس حق کا مطالبہ کیا، وہ سب کے سب عربی دان ہو کر بھی اجتہادی مسائل میں حضرت معاذؓ کی ہی تقلید شخصی کرتے رہے۔

فرمان رسول ﷺ :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ تروتازہ رکھے اس شخص کو جو میری بات (حدیث) سنے پھر اسے یاد رکھے اور آگے پہنچا دے (فقیہ کے پاس کیونکہ بہت سے عربی دان محدث ایسے بھی ہوں گے جن کو وہ حدیث خوب یاد ہے جس میں فقہی مسائل ہیں، مگر وہ محدث غیر فقیہ ہونے کی وجہ سے ان فقہی مسائل کا استنباط نہیں کرسکتا) اور بہت سے ایسے فقیہ ہوں گے کہ اس حدیث کے پہنچانے والے محدث سے بہت زیادہ فقیہ ہوں گے (مشکوۃ ص ۳۵)

اس آیت اور حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن اور حدیث میں فہم فقیہ ہی حجت ہے، غیر فقیہ کی سمجھ حجت نہیں اگرچہ وہ محدث ہوں۔ اللہ و رسول ﷺ نے ہمیں فقہاء کے سپرد فرمایا ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص صرف حدیثیں جمع کرتا ہے اور ان سے فقہی مسائل استنباط نہیں کرسکتا وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص دوائیاں جمع کرلے مگر ان کے محل استعمال اور طریقہ استعمال کو نہیں جان سکتا جب تک طبیب کے پاس نہ جائے۔ اسی طرح محدث حدیث کی فقہ نہیں جان سکتا جب تک فقیہ کے پاس نہ آئے (الخیرات الحسان ص ۵۷) خود محدثین کو بھی اس بات کا اعتراف ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "علیك بالفقه فانه ثمرة الحديث (الحطه) فقہ کو لازم پکڑ، وہ حدیث کا ہی پھل ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كذلك قال الفقهاء وهم اعلم بمعاني الحديث (ترمذی باب غسل المیت) اسی طرح فقہاء نے فرمایا اور وہ ہم (محدثین) سے زیادہ حدیث کے معانی کو سمجھنے والے ہیں۔ محدث اور فقیہ میں ایسا ہی فرق ہوتا ہے جیسا حافظ قرآن اور مفسر قرآن میں۔ ہر حافظ قران، مفسر قرآن نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ سب محدثین ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے مقلد رہے ہیں۔ چنانچہ خود محدثین نے جو کتابیں محدثین کے حالات میں تحریر فرمائی ہیں وہ چار ہی قسم کی ہیں: طبقات حنفیہ، طبقات شافعیہ، طبقات مالکیہ اور طبقات حنابلہ۔ آج تک کسی مسلمہ

محدث نے طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ جن کتابوں سے ان لوگوں کا مسلم اور محدث ہونا ثابت ہے ان ہی کتابوں سے ان کا مقلد ہونا ثابت ہے۔

فرمان باری تعالیٰ :

واذا جاء ھم امرٌ من الامن اوالخوف اذا عوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا (النساء/۸۳) اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن یا ڈر کی تو اس کو مشہور کردیتے ہیں' اور اگر اس خبر کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے اولی الامر تک تو تحقیق کرتے اس کی ان میں جو تحقیق کرنے والے ہیں اس کی۔ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہولیتے شیطان کے مگر تھوڑے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تحقیق کا حق دو ہستیوں کو دیا' رسول اور اہل استنباط کو۔ استنباط کا معنی ہے زمین کی تہہ میں چھپے ہوئے پانی کو نکال لینا۔ اسی طرح کتاب و سنت کی تہہ میں پوشیدہ مسائل کے نکال لینے کو فقہ کہتے ہیں۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے استنباط کا لفظ بیان کرکے ایک تو یہ بات سمجھا دی کہ جتنا انسانی زندگی کے لئے پانی ضروری ہے اتنی ہی اسلامی زندگی کے لئے فقہ ضروری ہے۔ دوسری یہ بات سمجھادی کہ جس طرح کنواں کھودنے والا کنوئیں کھود کر چھپے ہوئے پانی کو صرف ظاہر کرتا ہے' اس پانی کو خود پیدا نہیں کرتا بلکہ خدا کے پیدا کئے ہوئے پانی کو ہی ظاہر کرتا ہے' اسی طرح مجتہد خود اپنی طرف سے مسئلہ نہیں گھڑتا' بلکہ خدا تعالیٰ کی ہی کتاب و سنت میں سے ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ کنوئیں کا پانی خدا کے پانی سے مخالف ہے' نہایت احمقانہ بات ہے۔ ایسی ہی احمقانہ بات یہ ہے کہ فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ جس طرح ایک آدمی کنواں کھودلے اور سارا گاؤں اسی کنوئیں کا پانی استعمال کرے تو نہ یہ شرک ہے' نہ کفر' نہ حرام۔ اسی طرح ایک مجتہد نے اجتہاد کرلیا' باقی سب نے اس کی تقلید کرلی تو یہ خدا اور رسول ﷺ کی ہی تابعداری ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل نہ ہوتا کہ رسول اور مجتہد

کی تحقیق سب کے لئے کافی ہے تو تم میں سے بہت سے لوگ فقہاء کو چھوڑ کر شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔ خود پاک پیغمبر ﷺ نے بھی یہی فرمایا: فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (ترمذی) ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔ دیکھو عابد نفل نمازیں' نفل روزے یقیناً زیادہ کرتا ہے' مگر شیطان کو ان نمازوں اور روزوں سے بھی اتنی چڑ نہیں جتنی فقہ سے ہے۔ جس طرح اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ کی مخالفت کرنے والا شیطان ہے' کیا کسی حدیث میں فقہ کے مخالف کو اہل حدیث کہا گیا ہے؟ فمال هٰؤلاء القوم لا یکادون یفقهون حدیثًا (النساء:۷۸) "سو کیا ہو گیا ان لوگوں کو کہ ہرگز نہیں لگتے کہ سمجھیں کوئی بات۔" قد فصلنا الایات لقوم یفقهون (الانعام:۹۹) اور البتہ ہم نے اپنی آیات کی تفصیل کردی اس قوم کے لئے جو صاحب فقاہت ہے۔ وجعلنا علٰی قلوبهم اکنة ان یفقهوه وفی آذانهم وقرا (بنی اسرائیل:۴۶' کہف:۵۷) اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں تاکہ اس کو نہ سمجھیں اور رکھ دیا ان کے کانوں میں بوجھ' یعنی اب نہ وہ خود فقیہ ہیں نہ فقیہ کی سنتے ہیں۔ وطبع علٰی قلوبهم بانهم قوم لا یفقهون (التوبہ:۸۷' المنافقون:۳) اور مہر کردی گئی ان کے دلوں پر' سو وہ نہیں سمجھتے۔ صرف اللّٰہ قلوبهم بانهم قوم لا یفقهون (التوبہ:۱۲۷) اور پھیر دیئے اللہ نے دل ان کے اسی واسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ نہیں سمجھتے۔ لهم قلوب لا یفقهون بها (الاعراف:۱۷۹) ان کے دل ہیں' ان سے سمجھتے نہیں۔ ذلك بانهم قوم لا یفقهون (الحشر:۱۳) یہ اس لئے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ ولکن المنافقون لا یفقهون (المنافقون) لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

رسول پاک ﷺ بھی فرماتے ہیں: خصلتان لا تجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقه فی الدین (مشکوٰۃ) دو عادتیں منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں' نہ حسن اخلاق اور نہ ہی فقہ فی الدین۔ جس طرح اس حدیث پاک سے صراحتاً فقہ کے منکر کا بداخلاق اور منافق ہونا ثابت ہوا' ہمیں کسی آیت یا حدیث میں یہ

نہیں ملا کہ فقہ کے منکر کو اللہ یا رسول ﷺ نے اہل حدیث کہا ہو۔ ہم نے یہ تیرہ آیات اور کئی احادیث پیش کی ہیں کہ فقہ کو ماننا ضروری ہے۔ جس طرح فرقہ "اہل قرآن" لوگوں کو کہتا ہے کہ اہل حدیثوں نے خدا کا قرآن چھوڑ کر مخلوق پرستی شروع کر رکھی ہے' ایک عربی قرآن کے مقابلے میں چھ عجمی قرآن صحاح ستہ کے نام سے بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں' عقل کے خلاف ہیں' ان میں حیا سوز باتیں ہیں' اہل حدیث حدیثوں کو قرآن کا نچوڑ کہتے ہیں اور قرآن کو معاذاللہ پھوگ سمجھتے ہیں' بالکل یہی باتیں ان سے سیکھ کر غیر مقلدین فقہ کے خلاف دہراتے ہیں' لیکن جیسے یہ ان کے دل کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں وہ آج تک ایک آیت قرآنی پیش نہیں کر سکے کہ جس کا ترجمہ ہو کہ حدیث قرآن کے خلاف ہے' اس میں حیا سوز باتیں ہیں' اس لئے ہم سب سمجھتے ہیں کہ جب وہ خدا تعالیٰ سے یہ باتیں ثابت نہیں کر سکے تو ان کے اس بات کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ قرآن کو سمجھ سکے ہیں نہ حدیث کو' اس لئے بے سمجھی سے ان کو ایک دوسرے کا مخالف سمجھ رہے ہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین آج تک ایک آیت اور ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکے کہ اللہ یا رسول ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے' تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں بقول خدا اور رسول فہم فقیہ حجت ہے نہ کہ فہم سفیہ' تو اگر کوئی اپنی سفاہت سے نہ قرآن و سنت کو سمجھے اور نہ فقہ کو اور بے سمجھی سے مخالف قرار دے تو ہم اس کی اس بات کے مکلف نہیں ہیں۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ نے فقہاء کے سپرد کیا ہے نہ کہ سفہاء کے۔ اللہ تعالیٰ انکار فقہ کی شیطنت اور نفاق سے بچائیں۔

فقہ کی مثال :

جس طرح اللہ تعالیٰ نے استنباط کے لفظ سے فقہ کی ضرورت اور اہمیت سمجھائی ہیں' اسی طرح رسول اقدس ﷺ نے مثال بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جو وحی مجھ پر نازل فرمائی اس کی مثال موسلا دھار بارش کی سی ہے۔ فرمایا بارش زمین پر برسی' لیکن زمین تین قسم کی تھی :

(۱) ایک ارض طیبہ' اس پاکیزہ اور ستھری زمین نے اپنا سینہ کھول کر اس بارش کو جذب کرلیا اور پھر اس کی برکت سے زندگی کی تمام ضروریات اس کھیت میں پیدا ہوگئیں۔

(۲) دوسری قسم کی زمین نشیب تھی۔ اس میں بارش کا پانی بھر گیا۔ گویا تالاب کی شکل میں جمع ہوگیا۔

(۳) تیسری قسم کی زمین ایک ٹیلہ تھی' نہ اس میں پانی ٹھہرا اور نہ کوئی فصل اگی۔ فرمایا کہ یہ مثال فقہ فی الدین کی ہے۔ (مشکوۃ بمعناہ بخاری' مسلم)

آپ ﷺ نے اول نمبر پر جس زمین کا ذکر فرمایا اور اسے ارض طیبہ قرار دیا' یہ مثال فقہ کی کتابوں کی ہے۔ اس میں اسی پانی کی برکت سے تمام ضروریات زندگی مل جاتی ہیں' اناج' غلہ' پھل' پھول' گنا' سبزیاں' گھاس' چارہ' دوا دارو کے لئے جڑی بوٹیاں' لباس کے لئے کپاس وغیرہ۔ اگرچہ یہ کھیت بعض اوقات خشک نظر آئے' اس میں پانی کا قطرہ بھی نظر نہ آئے مگر اس کی فصل کا ہر پھل' ہر پتا اسی پانی ہی کی برکت کا ظہور ہے۔ اسی طرح اگر کسی فقہ کی کتاب میں قال اللّٰہ اور قال الرسول کا لفظ صراحتا موجود نہ ہو تب بھی یہ تمام مسائل کتاب وسنت کے ہی ثمرات ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جتنی ضروریات زندگی میں کھیت کی اہمیت ہے اتنی ہی اسلامی زندگی میں فقہ کی اہمیت ہے۔ دوسری قسم کی زمین جس میں پانی تالاب کی شکل میں کھڑا ہوگیا' یہ حدیث کی کتابیں ہیں۔ جس طرح تالاب میں پانی سب کو نظر آتا ہے' یہاں قال الرسول سب کو نظر آتا ہے۔ اگر بارش کے براہ راست پانی میں کچھ کمی ہو تو اس پانی سے بھی کھیت کو سینچا جا سکتا ہے' اور سب کو معلوم ہے کہ کھیت کی طرح تالاب میں سب ضروریات زندگی نہیں ملتیں' بلکہ اکثر ضروریات زندگی میں تالاب والے بھی کھیت والوں کے ہی محتاج ہوتے ہیں' اسی لئے سب محدثین کسی نہ کسی امام کے مقلد ہوئے ہیں۔ فقہ کی چھوٹی سی چھوٹی کتاب میں بھی آپ کو نماز' نماز عید' نماز جنازہ وغیرہ کی مکمل تفصیل اور تمام مسائل کا حل ملے گا۔ جبکہ حدیث کی بڑی سے بڑی کتاب میں بھی آپ

کو روزانہ پانچ دفعہ پڑھی جانے والی نماز کا مکمل طریقہ نہیں ملے گا۔ اور تیسری وہ زمین ہے جہاں سے نہ فصل اگی نہ پانی ٹھہرا' یہ وہی فرقے ہیں جن کی دنیا میں حدیث کی کوئی کتاب نہیں اور نہ فقہ اور اصول فقہ کی۔ مقلدین مانگ کر کھیت والے سے ضروریات لیتے ہیں اور یہ بے چارے چوری کر کے۔ بہرحال کوئی تالاب والا ہو یا ٹیلے والا وہ اپنی ضروریات زندگی میں کھیت کا محتاج ہے' اور سر کی ٹوپی' جسم کے کپڑے' پاؤں کے جوتے' پیٹ میں غذا' سب میں کسی نہ کسی طرح اسی کھیت کا دخل ہے۔ ہاں مانگ کر گنا لے لیا جائے تو وہ حلال ہوتا ہے اور چوری کر لیا جائے تو وہ حرام ہی ہوتا ہے۔

فقہ کی فضیلت :

رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں: ''عالم (فقیہ) کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوقات استغفار کرتی ہے اور سمندر کی تہہ کی مچھلیاں تک' اور عالم (فقیہ) کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی تاروں پر اور بے شک علماء (فقہاء) نبیوں کے وارث ہیں (مشکوۃ' احمد' ترمذی' ابوداؤد)

اسی طرح آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عالم (فقیہ) اور عابد کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: عالم (فقیہ) کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنی آدمی پر۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام ساکنین ارض و سماء' یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی سمندر کی تہہ میں لوگوں کو خیر (فقہ) سکھانے والے کے لئے دعائیں کرتے ہیں (مشکوۃ بحوالہ ترمذی) ان دونوں حدیثوں میں عالم کا مطلب فقیہ اسی لئے لیا ہے کہ خود حدیث میں عابد کے مقابلہ میں عالم کو فقیہ فرمایا ہے: ''فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔'' اور خیر کا مطلب فقہ لیا ہے' اس لئے کہ خود آپ ﷺ نے فقہ کو خیر فرمایا ہے اور ویسے بھی مطلق کا اطلاق فرد کامل پر ہی ہوتا ہے۔ کامل عالم فقیہ ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: بے شک لوگ تمہاری تابعداری (تقلید) کریں گے اور دنیا کے کونے کونے سے تمہارے پاس فقہ سیکھنے آئیں گے' ان

ت بہترین سلوک کرنا۔ (ابن ماجہ) فقہ سیکھ کر اس کی اتباع کا نام ہی تقلید ہے۔

دو مجلسیں :

آپ ﷺ کی مسجد میں دو مجلسیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک مجلس کے صحابہ کرام اللہ سے دعاء و رغبت میں مشغول تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی خیر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے ان کی دعائیں قبول کرے یا نہ کرے۔ اور دوسری مجلس کے صحابہ کرامؓ ان پڑھ لوگوں کو فقہ کی تعلیم دے رہے تھے۔ فرمایا یہ ان سے افضل ہیں اور اللہ نے مجھے بھی معلم (فقیہ) بنا کر مبعوث فرمایا۔ پس آپ ﷺ ان میں بیٹھ گئے۔ (دارمی ' مشکوۃ) اللہ! کیا عظمت ہے فقہ اور فقہاء کی۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

چند اور احادیث مقدسہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

اہمیت فقہ :

آپ ﷺ نے فرمایا: فقہ کی ایک مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھوڑی فقہ پڑھنا بہت زیادہ (نفل) عبادت سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایک عابد اور ایک فقیہ پیش ہوں گے ' اللہ تبارک وتعالیٰ عابد سے فرمائیں گے اے عابد! تو جنت میں چلا جا ' کیونکہ تیری عبادت اپنی ذات کے لئے تھی ' اور فقیہ سے فرمائیں گے تو میری بارگاہ میں گنہگاروں کی شفاعت کر ' تیری شفاعت قبول کی جائے گی ' کیونکہ تیری محنت دوسروں کی اصلاح کے لئے بھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام (اپنی امتوں کے) قائدین اور فقہاء (اپنے مقلدوں کے) سردار ہیں اور ان کی مجالس میں خیر و برکت کی زیادتی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی امت کی تباہی و بربادی کی علامت یہ ہے کہ اس امت کے فقہاء وفات پا جائیں تو امت ہلاک ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کا عروج و زوال ہوتا ہے '

فرمایا میرے دین کے عروج کا زمانہ یہ ہے کہ پورے قبیلے کے لوگ فقہ کو مانتے ہوں' اس کے موافق عمل کرتے ہوں' اگر ان میں ایک دو شخص فقہ سے ہٹ کر فاسق بن جائیں تو قبیلہ کے فقہاء ان فقہ کے منکرین فاسقوں کو ڈانٹیں گے۔ سارا قبیلہ چونکہ فقہ کو مانتا ہوگا وہ ان فقہاء کی حمایت کرے گا اور ان فاسقوں کا کوئی حامی نہ ہوگا' اسی لئے وہ معاشرے میں ذلیل رہیں گے اور دین کا عروج رہے گا۔ فرمایا اور دین کا زوال اس وقت ہوگا کہ پورے معاشرے میں ایک دو فقیہ ہوں گے اور معاشرے کی اکثریت فاسق ہوگی۔ اس لئے اگر وہ فقیہ کسی فاسق کو روکیں گے تو معاشرے میں ان کی حمایت کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور سب فاسق اس فاسق کی حمایت کریں گے اور فقیہ کو مغلوب کریں گے۔ یہی دن دین کے زوال کے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی بہت ہی قابل رحم ہیں: "ایک وہ شخص جو پہلے امیر تھا پھر فقیر ہوگیا۔ دوسرا وہ شخص جو قوم میں بڑا باعزت تھا پھر ذلیل ہوگیا۔ تیسرا وہ فقیہ جس کے ساتھ جاہل لوگ دینی تلاعب کرنا شروع کردیں۔" یہ تمام احادیث خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) کی کتاب "الفقیہ والمتفقہ" میں سندوں سے منقول ہیں۔

برادران اہل سنت والجماعت! اگر فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہوتی تو اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ اس فقہ کی اتنی عظمت اور فضیلت بیان نہ فرماتے' محدثین کرام اپنی کتابوں میں فقہ کی فضیلت اور اہمیت کی حدیثیں نہ لاتے۔ خدا تعالیٰ کے پورے قرآن میں ایک آیت اس مضمون کی نہیں کہ فقہ کو نہ ماننا' فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور نہ ہی ساری عمر میں کبھی پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ فقہ کو نہ ماننا' یہ احادیث کے خلاف ایک متوازی شریعت سازی ہے' فقہ کے انکار میں ہی نجات ہے' فقہ کا منکر دنیا میں اہل حدیث کہلائے گا' یہ کسی حدیث میں نہیں۔ افسوس! یہ لوگ اللہ و رسول ﷺ سے بڑھ کر باتیں کرتے ہیں اور جس طرح اہل قرآن سنت کے خلاف وسوسے پھیلاتے ہیں' یہ اہل حدیث نام رکھ کر فقہ کے خلاف وسوسے پھیلا کر خدا اور رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائیں' آمین۔

معتبر اجتہاد کی تقلید کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لمعرفة الاجتھاد و تقلیدہ وارشدنا الٰی طریق اتباع الائمة وتائیدہ والصلوٰة والسلام علٰی من حبب الینا اقتداء المنیبین بعد اتباعہ ورضی لنا الاھتداء بھدی الراسخین بعد الوقوف علیہ واطلاعہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھدان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ۔ امابعد!

یہ مختصر مقالہ جو فقہی کانفرنس بنوں منعقدہ ۱۷/ اپریل ۱۹۹۶ء کے لئے تحریر کیا گیا'

اس تحریر سے مقصد یہ ہے کہ اصولی طور پر اعتبار و تقلید کے بارہ میں نقل صحیح اور عقل سلیم کی روشنی میں صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی معتبر اجتہاد کی تقلید کرنا کوئی بدعت نہیں ہے کہ اسے قابل ملامت اور اس کے مرتکب کو مستوجب نکیر تصور کیا جائے بلکہ یہ ایسا مسلوک راستہ ہے جو سلف سے خلف تک اجماعی طور پر دینی شاہراہ بنا رہا اور امت نے اپنے دین کے تحفظ کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں سمجھی ہے۔

اجتہاد کا لغوی معنی :

الاجتھاد فی اللغة ھو تحمل الجھد ای المشقة۔ اجتہاد لغت میں پوری کوشش کرنے کا نام ہے۔

اجتہاد کا اصطلاحی معنی :

استفراغ الفقیہ الوسع لتحصیل ظن لحکم شرعی (تلویح ص ۶۰۲)

فقیہ کا اپنی طاقت کے موافق خوب محنت کرنا تاکہ حکم شرعی کا ظن حاصل ہو جائے۔ ظن سے مراد یقین درجہ دوم ہے۔

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: حقیقۃ الاجتہاد علٰی مایفھم من کلام العلماء استفراغ الجہد فی ادراك الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتھا التفصیلیۃ الراجعۃ کلیاتھا الی اربعۃ اقسام الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس (عقد الجید ص ۱۸) اجتہاد کی تعریف جو علماء کے کلام سے سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ شریعت کے احکام فرعیہ کے دریافت کرنے میں خوب محنت کرنا اور ان احکام فرعیہ کو ان کی تفصیلی دلیلوں سے نکالنا جن کے کلیات کا مآل چار قسم ہے: کتاب' سنت' اجماع اور قیاس۔

دلیل تفصیلی :

دلیل تفصیلی وہ ہے جو منع' نقض اور معارضہ تینوں سے سالم ہو' یعنی پہلے نمبر پر اس دلیل کے ثبوت پر بحث ہو چکی ہو' پھر اس کی دلالت پر مکمل بحث ہو اور پھر اگر اس کے معارض کوئی دلیل ہو تو اس تعارض کو رفع کر دیا گیا ہو۔ ایسی دلیل کو تقریب تام یا دلیل تفصیلی کہتے ہیں۔

ضرورت اجتہاد :

علامہ عبدالکریم شہرستانی فرماتے ہیں: وبالجملۃ نعلم قطعًا ویقینًا ان الحوادث والوقائع فی العبادات والتصرفات لا یقبل الحصر والعد ونعلم قطعًا ایضًا انہ لم یرد فی کل حادثۃ نص ولا یتصور ذلك ایضًا والنصوص اذا کانت متناھیۃ والوقائع غیر متناھیۃ ومالا یتناھی لا

یضبطه ما یتناهی علم قطعًا ان الاجتهاد والقیاس واجب الاعتبار حتٰی یکون یصدر کل حادثة اجتهاد (الملل والنحل ص ۴، ج ۲) ہم قطعی اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ حوادث اور واقعات عبادات و تصرفات میں بے حد و بے حساب ہیں اور یہ بھی یقینی طور پر معلوم ہے کہ ہر حادثہ کے بارہ میں نص موجود نہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ تو جب نصوص متناہی ہیں اور واقعات غیر متناہی، اور غیر متناہی متناہی میں واضح نہیں تو یقیناً اجتہاد اور قیاس واجب ہو گا۔ یہاں تک کہ ہر حادث واقع کے لئے اجتہاد ہو گا۔

چونکہ تمام کے تمام مسائل جزئیہ اس طرح منصوص نہیں کہ ہر کس و ناقص بلا تکلف ان کا صحیح حکم سمجھ سکے اور اجتہاد کی ضرورت ہی نہ پڑے، بلکہ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان میں اجتہاد کے بغیر چارہ نہیں۔ لہٰذا ضروری تھا کہ امت کے بعض افراد کو استنباط اور اجتہاد کی قوت عطا کی جاتی جس کے ذریعہ یہ حضرات نصوص میں غور و فکر کر کے غیر منصوصہ حوادث جزئیہ کے احکام نکال کر عامہ امت کے لئے عمل کی راہ استوار کرتے۔

نقلی دلیل :

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کبھی اولوا الالباب، کبھی راسخین فی العلم، کبھی اہل ذکر، کبھی فقہاء، کبھی اہل استنباط، کبھی اولوا العلم اور کبھی اولوا الابصار کے معزز الفاظ سے ذکر فرماتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: فاعتبروا یا اولی الابصار (الحشر ۲) امام سرخسی، امام لغت ثعلبؒ سے نقل فرماتے ہیں: "اعتبار فی اللغة هو رد الشیء الٰی نظیره ومنه یسمی الاصل الذی یرد الیه النظائر عبرة (اصول سرخسی ج ۲ ص ۱۲۵) اعتبار لغت میں کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانے کو کہتے ہیں۔ اسی لئے جس اصل کی طرف نظائر لوٹائے جائیں اس کو عبرت کہتے ہیں۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ پہلی اقوام کے واقعات قرآن نے عبرت کے لئے بیان فرمائے اور عبرت

کا مطلب یہی ہے کہ ان نافرمانیوں سے ہم بچیں جن کی وجہ سے وہ قومیں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئیں اور اسی کو قیاس کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں: اعتبرت هٰذا الثوب بهٰذا الثوب ای سویته به فی التقدیر وهٰذا هو حد القیاس فظهر انه مامور به بهذا النص (اصول سرخسی ج ۲ ص ۱۲۵) یعنی میں نے اس کپڑے کو اس کپڑے پر قیاس کیا۔ اس لئے اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہل بصیرت کو حکم ہے کہ قیاس کریں اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ دوسرے قسم کے لوگ جو خود قیاس نہ کر سکتے ہوں ان کو ان مجتہدین کی تقلید کا حکم دیا۔ یعنی مجتہد نے قیاس سے کتاب وسنت سے جو حکم نکالا ہے یہ مجتہد کی رہنمائی میں کتاب وسنت کے ہی اس حکم پر عمل کرتا ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتے ہوں، نہ مجتہدین کی تقلید میں کتاب و سنت پر عمل کریں، ان کو کبھی صم بکم عمیٌ فهم لا یعقلون سے ذکر فرمایا اور کبھی اولئك کالانعام بل هم اضل میں شامل فرمایا۔

دوسری دلیل :

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: واذا جاء هم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الی الرسول والٰی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم۔ ولو لا فضل الله علیکم ورحمته لاتبعتم الشیطان الا قلیلاً (۴:۸۳) (اللہ تعالیٰ نے منافقین کی عادت بیان فرمائی) اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی واقعہ پہنچتا ہے تو وہ (بلا تحقیق) اس کو مشہور کر دیتے ہیں (جس سے نقصان ہو جاتا ہے) اگر وہ اس (واقعہ) کو جناب رسول اللہ ﷺ اور اولوا الامر کی طرف لوٹاتے (تو بہتر ہوتا) تاکہ جو لوگ اس کی حقیقت اور تہہ کو پہنچ سکتے ہیں وہ اس کو جان لیتے۔ اگر اللہ کا خاص فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی (کہ تحقیق کا بوجھ عوام پر نہ ڈالا، یہ تحقیق کا کام رسول اور مجتہد کے ذمہ لگا دیا) تو تم تحقیق کے دھوکے میں) شیطان کے تابعدار بن جاتے مگر بہت کم۔

ایک مسلمان کو صرف جہاد کے مسائل کے بارہ میں ہی امن اور خوف نہیں ہوتا

بلکہ اس سے زیادہ خوف عبادات وغیرہ کے احکام شرعیہ میں ہوتا ہے کہ پتہ چل جائے کہ نماز درست ہوئی یا غلط' اور یہ کام جائز ہوا یا ناجائز۔ تو جہاد سے متعلق احکام شرعیہ سے بڑھ کر ان احکام کی تحقیق کی ضرورت ہے' کیونکہ جہاد ایک ہنگامی اور وقتی عبادت ہے اور نماز' نکاح' بیع' قضا' وراثت وغیرہ روزمرہ کے احکام ہیں۔ ان میں بدرجہ اولیٰ تحقیق کی ضرورت ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو استنباط ہے یا اس میں داخل ہے۔ پس قیاس کا حجت ہونا بھی وجوباً ثابت ہوگیا۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ آیت شریفہ سے چند امور ثابت ہوئے: (۱) بعض ایسے احکام بھی ہیں جن کی معرفت نص سے نہیں ہوتی بلکہ استنباط سے معلوم ہوتی ہے جیسے احکام اجتہادیہ غیر منصوصہ۔ (۲) استنباط یعنی اجتہاد حجت شرعیہ ہے۔ (۳) احکام حوادث (اجتہادیہ) میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے (تفسیر کبیر ص ۲۶۲/ج ۳) امام نحو زجاج فرماتے ہیں کہ استنباط کے معنی لغت میں کنواں کھود کر زمین کی تہہ سے پانی نکالنے کے ہیں۔ پس اسی طرح سمجھو کہ نصوص شریعت کی تہہ اور گہرائی میں جو احکام چھپے ہوئے ہیں ان کو آلات فکریہ اور اصول اجتہادیہ سے کھود کر نکالنے کا نام استنباط اور اجتہاد ہے۔ ظاہر ہے کہ کنواں کھودنے پر جو پانی نکلا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس کنواں کھودنے والے نے اس کو صرف ظاہر کیا ہے۔ اسی لئے ہر مجتہد کا اعلان یہی ہوتا ہے کہ القیاس مظھر لا مثبت۔ کہ قیاس سے کتاب و سنت کی تہہ میں پوشیدہ خدا اور رسول ﷺ کا حکم ظاہر کیا جاتا ہے۔ کوئی حکم از خود گھڑ کر اللہ و رسول ﷺ کے ذمہ نہیں لگایا جاتا۔ اب دیکھئے ایک آدمی نے ہمت کر کے کنواں کھود کر اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا پوشیدہ پانی نکال دیا اور جن لوگوں میں خود کنواں کھودنے کی ہمت نہ تھی انہوں نے اس سے پانی لے کر وضو کرلیا' غسل کرلیا' کھانا پکالیا' اس کو تقلید کہتے ہیں۔ اگر ایک علاقے میں ایک ہی اتنا بڑا کنواں ہے کہ اس کا پانی سارے علاقے کے لئے کافی ہے تو اس علاقہ کے سب لوگ اپنے ہی علاقے کے کنوئیں کے پانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح مجتہد نے اصول اجتہادیہ

سے کتاب و سنت کی تہہ سے احکام شرعیہ کو نکال لیا۔ جن میں یہ ہمت نہ تھی وہ اسی مجتہد کی رہنمائی میں کتاب و سنت کے ان احکام پر عمل کرتے ہیں' اسی کا نام تقلید ہے۔ جس علاقے میں جس کنوئیں کا پانی آسانی سے دستیاب ہو' اس علاقے کے لوگوں پر واجب ہے کہ اسی کنوئیں کے پانی سے وضو' غسل کر کے اللہ کی عبادت کریں۔ اسی طرح جس علاقے میں جس مجتہد کا مذہب درساً و عملاً متواتر ہوگا ان پر اسی کی تقلید واجب ہوگی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فرمان :

اسی لئے شاہ صاحب اہل ہند (پاک و ہند) پر امام صاحب کی تقلید کو واجب فرماتے ہیں: فاذا کان الانسان فی بلاد الھند وبلاد ماوراء النھر ولیس ھناك عالم شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتاب من کتب ھٰذا المذاھب وجب علیه ان یقلد بمذھب ابی حنیفة ویحرم علیه ان یخرج من مذھبه لانه حینئذ یخلع من عنقه ربقة الشریعة ویبقٰی سدًی مھملاً (الانصاف ص۷۱) جب (غیر مجتہد) علاقہ ہند (و پاک) اور ماوراء النہر میں رہنے والا ہو جہاں نہ شافعی مفتی' نہ مالکی' نہ حنبلی اور نہ ان کی کتابیں ہیں تو اس پر واجب ہے کہ صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تقلید کرے اور حنفیت سے نکلنا اس پر حرام ہے' کیونکہ وہ اس (مذہب حنفی) کی تقلید ترک کرنے کی وجہ سے شریعت (محمدیہ) کی رسی اپنی گردن سے اتار کر مہمل اور بے کار رہ جائے گا۔

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید :

حضرت شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا تھا آخر تجربہ نے اس پر مہر تصدیق لگا دی۔

پہلی شہادت :

مولانا محمد حسین بٹالوی وکیل اہل حدیث ہند اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں فرماتے ہیں: ''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے

ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو ہی سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفرو ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں' مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔" (ص۸۸' ج۱۱)

دوسری شہادت :

مولانا محبوب احمد صاحب امرتسری لکھتے ہیں: "جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہ ہے کہ امرتسر کے گرد و نواح میں جس قدر مرتد عیسائی ہیں یہ پہلے غیر مقلد ہی تھے۔" (الکتاب المجید' ۸)

تیسری شہادت :

قاضی عبدالاحد خان پوری اہل حدیث لکھتے ہیں: اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالف سلف صالحین جو حقیقت ما جاء بہ الرسول سے جاہل ہیں وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے۔ جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفرو نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ' زنادقہ اور منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے۔ دیکھو ملاحدہ نیچریہ جو کفار اور منافقین ہیں وہ بھی انہی کے باب و دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہیں کو گمراہ کر کے اپنا حصہ مفروض کامل اور وافی مثل شیطان کے لے گئے۔ پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہیں کے باب و دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور جماعت کثیرہ کو ان میں سے مرتد اور منافق بنا دیا اور ملاحدہ زنادقہ چکڑالویہ نکلے' وہ بھی انہی کے دہلیز اور دروازہ سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنایا (کتاب

التوحید والسنہ ص ۲۶۲)

عبرت :

برادران اسلام! اس پاک و ہند میں تقریباً بارہ سو سال خالص تقلیدی دور رہا۔ اس دور میں ہزاروں نہیں لاکھوں کافر اسلام لائے' لیکن جن لوگوں نے ترک تقلید کا تجربہ کیا تو وہ صرف پچیس سال میں چیخ اٹھے کہ اتنے لوگ اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف چلے گئے اور وہ ماننے لگے کہ نیچریہ جدید معتزلہ' فرقہ قادیانیہ اور فرقہ منکرین حدیث سب فتنہ ترک تقلید کے ہی بطن' فتنہ پرور سے پیدا ہوئے ہیں۔

تیسری آیت :

یٰایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذٰلك خیر واحسن تاویلا (النساء:۵۹) اے ایمان والو! حکم مانو اللہ (قرآن) کا اور حکم مانو رسول ﷺ (سنت) کا اور اولی الامر (مجتہدین) کا جو تم میں سے ہوں (جب کہ ان کا اجماع ہو۔ اور اے مجتہدین) اگر تم میں جھگڑا ہو جائے تو رد کرو (بذریعہ قیاس) اللہ و رسول (کتاب و سنت) کی طرف اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔ اس آیت میں مجتہد کو اولی الامر کہا ہے' جو حاکم کو بھی کہتے ہیں۔ جب مجتہد حاکم ہوا اور مقلدین رعایا ہوئے تو غیر مقلد یقیناً باغی کو کہا جائے گا اور منکم سے یہ واضح ہو گیا کہ جیسے اس حاکم کا حکم مانا جاتا ہے جو اس علاقے کا حاکم ہو اور اس کا حکم وہاں معروف ہو۔ نیز یہ بھی سب جانتے ہیں کہ حاکم کا حکم اس لئے نہیں مانا جاتا کہ یہ اس کی ذاتی رائے ہے' بلکہ وہ حکومت کے حکم کو ہی نافذ کرتا ہے۔ اسی طرح اس مجتہد کی تقلید واجب ہو گی جس کا مذہب اسی علاقے میں علماً و عملاً متواتر ہو۔ اس آیت کریمہ میں چاروں شرعی دلیلوں کا ترتیب وار ذکر آ گیا ہے۔

مثال :

دین اسلام میں قرآن کی وہی حیثیت ہے جیسے کسی ملک میں ملک کے آئین اور متن قانون کی ہوتی ہے اور سنت کی ایسی ہی پوزیشن ہے جیسے ملک کی قانون ساز اسمبلی خود آئین کے کسی اجمال کی تشریح کردے۔ ائمہ مجتہدین کی پوزیشن ایسی ہے جیسے ملک میں ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کی۔ یہ صاحب قانون ساز تو نہیں ہوتے مگر ملک میں ان کی قانونی مہارت ایسی مسلمہ ہوتی ہے کہ ان کے فیصلوں کو قانونی حیثیت حاصل ہوجاتی ہے اور P.L.D کی کتابوں میں ان کو بطور نظیر محفوظ کرلیا جاتا ہے اور ماتحت عدالتیں ان نظائر کے حوالوں سے فیصلے سناتی ہیں۔ اسی طرح مجتہد کو ہم شارع یعنی قانون ساز نہیں کہتے، بلکہ شارح قانون کا ماہر کہتے ہیں، اور اگر جسٹس صاحبان کا فل بنچ قانون کی تعبیر و تشریح کردے تو اس کو ملکی محاورہ میں سپریم کورٹ کا فیصلہ کہا جاتا ہے اور اسلامی تعبیر و تشریح میں اگر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہوجائے تو اس کو اجماع امت کہا جاتا ہے۔ جس طرح ملک میں آئین کی تعبیر و تشریح وہی معتبر ہے جو سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ نے کی، اس کو نہ ماننے والا یقیناً توہین عدالت کا مرتکب ہے، اسی طرح آئین اسلام یعنی کتاب و سنت کی تعبیر و تشریح بھی وہی قابل اعتبار ہے جو اجماع سے ثابت ہو یا مجتہد سے۔ جس طرح ملک کی سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلوں سے بغاوت ملک کے قانون سے بغاوت ہے، اسی طرح کتاب و سنت کی اجماعی اور اجتہادی تعبیرات و تشریحات سے بغاوت کتاب و سنت سے بغاوت کے مترادف ہے۔

حدیث معاذؓ :

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ لما بعثه الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لك قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فیه قال فبسنة رسول اللہ ﷺ قال فان لم تجد فی سنة رسول اللہ قال اجتهد برأیی ولا آلو قالو فضرب رسول اللہ ﷺ

علٰی صدرہ وقال الحمد للّٰہ الذی وفق رسول رسول اللّٰہ لما یحب ویرضٰی بہ رسول اللّٰہؐ (ابوداؤد، ترمذی، دارمی، مشکوۃ ص ۳۲۴) جناب رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجنے کا ارادہ کیا تو دریافت فرمایا کہ وہاں جب تمہارے سامنے مقدمات پیش ہوں گے تو کیسے فیصلہ دو گے؟ عرض کیا کہ قرآن سے فیصلہ دیا کروں گا۔ فرمایا اگر قرآن میں (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے دو گے؟ عرض کیا سنت رسول اللہ ﷺ سے۔ فرمایا اگر سنت میں بھی (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے دو گے؟ عرض کیا پھر میں اپنی ہمت کے مطابق پورا پورا اجتہاد کروں گا (اور اس کے مطابق فیصلہ دوں گا) اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے (خوشی سے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اس مالک کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے اپنے پیغمبر کے قاصد کو اس کام کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول خوش ہو رہا ہے۔

فائدہ :

آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں فروعی مسائل کے حل کے تین طریق تھے :

(۱) ---- جو لوگ خدمت اقدس میں حاضر باش تھے وہ براہ راست آپ ﷺ سے پوچھ لیتے۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(۲) ---- جو صحابہ کرامؓ آپ سے دور ہوتے اور مجتہد ہوتے وہ اجتہاد کر لیتے، جیسے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں کرتے تھے یا بنو قریظہ کے راستہ میں نماز ادا کرنے کے بارہ میں صحابہ کرامؓ نے کیا۔ (بخاری ص ۵۹۱) یا دو صحابہ نے تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد پانی ملنے پر کیا (نسائی ص ۴۹)

امام ابوبکر الجصاص رازی فرماتے ہیں: لا خلاف بین الصدر الاول والتابعین واتباعھم فی اجازۃ الاجتھاد والقیاس علی النظائر فی احکام الحوادث وما نعلم احدًا نفاہ وحظرہ من اھل ھذہ الاعصار

المتقدمة الٰی ان نشاء قوم ذو جهل بالفقه واصوله لا معرفة لهم بطريقة السلف ولا توقی للاقدام علی الجهالة واتباع الاهواء البشعة التی خالفوا فيها اصحابهم ومن بعدهم من اخلافهم فكان اول من نفی القياس والاجتهاد فی احكام الحوادث ابراهيم (النظام) وطعن علی الصحابة من اجل قولهم بالقياس ونسبهم اليهم مالا يليق بهم والی ضد ما وصفهم اللّٰه تعالٰی به (الفصول فی الاصول ص ۶۳) یعنی صحابہ کرامؓ ' تابعین اور تبع تابعین میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہ تھا کہ احکام حوادث میں نظائر پر قیاس و اجتہاد جائز ہے۔ اس خیرالقرون کے دور میں ہم کسی ایک کو بھی نہیں جانتے جس نے اجتہاد و قیاس کی نفی کی ہو یا اس کو ناپسند کیا ہو۔ ہاں (خیرالقرون ختم ہونے کے بعد) ایک فقہ اور اصول فقہ سے جاہل قوم پیدا ہوئی جنھوں نے اپنی جہالت اور نفس پرستی کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والوں سے بغاوت کی اور قیاس (کرنے اور ماننے) کی وجہ سے صحابہ کرامؓ پر طعنہ زنی کی اور ان کی طرف بے ہودہ باتیں منسوب کیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو صحابہ کی تعریف فرمائی تھی اس کے خلاف صحابہ پر الزام لگائے' نیز فرماتے ہیں: انه قد ثبت عن السلف القول باجتهاد والرای واستعمال المقائيس فی احكام الحوادث بالاخبار المتواترة والآثار المشهورة التی يعجز الكتاب عن ذكرها ولا يمكن لاحد سمعها الشك فيها (الفصول فی الاصول ص ۸۸) سلف سے احکام حوادث میں اجتہاد اور قیاس اتنے اخبار متواترہ اور آثار مشہورہ سے ثابت ہے کہ کتاب ان کے ذکر سے عاجز ہے اور یہ محال ہے کہ کوئی شخص ان اخبار متواترہ کو سن کر پھر بھی اس میں شک کر سکے۔

کتاب الآثار امام ابی یوسف' کتاب الآثار امام محمد' مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ کو ہی اٹھا کر دیکھ لیں' ان میں مجتہد صحابہ کرامؓ اور تابعین کے ہزارہا فتاویٰ درج ہیں جن کے ساتھ ان صحابہ اور تابعین نے کوئی آیت یا حدیث بطور

دلیل بیان نہیں کی، محض نفس مسئلہ کا حکم بیان فرمادیا۔

(۳)---- جو لوگ احکام حوادث میں خود اجتہاد نہیں کر سکتے تھے وہ اپنے شہر اور علاقے کے مجتہد کی تقلید کر لیتے تھے، جیسے پورے یمن میں صرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اجتہاد کرتے تھے، باقی تمام اہل یمن باوجود عربی نژاد ہونے کے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔ پورے یمن سے ایک نام بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی سے انکار کیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرامؓ تھے جو سب عربی دان تھے، مگر کتب حدیث میں چھ سات صحابہ کے فقہی فتاویٰ ملتے ہیں، باقی انہی کے فتاویٰ پر بلا مطالبہ دلیل عمل کر لیتے تھے اور یہی تقلید ہے۔

دور صحابہ کرامؓ :

دور صحابہ کرامؓ میں مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابتؓ، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور پھر حضرت علیؓ کا فتویٰ چلتا تھا۔ ان سب حضرات کے فتاویٰ بلا ذکر دلیل صادر ہوئے اور ان شہروں میں بلا مطالبہ دلیل ان پر عمل ہوتا تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عہد رسالت تک تو لوگوں کا یہی حال رہا، پھر صحابہ کرامؓ کو مختلف علاقوں سے سابقہ پڑا اور بکثرت واقعات رونما ہوئے اور بہت سے مسائل پیش آئے جن کی بابت ان سے فتوے پوچھے جاتے۔ چنانچہ ہر صحابی استفتاء کا وہی جواب دیتا جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتووں اور فیصلوں کو یاد کر رکھا تھا یا ان سے استنباط کیا تھا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں اور فتووں اور اپنے استنباط میں کوئی ایسی چیز نہ پاتا جس کی بناء پر جواب دے سکتا تو اپنی ذاتی رائے سے کام لیتا اور اس علت کے معلوم کرنے کی کوشش کرتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات کی بنیاد بنایا ہو، پھر جس مقام پر اس کو وہ علت نظر آتی وہاں وہی حکم عائد کر دیتا اور اس صحابی کی پوری کوشش ہوتی کہ وہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد کے مطابق ہو۔" (الانصاف اردو ص ۷)

دور تابعین رحمہم اللہ :

شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اسی طرح علمائے تابعین میں ہر عالم کا اپنی اپنی توجیہ کے مطابق علیحدہ مذہب ہوگیا اور اس طرح ہر علاقے میں ایک امام بن گیا جیسے سعید بن المسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمر' ان کے بعد زہری اور قاضی یحیٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن مدینہ میں' عطاء بن ابی رباح مکہ میں' ابراہیم نخعی اور شبلی کوفہ میں' حسن بصری بصرہ میں' طاؤس بن کیسان یمن میں اور مکحول شام میں امام بنے۔ (الانصاف ص ۱۴)

ان حضرات کے اجتہادی فتاویٰ بھی کتابوں میں بلا ذکر دلیل ملتے ہیں اور ان کے علاقوں کے ہزاروں لاکھوں عوام ان پر بلا مطالبہ دلیل عمل کرکے ان کی تقلید شخصی کرتے تھے۔ اسی لئے شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''اگر صحابہؓ اور تابعین کے مابین کسی مسئلہ کے بارہ میں اختلاف ہوتا تو ہر عالم اپنے علاقے (شہر) کے عالم اور مسلک کو اختیار کرتا' کیونکہ وہ ان کے اقوال کے سقیم یا قابل وثوق ہونے سے زیادہ باخبر اور ان کے اقوال سے نسبت رکھنے والے اصولوں کا زیادہ رازدان ہوتا تھا اور اس کا دل اپنے علاقے کے اساتذہ کے فضل اور تبحر علمی کی جانب زیادہ مائل ہوتا تھا۔ (الانصاف ص ۲۰)

ایک واقعہ :

حضرت عثمان بن عطاء اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رصافہ میں ہشام بن عبدالملک کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے پوچھا اے عطاء! تجھے شہروں کے علماء کا علم ہے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں اے امیرالمومنین۔ تو اس نے پوچھا کہ اس وقت اہل مدینہ کا فقیہ (مفتی) کون ہے؟ میں نے کہا نافع مولیٰ ابن عمر۔ پھر پوچھا اہل مکہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا عطاء بن ابی رباح۔ پوچھا مولیٰ ہے یا عربی؟ میں نے کہا مولیٰ ہے۔ پھر پوچھا اہل یمن کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا طاؤس بن کیسان۔ پوچھا عربی ہے یا مولیٰ؟

میں نے کہا مولی۔ پھر پوچھا اہل یمامہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یحیی بن ابی کثیر۔ پوچھا مولی ہے یا عربی؟ میں نے کہا مولی۔ پھر پوچھا اہل شام کا فقیہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا مکحول۔ پوچھا عربی ہے یا مولی؟ میں نے عرض کیا مولی۔ پھر پوچھا اہل جزیرہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا میمون بن مہران۔ پوچھا عربی ہے یا مولی؟ میں نے کہا مولی۔ پھر پوچھا اہل خراسان کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا ضحاک بن مزاحم۔ پوچھا عربی ہے یا مولی؟ میں نے کہا مولی۔ پھر پوچھا اہل بصرہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا حسن اور ابن سیرین۔ پوچھا عربی ہیں یا مولی؟ میں نے کہا مولی۔ پھر پوچھا اہل کوفہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا ابراہیم نخعی۔ پوچھا عربی ہے یا مولی؟ میں نے کہا میری تو جان نکلنے والی تھی کہ تو ایک بھی عربی کا نام نہیں لیتا۔ (مناقب ص ۸، ج ۱)

امام حسن بصری رحمہ اللہ ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ۹۵ھ میں فوت ہوئے اور یہ واقعہ ان کی زندگی کا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ پہلی صدی کے آخر میں تمام اسلامی دنیا میں اپنے اپنے علاقے کے مجتہد کی تقلید شخصی متواتر تھی۔ اسی لئے شاہ صاحب ہی فرماتے ہیں: لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابة الی ان ظهرت المذاهب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکاره ولو کان ذلك باطلاً لانکروه۔ (عقد الجید ص ۲۹) "بے شک لوگ زمانہ صحابہؓ سے مذاہب اربعہ کے غالب آنے تک جس عالم سے واسطہ پڑتا (یعنی اپنے علاقے میں) اس کی تقلید کر لیتے اور کسی ایک بھی معتبر عالم نے (اس پورے زمانہ میں) انکار نہ کیا۔ اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ ضرور انکار کرتے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ پورے خیر القرون میں ایک بھی غیر مقلد نہ تھا جو اجتہاد یا تقلید کا انکار کرتا۔ تقلید کا انکار اور ترک تقلید کا فتنہ بہت بعد کی بدعت ہے۔

شرائط اجتہاد :

ان گزارشات سے روز روشن کی طرح یہ ثابت ہو گیا کہ اس مبارک دور میں

خود رائی کے فتنہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ صرف وہ لوگ اجتہاد کرتے تھے جو اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے اور باقی لوگ ان کی تقلید میں کتاب و سنت پر عمل کرتے تھے۔ ایک بھی شخص ایسا نہیں ملتا جو اجتہاد کی شرائط سے کورا ہو اور پھر تقلید سے بھی بغاوت کرتا ہو۔

قال البغوی والمجتهد من جمع خمسة انواع من العلم علم كتاب الله عز وجل وعلم سنة رسول اللهؐ وعلم اقاويل السلف من اجماعهم واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس وهو طريق استنباط الحكم من الكتاب والسنة اذلم يجده صريحًا فی نص الكتاب او سنة او اجماع فيجب ان يعلم من علم الكتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص والعام والمحكم والمتشابه والكراهة والتحريم والاباحة والندب والوجوب ويعرف هذه الاشياء من السنة ويعرف الصحيح والضعيف والمسند والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب على السنة حتى لو وجد حديثًا لا يوافق ظاهره الكتاب يهتدى الى وجه محمله فان السنة بيان الكتاب لا تخالفه (عقد الجید ص ۱۲، شرح السنہ ج ۱ ص ۲۹۰)

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجتہد وہ عالم ہے کہ پانچ طرح کے علوم کا جامع ہو، اول کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کا علم، دوم سنت رسول اللہ ﷺ کا علم، سوم علمائے سلف کے اقوال کا علم کہ ان کا اتفاق کس قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں ہے، چہارم لغت عربی کا علم، پنجم قیاس کا علم، اور قیاس قرآن و حدیث سے حکم نکالنے کا طریقہ ہے۔ جس صورت میں مجتہد حکم مذکور صریح قرآن یا سنت یا اجماع کے نصوص میں نہ پاوے (اب ان علموں کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہئے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا چاہئے) تو قرآن کے علم میں سے اس پر ناسخ اور منسوخ، مجمل اور مفسر، خاص اور عام،

محکم اور متشابہ، کراہت اور تحریم، اباحت اور استحباب اور وجوب اور سنت میں ان اشیاء مذکورہ کے علاوہ صحیح، ضعیف، مرسل، مسند کا جاننا اور سنت کو قرآن پر مرتب کرنے اور قرآن کو سنت پر مرتب کرنے کا علم اور مہارت ضروری ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی حدیث پائے جس کا ظاہر قرآن کے موافق نہ ہو تو اس کی مطابقت کی صورت کا سراغ لگانا کیونکہ حدیث قرآن کا بیان ہے، مخالف قرآن نہیں کہ مطابقت نہ ہو سکے۔

پانچ لاکھ احادیث :

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا فتویٰ دینے کے لئے یہ کافی ہے کہ آدمی کو ایک لاکھ احادیث یاد ہوں؟ فرمایا نہیں۔ پوچھنے والا تعداد بڑھاتا رہا، یہاں تک کہ جب اس نے کہا کہ فتویٰ دینے والے کے لئے یہ کافی ہے کہ پانچ لاکھ احادیث یاد ہوں تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اب میں توقع کرتا ہوں کہ وہ فتویٰ دے سکے گا (الانصاف اردو، ص ۴۲)

جس طرح امام مہدی (① کہلانے) کے لئے اس کی شرائط ضروری ہیں ورنہ دعویٰ باطل ہوگا، اسی طرح اہل حدیث کہلانے کے لئے محدث کی شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے ورنہ دعویٰ جھوٹا اور محض دھوکا ہے۔ اسی طرح اجتہاد کرنے کے لئے مجتہد کی شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے۔ جس طرح چڑیا کا وہ بچہ جس کے ابھی پر نہ نکلے ہوں اور وہ اڑنے کی کوشش میں گھونسلے سے نکل پڑے تو کسی کتے یا بلی کا نوالہ بن جاتا ہے اور جان کی بازی ہار دیتا ہے، اسی طرح جو اجتہاد کی شرائط کے بغیر تقلید کے محفوظ محل سے نکل کھڑا ہو وہ اکثر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ جو شخص شرائط نماز پوری کر کے نماز پڑھتا ہے اس کی نماز یقیناً قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، لیکن جس نے نہ غسل جنابت کیا، نہ وضو کیا، نہ جسم سے گندگی دور کی نہ کپڑوں سے اور بے وقت ہی قبلہ سے منہ موڑ کر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا تو وہ نماز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور خدا سے دوری کا ذریعہ ہے۔ نہ اس کی اپنی نماز ہوگی اور نہ ہی اس کی اقتداء کرنے والے کی نماز ہوگی۔ ہماری مثال ایسی ہے کہ جامع شرائط امام کی اقتداء

① جس طرح امام مہدی کا دعویٰ کرنے والے ... کہلانے کے لئے اس کی شرائط ضروری ہیں (اس سطر کو اس طرح پڑھا جائے)

کی' امام اور مقتدیوں سب کی نماز قبول ہو گئی اور لامذہب غیر مقلدین کی مثال ایسی ہے کہ فاقد الشرائط کے پیچھے اقتداء کی جس سے امام اور مقتدیوں سب کی نماز ان کے منہ پر ماردی گئی۔

امام صاحب رحمہ اللہ :

والتاسع عشر ان تعمل بخمسة احاديث جمعتها من خمسة ماۤة الف حديث (الف) انما الاعمال بالنيات ولكل امرى ما نوٰى۔ (ب) ومن حسن اسلام المرء تركه ما لا يعنيه۔ (ج) لا يومن احدكم حتّٰى يحب لاخيه ما يحب لنفسه۔ (د) ان الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقٰى الشبهات استبرء لدينه وعرضه ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كراع يرعى حول الحمٰى يوشك ان يقع فيه الا وان لكل ملك حمى الا وان حمى اللّٰه محارمه الا وان فى الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله وهى القلب۔ (ه) المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔ (وصایا امام اعظم ص۶۵) اور انیسویں وصیت یہ ہے کہ ان پانچ حدیثوں پر عمل کرو جن کو میں نے پانچ لاکھ احادیث سے جمع کیا ہے (الف) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ب) انسان کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ جو چیز (دنیا یا آخرت میں) اس کے لئے فائدہ مند نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔ (ج) تم میں کوئی شخص مومن نہ ہو گا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (د) حلال بھی ظاہر ہے اور بلاشبہ حرام بھی ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ جائے گا' جیسا کہ چرواہا اپنا ریوڑ (کسی کھیت کی) باڑ کے قریب چرائے تو عنقریب ایسا ہو گا

کہ کھیت میں بھی اس کا ریوڑ چرنے لگے گا۔ پھر فرمایا خبردار! بلاشبہ ہر بادشاہ نے باڑ لگا دیا ہے اور اللہ کی باڑ حرام کردہ اشیاء ہیں۔ (۵) کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سالم رہیں۔ (یہ پانچ احادیث واقعی بہت جامع ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہیں)

اجتہاد ہر کس و ناکس کا کام نہیں :

ان گزارشات سے معلوم ہوا کہ اجتہاد ہر کہ و مہ کا کام نہیں۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ہر روز امام حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ درس میں شریک ہوتا' جو کچھ سنتا خوب یاد رکھتا۔ دوسرے روز جب پڑھے ہوئے سبق کا اعادہ کراتے تو دوسرے ہم درس اکثر خطاء کرتے اور میں بے کم و کاست سنا دیتا۔ اس وجہ سے امام حماد نے حکم دیا کہ صدر حلقہ میں سوائے ابو حنیفہ کے کوئی نہ بیٹھے۔ دس سال تک یہ حاضر باشی اور استفادہ رہا۔ ایک روز میرے نفس نے خواہش کی کہ تفقہ میں اب خوب مہارت ہو گئی ہے' اس لئے اپنا حلقہ علیحدہ بنا لیا جائے۔ چنانچہ اس ارادہ سے میں نکلا۔ جب مسجد میں داخل ہوا' استاد صاحب کو دیکھا تو جرات نہ ہوئی کہ استاد کے مقابلہ میں خودسری کا دعویٰ کروں۔ چنانچہ حسب عادت شیخ کے حلقہ میں بیٹھ گیا۔ قضارا اسی رات ان کو خبر پہنچی کہ بصرہ میں ان کے کوئی قرابت دار تھے' ان کا انتقال ہوا اور سوائے ان کے کوئی دوسرا وارث نہیں۔ یہ سنتے ہی مجھے اپنا جانشین کر کے وہ روانہ ہو گئے اور دو مہینے تک میں ان کی خدمت کو انجام دیتا رہا۔ اس عرصہ میں ساٹھ مسئلے ایسے پیش ہوئے کہ ان کا حکم میں نے سنا نہ تھا۔ ان کا جواب تو میں نے دے دیا مگر وہ لکھ رکھا۔ جب وہ واپس تشریف لائے تو میں نے وہ مسائل اور اپنے جوابات پیش کئے' انہوں نے چالیس مسئلوں میں اتفاق کیا اور بیس مسئلوں میں مخالفت کی۔ اس کے بعد میں نے قسم کھائی کہ ان کے حلقہ کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ (تبیض الصحیفہ ص ۲۵)

اب غور فرمایئے کہ فقہ کیسی چیز ہے کہ امام صاحب کا وہ تبحر علمی' اس پر خداداد طبیعت اور حافظہ' فہم و فراست جس پر اکابر محدثین رشک کرتے تھے باوجود اس کے

دس برس تک ایک محقق شفیق استاد سے سیکھتے رہے مگر پھر بھی ایک تہائی کی کسر باقی رہ گئی۔ پھر استاد کے انتقال تک انہیں کی خدمت میں رہے اور ان کے انتقال کے بعد جب مسلمانوں کو ضرورت ہوئی تو جب بھی فتویٰ دینے پر جرات نہ کی۔

چنانچہ صدر الائمہ مکی لکھتے ہیں کہ جب امام حماد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو ان کے اصحاب نے امام صاحب کو ان کی جانشینی پر مجبور کیا تو امام صاحب نے قبول نہ فرمایا۔ آخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ ان میں سے دس اصحاب ایک سال تک امام صاحب کے ساتھ رہ کر ہر مسئلہ کے فتویٰ میں تائید کردیا کریں' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

تدوین فقہ :

امام صاحب رحمہ اللہ نے جس طریقہ سے فقہ کی تدوین کا ارادہ فرمایا وہ نہایت وسیع اور پرخطر کام تھا' اس لئے انہوں نے اتنے بڑے کام کو اپنی ذاتی رائے اور معلومات پر منحصر کرنا نہیں چاہا۔ اس غرض سے انہوں نے اپنے شاگردوں میں سے چند نامور شخص انتخاب کئے جن میں سے اکثر خاص خاص فنون میں جو تکمیل فقہ کے لئے ضروری ہے استاد زمانہ تسلیم کئے جاتے تھے' مثلاً یحییٰ بن ابی زائدہ' حفص بن غیاث' قاضی ابو یوسف' داؤد الطائی' حبان اور مندل رحمہم اللہ حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفر رحمہ اللہ قوت استنباط میں مشہور تھے۔ قاسم بن معن اور امام محمد رحمہما اللہ کو ادب اور عربیت میں کمال تھا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے ان لوگوں کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین شروع کی۔ تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی (اصولی) مسئلہ پیش کیا جاتا تھا تو اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق الرائے ہوتے تو اسی وقت قلمبند کرلیا جاتا' ورنہ نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں۔ کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی۔ امام صاحب رحمہ اللہ بہت غور اور تحمل کے ساتھ سب کی تقریریں سنتے۔ آخرکار ایسا جچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا۔ کبھی کبھی یہ بھی ہوتا کہ مختلف اقوال رہتے۔ ان سب کو قلم بند کرلیا جاتا۔ اس کا التزام تھا کہ جب تک تمام شرکائے جلسہ جمع نہ ہولیں کسی مسئلہ کو

طے نہ کیا جائے (سیرۃ النعمان ص ۲۵۵)

اجتہاد اور تقلید کا دائرہ :

حدیث معاذ میں گزر چکا کہ جہاں اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا صریح فرمان موجود نہ ہو وہاں مجتہد کو اجتہاد کا اور غیر مجتہد کو تقلید کا حکم ہے۔ یاد رہے ہمارے افعال دو قسم کے ہیں: (۱) اضطراری' (۲) اختیاری

اضطراری امور وہ ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے میں انسان کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں' جیسے دوران خون' نبض کا چلنا' کھانا ہضم ہونا وغیرہ۔ ان کو امور تکوینیہ کہتے ہیں۔ یہ احکام شرعیہ سے آزاد ہیں۔ مثلاً ہم نہیں کہہ سکتے کہ دوران خون انسان کے ذمہ فرض ہے یا نبض کی حرکت واجب یا حرام ہے۔ دوسری قسم کے وہ افعال ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے میں انسان کے ارادہ و اختیار کو دخل ہے۔ دل چاہا کرلیا' دل نہ چاہا نہ کیا' جیسے چلنا پھرنا' کھانا پینا' اٹھنا بیٹھنا' یہ تمام افعال دائرۂ شریعت کے اندر ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں: (۱) مامورات شرعیہ' مثلاً نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' اطاعت والدین وغیرہ۔ (۲) منہیات شرعیہ' جیسے شراب نہ پیو' جھوٹ نہ بولو' غیبت نہ کرو' زنا نہ کرو' چوری نہ کرو' سود نہ لو وغیرہ۔

(۳) مباحات شرعیہ: یہ وہ احکام ہیں جو مسکوت عنہا ہیں' جیسے گوشت کھانا' شکار کھیلنا' کسب معاش کی غرض سے کوئی زبان سیکھنا۔ ان کے کرنے پر کوئی اخروی ثواب نہیں اور چھوڑنے پر کوئی اخروی عذاب نہیں۔ انتم اعلم بامور دنیا کم (مسلم) ممنوعات شرعیہ میں بھی فرق مراتب ہے۔ اس پر نص قطعی یہ ہے: ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم۔ مثلاً ایک شخص نے غیر عورت کو مذاق کیا' دوسرے نے بوس و کنار کیا' تیسرے نے نظر بازی کی' چوتھے نے اس کے گانے سے لطف اٹھایا' پانچویں نے دل میں اس کی محبت رکھی' چھٹے نے اس سے حقیقی بدکاری کی۔ اگرچہ یہ سب امور ممنوع ہیں مگر ان کے احکام میں فرق ہے۔ اس لئے گناہوں کی تقسیم صغیرہ اور کبیرہ کی طرف ہوئی اور ممنوعات میں حرمت' کراہت' تحریم

و تنزیہ کے مراتب قائم ہوئے۔ اسی طرح مامورات شرعیہ میں بھی فرق مراتب ہے۔ اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام کمن آمن باللّٰہ۔ اس بات میں نص قطعی ہے۔ کیا ایک شخص نماز پنجگانہ کا تارک ہو اور دوسرا تہجد کا' دونوں یکساں قسم کے مجرم ہیں؟ ایک شخص زکوۃ کا تارک ہے' دوسرا خیرات کا۔ کیا آمین اور رفع یدین کے ترک سے نماز ایسی ہی باطل ہے جیسے سجدہ' رکوع نہ کرنے سے؟ کیا حمداً کثیراً نہ پڑھنے والے کی نماز ایسی ہی ناقص ہے جیسے فاتحہ نہ پڑھنے والے کی؟ اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعة فاسعوا الٰی ذکر اللّٰہ سے وجوب جمعہ پر استدلال کیسے ممکن ہے' جبکہ اسی میں فانتشروا فی الارض میں دنیوی کاروبار کی صرف اباحت ہے۔ کیا صیغہ امر اذا تداینتم بدین الٰی اجل مسمی فاکتبوہ اور فاغسلوا وجوھکم سے یکساں دونوں کی فرضیت سمجھی جائے گی؟ مطلب یہ ہے کہ صرف مامورات شرعیہ اور ممنوعات شرعیہ کو جان لینا ہی کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ مدارج شرعیہ کو بھی سمجھا جائے جن کو حدود شرعیہ کہتے ہیں۔ تلك حدود اللّٰہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللّٰہ فاولٰئك ھم الظالمون۔ اس لئے فرضیت' وجوب' سنن' استحباب' اباحت' کراہت' حرمت کا جاننا ضروری ہوا۔

آپ جب بخاری شریف میں وضو اور نماز کی احادیث پڑھیں گے تو صرف اتنا ملے گا کہ آپ ﷺ نے کلی فرمائی' ناک میں پانی ڈالا' چہرہ انور دھویا' سر پر مسح فرمایا' انگلیوں کا خلال فرمایا' ثناء پڑھی' فاتحہ پڑھی' تکبیر کہی' رکوع و سجدہ میں تسبیحات پڑھیں اور التحیات پڑھی وغیرہ' مگر ان ہی افعال مبارکہ کو جب فقہ کی کتاب میں دیکھیں گے تو صرف فعل کا ذکر نہیں ہوگا بلکہ اس کے حکم فرض' واجب' سنت اور مستحب وغیرہ کی صراحت ہوگی۔ ان حدود شرعیہ کی تعیین اجتہاد کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اجتہاد کے دائرہ کو دوسرے طریق سے یوں سمجھیں کہ احکام کی پہلی تقسیم منصوص اور غیر منصوص کی طرف ہے۔ پھر منصوصہ کی دو قسمیں ہیں: منصوصہ متعارضہ اور منصوصہ غیر متعارضہ۔ پھر منصوصہ غیر متعارضہ کی دو قسمیں ہیں: محکمہ اور محتملہ۔ اس طرح

کل چار قسمیں ہوئیں :

ا..... مسائل منصوصہ محکمہ غیر متعارضہ میں نہ اجتہاد کی گنجائش' نہ تقلید کی ضرورت' جیسے نماز پنجگانہ اور زکوۃ وغیرہ کی فرضیت۔

۲..... مسائل منصوصہ متعارضہ میں مجتہد اصول اجتہادیہ سے رفع تعارض کرکے راجح نص پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اس کی رہنمائی میں اس راجح نص پر ہی عمل کرتا ہے۔

۳..... مسائل منصوصہ محتملہ میں مجتہد اصول اجتہادیہ سے رفع احتمال کرکے نص کے راجح پہلو پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اس کی رہنمائی میں اسی نص پر عمل کرتا ہے۔

۴..... مسائل غیر منصوصہ میں مجتہد منصوص مسائل میں کوئی علت تلاش کرکے اس علت کے ذریعہ اس منصوص حکم کو غیر منصوص میں جاری کرتا ہے اور مقلد اس میں مجتہد کی تقلید کرتا ہے۔

تقلید :

قاضی محمد اعلیٰ تھانوی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب کشاف اصطلاحات الفنون ص۱۱۷۸ پر فرماتے ہیں: التقلید اتباع الانسان غیرہ فیما یقول او یفعل معتقدًا للحقیقة من غیر نظر الی الدلیل کان ھٰذا المتبع جعل قول الغیر او فعله قلادة فی عنقه من غیر مطالبة دلیل۔ تقلید کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے قول یا فعل کو حق سمجھتے ہوئے اس کی اتباع کرے۔ گویا اس اتباع کنندہ نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا ہار بنالیا اور کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کیا۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واجب تقلید یہ ہے: اتباع الروایة دلالة (عقد الجید ص۲۸) یعنی ماہر کی رہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کرنا۔

یہ بات گزر چکی کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک دور میں احکام شرعیہ کے معلوم کرنے کے تین طریقے تھے: (۱) ذات اقدس ﷺ سے دریافت کرلینا' (۲) جو لوگ آپ ﷺ سے دور ہوتے ان میں اگر کوئی مجتہد ہوتا تو اجتہاد کرلیتا' (۳) اور اگر غیر مجتہد ہوتا

تو اپنے علاقہ کے مجتہد کی تقلید کرلیتا' جیسے اہل یمن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔ ۱۱ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک پر پہلا طریقہ مسدود ہوگیا اور اب صرف دو طریقے رہ گئے' مجتہدین اجتہاد کرلیتے اور غیر مجتہدین ان کی تقلید کرلیتے۔ پھر جب ائمہ اربعہ کے مذاہب اصولاً و فروعاً مرتب ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں متواتر ہو گئے تو اجتہاد مطلق کی ضرورت ختم ہو گئی اور اب امت میں صرف تقلید باقی رہ گئی۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں: ووقف التقلید فی الامصار عند ھولاء الاربعة ودرس المقلدون لمن سواھم وسدالناس باب الخلاف وطرقه۔ دیار و امصار میں انہیں ائمہ اربعہ پر تقلید ٹھہر گئی اور ان کے سوا جو امام تھے ان کے مقلدین ناپید ہو گئے اور لوگوں نے اختلاف کے دروازے اور راستے بند کر لئے۔

نیز فرماتے ہیں: ومدعی الاجتھاد لھذا العھد مردود علٰی عقبه مھجور تقلیده وقد صار اھل الاسلام الیوم علٰی تقلید ھٰولاء الائمة الاربعة' اور فی زمانا مدعی اجتہاد مردود اور اس کی تقلید مہجور ہے اور اہل اسلام انہی ائمہ اربعہ کی تقلید پر قائم ہو گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولما اندرست المذاھب الحقة الا ھذہ الاربعة کان اتباعھا اتباعًا للسواد الاعظم والخروج عنھا خروجًا عن السواد الاعظم (عقد الجید ص۲۸) اور جب ان مذاہب اربعہ کے علاوہ باقی مذاہب حقہ معدوم ہو گئے تو انہیں چاروں کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ٹھہرا اور ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہوا (جس کی وعید جہنم ہے)

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انعقد الاجماع علٰی عدم العمل بالمذاھب المخالفة للائمة الاربعة (فتح القدیر) اس پر اجماع منعقد ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے خلاف کسی مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اما فی زماننا فقال ائمتنا لا یجوز تقلید غیر الائمة الاربعة الشافعی ومالك وابی حنیفة واحمد بن حنبل (فتح المبین شرح اربعین) ہمارے ائمہ شافعیہ نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں چاروں اماموں (امام شافعی' امام مالک' امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔

علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: من کان خارجًا عن هذه الاربعة فی هٰذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار۔ اس زمانہ میں جو شخص ان چار مذہبوں سے (استخفافاً) باہر ہوا وہ بدعتی اور دوزخی لوگوں میں سے ہے۔

ان گزارشات سے معلوم ہوا کہ تقلید اسلام میں پہلے دن سے متواتر چلی آ رہی ہے۔ خیرالقرون کے بعد اجتہاد ختم ہوا نہ کہ تقلید کا آغاز۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مذاہب اربعہ ایک سے چار نہیں بنے بلکہ ہزاروں میں سے چار باقی رہے اور اب تک ان ہی چاروں میں سے جس علاقے میں جو مذہب معروف اور متواتر ہے اسی پر اہل سنت کا چلن ہے اور اسی میں دین کی حفاظت ہے۔ اس سے باہر نکلنے میں ذہنی آوارگی اور دینی بیزاری کے سوا کچھ نہیں۔ فقط

فقہ حنفی کے کرم فرما

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی علوم میں فقہ وہ جامع علم ہے جس کی بنیاد کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت محمدیہ اور قیاس شرعی پر ہے۔ ان چاروں بنیادوں پر ایک ایسی عظیم الشان عمارت ہے جس میں انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک تمام پیش آنے والے مسائل کے احکام نہایت آسان ترتیب سے مرتب ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ فقہ سے بے نیاز ہو کر نہ کوئی شخص نماز کا مکمل طریقہ بیان کر سکتا ہے اور نہ حج کا اور نہ ہی دیگر احکام تفصیلی طور پر بیان کر سکتا ہے۔ فقہ حنفی کی عظمت سے قرآن و حدیث لبریز ہیں۔ آج کے دور میں جس طرح قرآن پاک سات مشہور و متواتر قراتوں کے ذریعہ دنیا میں پہنچا ہے اسی طرح سنت نبوی ﷺ چار فقہی مذاہب کے واسطہ سے امت کو ملی ہے۔

جس طرح سات قراتوں میں سے کوئی شخص کسی ایک قرات پر ساری عمر قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو اس کو پورا قرآن پاک پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ ایک قرات کو مقرر کرنے میں نہ اس کے ثواب میں کمی آئے گی اور نہ ہی اسے کسی قسم کا گناہ ہو گا۔ اسی طرح جو شخص چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کے مذہب پر عمر بھر عمل کرتا رہے گا، اس کو سنت پر عمل کرنے کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ یہ سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کا آسان ترین اور محفوظ و محکم طریقہ ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ دنیا کو ہدایت سے نوازا، لیکن ہمارے نبی اکرم حضرت محمد ﷺ ساری دنیا کے لئے مینارہ نور بن کر آئے اور سب نبیوں سے افضل قرار پائے۔

اسی طرح چار ائمہ فقہ کے ذریعہ امت محمدیہ کو سنت نبویہ کی روشنی ملی۔ مگر امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا فیض بعض علاقوں میں محدود رہا۔ ان کے مقلدین چند خاص خاص علاقوں میں پائے جاتے ہیں، مگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ذریعہ سے سنت نبوی کا نور دنیا کے کونے کونے تک پہنچا۔

اس لئے بلا خوف تردید یہ بات کہی جاتی ہے کہ پوری دنیا میں اسلام کا کلمہ، خدا کا قرآن، نبی ﷺ کا فرمان، امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کے مقلدین کے ذریعہ پہنچا۔ اسی لئے وہ دنیائے اسلام میں امام اعظم کے لقب سے نوازے گئے۔ احناف کی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بھی ساری دنیا کے نبی اور ہمارے امام بھی ساری دنیا کے امام۔

اسی لئے امام عبداللہ داؤد الخریبی رحمہ اللہ (۲۱۳ھ) فرمایا کرتے تھے: "مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نماز میں اللہ تعالیٰ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے لئے دعا کیا کریں اور فرمایا کہ انہوں نے سنت اور فقہ کو مسلمانوں کے لئے محفوظ فرمایا ہے۔ (تاریخ بغداد ص ۳۴۲/ج ۱۳، البدایہ والنہایہ ص ۱۰۷/ج ۱۰)

جس فقہ حنفی کے مطابق دنیا بھر میں سنت نبوی ﷺ کا نور پھیلا اور ہزاروں محدثین، لاکھوں فقہاء اور کروڑہا عوام آج تک اسی فقہ کے مطابق ارکان اسلام ادا کرتے چلے آرہے ہیں اور صدیوں تک یہ فقہ حرمین شریفین اور تمام اسلامی دنیا میں بلا شرکت غیرے بطور اسلامی قانون نافذ رہی ہے، اس فقہ کی اس عظمت پر بعض لوگوں نے اپنی جہالت سے اور بعض لوگوں نے حسد کی بنیاد پر اعتراضات بھی کئے۔ ان اعتراضات میں ان کی جہالت و حسد کی کارگزاری تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مداحین اور مقلدین کے نیک اعمال کا ثواب جس طرح امام صاحب رحمہ اللہ کو پہنچ رہا ہے، ان کے حاسدین کی نیکیاں بھی امام صاحب کے لئے

بلندی درجات کا سبب بنیں۔

نعیم بن حماد :

امام اعظم رحمہ اللہ کے کرم فرماؤں میں یہ شخص پیش پیش تھا اور امام صاحب کے حسد میں اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ تقویت سنت کے لئے جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توہین میں جھوٹی حکایات بنایا کرتا تھا (تہذیب التہذیب ص ۴۶۳/ج ۱۰) مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اپنی کتاب تاریخ اہل حدیث صفحہ ۶۸ تا ۷۰، اس نعیم بن حماد کے بارہ میں جھوٹی حدیثیں بنانے اور جھوٹی حکایات گھڑنے کا ذکر کئی کتابوں سے کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے حنفیوں کے رد میں بہت سی کتابیں لکھیں (ص ۶۹)

یہ شخص ۲۲۸ھ میں فوت ہوا۔ یاد رہے کہ تبع تابعین کا دور ۲۲۰ھ تک ہے اور اس دور میں فقہ حنفی دنیا بھر میں پھیل چکی تھی۔ خلیفہ واثق باللہ عباسی نے ۲۲۲ھ میں جو وفد سد ذوالقرنین کی تحقیق کے لئے بھیجا تھا اس نے واپس آکر یہ بتایا تھا کہ وہاں کے سب باشندے مسلمان ہیں اور حنفی مذہب کے پابند ہیں۔ البتہ عباسی حکومت سے ناآشنا ہیں۔ اس دور میں نعیم بن حماد نے فقہ حنفی کے رد میں کتابیں لکھیں جن کا تانا بانا جھوٹی احادیث اور جھوٹی حکایات سے بنایا گیا۔

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ دور خیرالقرون میں امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی فقہ کے خلاف اگر کوئی معقول اور سچے اعتراضات مل سکتے تو بے چارے نعیم بن حماد کو خدا کے نبی پر جھوٹ بولنے کا کبیرہ گناہ اپنے سر نہ لینا پڑتا اور نہ جھوٹی کہانیاں گھڑنی پڑتیں۔

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ دور خیرالقرون کے آخر تک کوئی معقول اور صحیح اعتراض امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی فقہ پر نہیں ہوسکا۔ ہاں علمی اختلاف بالکل الگ بات ہے۔

یہ حاسدانہ کارروائی کرنے والا شخص نعیم بن حماد اہل سنت والجماعت کے مسلک

کے خلاف قرآن پاک کو مخلوق کہتا تھا۔ وہ گرفتار ہوا اور اسے حکومت وقت نے ہتھکڑیوں سے باندھ کر ایک گڑھے میں پھینک دیا جہاں وہ مرگیا' نہ اس کو کفن نصیب ہوا اور نہ نماز جنازہ نصیب ہوئی (تاریخ بغداد ص ۳۱۴/ج ۱۳)

آج کل جو غیر مقلدین جھوٹی حدیثوں اور جھوٹی کہانیوں کی بناء پر امام صاحب رحمہ اللہ اور فقہ حنفی کے خلاف پر زور پروپیگنڈہ کر کے شیعوں اور منکرین حدیث کے ہاتھوں کو مضبوط کر رہے ہیں' انہیں نعیم بن حماد کے انجام سے درس عبرت لینا چاہئے اور اپنے مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی کی نصیحت کو آویزہ گوش بنانا چاہئے۔ وہ فرمایا کرتے تھے: "جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔" (تاریخ اہل حدیث ص ۴۳۷) کیونکہ چاند کا تھوکا منہ پر آتا ہے۔ نعیم بن حماد امام صاحب رحمہ اللہ اور فقہ حنفی کا ایک بال بھی بیکا نہ کر سکا' البتہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

عالم باعمل فاضل اکمل حضرت مولانا تجمل حسین صاحب بہاری لکھتے ہیں کہ "ایک غیر مقلد عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی مکہ مکرمہ گئے اور قبلہ عالم حضرت مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مونگیری رحمہ اللہ بھی وہیں تھے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس خواب میں اور مجلس مبارک میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ بھی تشریف فرما تھے۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے مجھے فرمایا تم ان یعنی امام ابو حنیفہ سے بدظن ہو' قصور معاف کراؤ۔ میں نے امام اعظم رحمہ اللہ کے قدموں میں گر کر معاف کرایا (کمالات رحمانی ص ۱۷)

امام ابو بکر بن ابی شیبہ :

فقہ حنفی کے کرم فرماؤں میں ایک بزرگ امام ابو بکر ابن ابی شیبہ ہیں' ان کا وصال ۲۳۵ھ میں ہوا۔ انہوں نے حدیث کی ایک بہت بڑی کتاب مصنف مرتب فرمائی ہے جو حال ہی میں ۱۶ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ ہمارے غیر مقلد دوست اس کتاب کو طبقہ ثالثہ کی کتاب کہہ کر ناقابل اعتماد بتایا کرتے ہیں' مگر اس کی ایک جلد میں حضرت امام

صاحب رحمہ اللہ کے فقہی مسائل پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ ان کو یہ حضرات خوب اچھالتے ہیں۔ لیکن اس کتاب کے بارہ میں دو باتیں بہت اہم ہیں۔

اس کتاب میں تیس (۳۰) ہزار سے زائد صحابہ ؓ اور تابعین رحمہم اللہ کے فقہی فتاویٰ درج ہیں' جن میں نہ فتویٰ دینے والے صحابی اور تابعی نے اپنے فقہی مسئلہ کی دلیل میں قرآن پاک کی کوئی آیت پیش کی ہے اور نہ ہی کوئی حدیث پیش کی ہے اور نہ فتویٰ پوچھنے والوں نے دلیل کا مطالبہ کیا ہے' جس سے معلوم ہوا کہ دور صحابہ و تابعین میں فقہاء بلا ذکر دلیل فتویٰ دیتے تھے اور باقی لوگ بلا مطالبہ دلیل ان فقہی فتووں پر عمل کرتے تھے اور اس متواتر طرز عمل پر کسی سے انکار ثابت نہیں' اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ دور صحابہ ؓ' تابعین اور تبع تابعین میں تقلید متواتر تھی اور بلا نکیر جاری تھی۔ کوئی منکر تقلید غیر مقلد نہ تھا۔

امام ابن ابی شیبہ نے فقہ حنفی سے جو اختلاف فرمایا ہے' اس کا تجزیہ یہ ہے۔

عنایہ شرح ھدایہ میں ہے کہ فقہ حنفی کے مسائل کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار سے زائد ہے۔ امام موصوف نے صرف ایک سو پچیس مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ اگر بالفرض ان کے اعتراضات کو من و عن مان لیا جائے تو بھی فقہ حنفی میں صواب و خطا کی نسبت یہ ہوئی کہ (۱۰۱۶۰) دس ہزار ایک سو ساٹھ مسائل میں صواب اور ایک مسئلہ میں خطاء۔ گویا دس ہزار ایک سو ساٹھ مسائل میں دو اجر ملنے کے بعد ایک مسئلہ میں ایک اجر کے مستحق ہیں اور شاید کسی بڑے سے بڑے محدث کے بارہ میں بھی صواب و خطاء کی یہ نسبت ثابت نہ کی جاسکے۔

ہم نے جب ان مسائل کو دیکھا تو تقریباً ۶۰ مسائل وہ ہیں جن میں دونوں طرف احادیث ہیں۔ امام ابن ابی شیبہ کے نزدیک ان کی رائے میں ایک حدیث راجح ہے' اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دوسری راجح ہے۔ حضرت امام اعظم خود فرماتے ہیں: اذا صح الحدیث فھو مذھبی (شامی ج۱) تو جس حدیث کو انہوں نے اختیار کیا وہ صحیح ہے۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صرف صحیح

حدیث لیتے جو نہایت ثقہ راویوں سے ہوتی اور آپ کو ناسخ منسوخ کی بہت پہچان تھی اور یہ بھی پوری تحقیق کرتے کہ آنحضرت ﷺ کے آخری فعل کی جستجو کریں اور ساتھ ہی عام علماء کی موافقت کا بھی خیال رکھتے (صمیری ص٦٦' الخیرات الحسان ص٣٠) یعنی متعارض احادیث میں امام صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کو لیتے جس کو خود امام صاحب اور باقی شیوخ حدیث بھی صحیح مانتے اور منسوخ کے مقابلہ میں ناسخ اور آخری زمانہ کی احادیث کو لیتے اور ظاہر ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے نہ تو صحت حدیث میں اتنی کوشش فرمائی اس لئے محدثین نے ان کی کتاب کو طبقہ ثالثہ میں رکھا اور نہ ہی ناسخ و منسوخ کی اتنی تحقیق فرمائی۔

اس لئے ان ساٹھ مسائل میں امام صاحب رحمہ اللہ کی مختار احادیث اعلیٰ درجہ کی صحیح اور آخری عمر کی احادیث ہیں' تو ان کے لئے راجح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ان کے علاوہ تقریباً ایک درجن مسائل وہ ہیں جن میں امام ابن ابی شیبہ نے خبر واحد پیش کی ہے اور امام اعظم نے قرآن کی نص سے استدلال کیا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن پاک سے استدلال ہی راجح ہے۔

تقریباً ڈیڑھ درجن مسائل میں امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے خبر واحد سے استدلال کیا ہے' جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ نے حدیث مشہور پر اپنے مسئلہ کی بنیاد رکھی ہے اور ظاہر ہے کہ حدیث مشہور کے مقابلہ میں خبر واحد کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ تقریباً ڈیڑھ درجن مسائل وہ ہیں جن میں امام ابن ابی شیبہ نے ان مسائل کا رد کیا ہے جو سرے سے امام صاحب سے ثابت ہی نہیں' نہ فقہ حنفی کی متداول کتابوں میں موجود ہیں۔ اس میں بھی ابن ابی شیبہ سے خطا ہوئی۔

تقریباً دس مسائل ایسے ہیں جن میں فہم حدیث میں اختلاف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے اور معنی سمجھا ہے اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے اور معنی سمجھا ہے۔ ظاہر ہے کہ بوقت اختلاف فہم محدث کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ فہم فقیہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ خود حضور ﷺ فرماتے ہیں: رب حامل فقه غير فقيه۔ اور محدثین خود کہتے ہیں کہ

ہم پنساری ہیں اور فقہاء طبیب ہیں (جامع بیان العلم ص ۱۳۱/ج ۲' ذیل الجواہر ص ۴۸۵/ج ۲' مناقب موفق ص ۱۶۳/ج ا' الخیرات الحسان ص ۶۱) اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہاء حدیث کے معانی میں بڑے عالم ہیں (ترمذی ص ۱۱۸/ج ا) اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہے۔

البتہ چھ سات مسائل میں مناقشہ جاری ہے' جس میں امام صاحب رحمہ اللہ برابر ہیں۔ یہ ہے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے اعتراضات کی کل کائنات۔ اب خدا کی طرف سے مقبولیت کا یہ حال ہے کہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے کتاب لکھنے کے بعد بھی آج تک کروڑہا مقلدین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موجود ہیں اور امام ابن ابی شیبہ کا ایک بھی مقلد دنیا میں نہیں ہوا۔

علامہ عبدالقادر قرشی' علامہ قاسم بن قطلوبغا اور علامہ کوثری نے ابن ابی شیبہ کے اس حصہ کا تفصیلی رد لکھا ہے جو قابل دید ہے۔ حضرات غیر مقلدین کے جماعتی پرچہ "الاعتصام" میں ہے: "امام اعظم نے بے شک اپنے زمانے کے مقتضیات تمدن کو سامنے رکھ کر قرآنی طریقہ شوریٰ کے ذریعہ اسلامی قوانین اور فقہ کی تدوین فرمائی اور حقیقت میں یہ عظیم الشان کام تھا۔ اس کی عظمت اور ضرورت کا انکار ناممکن ہے۔" (۸ جولائی ۱۹۶۰ء ص ۵ کالم ا)

خطیب بغدادی :

آپ ۳۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ پہلے حنبلی تھے' پھر شافعی ہو گئے' تقلید کے بڑے سختی سے حامی تھے اور انکار تقلید کو بالکل غلط فرماتے تھے (الفقیہ والمتفقہ ص ۶۷' ۶۸' ۶۹/ج ۲)

حنفیت کے خلاف بہت تعصب رکھتے تھے۔ انہوں نے جس طرح اپنی کتابوں میں صحیح احادیث بھی لکھی ہیں اور بہت سی جھوٹی احادیث بھی درج کی ہیں' محدثین نے صحیح احادیث کو قبول کیا ہے اور موضوعات کو رد کیا ہے۔ اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے بارہ میں بہت سے فضائل بھی جمع کئے ہیں اور بہت سے معائب بھی درج کئے ہیں۔

اب کوئی عقل مند آدمی ان دونوں رخوں کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا کہ ایک شخص کو اعلیٰ درجہ کا عالم، مجتہد، نیک بھی مانا جائے اور معاذاللہ عیسائیوں اور بت پرستوں سے بدتر بھی مانا جائے۔ خطیب نے تو صرف ان دونوں پہلوؤں کو درج کردیا۔ اب دیکھنا ہے کہ محدثین نے دونوں پہلوؤں میں سے کس کو قبول کیا ہے اور کس کو رد کیا ہے۔ تو یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے فضائل کے پہلو کو محدثین نے بالاتفاق قبول کیا ہے۔ حنبلی، شافعی، مالکی، حنفی محدثین اور مورخین اس کے بیان میں متفق اللسان ہیں، اور امام کے معائب کے حصہ کا تمام محدثین نے پرزور رد لکھا۔ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کی صفائی میں اسی دور میں کتاب الانتقاء تحریر فرمائی۔

خطیب بغدادی کے شاگرد قاضی ابوالیمن نے تاریخ خطیب کا اختصار کیا تو امام صاحب رحمہ اللہ کے فضائل والا حصہ رکھا اور معائب کو مردود کرکے نکال دیا۔ محدث ابن الجوزی رحمہ اللہ نے السهم المصيب میں خطیب کی خوب خبر لی۔ پھر سبط ابن الجوزی نے دو بڑی جلدوں میں الانتصار لامام ائمة الامصار کے نام سے خطیب کا رد لکھا۔ ملک معظم نے بھی السهم المصيب فی کبد الخطيب میں اس کا رد کیا اور علامہ خوارزمی نے مقدمہ جامع المسانید میں اس کا رد لکھا۔ ابن حجر مکی شافعی، علامہ صالحی ابن خلکان سب نے نفرت کا اظہار کیا۔ الغرض اہل سنت محدثین و علماء کی نظر میں امام اعظم رحمہ اللہ کی عظمت میں تو کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ ان کے مقلدین سے آج بھی دنیا بھری پڑی ہے، البتہ خطیب کے اس باب نے خطیب کی عزت کو داغ لگا دیا۔ ہاں جس حصے کو علماء اہل سنت والجماعت نے اجماعاً مردود قرار دیا تھا، اس کو کبھی کبھی شیعہ پڑھ کر اپنے جذبہ تبرا بازی کی تسکین کرلیتے تھے۔ ہندوستان (پاک و ہند) میں دور وکٹوریہ میں اس مردود حصہ کو حامد علی شیعہ نے اپنی کتاب استقصاء الافہام میں شائع کیا اور محمد جوناگڑھی غیر مقلد نے تاریخ محمدی کے نام سے شائع کرکے شیعہ اور منکرین حدیث کو خوش کیا۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ نہ کتوں کے بھونکنے سے چاند کی چاندنی کم ہوتی ہے

اور نہ ہی مکھیوں کے گرنے سے سمندر ناپاک ہوتا ہے۔ اسی لئے مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں بری رائے رکھنے والے کچھ لوگ تو حاسد ہیں اور کچھ ان کے مقام سے بے خبر ہیں (داؤد غزنوی ص ۳۷۸)

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے فرمایا ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں (تاریخ اہل حدیث ص ۸۰) آج کل کے غیر مقلدین کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جب نعیم بن حماد، ابن ابی شیبہ اور خطیب جیسے لوگوں کی مخالفت حنفیت کا کچھ نہ بگاڑ سکی تو آپ حضرات منکرین حدیث اور شیعوں کے ساتھ مل کر جو فقہ حنفی کی مخالفت کر رہے ہیں، حنفیت کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اس لئے افتراق و انتشار کی تحریک کو ختم کر کے اہل سنت والجماعت کے ساتھ مل کر نظام شریعت (فقہ حنفی) کی کوشش کریں۔

فقہ حنفی سے غیر مقلدین کی ناراضگی کے اسباب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنحضرت ﷺ اگرچہ ملک عرب میں پیدا ہوئے، مگر آپ ﷺ کی نبوت تمام دنیا کے لئے عام ہے۔ وما ارسلناک الا کافة للناس (السباء:۲۸) یاَیھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا (اعراف:۱۵۸) اسلام آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں ملک عرب میں پھیل چکا تھا اور عجم کے بہت سے علاقے خلافت راشدہ کے دور میں اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔ قرآن پاک میں آخرین منھم اور بخاری و مسلم میں لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجل اور رجال من اھل فارس (او کما قال) عظیم الشان پیش گوئی تھی کہ اشاعت اسلام میں رجل فارس کا عظیم حصہ ہوگا۔ چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ذریعہ اور ان کے مقلدین کے واسطہ سے اسلام ساری دنیا میں پھیلا۔ مورخ ابن ندیمؒ فرماتے ہیں: والعلم براً وبحراً شرقاً وغرباً بعداً وقرباً تدوینہ رضی اللہ عنہ (الفہرست ص۲۹۹) خشکی اور سمندر، مشرق اور مغرب، بعید اور قریب ہر جگہ علم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہی مرتب کردہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان (مکتوبات دفتر دوم ص۱۴) یعنی مسلمانوں میں سے بہت بڑی

جماعت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدین کی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "در جمیع بلدان وجمیع اقالیم بادشاہاں حنفی اند و قضاۃ و اکثر مدرساں و اکثر عوام حنفی اند (کلمات طیبات ص ۱۷۷) تمام اسلامی دنیا کے بادشاہ حنفی ہیں اور تمام عدالتوں کے قاضی حنفی ہیں اور مدارس اسلامیہ کے اکثر مدرسین اور اسلامی دنیا کے اکثر عوام حنفی ہیں۔ جب دنیا بھر میں ہمیشہ اکثریت احناف کی رہی ہے تو ظاہر ہے کہ اگر فقہ حنفی میں غلطیاں ہوتیں تو ساری دنیا میں ایک عالمگیر تحریک اس کے خلاف اٹھتی۔ مگر اس عالمگیر مذہب کے مقابلہ میں نہ تو کسی اسلامی ملک میں تحریک اٹھی' نہ ہی مراکز اسلام مکہ اور مدینہ سے تحریک اٹھی' بلکہ یہ تحریک دور برطانیہ عہد وکٹوریہ میں صرف مشترکہ ہندوستان میں اٹھی۔ مشترکہ ہندوستان میں اسلام یا تو حضرات صوفیاء کرام لائے جیسے سید علی ہجویری' خواجہ معین الدین اجمیری وغیرہم' یہ سب حنفی تھے' یا اشاعت اسلام میں بادشاہوں نے حصہ لیا' جس کی پیش گوئی زبان نبوت سے کی گئی تھی۔ عصابتان من امتی احرزھما اللّٰہ من النار عصابة یغزو الھند وعصابة تکون مع عیسٰی بن مریم (مسند احمد ص ۱۷۸/ج ۵' نسائی باب غزوۃ الھند)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وعدنا رسول اللّٰہ ﷺ فی غزوة الھند فان استشھدت کنت من خیر الشھداء فان رجعت فانا ابوھریرة المحرر (مسند احمد ص ۲۲۹/ج ۲) اور حضرت ﷺ نے فرمایا: یکون فی ھٰذہ الامة بعث الی السند والھند (مسند احمد ص ۳۶۹/ج ۲)

اس پیش گوئی کے مطابق ہند فتح ہوا اور فاتحین ہند سب کے سب حنفی تھے۔ اس ملک میں اسلام لانے والے بھی حنفی' اسلام پھیلانے والے بھی حنفی اور اسلام قبول کرنے والے بھی حنفی تھے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں: "خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے' چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں' اس وقت سے آج تک یہ

لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے ہیں اور اسی مذہب کے عالم فاضل اور قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا۔" (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: "حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے۔" (ترجمان وہابیہ ص ۱۵) الغرض پاک و ہند میں تقریباً بارہ سو سال فقہ حنفی ہی ملک کا قانون رہی۔ عدالت اور مساجد اور مدارس سب پر بلا شرکت غیرے حنفیت کا قبضہ رہا۔ اس کے بعد حالات نے پلٹا کھایا۔ یہاں اسلامی حکومت کی بجائے انگریزی حکومت آگئی۔ اس دور میں فرقہ غیر مقلدین پیدا ہوا۔ چنانچہ غیر مقلدین کے مشہور محدث اور مورخ مولانا محمد شاہ جہان پوری نے ۱۹۰۰ء میں کتاب "الارشاد الٰی سبیل الرشاد" لکھی۔ اس میں لکھتے ہیں: "کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں۔ پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے۔ بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔" (الارشاد ص ۱۳)

معلوم ہوا کہ یہ مذہب انیسویں صدی کی پیداوار ہے۔ اور یہ فرقہ شاذہ ہے۔ اب سوال ہے کہ یہ لوگ تقلید (جس کو یہ قید مذہب کہتے ہیں) چھوڑ کر غیر مقلد کیوں بنے؟ جس کا نام انہوں نے آزادی مذہب رکھا ہے۔ کیا یہ قرآنی حکم تھا یا نبی ﷺ کا فرمان تھا۔ تو بات یہ ہے کہ نہ قرآن میں یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں عوام پر مجتہد کی تقلید حرام ہے نہ کسی حدیث میں۔ یہ سب ملکہ وکٹوریہ کے اشارۂ ابرو پر کیا گیا۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: "گورنمنٹ نے آزادی کامل ہر مذہب والے کو مسلمان ہو یا ہندو یا اور کچھ، عطا فرمائی ہے، جس کا اشتہار بڑی دھوم دھام سے دربار قیصری میں بمقام دہلی مجمع جملہ رؤسا و معززین ہند رعایا برایا کو سنایا گیا۔" (ترجمان وہابیہ ص ۸) یہ آزادگی ہماری مذہب مروجہ جدیدہ سے عین مراد قانون انگلشیہ

ہے (ص۲۰) قید مذہب خواہ مذہب نیچریہ ہو یا مذہب مقلدین ...... ایک بڑی بلا ہے اور سبب عداوت (حکومت انگلشیہ ص۲۹) ہم سب مذہبوں سے آزاد ہیں (ص۳۰) اپنے دین میں وہی آزادی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا۔ خصوصاً دربار دہلی سے جو سارے درباروں کا سردار ہے۔ جو رسائل رد تقلید مذہب میں اب تک تالیف ہوئے وہ شاہد عدل ہیں اس بات پر کہ مدعی اس طریقہ (غیر مقلدیت) کا قید مذہب خاص سے آزاد ہے..... اب تامل کرنا چاہئے کہ دشمن سرکار کا وہ ہوگا جو کسی (تقلید مجتہد) میں اسیر ہے یا وہ ہوگا جو آزاد (غیر مقلد اور دولت برطانیہ کا) فقیر ہے (ص۳۲)

اور حنفیوں کے متعلق لکھا ہے: ”یہ چاہتے ہیں کہ وہی تعصب مذہبی و تقلید شخصی اور ضد اور جہالت آبائی جو ان میں چلی آتی ہے قائم رہے اور جو آسائش رعایا ہند کو بوجہ آزادگی مذہب (غیر مقلدیت) گورنمنٹ نے عطا کی ہے وہ اٹھ جائے اور امن عالم باقی نہ رہے۔ سارے مسلمان ایک مذہب خاص کے پابند ہو کر خوب اپنا تعصب گورنمنٹ سے ظاہر کریں اور جب موقعہ پاویں مثل زمانہ غدر کے فساد برپا کریں۔“ (ترجمان وہابیہ ص۵۶)

پروفیسر محمد مبارک غیر مقلد شاگرد خاص مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی لکھتا ہے: ”جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی۔ صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد شہید کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا۔“ (تحریک مجاہدین ص۴۸)

اس فرقے کا مقصد وجود یہی تھا کہ اہل سنت والجماعت حنفی مجاہدین کا راستہ روک کر انگریز سے جہاد ختم کیا جائے اور ان سے فساد کیا جائے۔ چنانچہ اس فرقہ کے دو ہی مقاصد تھے ’انگریز سے جہاد حرام اور مسلمانوں کی مساجد میں فساد فرض۔

اہل اسلام میں لڑائی ڈالنے کے لئے فقہ کو نشانہ بنایا گیا۔ مولانا عبدالوہاب صاحب بانی جماعت غرباء اہل حدیث نے کہا: ”کتب فقہ مروجہ اسلام کے بالکل منافی ہیں۔ کتاب

و سنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے۔ بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے خنزیر کھانا کب روا ہے۔" (خطبہ امارت ص ۱۴۳، ۱۴۴)

مولوی محمد جونا گڑھی نے بھی ارشاد محمدی صفحہ ۳ پر فقہ کو خنزیر کہا اور جماعت المسلمین کے بانی مسعود احمد نے بھی فقہ کو خنزیر کہا: (التحقیق فی جواب التقلید) نواب صدیق حسن غیر مقلد نے لکھا: "سرچشمہ سارے جھوٹے حیلوں اور مکروں کا اور کان تمام فریبوں اور دغابازیوں کی علم رائے (اجتہاد) ہے۔ جو مسلمانوں میں بعد پیغمبر برحق کے پھیلا ہے اور مہاجال ان سب خرابیوں کا بول چال فقہاء اور مقلدوں کی ہے۔ غرض یہ کہ اگر غور سے دیکھو اور خوب خیال کرو تو سارے عالم کا فساد اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب وغیرہ کا مقلد کہتا ہے۔" (ترجمان وہابیہ ص ۲۴) غیر مقلدوں نے انگریزی قانون کو خدا کی رحمت اور امن و سلامتی کا پیغام مان کر اسلامی قانون فقہ کو سور' کوک شاستر' جھوٹ' فریب' دغابازی وغیرہ کہا۔

نئی فقہ کی تدوین:

فقہ حنفی سے ناراض ہو کر اب انہیں نئی فقہ کی ضرورت پڑی تو اس کے لئے یمن کے زیدی شیعوں سے بھیک مانگی۔ نواب صدیق حسن نے فقہ حنفی کو تو جھوٹ فریب کہا مگر زیدی شیعہ شوکانی یمن کی فقہ کی کتاب "الدرالبھیتہ" کو من و عن قبول کرلیا اور اس کی شرح "الروضۃ الندیہ" لکھ کر اپنے مذہب کی فقہ بنالیا۔ اس کے بعد نواب وحیدالزمان نے ھدیۃ المھدی' نزل الابرار من فقہ النبی المختار اور کنزالحقائق' میر نورالحسن نے عرف الجادی من جنان ھدی الھادی اور صدیق حسن نے بدور الاھلہ وغیرہ کتابیں لکھیں' مگر ان کتابوں کا جو حشر ہوا وہ خدا کسی دشمن کی کتاب کا بھی نہ کرے۔ نہ ہی غیر مقلد مدارس نے ان کو قبول کیا کہ ان میں سے کسی کتاب کو داخل نصاب کرلیتے' نہ ہی غیر مقلد مفتیوں نے ان کو قبول کیا کہ اپنے فتاویٰ میں ان کو لیتے اور نہ ہی غیر مقلدین عوام نے ان کو قبول کیا۔ وہ مرزا قادیانی اور سوامی دیانند کی کتابوں سے اتنا نہیں جلتے جتنا ان کتابوں کے نام سے جلتے ہیں۔ جس طرح بعض کفار نے قرآن

کی آیت والسماء ذات البروج کے مقابلے میں جملہ والنساء ذات الفروج گھڑا تھا، مگر قرآن کے مقابلے میں اب کافر اس کا نام لیتے ہوئے شرماتے ہیں، اس سے زیادہ غیر مقلدین اپنی کتابوں کو چھپاتے اور ان کے نام سے بھی گھبراتے ہیں۔ وہ شیعوں کے قرآن کی طرح کسی غار میں ہیں۔ حضرات یاد رہے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ساری دنیا میں غالب رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ الحمدللہ فقہ حنفی ساری دنیا میں غالب ہے۔ خود غیر مقلدین کے مدارس میں داخل نصاب ہے۔ فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ علماء حدیث اس کے حوالوں سے بھرپور ہیں اور جو فقہ ان کے مقابلے میں اٹھی تھی اس کے کھنڈرات بھی مٹ چکے ہیں۔

فقہ حنفی پر حملوں کی ابتداء :

جب یہ اپنی فقہ مرتب نہ کرسکے تو فقہ حنفی پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کردی۔ ایک برائے نام مسلمان جس کا نام ہری چند ولد دیوان چند کھتری تھا، نے الظفر المبین کتاب لکھی۔ علمائے اہل سنت والجماعت نے اس کے جواب میں الفتح المبین لکھی اور دونوں کتابوں کو علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کردیا۔ علمائے حرمین شریفین نے الفتح المبین کے مسائل کو صحیح قرار دیا اور الظفر المبین کے مولف کو گمراہ، گمراہ کنندہ اور واجب القتل قرار دیا۔ (الفتح المبین) یہاں بھی غیر مقلدین کو سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک غلط انداز :

حکومت برطانیہ کو سب سے زیادہ مخالفت مسلمانوں سے تھی، اس لئے اس دور میں قرآن و سنت اور فقہ پر منظم حملے کروائے گئے۔ پادری فانڈر، ماسٹر رام چندر نے قرآن مجید کے خلاف محاذ قائم کیا اور متواتر قرآن پاک جس کی ہر جگہ تلاوت ہو رہی تھی کی شاذ اور متروک قراءتوں پر اعتراضات کئے، جس سے ناواقف عیسائی خوش ہو گئے کہ ہمارے پادریوں نے بڑا کام کیا، قرآن پر اعتراضات کئے۔ مگر مسلمانوں کے دل میں قرآن

پاک کے بارہ میں وسوسہ بھی پیدا نہ ہوا۔ کیونکہ جس قرآن پاک کی وہ تلاوت کرتے تھے اس پر اعتراض نہ ہوسکا اور جن متروک اور شاذ قراتوں پر انہوں نے اعتراضات کئے وہ مسلمانوں میں پہلے ہی متروک تھیں۔ اسی طرح فقہ پر اعتراض کرنے کے لئے ضروری تھا کہ پہلے فقہ کے مفتی بہا اور غیر مفتی بہا شاذ و متروک اقوال میں امتیاز کرکے مفتی بہا اقوال کو قرآن و حدیث سے غلط ثابت کیا جاتا اور پھر اسی مسئلہ کے صحیح حکم کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا جاتا۔ لیکن وہ اس سے عاجز رہے۔ مولوی محمد جوناگڑھی' مولوی محمد یوسف جے پوری اور ابوالقاسم بنارسی فقہ کے بارہ میں اتنی ہی معلومات رکھتے تھے جتنی پادری فانڈر اور سوامی دیانند قرآن کے متعلق' اور یہ علم حدیث سے بھی کورے تھے۔ ان لوگوں کی کتابیں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو فقہ کے صحیح اور ضعیف اقوال میں ہرگز امتیاز نہ تھا' نہ ہی صحیح اور ضعیف حدیثوں کی بصیرت تھی۔ فقہ حنفی کے وہ مفتی بہا مسائل جن پر دنیا بھر میں حنفی عمل کر رہے ہیں ان کو کسی صریح غیر معارض حدیث کے خلاف ثابت کردینا ان کے بس کا روگ نہ تھا اور نہ ہی یہ کرسکے۔ ہاں ایسی شاذ جزئیات جن پر نہ کبھی کسی حنفی مفتی نے فتویٰ دیا اور نہ ہی دنیا بھر میں کسی جگہ حنفیوں کا ان پر عمل ہے ان کو محل طعن بنایا گیا' جس سے ہمارا اعتقاد فقہ حنفی پر اور قوی ہوگیا کہ اس کے مفتی بہا مسائل پر اعتراض نہیں ہوسکا۔

طریق فیصلہ :

اسلام مکمل دین ہے اور عقائد کے بعد نماز سب سے بڑی عبادت ہے۔ مذاہب اربعہ میں نماز کے مسائل بڑی تفصیل سے موجود ہیں۔ نماز کی شرائط' ارکان' واجبات' سنن' مستحبات' مباحات' مکروہات' مفسدات اور مسائل سہو۔ یہ حضرات اپنی مکمل نماز اس ترتیب سے احادیث صحیحہ' صریحہ' غیر معارضہ سے ثابت کردیں۔ مگر یہ ہرگز اس پر آمادہ نہیں ہوئے۔ اور دوسرے نمبر پر حنفی نماز جو ہر جگہ پڑھی جارہی ہے بالترتیب ہر مسئلے کو حدیث صحیح صریح غیر معارض سے غلط ثابت کردیں۔ لیکن یہ بھی ان کے بس کا روگ نہیں۔ اور اس کے لئے ان کا کوئی ذمہ دار عالم تیار نہیں۔ جب نماز

جیسی عبادت جو دن میں پانچ دفعہ فرض ہے' اس میں یہ اس قدر جاہل ہیں تو باقی دین سے ان کو کیا آئے گا۔

آسان طریقہ :

ایک دفعہ ایک غیر مقلد عالم نے کہا کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ میں بہشتی زیور لے کر اس کے پاس چلا گیا کہ میں بالترتیب وضو کے مسائل سے شروع کر کے ایک ایک مسئلہ پڑھتا ہوں۔ آپ ہر مسئلہ کے خلاف ایک صحیح' صریح' غیر معارض حدیث لکھوادیں۔ پھر اس غلط مسئلے کے مقابلہ میں جو صحیح مسئلہ ہو وہ مسئلہ لکھوا کر اس کے موافق ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھوادیں؟ تو وہ بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ فقہ حنفی کے سارے مسائل حدیث کے خلاف نہیں ہیں' بعض حدیث کے مطابق ہیں اور بعض مخالف۔ میں نے کہا میں بالترتیب ایک ایک مسئلہ پڑھتا جاتا ہوں' ان میں سے جو مسئلہ حدیث کے مطابق ہو اس کے مطابق ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھواتے جائیں اور جو مسئلہ حدیث کے مخالف ہو اس کے خلاف ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھوا کر پھر صحیح مسئلہ لکھوا کر اس کے موافق حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھواتے جائیں۔ لیکن وہ فرار ہو گیا اور ان کا کوئی عالم بھی اس کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ وہ نہ حدیث کا علم کامل رکھتا ہے نہ فقہ کا۔

نوٹ : حدیث باسند پیش کرنا ہو گی اور ہر راوی کی جرح تعدیل مفسر اور باسند پیش کرنا ہو گی۔ نہ کسی جگہ اپنا قیاسی قول پیش کرے گا' کیونکہ ان کے ہاں قیاس شیطان کا کام ہے' نہ کسی امتی کا قول پیش کر سکے گا۔ کیونکہ یہ شرک تقلیدی ہے اور بے سند بات بے دینی ہے۔ ہاں ہم اہل سنت والجماعت ادلہ اربعہ پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

الغرض فقہ حنفی سے ناراضگی کے اسباب صرف جہالت اور حسد ہیں۔

استفتاء (۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین در فرقہ مسعودیہ عثمانیہ (پیروکار ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کراچوی) کہ یہ مسلم ہیں یا غیر مسلم۔ جبکہ ان کے نظریات جو ان کی کتب سے ماخوذ ہیں وہ درج ذیل ہیں :

۱---- دوسری صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک سلسلہ وار بزرگان دین کے نام لکھ کر تحریر کیا ہے کہ ان کا ایجاد کردہ دین جو آج ہے وہ قرآن و حدیث کے دین سے یکسر ممتاز ہے (توحید خالص و ایمان خالص ج ۱/ ص ۸۵)

۲---- امام حسن بصری رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس ظالم کا بلاوا ایسا رنگین و انداز ایسا ساحرانہ تھا الٰی ان قال کہ دین جو حسن بصری رحمہ اللہ کے ذریعہ ابو بکرؓ و علیؓ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے وہ بالکل جھوٹ ہے (ایمان و توحید خالص ص ۸۶)

۳---- رہے ابدال تو ایک جھوٹی روایت کے علاوہ کوئی صحیح روایت ابدال کی موجودگی کے اثبات کے لئے موجود نہیں ہے (ص ۴۳)

۴---- مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ کے سرے سے منکر ہیں، جیسا کہ ان کے رسالہ "وفاۃ النبی" سے ثابت ہے، بلکہ لکھا ہے کہ یہ شرک کی جڑ ہے۔ (ص ۳۲)

۵---- عذاب قبر کے سرے سے منکر ہیں (رسالہ عذاب برزخ)

۶---- توسل بالانبیاء والصالحین کو شرک کہتے ہیں (رسالہ یہ قبریں یہ آستانے ص ۲۲ تا آخر، رسالہ وسیلے کا شرک)

۷ ---- امام حفص بن سلیمان ابی داؤد کو کذاب و وضاع لکھا ہے (مزار میلے ص ۳۵) جبکہ یہ قرآن کے قاری اور روایت حفص کے امام ہیں۔

۸ ---- یہ حضرات آمنوا باللّٰہ و رسولہ کے بجائے آمنوا باللّٰہ و رسلہٖ کی تلقین کرتے ہیں، لیکن ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے (دعوت الی اللہ ص ۱۵)

۹ ---- امام احمد بن حنبل کافر تھے (حبل اللہ)

علاوہ ازیں دور حاضر کے جملہ مسلمانوں کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔ ان سے سلام کرنے کو جائز نہیں جانتے، نہ جنازہ جائز سمجھتے ہیں نہ ہی (کسی دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، مودودی وغیرہ) جملہ مسالک کے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، بلکہ ان کی مساجد میں نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ ازروئے شرع ان کے بارے میں حکم صادر فرمائیں، کیا ان کی مساجد، مساجد ہیں یا مسجد ضرار کے حکم میں ہیں؟ ان کو ان کے نظریات کی ترویج سے روکنا اہل اسلام پر فرض ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرحیم
جامعہ محمودیہ گلشن جھنگوی، جھنگ

الجواب:

عقائد بالا کے حامل لوگ خود گمراہ ہیں اور دیگر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ایسے حضرات سے میل جول درست نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ ان میں سے کوئی کسی مسجد کا منتظم اور متولی بن گیا ہے تو دیگر اہل اسلام پر لازم ہے کہ فوراً اس کو اس کی تولیت سے الگ کردیں۔ فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفراللہ لہ

استفتاء (۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

محترم مفتی صاحب، السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں :

۱---- امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ، ان چاروں اماموں میں سے کس کے طریقہ نماز کے مطابق نماز پڑھنی چاہئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چاروں کے طریقے پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲---- کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سال میں ایک مرتبہ چاروں اماموں کے طریقے کے مطابق نماز پڑھنا ضروری ہے۔

۳---- کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نماز صرف ایک ہی امام کے طریقہ کے مطابق پڑھنی چاہئے۔

برائے مہربانی قرآن واحادیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ والسلام

المستفتی : عمران احمد ملتانی

الجواب :

جس طرح اللہ تعالیٰ کا ایک قرآن ہے، لیکن اس کی سات قراء تیں متواتر ہیں، ان میں سے جس ایک پر بھی قرآن پاک کی تلاوت کرلی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے قرآن ہی کی تلاوت ہے۔ البتہ ان میں سے جو قراء ت کسی علاقے میں تلاوتاً متواتر ہو اس علاقے میں اسی قرات پر قرآن پاک کی تلاوت کرنی چاہئے۔ اور

جس قرات سے اس علاقے کے عوام مانوس نہ ہوں اس غیرمانوس قرات پر تلاوت کرکے امت میں فتنہ نہ ڈالنا چاہئے' کیونکہ فتنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اکبر من القتل اور اشد من القتل فرمایا ہے۔ اسی طرح نبی پاک ﷺ کی سنت کے طریقہ کے چار مذاہب ہیں۔ کسی ایک مذہب پر عمل کرنا نبی پاک ﷺ کی سنت ہی پر عمل کرنا ہے' لیکن جس علاقے میں جو مذہب عملاً متواتر ہو اس کو چھوڑ کر وہاں کے عوام میں غیرمانوس مذہب کو اختیار کرنا امت میں فتنہ ڈالنا ہے جو کہ اللہ و رسول ﷺ کو نہایت ہی ناپسند ہے۔ مثلاً اب یہاں ہندوستان و پاکستان میں چونکہ مذہب حنفی ہی عملاً متواتر ہے' اس لئے یہاں مذہب حنفی پر عمل کرنا عین نبی پاک ﷺ کی سنت پر ہی عمل کرنا ہے۔ اسی طرح سری لنکا وغیرہ میں مذہب شافعی عملاً متواتر ہے' اس لئے وہاں کے باشندے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور ام درمان وغیرہ جو افریقہ کی ریاستیں ہیں وہاں مذہب مالکی عملاً متواتر ہے اور مذہب حنبلی صرف نجد ہی میں عملاً متواتر ہے۔ اس لئے وہاں کے باشندے اگر اس پر عمل کریں گے تو اصل میں وہ نبی پاک ﷺ کی سنت ہی پر عمل کریں گے .... اب جب کسی آدمی نے نماز اور دوسرے شریعت کے جتنے احکامات ہیں ان میں کسی ایک امام کی تقلید کرلی تو پھر اس کے بعد اس کی مخالفت کرنا' اس کو علامہ ابن نجیم صاحب بحرالرائق نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کی مخالفت کرکے اپنی چاہت کے مطابق دوسرے امام کے مذہب کو اختیار کرنا یہ کبیرہ گناہ ہے...... اما الکبائر اسال اللّٰہ العفو عنھا والعافیة منھا فقالوا ھی ...... بعدالکفر' الزنا واللواطة وشرب الخمر ...... الی قولہ ومخالفة المقلد حکم مقلدہ و کالسرفة والقذف والقتل (مجموعہ رسائل ابن نجیم ص۲۴۸) اسی طرح حکیم الامت امام غزالی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب احیاء علوم الدین میں فرماتے ہیں کہ:

مقلد کو چاہئے کہ دین کی تمام تفصیلات میں (چاہے وہ نماز کے مسائل ہوں یا دوسرے) اپنے امام ہی کی تقلید کرے جو آدمی اپنے امام کی مخالفت کرے گا وہ اس مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ اذالم یذھب احد من المحصلین الی ان المجتھد یجوز لہ ان یعمل بموجب اجتھاد غیرہ ولا ان الذی اجتھادہ فی التقلید الی شخص رآہ افضل العلماء ان لہ ان یاخذ بمذھب غیرہ فیفتقد من المذاھب اطیبھا عندہ بل علی کل مقلد اتباع مقلدہ فی کل تفصیل فاذا مخالفتہ للمقلد متفق علیٰ کونہ منکرا بین المحصلین وھو عاص بالمخالفۃ (ج ۷/ص ۳۶)

اب اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ صرف ایک امام کی تقلید میں نماز وغیرہ ادا کرنا چاہئے اور یہ بات غلط ہے کہ سال میں ایک مرتبہ چاروں ائمہ کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اور اسی لئے علماء نے تقلید شخصی کو واجب قرار دیا ہے' کیونکہ اگر عامی آدمی کو اس کی اجازت دی جائے کہ اس کو اختیار ہے کہ کسی امام کے مذہب کو لے کر وہ اس پر عمل کرلے تو اس صورت میں وہ اپنے لئے رخصت اور آسانی کو تلاش کرے گا۔ اس کا دل چاہے گا تو ایک چیز کو حلال کہے گا اور کبھی خیال بدل گیا تو وہ اسی کو حرام کہے گا۔ کیونکہ ائمہ اربعہ میں بعض احکام میں حلت و حرمت کا اختلاف ہے......

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ اسی کے متعلق فرماتے ہیں: ومن المعلوم ان اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ما کلف احدا ان یکون حنفیًا او مالکیًا او شافعیًا او حنبلیًا بل کلفوھم بان یعملوا بالسنۃ ان کانوا علماء او یقلدوا علماء ان کانوا جھلاء۔ بل یجب حتمًا ان یعین مذھبًا من ھذہ المذاھب اما مذھب الشافعی فی جمیع

الوقائع والفروع واما مذهب مالك واما مذهب ابی حنیفة وغیرهم ولیس له ان ینتحل من مذهب الشافعی فی البعض ما یهواه ومن مذهب غیره فی الباقی ما یرضاه لان لو جوزنا ذلك لادی الی الخبط والخروج عن الضبط حاصله یرجع الی نفی التکلیف لان مذهب الشافعی اذا اقتضی بتحریم شیی ومذهب غیر اباحة ذلك الشیی بعینه او علی العکس فهو ان شاء مال الی الحلال وان شاء مال الی الحرام فلا یتحقق الحل والحرمة وذلك باطل بالاجماع لان جفظ الدین واجب وذلك ما یحصل الا به فیکون واجبًا لأن مقدمة الواجب واجب بالاجماع فثبت ان تقلید المذهب الواحد واجب لان حفظ الدین واجب وذالك ما یحصل الا به فیکون واجبًا لان مقدمة الواجب واجب (رسالہ رد قفال) فقط واللہ اعلم

بندہ زاہد محمود میانوالوی

الجواب الصحیح